تاریخِ بلوچ و بلوچستان

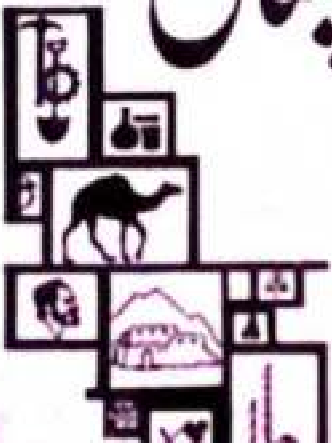

جلد پنجم

تصنیف

میر نصیر خان احمدزئی
(کمبرانی)

بلوچی اکیڈمی
کوئٹہ

Scanned with CamScanner

۸۶ء

تاریخ بلوچ و بلوچستان

جلد پنجم

تصنیف

میر نصیر خان احمدزئی کمبرانی بلوچ

بی۔ اے، تمغۂ امتیاز

سابق وزیر دربار ریاست عالیہ قلات بلوچستان۔

سابق ڈپٹی کمشنر بلوچستان اسٹیٹس یونین۔

سابق چیئرمین ٹیکسٹ بک بورڈ صوبہ بلوچستان۔

سابق چیئرمین سیکنڈری اینڈ انٹرمیڈیٹ بورڈ صوبہ بلوچستان۔

حال ریسرچ اسکالر بلوچی / براہوئی زبان

بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

جملہ حقوق محفوظ

طباعت اول ـــــــــــ اگست ۱۹۹۴ء

طابع ـــــــــــ بلوچی اکیڈمی کوئٹہ

مطبع ـــــــــــ یونائیٹڈ پرنٹرز کوئٹہ

کتابت ـــــــــــ محمد ایاز

تعداد ـــــــــــ ایک ہزار

قیمت

۲۰۰/= روپے 250

مصنف میر نصیر خان احمدزئی / کمبرانی / بلوچ
بی۔اے، تمغۂ امتیاز

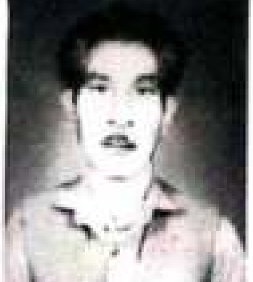

مسودہ کا نظرِ ثانی کنندہ
واجہ غوث بخش صابر
سابق سیکریٹری جنرل بلوچی اکیڈیمی

انتساب

حضرت امیر عبداللہ خان احمد زئیؒ (کمبرانی) بلوچ
ملقب بہ عقاب کوہستان
کے نام

جن کے مشتاقانہ و باصلاحیت فن حرب و سیاست
مدارانہ سیادت نے مرکزی ایشیا میں بلوچ ملت
کے مربوط سرزمینوں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔
۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۱ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	انتساب	الف
۲	دیباچہ	أ
۳	باب اوّل، امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر کی مسند نشینی	۱
۴	باب دوئم، امیر مہراب خان اول کی مسند نشینی	۳۹
۵	باب سوئم، امیر احمد چہارم کی مسند نشینی	۷۲
۶	باب چہارم، امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ کی مسند نشینی	۱۰۱
۷	باب پنجم، شاہ حسین غلزئی اور میاں نور محمد کلہوڑہ کا مشترکہ حملہ بلوچستان پر ۱۷۲۵ء	۱۳۲
۸	باب ششم، امیر محبت خان احمدزئی بلوچ کی مسند نشینی	۱۵۸
۹	باب ہفتم، احمد خان ابدالی بحیثیت سپہ سالار نادر شاہ افشار بادشاہ سلطنت ایران	۱۹۳
۱۰	باب ہشتم، امیر نصیر خان اول ملقب نوری نصیر خان کی مسند نشینی	۲۱۶
۱۱	باب نہم، امیر نصیر خان کا خاران پر حملہ ۱۷۵۸ء میں۔	۲۵۳
۱۲	باب دہم، امیر نصیر خان کے سر کے بال منڈوانے کا واقعہ	۲۹۸

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳	باب یازدہم، سندھ کی سیاسی صورت حال	۳۴۰
۱۴	باب دوازدہم، عہدہ وزارت عظمیٰ	۳۷۷
۱۵	باب سیزدہم، امیر محمود خان کی مسند نشینی	۴۱۸
۱۶	باب چہاردہم، خاندانی واقعات اور کشیدگی	۴۶۲
۱۷	ضمیمہ	۵۰۶
۱۸	کتابیات	۵۶۰

دیباچہ

قارئین گرامی کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ بلوچ و بلوچستان کی تاریخ کی پانچویں جلد ہے۔ جو چوتھی جلد کے تاریخی واقعات کا تسلسل ہے۔

تاریخ بلوچ و بلوچستان کی چوتھی جلد بلوچستان میں بلوچ سلطنت کی ۲۵۶ سال کے تاریخی واقعات پر محیط ہے۔ یعنی سنہ ۱۴۱۰ء سے لے کر سنہ ۱۶۶۶ء تک جس میں اس دور ۔ کے تاریخی واقعات نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جب امیر احمد کبیر ولد امیر الٰتاز دوئم اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد سنہ ۱۶۶۶ء میں بلوچستان کی مسند حکمرانی پر جلوس فرماتے ہیں۔ انہی کے دور حکمرانی سے پانچویں جلد کی ابتداً ہوتی ہے۔ انہوں نے بلوچستان میں بین الاقوامی حیثیت سے بلوچ مملکت کی بنیاد ڈالی جو امیر میرو میروانی بلوچ کے انیسویں جانشین تھے۔ لہٰذا یہ بلوچی مملکت ان کے جانشین امیر نصیر خان اول ملقب بہ امام نوری نصیر خان کے دور سنہ ۱۷۴۹ء تا سنہ ۱۷۹۴ء حکمرانی میں بام عروج کو پہنچکر بین الاقوامی سیاست میں ایک بلوچ مملکت کی شکل میں نمودار ہوئی جو امیر میرو میروانی بلوچ کے ستائیسواں اور احمد کبیر کے نویں جانشین تھے۔ ان کے دور حکمرانی میں بلوچستان کی

سیاسی سماجی اقتصادی صورت حال یہ تھی۔
امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان بلوچی دنیا کا فقید المثال بلوچ راہنما کہلاتا ہے۔ وہ نہ صرف عظیم راہنما بے نظیر سپہ سالار اور اولوالعزم حکمران تھا بلکہ ایک پاکیزہ شخص اور بزرگ انسان بھی تھا۔ اس لحاظ سے بھی پوری بلوچی تاریخ میں ان کا نام آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگاتا رہے گا وہ بلوچوں کے قومی اتحاد کا عظیم علمبردار تھا۔ اُس نے بلوچوں کے قومی شیرازہ بندی کر کے مستحکم اور دیرپا نظام قائم کیا۔ ان کا دور بلوچوں کے طالع واقبال اور عروج وارتقاء کا دور تھا۔ اس نے بین الاقوامی سطح پر دیگر اقوام سے تعلقات قائم کئے اور دور دور تک شہرت پائی ان کے دور میں رزق کی فراوانی معاشرتی امن وسکون خوشحالی اور عدل وانصاف کا دور دورہ تھا۔ سماجی برائیوں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا مذہب اور اخلاق کی پابندی اور پاسداری ضروری تھی جس کے بارے میں انہوں نے مختلف موقعوں پر فرمان جاری فرمائے۔ بلوچوں کے اس بطل جلیل نے ۱۷۹۴ء میں بہ مقام گنداوہ داعی اجل کو لبیک کہا پنتالیس سال حکمرانی کی تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی بلوچستان کے بلوچ حکمرانوں میں سب سے زیادہ انہوں نے فرمانروائی کی۔
اگرچہ امیر میرو میروانی بلوچ جد امجد امیر نصیر خان نوری بلوچوں کی چوتھی حکومت کے بنیاد گزار ہیں جنہوں نے ۱۲ جنوری ۱۴۱۰ء میں بلوچستان کے خطہ جھالاوان، خاران، مکران، سراوان، جھالاوان، لس بیلہ کے امرا کی معاونت سے بلوچ برادری کی حکومت کا اعلان کر دیا اور بلوچی حکومت

کا سنگ بنیاد رکھا۔ امیر احمد خان ثالث ملقب بہ احمد کبیر اور امیر عبداللہ خان نے اپنے خون سے اس کی حفاظت کی۔ امیر نصیر خان اول ملقب بہ امیر نصیر خان نوری نے اسے بلوچ مملکت کی شکل دی۔ امیر نصیر خان اعظم نے نہ صرف باپ دادا کے مفتوحہ علاقوں کو اپنے قبضہ میں رکھا بلکہ مزید علاقے فتح کر کے اپنی حدود حکومت کی بڑے پیمانے پر توسیع بھی کی۔ تمام کھران وڈرک، قصر قند، تامہ ملکی چیدہ، خاران، چاغی، نوشکی، بیلہ، کراچی، پشین ہڑند ودا جل علاقہ جات مری، بگٹی علاقہ کھیتران ان کی مملکت میں شامل تھے۔ مندرجہ صدر تمام علاقہ جات کی آبادی خالص بلوچوں کی تھی جن کو امیر نصیر خان نوری نے ایک لڑی میں پرو کر تقریباً ایک کروڑ خالص بلوچی آبادی کی ایک مربوط زبردست حکومت قائم کی۔ میر نصیر خان نوری نے اپنے لاثانی تدبر، عالی حوصلگی اور جانبازی سے وہ زریں کام کئے، جن کی نظیر بلوچوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ میر نصیر خان اعظم بلوچوں کا ایک ہمہ صفت موصوف رہنما اور ہیرو تھا۔ نہایت بہادر، انتہائی دلیر، غضبناک جنگجو، بے دھڑک، سُنی، منصف مزاج، رحمدل، اعلیٰ پائے کا منتظم، بے حد ہوشیار اور مدبر تھا زندگی بالکل سادہ اور پاکیزہ، غریبوں کا مددگار، مظلوموں کا ہمدرد، بیواؤں کی جائے پناہ، اسلام کا فدائی کہتے ہیں۔ روحانی دنیا میں اپنے ملک بلوچستان کا قطب تھا۔ اس بیسویں صدی کے دور میں بھی بلوچ اُسے صاحبِ ولایت تسلیم کرتے ہیں اور نصیر خان نوری کہتے ہیں۔ قلات میں ان کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے ان کے دور کے تمام واقعات اسی تاریخ بلوچ و بلوچستان کی پانچویں جلد کی زیب و زینت ہیں۔

اس بیسویں صدی کے دور کے بلوچ قاری کو چاہیئے کہ وہ حضرت امام نوری نصیر خان کے نقشِ قدم پر چل کر موجودہ دور کے سیاسی حالات کے مطابق نوری نصیر خان کے دور کے زریں دور کو احیا بخش کر حیات جاودان بخشیں اور دنیا میں دوبارہ سُرخ رو اور کامران ہو جائیں۔

قارئین گرامی کا

دُعا گو

میر نصیر خان احمد زئی دکمبرانی البلوچ

امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر کمبرانی امیر بلوچستان

۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء

اپنے نام سے حکمران خاندان کو احمد زئی منسوب کیا

Scanned with CamScanner

باب اوّل

امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر کی مسند نشینی

۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء

امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر نے اپنے والد امیر الہ تاز ثانی کی وفات کے بعد ۲۶ جنوری ۱۶۶۶ء میں بلوچستان کی مسند حکمرانی پر بعمر ۲۶ سال جلوس فرمایا امیر موصوف کی دس مئی ۱۶۹۵ء میں قلات میں وفات ہوئی۔

امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر کا مختصر شجرہ

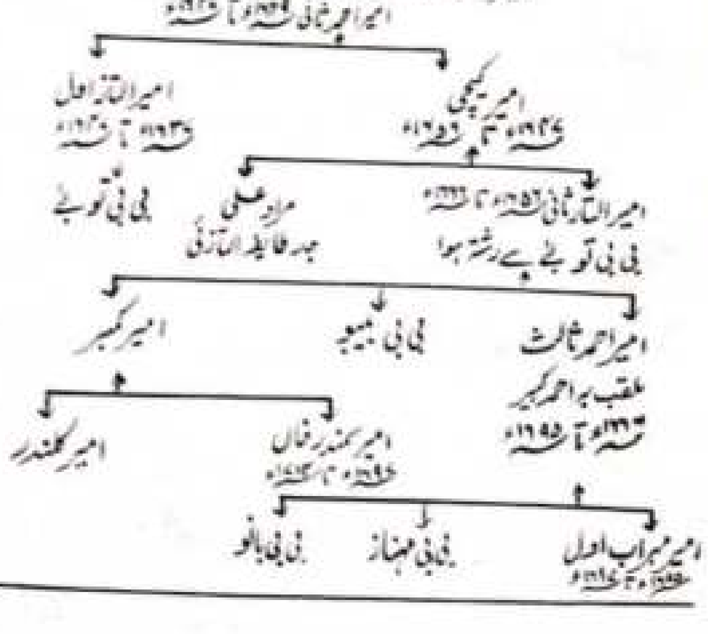

اس شجرہ کی رُو سے امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر نجیب الطرفین ہے. یعنی ماں اور باپ کی طرف سے کمبرانی ہے امیر بجّی کمبرانی نے اپنے بڑے بیٹے امیر الناز ثانی کا رشتہ اپنے بڑے بھائی امیر الناز اول کی لڑکی بی بی موتی کمبرانی سے کی. اس رشتہ سے امیر الناز ثانی کمبرانی کی تین اولادیں تولد ہوئیں دو لڑکے اور ایک لڑکی لڑکوں کے نام احمد اور کبیر تھے لڑکی کا نام بی بی میوہ تھا

میر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر کی شخصیت

میر احمد ثالث ایک خوبصورت، تنومند، بہادر اور مستقل مزاج شخص تھا یہ شخص اپنی ہٹ کا اس قدر پکا تھا کہ کسی کام کے کرنے کا اگر ایک دفعہ ارادہ کر کے اس میں ہاتھ ڈالتا. تو جب تک اسے مکمل نہ کرتا دم نہ لیتا تھا باہمت اس قدر تھا کہ بارو. زمیّوں کے خلاف سولہ لڑائیوں میں اگرچہ اسے پے در پے شکستیں ہوئیں. مگر ہمت نہ ہارا آخر کار ستارویں اٹھارویں لڑائیوں میں کامیابی کا سہرا اُس کے سر بندھا. اُس نے بارو زمیّوں کو آخری دو لڑائیوں میں فیصلہ کن شکست دی کہ پھر کبھی اُن کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی.

میر احمد ثالث کا طرز حکومت

بلوچستان میں بلوچ برادری کی حکومت کی بنیاد امیر میرو ثانی میروانی بلوچ نے سنہ ۱۴۱۰ء میں رکھی میر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر امیر میرو ثانی کا انیسواں جانشین تھا. انہوں نے بلوچ برادری کی حکومت کو اپنے دور کے حالات کے مطابق ایک بادشاہت کی صورت میں تبدیل کردیا. اپنے تمام

دورِ حکمرانی میں بارو زمیوں سندھ کے کلہوڑوں اور مغل حکمرانوں کے نمائندوں سے لڑتا رہا اور اپنی حکومت کو وسعت دیتا رہا۔ اس کے حوصلے ہمیشہ بلند تھے۔ انہوں نے تمام بلوچ قبائل میں حرکت پیدا کر کے اُن کو حکومت کرنے کا چسکہ دیا۔ لڑنے کا گُر سکھایا اور ان کو یہ احساس دلا دیا کہ بحیثیت بلوچ وہ ایک منفرد اور پرافتخار قوم ہے۔

اخوند محمد صالح کی وزارت کے عہدے پر تقرری

اخوند محمد صالح شہر زابل علاقہ سیستان کا باشندہ تھا بڑا عالم فاضل تھا۔ ان کے دور میں بلوچستان کا امیر امیر اتاز دوم کمبرانی بلوچ تھا۔ انہی امیر کے دور (۱۶۵۶ء تا ۱۶۶۶ء) حکمرانی میں وہ بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں وارد ہوا ۱۶۵۶ء میں امیر اتاز نے اسے اپنے دربار میں داروغہ حسابات مقرر کیا یعنی حکومت بلوچستان کی مالی آمدن کا حساب رکھنا ان کی ذمہ داری تھی کتاب تاریخ کوروگال نامک کے مصنف بھی اخوند محمد صالح ہیں اُس نے اپنی کارگزاری اور حسن خدمات سے احمد کبیر کے دل میں اتنی وقعت اور اُن کے مزاج میں اتنا رسوخ و اعتماد حاصل کیا کہ تخت نشینی کے بعد انہوں نے قلمدان وزارت اخوند کے سپرد کیا اور وہ اس عہدے پر پورے ۶۵ سال رہے اور پانچ احمدزئی بلوچ حکمرانان بلوچستان کی خدمات بحیثیت وزیر کے نہایت اخلاص اور ایمانداری سے سرانجام دیں۔ امیر احمد کبیر، امیر مہراب خان اول، امیر سمندر خان، امیر احمد چہارم، امیر عبداللہ خان۔ اِس طویل عرصے میں انہوں نے نہایت احسن طریقے سے وزارت کے نظام کو چلایا جس کی وجہ سے بلوچستان کے تمام بلوچ قبائل متحد و متفق رہے اور اسی

سیاسی یگانگت کی وجہ سے بلوچوں کی حکومت نہایت استوار بنیادوں پر کھڑی ہو گئی اور بلوچ مملکت کو وسعت حاصل ہوئی۔ اور بین الاقوامی سیاست میں بلوچوں کی حکومت کو اہمیت حاصل ہو گئی۔ جس کی وجہ سے مغرب میں ایران اور مشرق میں ہندوستان کی سپر طاقتیں بلوچوں کی طرفداری کی ہر وقت خواہشمند رہنے لگیں۔

آغا جعفر مغل کا قلات پر حملہ

اس واقعہ کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر ۲۶ جنوری ۱۶۶۶ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا اس دور میں ایران میں صفوی خاندان کی حکمرانی تھی۔ عباس دوئم کا دور ۱۶۴۲ء تا ۱۶۶۷ء کا زمانہ تھا شاہ عباس دوئم بذات خود ایک بڑی فوج لیکر ۱۶۶۷ء میں قندھار پر حملہ آور ہوا۔ اور سلطنت ہندوستان کے مغل بادشاہ اورنگ زیب کے والی قندھار کو شکست دے کر ولایت قندھار کو دوبارہ ایران کے صفوی سلطنت میں شامل کر دیا۔ چنانچہ مغل فوج کا ایک بھگوڑا فوجی افسر آغا جعفر مغل قندھار سے فرار ہو کر شالکوٹ پہنچا اس نے شالکوٹ اور مستونگ پر قبضہ کیا اور قلات پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

کھڈ مستونگ کی لڑائی اور مستونگ پر قبضہ

آغا جعفر مغل کے مستونگ پہنچنے پر امیر احمد اپنے لشکر کے ساتھ اس کے مقابلہ کو آگے بڑھا۔ کھڈ مستونگ کے مقام پر امیر احمد نے مغلوں کی حملہ آور فوج کو روکا گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مغلوں کو شکست ہوئی۔ اور آغا

جعفر سراسیمگی کی حالت میں شالکوٹ کی طرف بھاگا۔ اس کی سپاہ منتشر ہوگئی جن کو براہوئی کرد بلوچوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا۔ امیر احمد نے آگے بڑھ کر مستونگ پر قبضہ کرلیا۔ یہ جنگ ۸ مئی ۱۶۶۶ء کو بمقام کھڈ مستونگ میں ہوئی۔

شالکوٹ پر قبضہ

مستونگ پر قبضہ کے بعد امیر احمد نے آغا جعفر مغل کا تعاقب جاری رکھا۔ اور اُسے شالکوٹ کے مضافاتی علاقہ پیر جلو کے قریب گھیر لیا یہاں پھر ایک زبردست لڑائی ہوئی۔ جس میں آغا جعفر مغل مع اپنے تمام بقایا سپاہیوں کے ساتھ تہ تیغ ہوا۔ یہ جنگ ۲۰ مئی ۱۶۶۶ء کو ہوئی امیر احمد کبیر شالکوٹ اور مستونگ کی نیابتوں میں اپنی حکومت کی طرف سے نائب مقرر کر کے واپس قلات پہنچا۔

داراشکوہ سے کچھی کے مگسی قبیلہ بلوچ کا حُسنِ سلوک

جب داراشکوہ سندھ کی حدود میں داخل ہوا تو وہ کچھی کے علاقہ میں سب سے پہلے مگسی بلوچ قبیلہ کے تعلقہ میں وارد ہوا۔ مگسی قبیلہ کے سردار مرزا خان بلوچ نے اس کا استقبال کیا۔ اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور مہمان داری کے بعد ایران تک رہنمائی کرنے کی ذمہ داری لی اور خود اس کے بدرقہ کے طور پر ساتھ چلا گیا۔ اور وہاں سے قندھار تک جو بارہ کوس تھا پہنچا دیا۔ اور داراشکوہ کو ایران چلے جانے کی بہت ترغیب دی اور اصرار کیا۔ مگر داراشکوہ ابھی تک کھوئے ہوئے تخت و تاج کو واپس لینے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس نے مگسی قبیلہ کے سردار مرزا خان بلوچ کی تجویز کو

قبول نہیں کیا۔ چنانچہ وہ یعنی دارا شکوہ ، ملک جنید بنی افغان پٹہ دار بھی ، کچھی گنگوہ کی طرف روانہ ہوا دارا شکوہ کو سردار جنید خان بارو زئی پر بڑا بھروسہ تھا کیونکہ وہ اس پر ہمیشہ احسان کرتا رہا تھا اور وہ بھی خطوط کے ذریعے اپنی بندگی اور وفاداری کو جتاتا رہا تھا۔

ملک جنید خان بارو زئی بنی افغان کی احسان فراموشی

جب ۲۶ جنوری ۱۶۶۶ء میں امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر مسند امارت بلوچستان پر بیٹھا۔ تو اس دور میں کچھی اور سیوی سندھ کا حصہ تھے بلوچستان سے ان کا واسطہ نہیں تھا۔ ملک جنید خان بارو زئی بنی افغان۔ مغل حکومت ہند کے طرف سے کچھی اور سیوی کا پٹہ دار تھا۔ چونکہ دارا شکوہ مغل شہزادہ نے اس پر بہت سے احسانات کئے تھے۔ لہٰذا اُن کو بارو زئی سردار پر بڑا بھروسہ تھا اس لیے وہ اس کے تعلقہ میں داخل ہوا۔ بہ ظاہر جنید خان نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اسے اپنے گھر سے جاکر ٹھہرایا اور اس کی مہمانداری کرتا رہا۔ یہاں دارا شکوہ کو ایک اور صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ دارا شکوہ کی بیوی نادرہ بیگم جو شہزادہ پرویز کی بیٹی تھی اسہال کے عارضہ میں فوت ہوگئی دارا شکوہ اپنی بیوی کو اپنے پیر میاں میر کے مقبرہ میں دفن کرانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے چند وفادار ملازموں گل محمد اور خواجہ مقبول کوکر کے ساتھ بیوی کے تابوت کو لاہور روانہ کردیا اور خود چند خدمت گاروں کے ساتھ ملک جنید بارو زئی کے پاس ٹھہرا رہا تاکہ ملک جنید خان سے مالی مدد لے کر اس کی رہنمائی میں ایران کے ارادہ سے قندھار چلا جائے۔ مگر ملک جنید خان دل ہی دل میں اس کو گرفتار کرنے کی فکر میں لگا ہوا تھا بہر حال چند کوس مہمان کی رفاقت میں طے کرنے کے بعد وہ اس بہانے

کر ایران کے سفر کے لیے ضروری ساز و سامان مہیا کرتا ہے۔ واپس چلا گیا اور وعدہ کر گیا کہ سب انتظامات کر کے دو تین منزل پر آ کر مل جائے گا۔ اپنے پیچھے اپنے بھائی کو اس ضلع کے راہزنوں اور سرکش آدمیوں کے ساتھ چھوڑ گیا ملک جنید خان کے جانے کے بعد اس کے بھائی نے اپنی فوج کے ساتھ دارا شکوہ پر غفلت میں حملہ کر دیا۔ اُسے اور سپہر شکوہ کو گرفتار کر کے اس کے ہمراہیوں سمیت ملک جنید کے پاس لایا۔ پہلے سے طے کردہ مقام پر ان کو قید کر دیا۔ ملک جنید خان نے اپنی کارگزاری کی اطلاع راجہ جے سنگھ اور بہادر خان کے پاس بھجوا دی جو اجمیر سے دارا شکوہ کے تعاقب میں چلے آ رہے تھے۔ جب دارا شکوہ کی گرفتاری کی خبر پھیلی تو لوگ دہلی میں ملک جنید خان بارو زئی کو گالیاں دینے لگے اور اس پر لعنت ملامت بھیجنے لگے۔ بحوالہ کتاب منتخب اللباب تاریخ مغلیہ دور حکومت۔ اردو ترجمہ صفحہ ۹۲

ملک جنید خان بارو زئی نے مغل شہزادہ دارا شکوہ کے احسانات کا بدلہ اس طرح دیا۔

سردار جنید خان بارو زئی کا شاہ بیگ رند بلوچ کے بیٹے کو قتل کرنا

دارا شکوہ کی گرفتاری کے بعد سردار جنید خان کو سلطنت ہندوستان کے بادشاہ محی الدین اورنگ زیب کی طرف سے انعامات و خطابات ملے تو اس کی سفاکی اور جبر و تشدد میں شدت پیدا ہو گئی اب وہ سردار جنید خان ملقب بہ بختیار خان تھا وہ اپنے پڑ داری کے علاقہ میں من مانی کی حکومت کرنے لگا ایک دن ایک ہندو دکاندار اس کے پاس فریادی آگیا کہ شاہ بیگ مندوانی رند بلوچ کے بیٹے نے راستے میں اُسے پکڑ کر اس کے

کانوں سے سونے کی بالیاں زبردستی اُتار لی ہیں۔ سردار جنید خان ملقب بہ بختیار خان نے جو اپنی سفاکی اور قتل و غارت گری کی وجہ سے کافی بدنام تھا اس خبر پر برافروختہ ہو کر شاہ بیگ رند کے تمن پر حملہ کر کے اُس کے بیٹے کو چند اور بلوچوں کے ساتھ قتل کر دیا۔

شاہ بیگ رند بلوچ کی بیوی کا امیر احمد کبیر کے پاس فریادی جانا

شاہ بیگ رند اور اس کی بیوی فریاد لے کر قلات کے امیر احمد کبیر کے دربار برائے دادرسی پہنچے انہیں امیر موصوف نے اپنے دربار میں مہمان رکھا اور اُن کی دلجوئی کی اور انہیں تسلی دی کہ ہر صورت میں اُن کی حق رسی کی جائے گی۔

احمد کبیر کا رابطہ بہرے سردار جنید خان ملقب بہ نواب بختیار خان باروزئی

امیر احمد کبیر نے پہلے پہل نواب جنید خان ملقب بہ بختیار خان سے اپنے دربار کا ایک کارندہ گل بیگ میر عدل کے ذریعے پیغام بھیجا کہ شاہ بیگ مندوانی بلوچ کے بیٹے کا خون بہا ادا کیا جائے اور اس کی منضبط املاک واگزار کی جائیں بپی اور ڈھیجی کے پٹے دار حاکم سردار جنید خان باروزئی ملقب بہ نواب بختیار خان نے شاہ بیگ مندوانی کی حق رسی سے قطعاً انکار کیا چنانچہ احمد کبیر نے ۱۸ مارچ ۱۷۶۹ء کو اپنے اُمرا کی کونسل کو طلب کیا اور اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ نواب بختیار خان پٹہ دار بپی اور ڈھیجی نے شاہ بیگ مندوانی کی حق رسی سے بالکل انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ اس کو جنگ کے ذریعے مجبور کیا جائے کہ وہ مظلوم شاہ بیگ مندوانی کی حق رسی کرے۔

شاہ بیگ مندوانی رند بلوچ کی تقرری کے لیے جنگیں

شاہ بیگ مندوانی رند بلوچ کی تقرری کے سلسلے میں امیر بلوچستان امیر احمد کبیر اور سیوی و ڈھاڈر کے پٹے دار حاکم ملک جنید خان بارو زئی ملقب بہ نواب بختیار خان کے درمیان کل اٹھارہ لڑائیاں ہوئیں۔ یہ لڑائیاں ۱۶۶۹ء میں شروع ہوئیں اور ۱۶۸۷ء تک جاری رہیں مورخین نے ان لڑائیوں میں صرف پانچ لڑائیوں کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ شاید دیگر تیرہ جنگیں چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوں گی۔ جو مورخین کی نظر میں قابل تحریر نہیں ہوں گی لہذا انہوں نے ان کی تفصیلات بیان کرنے سے گریز کیا۔

انتقال ملک جنید خان بارو زئی ملقب بہ نواب بختیار خان

جب ۲۹ نومبر ۱۶۶۹ء میں امیر بلوچستان شاہ بیگ رند بلوچ کی تقرری کے سلسلے میں ملک جنید خان بارو زئی عرف نواب بختیار خان پٹہ دار حاکم سیوی و ڈھاڈر کے خلاف پہلی جنگ کی تیاریاں کر رہا تھا تو ملک موصوف بقضائے الٰہی فوت ہوا۔ اور اس کے بعد اس کا لڑکا ملک مرزا خان اُس کا جانشین بنا ہندوستان کے مغل بادشاہ اورنگ زیب نے اُس کے باپ کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے اُسے بخت بلند خان کا خطاب دیا اور اُس کی پٹے داری حاکمی سیوی اور ڈھاڈر کو بحال رکھا۔

امیر احمد کبیر کی پہلی لڑائی بمقابلہ بارو زئی پٹے دار حاکم سیوی

امیر احمد کبیر ۲۹ نومبر ۱۶۶۹ء کو بہ راستہ بولان بہ طرف ڈھاڈر حاجب

مرزا خان عرف بخت بلند خان کو اس حملے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے لشکر کے ساتھ مقام شیخ کشنی پر امیر احمد کبیر کے لشکر کو روکا یہاں دونوں فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی اور تین دن تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی آخر کار امیر احمد کبیر شکست کھا کر بے نیل و مرام واپس قلات کی طرف لوٹا اس جنگ میں بارو زئی امیر کی طرفداری میں سیوی کے یہ قبائل کرک، صافی، لونی، عبداللہ خیلی، بیسرا وادی، دہپال، مرزی، آبائی، حسنی، مرغزانی، تحبد بنی، سادات، شادیزئی نے بھرپور حصہ لیا۔

امیر احمد کبیر کی دیگر چودہ لڑائیاں بمقابلہ باروزئی امیر

پہلی لڑائی کی شکست کے بعد امیر احمد کبیر امیر باروزئی پر پے در پے چودہ حملے کئے یعنی ۱۶۷۰ء سے لے کر ۱۶۸۳ء تک گویا امیر بلوچستان ہر سال فرصت پاکر ایک حملہ سیوی و ڈھاڈر پر کرتا تھا۔ اور ہر بار شکست کھا کر واپس قلات لوٹتا تھا۔ ان لڑائیوں کی تفصیلات کسی تاریخی دستاویز سے اب تک منظر شہود پر نہیں آئی ہیں اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ان جنگوں کی تفصیل طوالت کی وجہ سے مورخین نے ان کے حالات قلمبند کرنے سے گریز کیا ہو یا بصورت دیگر یہ جنگیں اتنی اہم تصور نہیں کی گئی ہوں گی لہٰذا ہم بھی انکی تفصیلات بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

باروزئی امیر سے ہمشیرہ احمد کبیر بی بی بیبو کی پندرھویں لڑائی

اگرچہ بی بی بیبو ظاہراً ایک خاتون تھی لیکن وہ نہایت بہادر، مدبر اور نڈر عورت تھی۔ جسے بلوچی زبان کی اصطلاح میں شیرہ زال کہتے ہیں وہ امیر احمد کبیر

کی پے در پے شکستوں کی وجہ سے بہت آزردہ خاطر رہتی تھیں۔ لہٰذا انہوں نے بارکزئیوں سے چند روز لڑائی کا بیڑا خود اٹھایا بلوچ برادری کی قومی لشکر ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی اور اُس نے براستہ درۂ بولان ڈھاڈر پہنچ گئی جب مرزا خان عرف نواب محبت بلند خان کو بی بی میبو کے حملے کی خبر ملی تو اس نے ڈھاڈر سے کچھ اوپر بہ مقام بیری اس کا راستہ روکا ۲۱ دسمبر ۱۶۸۳ء میں دونوں لشکروں کے درمیان اسی مقام پر مڈبھیڑ ہوئی گھمسان کی جنگ کے بعد بی بی میبو ہمشیرۂ امیر بلوچستان احمد کبیر داد شجاعت دیتی ہوئی میدان جنگ میں کام آئی۔

بی بی میبو کی شخصیت

بی بی میبو ایک ذہین سیاست مدار مدبر بہادر اور فیاض خاتون تھی۔ ساٹھ ساٹھ میل گھوڑے پر سفر کرتی تھی۔ مردوں کے دوش بدوش میدان جنگ میں لڑی تھی۔ اُس دور کے تمام روایتی ہتھیاروں کے استعمال میں ماہر تھی۔ بارکزئی خاندان کے ایک درباری مرزا جو شاعر بھی تھا ملا فاضل رندؔ اپنے منظوم جنگ نامہ میں بی بی میبو کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

کہ خواہرش بود۔ بی بو بنام	ہمہ مرد مان کردہ در اسلام
جو مردان بدیوان نشستی مدام	بہ گردش ہمہ مردمان خاص و عام
زنے بود دانا بسے ہوشیار	بہ مردانگی در جہاں اشتہار
چو این واقعہ از حزیمت گری	شنیدہ در آمد بغیرت گری
بگفتا کہ اکنون روم من بہ جنگ	بہ مردم چنی کار سازیم تنگ
پس آنگاہ زہر شو لشکر بخواست	بجنگ آوری خویش را کرد راست۔

زبرایل ہر خیل ہر تومنات | جمع گشت لشکر بے در قلات
سوار و پیادہ بے بے شمار | بجنگ آوری ہر کسے شد تیار

اُمیر احمد کبیر کی باروزئی سے سولھویں لڑائی

اُمیر احمد کبیر کو جب بی بی بیبو کی موت اور بلوچوں کی شکست کا علم ہوا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی جس قدر لشکر اُس کے ساتھ قلات میں موجود تھا ان کو ساتھ لے کر مورخہ ۸ جنوری ۱۶۸۵ء کو چھاپاؤ کی صورت میں سیوی کے دیہاتوں پر ٹوٹ پڑا قتل عام سے اپنے جذبہ انتقام کو فرو کرنے لگا۔ اس دفعہ امیر احمد کبیر کا داماد سردار میر ابراہیم خان نوشیروانی بھی ساتھ تھا واپسی کے وقت مقام سرجنگ پر باروزئیوں نے امیر احمد کبیر کا راستہ روکا شدید لڑائی ہوئی۔ میر ابراہیم نوشیروانی لڑائی میں مارا گیا امیر احمد کبیر امیر بلوچستان اور ان کا وزیر اخوند محمد صالح زخمی ہو گئے۔ بہ مشکل جان بچا کر قلات پہنچے اگرچہ بلوچوں کو سولھویں لڑائی میں بھی شکست ہوئی لیکن باروزئیوں کا نقصان بھی شدید ہوا۔ ان کے بہت سے بہادر سورما مارے گئے مگر امیر احمد کبیر امیر بلوچستان ان مصیبتوں سے گھبرانے والا نہ تھا۔ ان مصائب نے اس کو اور بھی غضبناک اور مستقل مزاج بنا دیا۔ احمد کبیر نا اُمید نہ تھا۔ ہر شکست نے اُسے ایک سبق دیا۔ اور ہر سبق سے اُس نے کچھ نہ کچھ فائدہ اُٹھایا۔

امیر بلوچستان کی باروزئیوں سے سترویں لڑائی

سولھویں لڑائی میں شکست سے احمد کبیر امیر بلوچستان کو یہ سبق ملا کہ جلد بازی اور اشتعال سے لڑائی نہیں جیتی جا سکتی۔ لڑائی جیتنے کے لیے بہادری اور

سرفروشی کے ساتھ ساتھ تدبر اور موقع شناسی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس دفعہ امیر احمد کبیر نے نہایت استقلال صبر اور تحمل سے سامان حرب فراہم کرنا شروع کیا بلوچوں کے چیدہ چیدہ جانبازوں اور بہادروں کو جمع کر کے اپنے پاس رکھا۔ ان کو اچھے گھوڑے دیئے اور گھوڑوں کو سرکار* کیا۔ بلوچ قبائل سے ایک جرار لشکر تیار کیا ان کو اچھی طرح سے مسلح کیا لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کو امیر زنگی رئیسانی کی کمان کے تحت دے دیا اور دوسرا حصہ جو منتخب گھوڑا سواروں کے دستوں پر مشتمل تھا اپنی کمان میں رکھا سیوی اور کچھی میں امیر بلوچستان نے اپنے خبر رسان مخبر بھی روانہ کئے جو بارو زیوں کی نقل و حرکت سے ان کو باقاعدہ اطلاع دیا کرتے تھے۔ چونکہ سندھ کا بالائی حصہ شکار پور بھی نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کی پٹہ داری میں شامل تھا لہٰذا بخت بلند خان سیوی میں رحیم خان پٹرانگ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود شکار پور چلا گیا تھا۔ امیر احمد کبیر امیر بلوچستان ایک مناسب موقع کی تاک میں تھا اُسے جب اس صورت حال کی خبر ملی تو اُس نے اپنے جرار لشکر اور گھوڑا سوار رسالوں کے ساتھ ۱۷ نومبر ۱۷۹۶ء میں سیوی پر حملہ بول دیا رحیم خان پٹرانگ کو جب امیر بلوچستان کے حملے کی خبر ملی تو وہ ایک بڑا لشکر جمع کر کے امیر بلوچستان کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ امیر احمد کبیر اس دفعہ سانپ کی طرح غصہ سے بل کھا رہا تھا مگر احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا رحیم خان پٹرانگ رود خانہ لونی میں ڈیرہ ڈالے پڑا تھا۔ اسی مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ امیر احمد کبیر نے امیر زنگی رئیسانی شہزادہ امیر

---

* مراد کسی مہم کے لیے خاص طور پر گھوڑوں کا پالنا۔

مہراب خان کی قیادت میں پیدل لشکر کو آگے بڑھایا اور خود اپنے جانباز گھوڑا سوار رسالوں کے ساتھ لشکر کے عقب میں رہا۔ رحیم خان پڑانگ جنگ کی تدبیر سے نابلد تھا۔ امیر بلوچستان کے پیدل لشکر کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اُس نے بلا توقف حملہ کر دیا اور اپنے عقب کا کچھ خیال نہ رکھا۔ امیر احمد کبیر تو ایک تجربہ کار اور جنگ آزمودہ جرنیل تھا۔ رحیم خان پڑانگ کی خامی کو بھانپ گیا آن واحد میں اپنے جانباز گھوڑا سواروں کے ساتھ لشکر کے پیچھے سے چکر کاٹ کر بارو زئیوں کی پشت پر آ پہنچا۔ بارو زئی لشکر گھیرے میں آ گیا۔ امیر بلوچستان کا ستارہ آج اوج پر تھا۔ اس کے جانباز بارو زئی لشکر کو تہ تیغ کرتے ہوئے۔ آن واحد میں کشتوں کے پشتے لگ گئے بارو زئی لشکر تہس نہس ہو کر منتشر ہو گیا۔ رحیم خان پڑانگ شکارپور کی طرف بھاگ نکلا۔ امیر بلوچستان فاتحانہ شان سے سیوی میں داخل ہو گیا۔ کافی مال غنیمت اس جنگ میں اس کے ہاتھ آیا۔ لہٰذا مظفر و منصور لوٹ کر واپس قلات پہنچا۔ میر گل خان نصیر مرحوم نے اپنی تاریخ بلوچستان میں اس سترویں بارو زئی جنگ کی اس طرح منظر کشی کی ہے۔

" مگر تاریخ کی کتاب "اخبار الابرار" میں اُس کا مصنف اخوند محمد صدیق لکھتے ہیں جب مرزا خان عرف بخت بلند خان شکارپور گئے تو اُس نے سید صفا اور سید نبی کو سیوی میں اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا۔ جب امیر بلوچستان امیر احمد کبیر اور اُن کے بیٹے امیر مہراب خان سیوی پر حملہ آور ہوئے تو ان دونوں افواج کی مڈبھیڑ بمقام شیخ کشتہ ہوتی ہے اور یہ دونوں سادات اسی جنگ میں مارے جاتے ہیں۔ اور ان کی کافی فوج بھی تہ تیغ ہو جاتے ہیں اور بارو زئی لشکر کو شکست فاش ہوتی ہے۔ اس شاندار فتح کے بعد امیر بلوچستان امیر احمد کبیر کافی مال غنیمت کے ساتھ مع اپنے فرزند امیر مہراب خان قلات واپس لوٹتا ہے۔"

امیر بلوچستان کی بارو زئیوں کے ساتھ اٹھارویں لڑائی

جب نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کو رحیم خان چراگ کی اس عبرتناک شکست کی خبر ملی تو وہ آپے سے باہر ہوا۔ اپنی شکست کی شدت غم سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے شکارپور سے سندھی لشکر کے ساتھ کچھی پہنچا کچھی میں بارو زئی لشکر کے بچے کچے نوجوانوں کو ساتھ لے کر بے سوچے سمجھے ۹ مارچ ۱۶۹۸ء میں درۂ بولان کے راستے قلات کا رخ کیا۔ درہ بولان میں بی بی نانی کے مقام سے جوہان کے راستے بطرف قلات روانہ ہوا تاکہ جوہان سے قلات پر بآسانی حملہ کر سکے مگر امیر احمد کبیر کو یہ معلوم تھا کہ مرزا خان عرف بخت بلند خان کو جب اس کے سپہ سالار کی شکست کی خبر ملے گی۔ تو وہ پاگل پن کے عالم میں قلات پر حملہ آور ہوگا۔ لہٰذا اس حملے کی روک تھام کے لیے درۂ بولان کے اُن تمام پہاڑی سلسلوں میں جن سے راستے قلات کی طرف آتے تھے سرمچار فوجی دستے متعین کر دیئے تھے جو راستوں کی نگرانی کرتے تھے۔ ان کو امیر بلوچستان کی طرف سے یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ جب بارو زئی لشکر درہ بولان میں داخل ہو جائے تو اُسے موقع دیا جائے کہ وہ قلات کی طرف کے پہاڑی سلسلوں میں کافی اندر آجائیں تو پھر سرمچار فوجی دستے ہر طرف سے اُن پر ٹوٹ پڑیں گوریلا جنگ کا طریقہ اختیار کر کے انہیں زچ کریں اور ان کا رابطہ کچھی اور سیوی سے منقطع کریں۔ امیر بلوچستان احمد کبیر نے ان گوریلا دستوں کا سپہ سالار اپنے چھوٹے بھائی امیر گمبر کو مقرر کیا۔ چنانچہ جب بارو زئی لشکر قلات کی طرف پہاڑی سلسلوں میں کافی دور تک پھیل گئے تو بلوچ لشکر کے سرمچار ٹوٹے نے طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنی کارروائی شروع کی۔ چونکہ امیر بارو زئی

کے سندھی لشکر کو پہاڑوں میں لڑنے کا کبھی بھی اتفاق نہیں ہوا تھا لہذا وہ بہت گھبرا گئے۔ اور ان کی ہمت پست ہو گئی۔ باروزئی لشکر کے کافی آدمی پہاڑی راستوں سے نابلد ہونے کی وجہ سے مارے گئے جو جان بچا سکے بطرف گھیپی وسیوی فرار ہونے کی کوشش کی نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان اپنے خاص جان نثاروں کے ساتھ جوہان میں محصور ہو گیا۔ اب اُسے گھیپی اور سیوی سے کمک پہنچنے کی امید بھی نہ رہی کیونکہ رابطے کے راستے سب مسدود ہو چکے تھے۔ اور اب پسپائی کی صورت میں مرزا خان عرف بخت بلند خان سیوی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ لہذا اُمیر باروزئی اور اس کے خاص معتمد اُمرا نے ہتھیار ڈال کر امیر بلوچستان سے صلح کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ اُمیر باروزئی نے اُمیر بلوچستان کے نائب سپہ سالار آمیر زنگی رئیسانی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ملاقات* کے بعد نواب مرزا خا عرف بخت بلند خان نے امیر زنگی رئیسانی کے ساتھ اپنے بھائی سید خان کو اپنی طرف سے نمائندہ بنا کر مورخہ ۲۲ مارچ ۱۶۸۶ء کو اُمیر بلوچستان کے دربار قلات بھیج دیا باروزئی نمائندہ نے غیر مشروط صلح کی درخواست کی جسے اُمیر بلوچستان امیر احمد کبیر نے منظور فرمایا چنانچہ ۳۰ مارچ ۱۶۸۶ء کو اُمیر بلوچستان نے اپنے بھائی امیر کبیر اور اُمیر قلندر رئیسانی کو جو اُمیر زنگی رئیسانی کے والد تھے اور امیر بلوچستان کے دربار میں مشیر خاص تھے۔ جوہان روانہ کر دیا تاکہ وہاں سے نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کو قلات لا کر اُمیر بلوچستان کے

---

* امیر زنگی رئیسانی کے ساتھ نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کی ملاقات ۲۰ مارچ ۱۶۸۶ء میں بمقام جوہان ہوئی۔

دربار میں پیش کریں۔

پیشہ دار حاکم سیوی و کچھی کا ہتھیار ڈالنا اور دربار قلات بلوچستان میں پیش ہونا

صلح نامہ کی گفت و شنید کے لیے چشمہ قلات کے قریب زیارت گاہ سید پیر چھتن شاہ کے احاطہ کو تجویز کیا گیا۔ اور اس کے عقب میں نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کے رہائش کا کیمپ لگایا گیا۔ ۲۶ مارچ ۱۶۹۶ء کو نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کو امیر بلوچستان کے دربار میں پیش کیا گیا شہزادہ ولی عہد امیر میراب خان اول نے از طرف امیر بلوچستان نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کی ایسی صورت میں جب کہ وہ ہتھیار ڈال رہے ہیں جان بخشی کا اعلان کرتے ہوئے کہا اب اس کی حفاظت امیر بلوچستان کی ذمہ داری ہے اور جب تک وہ قلات میں قیام کرے گا۔ امیر بلوچستان کا مہمان خاص تصور ہوگا لہذا نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کو اس کے ہمرائیوں کے ساتھ ان کی تیار کردہ رہائش گاہ میں ٹھہرایا گیا۔

امیر بلوچستان اور امیر باروزئی پیشہ دار حاکم سیوی و کچھی کے مابین اقرار نامہ

چنانچہ ۲۹ مارچ ۱۶۹۶ء میں فریقین کے درمیان بہ مقام قلات دیوان مصالحت کا انعقاد ہوا۔

امیر بلوچستان امیر احمد کبیر مع شہزادہ ولی عہد امیر میراب خان اول وزیر اخوند محمد صالح امیر قلندر رئیسانی مصاحب دربار تمام سرداران قبائل بلوچ۔ جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو دیوان خانے میں پہلے سے موجود

حضرات نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان۔ اُن کے بھائی سید خان و دیگر بارو زئی اُمرا احتراماً کھڑے ہو گئے اُس کے بعد ہر ایک اُمیر اپنے منصب کے مطابق اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے بلوچی حال واحوال کے بعد صلح کی شرائط پر مذاکرات کا سلسلہ جاری ہوا اور ان شرائط پر ایک اقرار نامہ مابین اُمیر بلوچستان و امیر بارو زئی پٹہ دار حاکم سیوی و کچھی ہوا جس کی شرائط یہ ہیں۔

۱ امیر بارو زئی پٹہ دار حاکم سیوی و کچھی شاہ بیگ رند کے بیٹے کا خون بہا ادا کرے گا۔ اس کے نقصانات کی تلافی کرے گا۔ اُس کی املاک کو واگزار کریگا۔

۲ بلوچ ملت (جو ان تین گروہ قبائل براہوئی۔ بلوچ، مارو یعنی بلوچ، رند بلوچ پر مشتمل ہے) کے ہر فرد کے حقوق کے تحفظ کا ذمہ دار سیوی و کچھی کے علاقوں میں امیر بارو زئی پٹہ دار حاکم سیوی اور کچھی ہے۔

۳ اگر علاقہ سیوی و کچھی میں کسی غیر بلوچ اور بلوچ کا جھگڑا ہو جائے تو امیر بارو زئی پٹہ دار حاکم سیوی و کچھی اس کا فیصلہ بذریعہ مشترکہ جرگہ کریگا جس میں اُمیر بلوچستان کا نمائیدہ شامل ہو گا۔

۴ موسم سرما میں بلوچستان کے پہاڑی علاقوں سے آئے ہوئے گروہ براہوئی کرد بلوچوں کے افراد کو سیوی اور کچھی کے میدانی علاقوں میں مال چرائی کی اجازت ہو گی۔

۵ بلوچستان سے آئے ہوئے کسی مجرم کو بھی اُمیر بارو زئی پٹے دار حاکم سیوی و کچھی اپنے ہاں پناہ نہیں دے گا بلکہ اُسے حکومت بلوچستان کے حوالے کرے گا۔

۶ اُمیر بارو زئی پٹہ دار حاکم سیوی و کچھی اُمیر بلوچستان و بلوچ ملت کا وفادار اور خیر خواہ رہے گا۔ اور اگر کسی بیرونی دشمن نے بلوچستان پر حملہ کیا تو

امیر بارو زئی بطور حلیف کے امیر بلوچستان کی کمک کرے گا اور امیر بلوچستان امیر بارو زئی پڑ دار حاکم سیوی اور کچھی کا ہمیشہ اعانت کرے گا تاکہ اس کی پڑ داری اور حاکمی کو نقصان نہ پہنچے۔

۷۔ امیر بلوچستان اور امیر بارو زئی پڑ دار حاکم سیوی و کچھی اپنے دوستانہ تعلقات کو مزید استقامت بخشنے کی خاطر آپس میں رشتہ ناطہ کریں گے

ان مندرجہ بالا شرائط کے مطابق اقرار نامہ مابین امیر بلوچستان اور امیر بارو زئی پڑ دار حاکم سیوی و کچھی طے ہوا۔

نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کی واپسی بطرف سیوی

چنانچہ اقرار نامہ مابین امیر بلوچستان امیر احمد کبیر اور نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان پڑ دار حاکم سیوی و کچھی طے ہونے کے بعد ۸ اپریل ۱۶۶۶ء کو با اجازت امیر بلوچستان بطرف سیوی روانہ ہوا۔

مطابق اقرار نامہ رشتہ ناطہ مابین امیر بلوچستان اور بارو زئی پڑ دار حاکم سیوی و کچھی

۲۹ مارچ ۱۶۶۶ء کے اقرار نامے کی رو سے امیر بلوچستان امیر احمد کبیر اور امیر بارو زئی مرزا خان عرف بخت بلند خان نے آپس میں رشتے ناطے کئے۔ مرزا خان عرف بخت بلند خان نے اپنی ہمشیرہ بی بی شہناز کا رشتہ امیر بلوچستان امیر احمد کبیر کے بھتیجے امیر کلندر سے کیا اور امیر کلندر کی ہمشیرہ بی بی گران ناز کا رشتہ سید خان امیر مرزا خان کے بھائی سے ہوا۔

وفات امیر مرزا خان عرف بخت بلند خان باروزئی پٹہ دار حاکم سیوی و کچھی

جب نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان باروزئی ۸ اپریل ۱۹۸۶ء کو حضرت امیر احمد کبیر امیر بلوچستان کے حضور سے مرخص ہو کر واپس بہ طرف سیوی گیا۔ ۱۱ جون ۱۶۹۶ء میں بہ مقام سیوی اُن کا انتقال ہوا۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کا بیٹا بختیار[1] خان باپ کا جانشین بنا۔

بختیار خان پٹہ دار حاکم سیوی و کچھی کا زوال ؛

نواب مرزا خان عرف بخت بلند خان کی وفات کے بعد اُس کا بڑا بیٹا احمد خان اُس کا جانشین بنا۔

ہندوستان کے مغل بادشاہ اورنگ زیب نے اُسے بختیار خان کا خطاب دیا لہٰذا احمد خان ملقب بہ بختیار خان مسند پٹہ داری سیوی و کچھی پر بیٹھا۔ وہ اپنے عہدے کے وقار کو نہ رکھ سکا۔ شکم پروری شروع کی۔ اُس کا ایک قریبی رشتہ دار جس کا نام ملک تھا۔ اُس نے اپنی بیٹی کا رشتہ اپنے بھتیجے سے کیا ہوا تھا مگر نواب بختیار خان نے ملک کی لڑکی کو جبراً اپنے حرم میں شامل کر دیا۔ ملک اپنی فریاد لے کر ملتان کے فوجی گورنر شہزادہ معز الدین کے پاس گیا جو مغل بادشاہ اورنگ زیب کا پوتا تھا۔ اُس نے نواب بختیار خان پٹہ دار حاکم سیوی

---

[1] ۔ مرزا خان عرف بخت بلند خان کے دو بیٹے تھے احمد خان و محمد خان۔ احمد خان بڑا بیٹا تھا باپ کا جانشین بنا مغل بادشاہ اورنگ زیب نے اسے بختیار خان کا خطاب دیا۔

ڈکھیی کو بذریعہ قاصد بہت سرزنش اور ہدایت کی کہ ملک کی بیٹی واپس اُس کے والد کے حوالے کی جائے۔ مگر بختیار نے اس بات کی بالکل پرواہ نہ کی معاملہ سلطنت ہندوستان کے مغل بادشاہ اورنگ زیب کے سامنے پیش ہوا بادشاہ نے شہزادہ معزالدین کو ہدایت جاری کردی کہ ملک کی حق رسی کی جائے چنانچہ شہزادہ معزالدین ایک جرار لشکر کے ساتھ بطرف شکارپور روانہ ہوا نواب بختیار خان باروزئی بھی مقابلہ کو نکلا لڑائی ہوئی گھمسان کی جنگ کے بعد ۸؍اپریل ۱۶۹۰ء کو احمد خان ملقب بہ بختیار خان باروزئی جنگ میں مارا گیا سیوی اور ڈھاڈر کے علاقے سندھ میں کلہوڑہ خاندان کی حکمرانی کے زیر نگیں آگئے۔

نقشہ افراد خاندان امیر بلوچستان امیر احمد کبیر کمبرانی ۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء

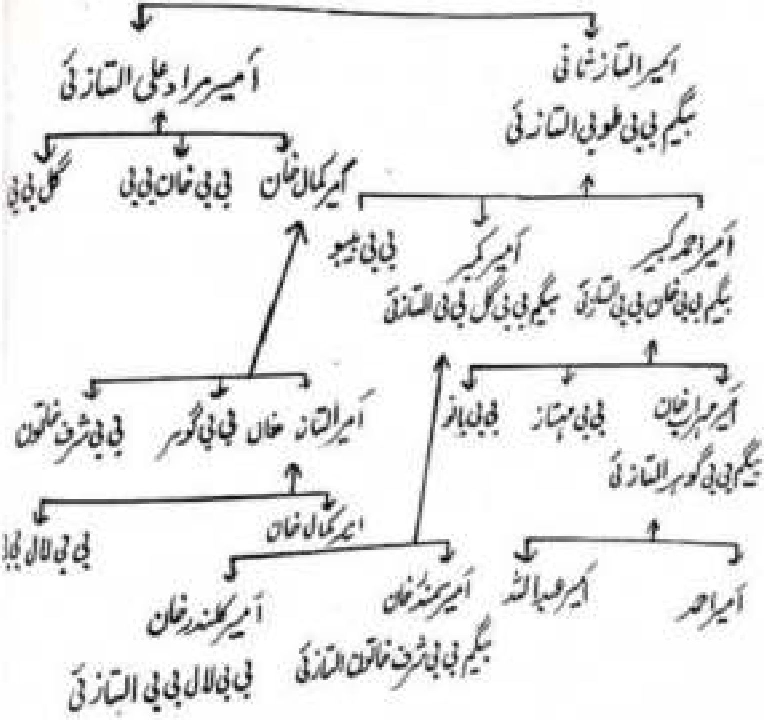

مرد افراد خاندان	خواتین خاندان
۱۔ امیر احمد کبیر	۱۔ بی بی طوبیٰ النازئی والدہ امیر احمد کبیر
۲۔ امیر محراب خان اول	۲۔ بی بی خان بی بی النازئی بیگم امیر احمد کبیر
۳۔ امیر کبیر	۳۔ بی بی گوہر النازئی بیگم امیر محراب خان اول
۴۔ امیر صمندر خان	۴۔ بی بی گل بی بی النازئی بیگم امیر کبیر
۵۔ امیر کلندر خان	۵۔ بی بی شرف خاتون النازئی بیگم امیر صمندر خان
۶۔ امیر احمد فرزند اکبر امیر محراب خان اول	۶۔ بی بی لال بی بی بیگم امیر کلندر خان
۷۔ امیر عبداللہ فرزند محراب خان اول	۷۔ بی بی حبیبو ہمشیرہ احمد کبیر بادوزئی کے سومبرس جنگ میں شہید ہوئیں
	۸۔ بی بی ممتاز دختر امیر احمد کبیر
	۹۔ بی بی بانو دختر امیر احمد کبیر

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

امیر احمد کبیر کے دور (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) حکمرانی میں اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام اُستا کار ولدار آنکھوں سے معذور ہو چکا تھا چنانچہ امیر موصوف نے اُس کے اکلوتے بیٹے مزار زنگی کو مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام بنایا۔

چشمہ قلات کے متصل کاریز میں سرنگوں کی احداثی

امیر احمد کبیر جب مسند امارت بلوچستان پر بیٹھے۔ تو انہوں نے اپنے اجداد کی روایت کے مطابق اپنے نام سے منسوب چشمہ قلات سے متصل کاریز کے پیٹے میں ایک سرنگ کھدوائی جو آج تک اُن کے نام سے موسوم ہے۔ اسی طرح امیر احمد کبیر سے پہلے جتنے بھی امیر بلوچستان گزرے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے دور میں ایک ایک سرنگ کھدوائی ہیں جو ان کے ناموں سے منسوب ہیں اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ چشمہ قلات جو تمام شہر قلات کی آب رسانی کا وسیلہ ہے۔ اُس کے پانی کی مقدار میں اضافگی ہو۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

جب امیر احمد کبیر بلوچستان کے مسند حکمرانی پر ۲۹ جنوری ۱۶۶۶ء میں بیٹھے تو اس دور میں سلطنت ہندوستان کے مغل خاندان کے آخری عظیم المرتبت ہستی اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ تھے۔ اُنہوں نے ۱۶۵۸ء سے لے کر ۱۷۰۷ء تک حکمرانی کی گویا انہوں نے ۴۹ سال تک حکمرانی کی وہ اسی برس

کی تحریریں ہیں امور سلطنت کے بارے میں احکامات اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے۔

اورنگ زیب کی بنیادی پالیسی

اورنگ زیب کی بنیادی پالیسی یہ تھی کہ اسلامی شرع کی پوری پابندی کی جائے ان کی مذہبی پالیسی میں لچک نہیں تھی۔ وہ سیاسی مصلحت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اُس نے تقریباً اسی ٹیکس محض اس لیے ختم کر ڈالے کہ وہ غیر اسلامی تھے۔ لیکن غیر مسلموں پر جزیہ دوبارہ لگا دیا۔ گویا کہ اس کے باپ دادا نے جزیہ معاف کر کے غیر مسلم رعایا کو خوش کر دیا تھا جزیہ کو دوبارہ عائد کر کے اس نے اپنی ہندو رعایا کو ناراض کیا۔

رسم جھروکہ درشن کا خاتمہ

اُس نے شاہی دربار سے تمام غیر اسلامی رسوم اور شان و شوکت کو ختم کر ڈالا مغلیہ دستور کے مطابق بادشاہ صبح کے وقت رعایا کو درشن دیا کرتا تھا۔ اورنگ زیب نے پہلی دفعہ اس مشرکانہ رسم کو بند کر دیا۔

فتویٰ عالمگیری کی تدوین

اورنگ زیب کی اہم ترین خدمت یہ ہے کہ اُس کے حکم سے جید علماء اور فقہا کے ایک کمیشن کا تقرر ہوا جس نے "فتویٰ عالمگیری" کے نام سے اہم معاملات کے بارے میں صحیح اسلامی اصول اور قوانین مرتب کئے اسلامی فقہ میں یہ کتاب بلند مقام رکھتی ہے اور مستند مانی جاتی ہے۔ آج تک مختلف

مسائل کے بارے میں اس کتاب کی عظمت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

اورنگ زیب کی عادات و اطوار

اورنگ زیب نے عمر بھر نہ شراب پی اور نہ ہی عورتوں کے معاملے میں اسلامی حدود کو پھلانگا۔ وہ بلند عزائم رکھتا تھا وہ نظم و ضبط میں سخت گیر تھا بادشاہ بننے سے پہلے وہ اپنے فوجی کارناموں کی وجہ سے شہرت حاصل کر چکا تھا خاموش طبع تھا لیکن اُس کی شخصیت میں بابر یا اکبر کی مانند مقناطیسی کشش نہ تھی اُس کی محفل میں خوش مزاجی، لطیفہ گوئی یا ہنسی مذاق کو بالکل دخل نہ تھا اُس نے کبھی محفل نشاط قائم نہ کی وہ ضرورت سے زیادہ شکی مزاج تھا۔ دوسروں پر بھروسہ نہیں کرتا تھا وہ کسی کی نصیحت پر کان نہ دھرتا تھا اُس کی اولاد نالائق تھی اور افسر نااہل اور تن آسان تھے۔

مغل منصب داروں کی عافیت کوشی

اورنگ زیب کے زمانے میں دور انحطاط کی اس سے بڑھ کر مثال کیا ہوگی کہ اس کے جرنیل نفیس اور ریشمی لباس پہن کر اور پالکیوں میں بیٹھ کر میدان جنگ کی جانب روانہ ہوتے تھے اور لشکر گاہ میں اُنکی بیگمات اور لاتعداد نوکرانیوں کی موجودگی کی بدولت خوانچہ فروشوں کا میلہ سا لگا رہتا تھا۔ تجزدہ مغل دن چڑھے تک سویا رہتا تھا اور اُسے جگانا آسان امر نہ تھا۔

اورنگ زیب کے دور میں غیر مسلموں کی بغاوتیں

اورنگ زیب کے عہد میں غیر مسلم اقوام راجپوت، ست نامی، سکھ، جاٹ،

نے بغاوتیں کیں ان بغاوتوں کی داستان بہت طویل ہے۔ لہٰذا ہم ان کی تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہیں۔ اور اورنگ زیب کے زمانے میں غیر مسلموں کی بغاوتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ غیر مسلم رعایا میں سیاسی بیداری پیدا ہو چکی تھی وہ مسلمانوں کی حکومت کی بالادستی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔

سکھ مذہب کی مختصر تاریخ

چونکہ اورنگ زیب کی بادشاہی کے دوران سکھ مذہب اُبھر کر سامنے آیا لہٰذا اس کا مختصر تاریخی پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔

سکھ مذہب کے بانی، گورونانک نے ہندو سوسائٹی سے ذات پات کے علاوہ برہمنوں کا غلبہ بھی ختم کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ گورونانک نے ۱۵۳۹ء میں وفات پائی تھی۔ اُس کے بعد کافی عرصہ سکھ مذہب کے پیرو کار امن پسند رعایا بن کر رہے۔ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں شہزادہ خسرو کی حمایت کی بنا پر سکھوں کے پانچویں گورو ارجن کو جرمانہ کیا گیا تھا۔ ارجن نے جرمانہ ادا کرنے سے انکار کیا، قید ہوا۔ ارجن کی وفات کے بعد اس کے بیٹے گورو ہرگوبند نے سکھوں کو فوجی تربیت دے کر مغلوں کا جانی دشمن بنا دیا سکھ اسے راکال تخت کا بانی (سچا بادشاہ) گنتے ہیں۔

سکھوں کا نواں گورو تیغ بہادر ۱۶۶۴ء میں گدی نشین ہوا گورو تیغ بہادر کے زمانے میں سکھوں نے پنجاب میں لوٹ مار شروع کر دی۔ چنانچہ ان کی فوجی تنظیم اور مذہبی جنون سے پنجاب کے امیر وغریب تنگ آ گئے۔ آخر کار اورنگ زیب نے سکھوں کی خودسری ختم کرنے کے لیے کارروائی کی تیغ بہادر گرفتار ہوا۔ سکھوں کے تمام قلعوں پر شاہی فوج نے قبضہ کر کے امن وامان

بحال کیا۔ بغاوت کے جرم میں تیغ بہادر کو موت کی سزا دی گئی۔ تیغ بہادر کو ۱۶۷۵ء میں موت کی سزا ہوئی۔ سکھوں کے دسویں اور آخری گورو گوبند سنگھ نے ۱۶۷۵ء اور ۱۷۰۸ء کے مابین پنجاب میں سکھوں کو بہترین فوجی تربیت دی اس نے ضلع ہوشیارپور میں انندپور کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اس نے سکھوں کو بالکل گورِیلا فوج بنا دیا اسی زمانے سے سکھوں نے موجودہ شکل وصورت اختیار کی۔ یعنی خالصہ کہلائے اور کیس رکھنے کے علاوہ کرپان، کچھا، کنگھا اور لوہے کا کڑا پہننا شروع کیا گورو گوبند سنگھ نے ۱۷۰۸ء میں وفات پائی۔ یہ تھے سکھ مذہب کے مختصر حالات جو بیان کر دیے گئے۔

ایران کے سیاسی حالات

بلوچستان میں امیر احمد کبیر کے دور (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) حکمرانی میں ایران میں صفوی خاندان کے ساتویں بادشاہ سلیمان ۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۴ء حکمرانی کر رہا تھا وہ صفی شاہ عباس ثانی کا بیٹا تھا۔ اس کی وفات کے وقت صفی کی عمر بیس سال تھی چونکہ صفی کا زیادہ وقت زنانہ خانہ میں گزرا تھا۔ اور اُس نے اسی ماحول میں پرورش پائی تھی اور آنکھوں سے نابینا کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا ارکین سلطنت اُس کے چھوٹے بھائی کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے لیکن ایک وفادار خواجہ سرا کی وجہ سے یہ سازش ناکامیاب ہوگئی۔ صفی ملقب بہ شاہ سلیمان ہو کر تخت پر بیٹھا۔

اس کے دور میں صفوی خاندان کا زوال سکون کے ساتھ شروع ہوا کیونکہ وہ عیش پرست اور جنگ سے ناآشنا تھا۔

مقام کِشم پر حکومت ہالینڈ کا قبضہ اور صوبہ خراسان پر متواتر اُزبک حملے بھی اُس کو آمادہ جنگ نہ کر سکے سلیمان کے دور میں خارجہ ممالک کے بہت

سے سفیر ایران آئے اُس نے مشہد میں امام رضا کے گنبد کی مرمت کی جسے زلزلہ سے نقصان پہنچا تھا. مشہد سے باہر مصلا جو سلیمان کے دور میں بنا جسے قرآنی آیاتوں سے زیب وزینت بخشا گیا.

سندھ کی سیاسی صورت حال

امیر احمد کبیر کے دور (سنہ ۱۶۶۶ء تا سنہ ۱۶۹۵ء) حکمرانی میں سندھ کی سیاست پر کلہوڑہ خاندان چھا رہا تھا اور بعد میں یہ خاندان سندھ کی حکومت پر قابض ہوگیا. اور ان کے امیر بلوچستان کے ساتھ سیاسی تعلقات رہے ہیں. لہٰذا کلہورہ خاندان کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالنا ضروری ہے.

کلہوڑہ خاندان کا تاریخی پس منظر

کلہوڑہ اور داود پوترا خاندان دو بھائیوں کی اولاد ہیں. ان کے جد امجد محمد چنے خان کی وفات کے بعد یہ خاندان دو بڑی شاخوں میں بٹ گیا اور یہ دونوں خاندان اپنے آپ کو بغداد کے بنی عباس خاندان کی اولاد تصور کرتے ہیں. سندھ کے مورخین اس بارے میں اختلاف رائے رکھتے ہیں. بہر حال یہ ایسی بات ہے جیسے غلط بلوچستان میں بعض مورخین نے میروانی اور رند قبیلہ کو حضرت حمزہؓ کی اولاد قرار دیا ہے جو تاریخی لحاظ سے سراسر غلط ہے. روایت ہے کہ جب کلہوڑہ خاندان کے اجداد عراق سے سندھ پہنچے تو ابتدا میں ان کا پیشہ پیری مریدی تھا. وہ مذہبی روحانی پیشوا کی حیثیت سے لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے.

کلہوڑہ کی توجیہ

خاندان کا ایک بزرگ کہور نام کا گزرا ہے ایک پہاڑی جو حیدرآباد کے شمال میں واقع ہے۔ وہاں اُن کی رہائش کی وجہ سے اُس کا لقب کہورا مشہور ہوا بعد میں کثرت استعمال سے لفظ بگڑ کر کلہوڑہ بن گیا۔

میاں کی توجیہ

چونکہ خاندان کلہوڑہ کا مشغلہ زہد و ریاضت تھا یہی وجہ ہے کہ میاں کا لقب لوگوں نے ان کو دیا۔ اور بعض کے ناموں کے ساتھ شاہ کا لقب بھی لگایا گیا۔

فقر و سیاست کا امتزاج

کلہوڑہ خاندان زہد و ریاضت کو اپنی سب سے بڑی دولت سمجھتا تھا اسی خصوصیت کی وجہ سے وہ لوگوں میں ہر دلعزیز ہو گئے صادق الاعتقاد مریدوں کے لشکر جمع ہو گئے۔ جن کی وجہ سے انہیں بالآخر حکومت و فرمان فرمائی کا منصب مل گیا مگر پھر بھی اس خاندان کے اُمرا نے روحانی ذوق کو بدستور قائم رکھا۔

میاں محمد آدم شاہ کلہوڑہ ۱۵۲۰ء تا ۱۶۰۰ء

میاں چنے خان کی دسویں پشت میں میاں آدم شاہ پیدا ہوا تو گویا ایک اس شاخ کا ستارہ اقبال چمک اُٹھا۔ آدم شاہ نے عزت و عظمت حاصل کی۔

وہ علاقہ سرہ کے موضع عشری تعلقہ چاندگڑھ میں مقیم ہوگیا۔ مریدوں کی تعداد بڑھتی رہی۔ میاں آدم شاہ کی وفات کے بعد آغا شاہ محمد کوتوال نے سکھر میں ایک ٹیلے پر میاں کو دفن کیا۔ اور میاں کے مسکن پر پہنچا اس کے کم سن لڑکوں اور مریدوں کو اکٹھا کر کے خود مسند ارشاد پر بیٹھ گیا۔ آغا شاہ محمد قوم بلوچ تھا اور علاقہ چتر کا باشندہ تھا علاقہ چتر بستی کے نزدیک ہے۔

میاں آدم شاہ کی اولاد

میاں آدم شاہ کے دو فرزند تھے۔ داؤد بڑا بیٹا تھا ابراہیم چھوٹا بیٹا۔

میاں داؤد

میاں داؤد کمسن تھا اُسے گدی پر بیٹھا گیا۔ شاہ محمد بلوچ اس کا نگران بنا۔ اُس نے مریدوں کی جمعیت کو متحد رکھا میاں کے قبضے سے کچھ موروثی زمینیں نکل گئیں۔ لیکن لوگوں کی ارادت میں اضافہ ہو گیا جس سے کہ مریدوں کی تعداد بڑھ گئی بعد میں نئی زمینیں بھی ملیں کسی کے ساتھ کشاکش کی نوبت نہ آئی۔

میاں داؤد کی اولاد

میاں داؤد کے دو فرزند تھے۔ بڑا میاں الیاس محمد اور چھوٹا میاں شاعل جسے شاعل محمد بھی کہتے تھے

میاں الیاس محمد

میاں داؤد کی جگہ میاں الیاس محمد گدی نشین ہوا۔ اس نے مریدوں کی

تعداد اور زمینوں کی مقدار بڑھانے کے لیے باپ اور دادا سے بڑھ کر کوشش کی لمبی عمر پائی۔ اُن کا روضہ ضلع لاڑکانہ گھاڑ نالے کے کنارے واقع ہے۔

میاں شاہ علی

میاں الیاس محمد کی وفات کے بعد اُس کا بھائی میاں شاہ علی مسند نشین ہوا اس کے عہد میں مریدوں کی تعداد پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ لاڑکانہ نالا اس نے کھدوایا۔ نالے کے دونوں کناروں کے زمینیں قوم سانگی اور ابڑہ کی تھیں اُن سے بیں اس بنا پر ان اقوام سے دشمنی پیدا ہو گئی۔ ان سے متعدد لڑائیاں ہوئیں انہی لڑائیوں میں کسی ایک لڑائی میں میاں صاحب مقتول ہوئے اُن کا مزار موضع مرھندہ میں ہے میاں صاحب ۱۶۵۷ء میں فوت ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں شاہ جہاں کے بیٹے تاج و تخت کے لیے جنگ کر رہے تھے ملک میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔

میاں نصیر محمد کلہوڑہ

میاں شاہ علی کی وفات پر اُس کا بھتیجہ میاں نصیر محمد ولد الیاس محمد ۱۶۵۷ء میں موروثی مسند ارادت پر بیٹھا۔ اسی کے دور میں سندھ میں کلہوڑہ حکمرانی کی داغ بیل پڑی۔ زمینداری کا سلسلہ بھی اعلیٰ پیمانے پر پہنچ چکا تھا میاں نصیر محمد کے عہد میں مریدوں کے لشکر مرتب ہو گئے اور پورے انتظام نے حکومت کا رنگ ڈھنگ اختیار کیا میاں نصیر محمد نے ۳۶ برس تک مسند نشین رہنے کے بعد ۱۶۹۲ء میں وفات پائی۔ موضع گھاری کے سرخ ٹیلے پر انہیں دفن کیا گیا۔

میاں نصیر محمد کے جنگی کارنامے

میاں نصیر محمد کی پنہواروں کے سردار جھگر کے مغل اور بی کے چنے سردار سے کئی ایک جنگیں ہوئیں۔ انہیں شکست دے کر سندھ کے بہت سے حصوں پر قابض ہو گیا۔

میاں نصیر محمد کی اولاد

میاں نصیر محمد کے تین بیٹے تھے بڑا دین محمد منجھلا یار محمد چھوٹا میر محمد

میاں دین محمد

میاں نصیر محمد کی وفات پر ۱۶۹۳ء میں اس کا بڑا بیٹا میاں دین محمد دعوت و ارشاد اور مسند ریاست پر متمکن ہوا۔ مریدوں کی تعداد برابر بڑھ رہی تھی مگر اُن کی زہد و ریاضت کا سلسلہ بھی زور و شور سے جاری تھا اس میں کمال پیدا کرنا میاں دین محمد کا نصب العین بنا ہوا تھا پھر میاں دین محمد کے والد کے زمانے میں ریاست کی داغ بیل بھی پڑ چکی تھی اس وجہ سے بھی اکثر لوگ اس عباسی خاندان کی طرف کھیچے آتے تھے۔

ہندوستان میں سیاسی حالات

اس دور میں ہندوستان کے مغل بادشاہ اورنگ زیب سلطنت کے تخت پر متمکن تھا اور وہ دکن کی مہمات میں اس قدر منہمک چلا آرہا تھا کہ دور افتادہ صوبوں کے معاملات پر دکن سے کڑی نگرانی قائم رکھنے

کا امکان نہ تھا جیسے کہ دہلی کے مرکز سے رکھی جاسکتی تھی۔

میاں دین محمد کے پنہور و دیگر اقوام جدگال سے چپقلشیں

پنہور و دیگر جدگال قبائل کے زمینداروں نے میاں دین محمد کے دور میں اُن کی مخالفت کے لیے پھر کھڑے ہوتے حاکموں سے شکایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حاکموں نے سختیاں شروع کیں میاں دین محمد ارادتمند اُن کا مقابلہ کرنے لگا۔ اس طرح لڑائیاں ہوئیں مغل حکومت نے مرزا خان چنی پڑوار حاکم بکر کو حکم دیا وہ پنہور و دیگر زمینداروں کی حمایت سے میاں دین محمد کو دبانے کی کوشش کرے لیکن اُسے اس سلسلے میں کامیابی نہیں ہوئی۔

سرائی کی توجیہ

سرا بھکرا اور ملتان کے درمیانی علاقہ کا نام تھا یہاں کے باشندوں کو سرائی کہتے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ سندھ کے بالائی حصہ کو سرا اور جنوبی حصے کو لاڑ کہتے ہیں۔ چونکہ کلہوڑہ خاندان کے لوگ بالائی سندھ کے باشندے تھے۔ اس واسطے سرائی کہلاتے تھے۔

امیر شیخ جہاں سپہ سالار کا قتل

مغل حکومت ہندوستان نے سرائیوں کی سرکوبی کے لیے امیر شیخ جہاں سپہ سالار کو مامور کیا سرائیوں کی طرف سے فیروز ویرابانی مقابلے کے لیے نکلا۔ فیروز ویرار کو گھاری سے میاں دین محمد نے کمک بھی بھیج دی اس نے جم کر شاہی فوج سے مقابلہ کیا۔ سپہ سالار امیر شیخ جہاں مارا گیا

اللہ یار خان حاکم کچھ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ مغل فوج کو شکست فاش ہوئی۔

امیر بلوچستان کی کمک مغل بادشاہ کو

جب مغل کی شاہی فوج نے سرائیوں کے سپہ سالار فیروز دیار باقی سے شکست کھائی تو شہزادہ معزالدین مغل فوجی گورنر ملتان کے استدعا پر امیر بلوچستان امیر احمد کبیر نے اپنے چھوٹے بھائی امیر کمبر کے تحت ایک بڑا لشکر مغل فوج کی کمک کے لیے ۱۶۹۳ء میں سندھ روانہ کر دیا۔ بلوچستان کی فوج نے جنگوں میں فتوحات حاصل کیں بعد میں نہ معلوم وجوہات کی بنا پر امیر کمبر میروانی بلوچ سرائیوں کے ساتھ صلح کر کے واپس بلوچستان چلا گیا۔

امیر احمد کبیر کے دورِ (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) حکمرانی میں سندھ کے حالات مختصراً بیان کر دیئے گئے۔

امیر احمد کبیر کے دورِ حکمرانی میں بلوچستان کے خطوں کے اُمرا

امیر احمد کبیر کے دورِ (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) حکمرانی میں خطہ مکران میں بدستور بلیدی بلوچوں کی امارت قائم تھی۔ بلیدی خاندان کا پانچواں امیر شیخ محسین مسندِ امارت مکران پر بیٹھا تھا۔ خاران میں نوشیروانی خاندان کی سرداری تھی۔ میر شاہداد نوشیروانی سردار خاران تھا۔ خطہ جاہلی میں سجرانی قبیلہ برسرِ اقتدار تھا۔ ملک سلام خان علاقہ میں امیر تھا۔ لس بیلہ میں گنگا قبیلہ کی سرداری تھی۔ جام واچو گنگا لس بیلہ کا جام تھا۔ لہٰذا امیر احمد کبیر کے دورِ حکمرانی میں بلوچستان کی مرکزی حکومت کے ارکان یہ تھے۔ جن کے نام اور تفصیل وار بیان کر دیئے گئے۔

مکران میں مہدوی فرقہ کی صورت حال

امیر احمد کے دور حکمرانی میں مکران کی امارت پر بلیدی بلوچ قابض تھے۔ اور مکران میں مہدوی فرقہ کے متعارف کنندہ بھی بلیدی بلوچ تھے لہٰذا مہدوی فرقہ اپنی اصلی حالت میں تھا۔ اس کے ضوابط کے مطابق فرقہ کا پرچار تمام مکران میں جاری ساری تھا لیکن اگر کوئی فرد اس فرقہ میں آنا نہیں چاہتا تھا تو اس پر جبر نہیں کیا جاتا تھا اس لیے اس فرقہ کے دیگر مسلمان فرقے مخالفت نہیں کرتے تھے۔

پشین پر حملہ ۱۶۹۴ء میں

امیر احمد کبیر نے ۱۲ مارچ ۱۶۹۴ء میں اپنے لشکر کو آراستہ کر کے پشین پر حملہ کیا پشین میں حاکم قندھار کا گورنر رہا کرتا تھا۔ اُسے امیر احمد کبیر کے مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ امیر احمد کبیر پشین کے مضافات کو تاخت و تاراج کر کے واپس اپنے علاقے شالکوٹ لوٹا۔

درہ مولہ سے جدگالوں کا اخراج ۱۶۹۴ء میں

بلوچستان میں امیر احمد کبیر کے دور حکمرانی (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) میں کچھی کا علاقہ سندھ کا حصہ تھا۔ اور مغل حکومت کی طرف سے اس علاقے کو قبیلے بنی کے سردار کو پٹے پر دیا گیا تھا اس دور میں مرزا خان بنی کچھی کا پٹہ دار حاکم تھا چنانچہ درہ مولہ پر جدگال قبائل قابض تھے امیر احمد کبیر نے اس درہ پر قبضہ کرنے کو سندھیوں سے اپنی حکومت کے تحفظ کے لیے نہایت ضروری سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک مختصر لشکر کے ساتھ ۸ اپریل ۱۶۹۴ء

ہیں درہ مولا پر حملہ کر کے تا حد کوہ کھیر تر علاقے پر قبضہ کیا اور اس کے ساتھ علاقے کرخ و چکو سے بھی جدگال قبائل کو نکال باہر کیا۔ درہ مولا اور اسکے کے تمام مضافاتی علاقوں کی حفاظت زہری قبیلہ کے سردار کے سپرد کر دی۔ آباد علاقوں کو ان میں تقسیم کر دیا یہ احمد کبیر علیہ رحمت کی آخری مہم تھی

وفات امیر احمد کبیر ۱۵ نومبر ۱۶۹۵ء

امیر احمد کبیر ۱۵ نومبر ۱۶۹۵ء میں انتیس ۲۹ سال نہایت استقلال اور بہادری سے حکومت کرنے کے بعد بہ عمر ۵۵ سال بہ مقام قلات راہی ملک عدم ہوئے جن کو بلوچی روایتی رسومات کے ساتھ قلات میں سپرد خاک کیا گیا۔

چارٹ:۔ امیر احمد کبیر کمبرانی بلوچ کے ہم عصر سلاطین مملکت ایران، ہندوستان و حکمرانان سندھ۔

نام حکمران سندھ کلھوڑا خاندان	نام بادشاہ سلطنت ہندوستان مغل خاندان	نام بادشاہ سلطنت ایران صفوی خاندان	نام امیر حکومت بلوچ براوری بلوچستان
میاں دین محمد ۱۶۹۲ء تا ۱۶۹۹ء	محی الدین اورنگزیب ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء	شاہ سلیمان ۱۶۶۷ء تا ۱۶۹۳ء	امیر احمد کبیر کمبرانی بلوچ ۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۸ء

چارٹ:۔ امیر احمد کبیر گمرانی بلوچ کے ہم عصر اُمرائے خطہ مکران، خطہ خاران، خطہ چاغی، خطہ لس بیلہ۔

نام امیر لس بیلہ گنگا جدگال	نام امیر چاغی سنجرانی بلوچ	نام امیر خاران نوشیروانی بلوچ	نام امیر مکران بلیدی بلوچ	نام امیر بلوچستان بلوچ برادری
جام وجیہ گنگا ۱۶۶۶ء تا ۱۶۷۶ء جام ونا گنگا ۱۶۷۶ء تا ۱۶۹۶ء	سلام خان ۱۶۶۷ء تا ۱۶۹۶ء	میر شاہداد ۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۸ء	شئے حسین ۱۶۶۵ء تا ۱۷۰۰ء	امیر احمد کبیر گمرانی بلوچ ۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء

امیر مہراب خان اول احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان
۱۶۹۵ء تا ۱۶۹۶ء

باب دوئم

امیر مہراب خان اول کی مسند نشینی ۱۶۹۵ء تا ۱۶۹۷ء

جب امیر احمد کبیر ۱۵ نومبر ۱۶۹۵ء میں بعمر ۵۵ سال بعد حکمرانی ۲۹ سال اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ تو حکومت بلوچستان کے بلوچ قبائل کے اُمرا نے متفقہ طور پر امیر مہراب خان اول کو بلوچستان کا حکمران منتخب کیا۔ امیر مہراب خان اول امیر احمد کبیر کے اکلوتے بیٹے تھے۔ امیر مہراب خان اول مورخہ ۸ جنوری ۱۶۵۵ء کو قلات میں پیدا ہوئے ۳۷ سال کی عمر میں حکمران بلوچستان بنے۔

آمیر مہراب خان اول کا مختصر شجرہ

جیسے کہ امیر مہراب خان اول احمدزئی کے شجرہ سے عیاں ہے۔ بی بی گوہر النازئی دختر امیر کمال خان النازئی کا رشتہ امیر مہراب خان اول سے ہوا امیر کمال خان طائفہ النازئی کا سردار تھا۔ اسی طرح اُن کے چچازاد بھائی امیر سمندر خان احمدزئی کی زوجہ بی بی شرف خاتون النازئی بھی کمال خان النازئی بلوچ کی بیٹی تھی یعنی امیر مہراب خان اول احمدزئی اور امیر سمندر خان احمدزئی کی بیگمات بہنیں تھیں۔ امیر کلندر امیر سمندر خان کے بھائی کی بیگم بی بی لال بی بی النازئی تھیں جو امیر النازخان النازئی کی بیٹی تھیں جو رشتہ میں بی بی گوہر اور بی بی شرف خاتون کی بھتیجی ہوتی ہیں۔

امیر مہراب خان اول احمدزئی کی شخصیت

امیر مہراب خان اول اپنے باپ احمد کبیر کی طرح بہادر، نڈر اور سیاستدان اور ایک جنگجو نوجوان تھے وہ بحیثیت حکمران بلوچستان میں بہت بڑا نام پیدا کر گئے تھے لیکن بدقسمتی سے عمر نے ان کے ساتھ وفا نہ کی ۱۶۹۶ء میں بمقام کرنج میاں یار محمد کلہوڑہ کی گرفتاری کے دوران جنگ میں زخمی ہوگئے چونکہ زخم شدید تھے چوتھے دن زخموں کی تاب نہ لاکر داعی اجل کو لبیک کہا جس کی تفصیلات اسی باب میں بیان کی جائیں گی۔

امیر مہراب خان اول کی جنگی مہارت

امیر مہراب خان اول کی جنگی مہارت کا یہ عالم تھا کہ جوانی کی عمر سے ہی وہ تمام جنگی رموز کے بارے میں مہارت حاصل کر چکا تھا۔ اُن کو یہ ودلیعت ایزدی خدائے تعالیٰ کی طرف سے حاصل تھی۔ چنانچہ جب میرزئی

رئیسانی نے اُن کے والد امیر احمد کبیر کو یہ مشورہ دیا کہ سیوی ڈھکپی کے حاکم بارو زئی کی ستارویں جنگ میں امیر مہراب خان اول کو بھی ساتھ لے جائیں شاید ان کا قدم مبارک ہو اور بلوچ یہ لڑائی جیت لیں چنانچہ جب امیر احمد کبیر ستارویں جنگ میں اپنے ولی عہد امیر مہراب خان اول کو بھی ساتھ لے گئے تو اُن کی جنگی رموز اور مہارت کی بدولت لڑائی میں بلوچ فتح یاب ہوئے اور حاکم سیوی ڈھکپی کو شکست فاش ہو گئی۔

میاں یار محمد کلہوڑہ کا حدود بلوچستان میں داخل ہونا

جب میاں دین محمد شہزادہ معزالدین کے پاس پہنچ گیا۔ تو اس نے ایک فوج میاں کے خاندان کو لانے کے لیے متعین کیا میاں دین محمد کے بعد اس کا منجھلا بھائی میاں یار محمد تمام امور کا کفیل تھا۔ وہ خاندان کی حوالگی پر راضی نہ ہوا۔ اور جم کر شاہی فوج کے خلاف جنگ کی شاہی فوج کے سپہ سالار راجہ گنج سنگھ بھٹی اور سورج مل اور دے پوری کو کلہوڑہ سپہ سالاروں تاجر فقیر، جادو فقیر، بختیار فقیر نے گاج ندی کے کنارے شکست فاش دی۔ شہزادہ معزالدین نے اس شکست کا کچھ خیال نہ کیا۔ فوج کو میاں یار محمد کے تعاقب میں جانے کا تاکیدی حکم دیا۔ اور خود میاں دین محمد کو لے کر ملتان روانہ ہوا۔ آخر کار میاں یار محمد شاہی فوج کے مقابلے سے کنارہ کش ہو کر بلوچستان کے سندھ سے متصل علاقہ کرخ میں داخل ہو گیا۔

علاقہ کرخ جھالاوان میں لڑائی اور امیر مہراب خان اول کا زخمی ہونا

جب میاں یار محمد کرخ علاقہ جھالاوان پہنچے تو یہاں امیر بلوچستان امیر

مہراب خان اول مع اپنے لشکر کے لڑنے کے لیے نکل آئے تحت جنگ ہوئی جس میں امیر بلوچستان امیر مہراب خان اول زخمی ہوئے۔ اس کے بعد میاں یار محمد نے صلح کر لی اور اپنے دونوں فرزندوں میاں نور محمد اور میاں داؤد خان کو بطور یرغمال حکمران بلوچستان کو پیش کیا۔ جس کے بعد حکمران بلوچستان نے اُن کو اور اُن کے اہل و عیال کو قلات میں قیام کرنے کی اجازت دے دی۔

امیر مہراب خان اول کی وفات

جب امیر مہراب خان اول کی میاں یار محمد کلہوڑہ کے ساتھ گرنج میں جنگ ہوئی۔ تو ۱۵ اکتوبر ۱۶۹۵ء میں اس جنگ میں امیر بلوچستان امیر مہراب خان زخمی ہوئے۔ چونکہ زخم کاری اور گہرے تھے لہٰذا امیر مہراب خان زخموں کی تاب نہ لا کر چو تھے دن ۱۹ اکتوبر ۱۶۹۵ء کو اس دارفانی سے کوچ کر گئے جب امیر مہراب خان اول فوت ہوئے۔ تو اُن کے دو صاحبزادے امیر احمد اور امیر عبداللہ تھے۔ جو عمر کے لحاظ سے صغیر سن تھے۔

امیر مہراب خان اول احمدزئی کی وصیت

جب مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۶۹۵ء میں امیر مہراب خان اول کلہوڑہ لشکر کے ساتھ جنگ میں زخمی ہوا تو چار دن تک زندہ رہا۔ اپنے قبائلی سرداروں کو بلا کر اُس نے وصیت کر دی چونکہ اُس کے دونوں لڑکے امیر احمد اور امیر عبداللہ خورد سال ہیں۔ بلوچستان کی حکمرانی ان کے سپرد نہ کی جائے کیونکہ وہ اب تک اس قومی بوجھ کے اٹھانے کے قابل نہیں ہیں اور خواہش ظاہر کی کہ اس کے چچا زاد بھائی امیر سمندر خان جو کہ امیر کمبر کا بڑا بیٹا تھا بلوچستان

ے مسندِ امارت پر بیٹھایا جائے۔ لہٰذا اسی اثنا میں چوتھے دن ۱۹ اکتوبر ۱۶۹۷ء

میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

امیر مہراب خان اول کے دورِ حکمرانی میں بلوچستان کے خطوں کے امرا

امیر مہراب خان اول کے دورِ (۱۶۹۵ء تا ۱۶۹۷ء) حکمرانی میں خدکران

کے امیر شیخ حسین بلیدی بلوچ تھے۔ خاران میں امیر شاہداد نوشیروانی کی حکمرانی

تھی خطہ جاش میں ملک جان بیگ گچکی امیر تھا۔ لس بیلہ میں جام دینار گنگا

برسرِ اقتدار تھا۔

ایران کی سیاسی صورت حال

جب امیر مہراب خان اول ۱۵ نومبر ۱۶۹۵ء میں مسندِ امارت بلوچستان

پر بیٹھے تو اس دور میں سلطنت ایران کے صفوی خاندان کا حکمران سلیمان

فوت ہو چکا تھا اُس کی جگہ اُس کا بڑا بیٹا حسین مرزا ملقب بہ شاہ حسین ۱۶۹۴ء

میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ کہتے ہیں کہ جب سلیمان بیمار ہوا تو اس نے اپنے

خواجہ سرا مشیروں کو یہ مشورہ دیا کہ اگر آپ کو آرام کی حکومت پسند ہو تو حسین

کو تخت پر بٹھاؤ۔ اور اگر آپ مملکت ایران کی شان کو دوبالا کرنا چاہتے ہیں

تو عباس مرزا کو تخت نشین کر دو۔ بہر حال مشیروں نے شاہ حسین کو بادشاہ

سلیمان کا جانشین منتخب کیا۔ شاہ حسین کے دورِ حکومت میں ایران میں جو

انقلابات آئے جن کا تذکرہ امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان

کے دور (۱۶۹۷ء تا ۱۷۱۴ء) حکومت میں کیا جائے گا کیونکہ امیر مہراب

خان احمدزئی کا دورِ حکمرانی بہت مختصر رہا اور وہ ۱۵ اکتوبر ۱۶۹۷ء میں گزر

کے علاقے میں میاں یار محمد کلہوڑہ سندھ کے باغی امیر کو گرفتار کرنے کے دوران لڑائی میں شدید زخمی ہو کر چار دن بعد فوت ہو گئے۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

جب امیر مہراب خان اول بلوچستان کے امیر تھے۔ تو اس دور (۱۶۹۵ء تا ۱۶۹۷ء) میں ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر مغل بادشاہ تھا۔ ان کی انچاس ۴۹ سالہ طویل دور حکمرانی میں۔ اُن کی پالیسی یہ رہی کہ اسلامی شرع کی پوری پابندی کی جائے۔ وہ اس اصول میں معمولی لچک کا بھی قائل نہ تھا۔ اُن کی اِسی پالیسی کی وجہ سے ہندوستان کے غیر مسلم اقوام۔ سکھ۔ جاٹ۔ مرہٹہ۔ ست نامی اور راجپوت اُس کے خلاف ہو گئے۔ اور عالمگیر کے دور میں ان غیر مسلم اقوام میں سیاسی بیداری بھی پیدا ہو چکی تھی۔ وہ ہندوستان میں مسلمانوں کا سیاسی غلبہ ختم کرنے کے درپے ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں بغاوتوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا جن کی تفصیلات امیر محمود خان احمد زئی جو ثانی حکمران بلوچستان کے دور حکمرانی میں بیان کئے جائیں گے

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

امیر مہراب خان اول جب اپنے والد امیر احمد کبیر کی رحلت کے بعد بلوچستان کی مسند حکمرانی پر بیٹھے تو اُن کے والد گرامی کے دور کے مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کے مدار المہام مرزا زنگی کو اُس کے عہدے پر بحال رکھا اگرچہ کہ امیر مہراب خان اول کا دور بہت مختصر رہا۔ ان کی وفات تک مرزا زنگی اپنے عہدے پر کام کرتا رہا۔

چارٹ :- امیر میراب خان اول احمدزئی بلوچ کے ہم عصر سلاطین مملکت ہندوستان' ایران' و حکمرانان سندھ

نام امیر حکومت بلوچ برادری بلوچستان	نام بادشاہ سلطنت ایران	نام بادشاہ سلطنت ہندوستان	نام حکمران سندھ
امیر میراب خان اول احمدزئی بلوچ ۱۶۹۵ء تا ۱۶۹۷ء	صفوی خاندان	مغل خاندان	کلہوڑہ خاندان
	شاہ حسین ۱۶۹۴ء تا ۱۷۲۲ء	محی الدین اورنگ زیب ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء	میاں یار محمد کلہوڑہ ۱۶۹۹ء تا ۱۷۱۹ء

چارٹ :- امیر میراب خان اول احمدزئی بلوچ کے ہم عصر اُمرائے خطہ مکران' خطہ خاران' خطہ چاغی' خطہ لس بیلہ۔

نام امیر حکومت بلوچ برادری بلوچستان	نام امیر خطہ مکران	نام امیر خطہ خاران	نام امیر خطہ چاغی	نام امیر خطہ لس بیلہ
امیر میراب خان اول احمدزئی بلوچ ۱۶۹۵ء تا ۱۶۹۷ء	شیخ حسین بلیدی بلوچ ۱۶۶۵ء تا ۱۷۰۰ء	میر شاہداد نوشیروانی ۱۶۹۶ء تا ۱۶۹۸ء	ملک جان بیگ سنجرانی ۱۶۹۳ء تا ۱۷۱۰ء	جام دینار گنگا بجار ۱۶۹۷ء تا ۱۷۰۲ء

نوٹ :- چونکہ امیر میراب خان اول احمدزئی بلوچ کی دور حکومت اس قدر کم تھی جو کل دو سال پر محیط ہے۔ انہیں یہ موقع نہیں ملا کہ جنہ قلات کے فوجی کارندیں میں سرگ کھدوانے کا بندوبست کر سکیں۔

امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ ملقب بہ سخی سمندر

امیر بلوچستان

۱۶۹۷ء تا ۱۷۱۴ء

امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ کی مسند نشینی

۱۶۹۷ء تا ۱۷۱۴ء

اُمیر مہراب خان اول کی خواہش کی تکمیل میں اُمرائے دربار حکومت بلوچستان نے اُن کے چچا زاد بھائی اُمیر سمندر خان احمدزئی بلوچ کو ۱۵ اکتوبر ۱۶۹۷ء میں قلات میں مسند حکمرانی پر بٹھایا۔ امیر موصوف جب حکمران منتخب ہوئے تو انکی عمر اس وقت ۵۶ سال تھی۔ امیر سمندر خان کو امیر مہراب خان کی ناگہانی موت کے بعد اس لیے اُن کا جانشین بنایا کہ امیر مہراب خان کے دونوں بیٹے احمد اور عبداللہ صغیر سن تھے۔

احمد اور عبداللہ کی تربیت کے انتظامات

امیر سمندر خان حکمران ہوتے ہی سب سے پہلے امیر مہراب خان کے دو کم سن بچوں احمد اور عبداللہ کی نگہداشت اور تربیت کی طرف متوجہ ہوا انہوں نے اپنے وزیر اخوند محمد صالح کے بھائی اخوند شہداد کو احمد اور عبداللہ کا اتالیق مقرر کیا ان کے تربیت دینے کی ذمہ داری انکو سونپ دی

میاں یار محمد کلہوڑہ امیر بلوچستان کی پناہ میں

میاں یار محمد ۱۶۹۶ء میں شہزادہ معزالدین کی فوجوں کے ساتھ جنگ سے دستبردار ہو کر بلوچستان کے امیر کے پاس پناہ گزین ہوا۔ امیر بلوچستان امیر مہراب خان اول کلہوڑوں سے جنگ میں زخمی ہو کر فوت ہوئے۔ امیر سمندر خان اُن کے جانشین بنے۔ اِس امر کے باوجود امیر سمندر خان نے بلوچی روایات کو

مدنظر رکھ کر میاں یار محمد ان کے دونوں بیٹوں میاں داؤد محمد و میاں نور محمد
ان کے عیال و اطفال کی بحیثیت پناہ گزین ہر طرح سے خاطر مدارات کی اور
آرام سے رکھا۔ ہر طرح سے اُن سے تعاون کیا۔

میاں داؤد محمد اور میاں نور محمد کی قلات سے فرار کی کوشش

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کرخ کی لڑائی میں میاں یار محمد اپنے دونوں
بیٹوں میاں داؤد محمد اور میاں نور محمد کے ساتھ گرفتار ہو کر قلات لائے گئے
تھے۔ میاں یار محمد نے اپنی طرف سے اِن دو بیٹوں کو امیر بلوچستان امیر سمندر خان
کو اس غرض کے لیے بطور یرغمال دیا تھا کہ وہ جب تک بلوچستان کے دارالخلافہ
قلات میں قیام پذیر رہیں گے وہ اور اس کے ساتھی اس کے تمام لوگ کسی قسم
کی شورش جھگڑا نہیں کریں گے بلکہ بالکل امن سے رہیں گے شر و فساد کے
برپا کرنے سے گریز کریں گے مورخہ ۲ جنوری ۱۶۹۸ء میں میاں یار محمد کے
دونوں بیٹے، داؤد محمد و نور محمد موقع پا کر نظر بندی سے فرار ہو گئے۔ وہ
پہاڑی راستوں سے بالکل نابلد تھے کئی دن پہاڑوں میں مارے مارے پھرتے
رہے آخر کار ایک دن جھاں میں جا نکلے امیر سمندر خان کے آدمی ان کے
تعاقب میں کسی اور طرف نکل گئے تھے۔ جھاں کا ایک باشندہ جس کا نام خیار تھا
اِن کو دیکھ کر پہچان گیا اور تعاقب کنندگان کو ان کی اطلاع کر دی۔ انہوں نے
ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے قلات پہنچا دیا امیر سمندر خان اِن کو ان کی عہد
خلافی کی سزا دینا چاہتا تھا لیکن وزیر اخوند محمد صالح نے درمیان میں پڑ کر دونوں
بھائیوں کی طرف سے معذرت کی اور محبوس بھائیوں پہ اپنی پگڑی ڈالدی
بلوچی رواج کے مطابق اخوند کی پگڑی اُن کی عزت تھی امیر بلوچستان نے اِن کو

قدر کی کلہوڑہ بھائیوں کی خطاؤں سے درگزر کیا بعد میں کلہوڑہ بھائیوں داؤد محمد اور نور محمد نے امیر بلوچستان سے معافی مانگی۔ اور ان کے ماتحت رہنے کا حلف اٹھایا۔

دوران قیام قلات میاں یار محمد کلہوڑہ کا امیر بلوچستان امیر سمندر خان کے ساتھ معاہدہ

جب میاں یار محمد کلہوڑہ مغل فوج کے تعاقب سے جان بچا کر مع عیال واطفال و حشم و خدم بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں آکر امیر بلوچستان امیر سمندر خان کے پاس ۱۶۹۶ء میں پناہ گزین ہوا اور تقریباً دو سال تک قلات میں قیام کیا تو انہوں نے امیر بلوچستان کی طرفداری اور دوستانہ رویہ کو اپنے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر دور بینی سے کام لے کر امیر بلوچستان سے ایک معاہدہ کیا جس کی شرائط یہ تھیں۔

۱۔ امیر بلوچستان سندھ کے کلہوڑہ خاندان کے حکمرانوں کو بوقت مصیبت کمک کرے گا۔ اور ان کی سندھ میں حکومت کے استحکام میں اُن کو مدد دے گا۔

۲۔ امیر سندھ از خاندان کلہوڑہ اس امداد کے عوض سالانہ امیر بلوچستان کو مبلغ چالیس ہزار روپے بطور اخراج ادا کرے گا۔

۳۔ سندھ کے کلہوڑہ حکمران امیر بلوچستان کے مخالفین کو سندھ میں پناہ نہیں دے گا۔ بلکہ ان کو گرفتار کر کے امیر بلوچستان کے حوالے کریگا۔

۴۔ میاں یار محمد کلہوڑہ سندھ میں جتنے علاقوں کو اپنے تصرف میں لائے گا۔ ان علاقوں کے اراضیات کا تیسرا حصہ وہ بلا معاوضہ بلوچوں کے لیے

مختص کرکے، امیر بلوچستان کے نمائندے کے حوالے کرے گا۔

۵۔ کچھی کے خطہ میں گنداوہ کا سارا منطقہ امیر بلوچستان کے حوالے کرے گا۔

یہ معاہدہ بہ مقام قلات مورخہ ۸ دسمبر ۱۶۹۹ء کو مابین امیر بلوچستان امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ اور میاں یار محمد کلہوڑہ تحریر ہوا جب امیر بلوچستان کی کوششوں سے میاں یار محمد اور شہزادہ معزالدین کے درمیان دوستانہ تعلقات استوار ہوگئے اور شہزادہ کی طرف سے حکومت سندھ اُن کو ملی وہ ۲۳ نومبر ۱۶۹۹ء کو قلات سے بطرف سندھ روانہ ہوا اور جب وہ سندھ کی حکمرانی کی مسند پر بیٹھا تو اپنے عہدنامے سے منحرف ہوا جس کی وجہ سے امیر بلوچستان امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ اور میاں یار محمد کلہوڑہ امیر سندھ کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوگئے۔

قلات میں میر محمد خان کلہوڑہ کی آمد

جب تعلقات کشیدہ ہوگئے تو میاں یار محمد کلہوڑہ نے اپنے چھوٹے بھائی میر محمد خان کو قلات بھیجا تاکہ وہ امیر بلوچستان امیر سمندر خان سے بات چیت کرکے اُن کا عندیہ معلوم کرے۔ امیر بلوچستان نے اُن پہ یہ امر واضح کردیا کہ جب تک عہدنامے کی تمام شرائط پر عمل درآمد نہیں ہوتا ہے تعلقات بدستور کشیدہ رہیں گے۔ اور سندھی یرغمالیوں کی رہائی ناممکن ہے۔ چنانچہ میر محمد خان کلہوڑہ ۱۸ جنوری ۱۷۰۰ء کو واپس سندھ روانہ ہوگئے۔

میاں یار محمد کلہوڑہ کو اُن کے صلاح کاروں کا مشورہ

میاں یار محمد اپنے صلاح کاروں سے میر شہداد بلوچ اور شیخ غلام حسین سے مشورہ طلب کیا۔ ان کی رائے یہ قرار پائی کہ عہدنامہ کے مطابق گنجابہ؎ امیر بلوچستان کے حوالے کرنا چاہیئے اور عہدنامہ کی دوسری شرط سالانہ مبلغ چالیس ہزار روپے کا خراج بھی باقاعدگی سے امیر بلوچستان کو ادا کیا جائے جب امیر موصوف میاں یار محمد کلہوڑہ کے عیال و اطفال و قبائل کو رہا کرے گا وہ سندھ آجائیں گے پھر جنگ کر کے گنجابہ واپس لے لیں میاں یار محمد اس بات پر آمادہ ہو گئے اس کے علاوہ جب شہزادہ معزالدین مغل جب میاں یار محمد کلہوڑہ کو سندھ کی حکومت حوالہ کر رہے تھے تو اُس پر یہ شرط بھی عائد کی گئی تھی کہ میاں امیر بلوچستان کے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدوں پر بھی کاربند رہے گا لہٰذا ان حالات نے میاں یار محمد کلہوڑہ کو مجبور کر دیا انہوں نے منطقہ گنجابہ امیر بلوچستان امیر سمندر خان کے حوالہ کیا اور اُن کے دور حکمرانی میں میاں سالانہ رقم خراج مبلغ چالیس ہزار روپے باقاعدگی سے امیر بلوچستان کو ادا کرتا رہا لہٰذا امیر بلوچستان اور امیر سندھ میاں یار محمد کلہوڑہ کے دوستانہ تعلقات دوبارہ استوار ہو گئے۔ اور سیاسی رفاقت جاری رہی۔

امیر بلوچستان کی مجھوتہ کرانے کی کوشش

میاں یار محمد اپنے لوگوں کے ساتھ بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں دو سال رہا اس تمام عرصہ میں امیر بلوچستان امیر سمندر خان کا مغل حکومت

؎ : گنداوہ کا قدیم نام۔

کے فوجی گورنر شہزادہ معزالدین سے اچھا رابطہ قائم رہا امیر موصوف یہی کوشش کرتے
رہے کہ میاں یار محمد اور شہزادہ معزالدین کے درمیان غلط فہمیاں دور ہو جائیں
اور امیر سمندر خان شہزادہ معزالدین کو یہ باور کرایا کہ میاں یار محمد اُن کا انتہائی نیاز
پر نیاز مند اور اُن سے مخلص ہے۔ ان باتوں کا اثر شہزادے پر بہت اچھا ہوا
اُن کی دلی کدورت میاں یار محمد کے خلاف دور ہو گئی۔

میاں یار محمد کلہوڑہ کی واپسی بطرف سندھ

امیر بلوچستان امیر سمندر خان کی راضی نامہ کی کاوشیں ثمر آور ثابت ہوئیں
شہزادہ معزالدین نے میاں یار محمد کی غلط کاریوں کو معاف کیا۔ اُسے منصب
اور خطاب سے سرفراز کیا علاقہ سیوی اور ڈھیچی کی سپے داری کی حکومت کا فرمان
بھی میاں یار محمد کے نام لکھا اور یہ علاقہ اُس کے موکلوں کے حوالے کر دیا شہزادہ
موصوف نے امیر بلوچستان کو اپنے اس فیصلے سے مطلع کرتے ہوئے۔
خواہش ظاہر کی کہ میاں یار محمد کو بطرف سندھ جانے کی اجازت دی جائے
اور اس کے دونوں بیٹوں میاں داؤد محمد و میاں نور محمد کو وہ خود اپنے ساتھ لیکر
ملتان میں شہزادہ کے دربار میں پیش کرے۔ لہٰذا اس فیصلہ کے مطابق مورخہ ۲۲
نومبر ۱۶۹۷ء کو میاں یار محمد کلہوڑہ اپنے مریدوں کے ایک بڑی تعداد کے ساتھ
بمعیت امیر اتازخان سردار قبیلہ اتازئی بلوچ قلات سے بطرف سندھ
روانہ ہوا۔

امیر بلوچستان مع میاں داؤد محمد و میاں نور محمد ملتان میں

چنانچہ شہزادہ معزالدین کی خواہش کے مطابق امیر سمندر خان۔ امیر بلوچستان

مورخہ ۹ دسمبر ۱۶۹۵ء کو مع میاں داؤد محمد و میاں نور محمد بطرف ملتان روانہ ہوا۔ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۶۹۵ء میں امیر بلوچستان نے دونوں کلہوڑہ بھائیوں کو شہزادہ معزالدین کے دربار میں پیش کیا۔ شہزادہ موصوف نے امیر بلوچستان کی جوانمردی اور بحیثیت حلیف کے وفاشعاری سے خوش ہو کر اُن کا شکریہ ادا کیا اور انہیں اپنے ہاں بطور مہمان خاص ٹھہرایا۔ امیر بلوچستان امیر سمندر خان تقریباً دو ماہ ملتان میں شہزادہ موصوف کے مہمان کی حیثیت سے ٹھہرے رہے

کراچی کا عطیہ

شہزادہ معزالدین کی سفارش پر اورنگ زیب مغل بادشاہ ہندوستان نے کلہوڑے حکمران سے بندرگاہ کراچی اور اس کے تمام مضافاتی علاقے امیر محراب خان اول کے خون بہا کے عوض میں مورخہ ۸ جنوری ۱۶۹۶ء کو موجودہ امیر بلوچستان امیر سمندر خان کے حوالے کر دیئے۔ اور شہزادہ معزالدین نے سندھ کے کلہوڑہ حکمرانوں پر یہ شرط بھی عائد کر دی کہ کلہوڑہ حکمران سندھ امیر بلوچستان کے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدوں پر کاربند رہیں گے۔

امیر سمندر خان کیسے ملقب بہ سخی ہوا

شہزادہ معزالدین نے ایک لاکھ روپے بطور مہمانی بادشاہ ہند کی طرف سے پیش کئے تو امیر سمندر خان، امیر بلوچستان نے یہ رقم اُسی دن اپنے سرداروں اور لشکریوں میں تقسیم کر دی یہ حالت دیکھ کر شہزادہ موصوف نے ایک لاکھ روپے اور اپنی طرف سے بطور مہمانی امیر بلوچستان کے لیے یہ کہہ کر وزیر اخوند محمد صالح کو دیئے کہ سمندر اپنے عہد کا حاتم ہے۔ یہ رقم اُن کی زاد راہ کے

لیے چھپا کر رکھ دو"۔

سیستان کے والی کا بلوچستان پر حملہ

اکثر تاریخوں میں یہ لکھا گیا ہے کہ ایرانی حکومت نے بلوچستان پر حملہ کیا لیکن اصل واقعات ایسے نہیں ہیں اس دور میں سلطنت ایران پر صفوی خاندان کے حکمران حکومت کر رہے تھے۔ یہ دور صفوی خاندان کے آٹھویں بادشاہ شاہ حسین کا دور ۱۶۹۴ء تا ۱۷۲۲ء تھا۔ صفوی خاندان کے بادشاہوں کے امیر بلوچستان کے ساتھ انتہائی دوستانہ تعلقات تھے۔ بلوچستان پر یہ حملہ ملک محمود کیانی والی سیستان نے کیا جس کی تفصیلات اس طرح ہیں کہ ملک حمزہ خان کیانی نے سیستان پر ۱۶۱۹ء سے لے کر ۱۶۳۵ء تک حکومت کی اور لاولد فوت ہوا اس کے بعد سیستان کے اُمرا نے اُس کے بھانجے ملک نصرت خان کو سیستان کا حکمران منتخب کیا وہ ۱۶۳۵ء سے لے کر ۱۶۴۳ء تک حکمرانی کرتا رہا ملک نصرت خان کے دو بیٹے تھے فتح علی خان اور جعفر خان جعفر خان کی والدہ صفوی خاندان سے تعلق رکھتی تھی لہٰذا ملک نصرت کی وفات کے بعد اُس کے بڑے بیٹے فتح علی خان کو والی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر جعفر خان کو والی بنا دیا گیا۔ کیونکہ اُس کی والدہ صفوی خاندان سے تھی۔ جب ملک جعفر خان کا انتقال ہوا تو سیستان کے اُمرا نے اُس کے لڑکے اسداللہ کی بجائے اُس کے بڑے بھائی ملک فتح علی خان کو والی منتخب کیا۔ اسداللہ منصب نہ ملنے پر ناامید ہو کر صفوی دربار چلا گیا۔ جب ملک فتح علی خان فوت ہوا تو اُس کے دو بیٹے ملک حسین خان اور ملک محمود تھے اس دور میں صفوی بادشاہ نے سیستان کی ولایت کا منصب ملک اسداللہ کیانی کو دیا جب کہ اُس کے چچا زاد بھائی

ملک حسین خان اور ملک محمود خان سیستان چھوڑ کر اپنے ہمنوا قبائلی سرداروں کے ساتھ کرمان چلے گئے۔ کرمان میں نخی قبیلہ، لیلو قبیلہ، حمدین قبیلہ قون اور رکے آباد کے معتبرین سب ملک حسین خان افشار کو حکم دیا کہ ملک حسین خان اور ملک محمود کی سرزنش کی جائے چنانچہ فتح علی افشار نے بارہ ہزار لشکر کے ساتھ ملک محمود پر حملہ کیا اس وقت اُس کے ساتھ صرف تین سو سوار تھے۔ اُس نے جنگی چال چل کر سب سے پہلے لشکر کے سپہ سالار فتح علی افشار کو مار دیا جس کی وجہ سے اس کے فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور سب نے راہِ فرار اختیار کیا اس فتح سے ملک محمود کیانی کے حوصلے بلند ہو گئے اور اُس نے قون کے علاقہ میں اپنی آزادانہ حکمرانی کو برقرار رکھا۔

سیستانی سپہ سالار طہماسپ بیگ کا بلوچستان پر حملہ

ملک محمود کیانی نے جب دیکھا کہ اُس نے تین سو آدمیوں کے لشکر کے ساتھ بارہ ہزار کے لشکر کو شکست دی تو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آکر اپنی ولایت سیستان کو بھی وسعت دینے کی کوشش کی جس میں اُسے بری طرح ناکامی ہوئی اس نے اپنے ایک سپہ سالار طہماسپ بیگ کو بلوچستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور ایسے وقت حملہ کیا جب کہ امیر بلوچستان اپنے ملک بلوچستان سے باہر تھا۔ امیر سمندر خان کو ملتان میں طہماسپ بیگ کے حملہ کی اطلاع ملی جب امیر موصوف ملتان سے رخصت ہوا۔ تو وہ دن رات ایک کرتے ہوئے علاقہ کھنڈ کوچہ مستونگ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۶۹۸ء پہنچا یہاں چند دنوں میں اس کے پاس تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا طہماسپ بیگ چاغی، نوشکی، کردگاپ کے علاقوں کو تاراج کرتا ہوا کانک کی حدود میں داخل ہو چکا تھا امیر سمندر خان نے کھنڈ

کوچ سے بڑھ کر مستونگ میں سریاب کے مقام پر طہماسپ کے ٹڈی دل سپاہ کو روکا تین دن تک گھمسان کا رن پڑا میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے چوتھے دن امیر سمندر خان کی نگاہ سیستانی سپہ سالار طہماسپ بیگ پر پڑی امیر موصوف صفوں کو چیرتا ہوا طہماسپ بیگ کے سامنے آپہنچا۔ اُسے موقع دیئے بغیر اس پھرتی سے اس پر بھرپور وار کیا کہ اس کی گردن کٹ گئی اور سر تن سے جدا ہو کر زمین پر گر پڑا سیستانی سپاہیوں میں بھگدڑ مچ گئی مختلف سمتوں میں بھاگنے لگے بلوچوں نے دور تک سیستانی لشکر کا تعاقب کیا اس شکست نے ملک محمود کیانی والی سیستان کے دانت کھٹے کر دیئے پھر اُس نے یا اُس کے کسی جانشین نے بلوچستان کی تسخیر کا ارادہ نہیں کیا اس جنگ میں بلوچوں کو کثیر تعداد میں اسلحہ جنگ، گھوڑے خیمے اور سامان رسد ہاتھ آیا ۳۰ جنوری ۱۶۹۸ء میں سیستانی سپہ سالار طہماسپ بیگ امیر سمندر خان امیر بلوچستان کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور اس کی فوج نیست و نابود ہو گئی۔ امیر موصوف اپنے فتح یاب لشکر کے ساتھ جشن مناتا ہوا ۴ فروری ۱۶۹۸ء کو قلات پہنچا۔

بادشاہ ہند کی طرف سے امیر بلوچستان کو سالانہ دو لاکھ روپے کی امداد کا عطیہ

جب امیر سمندر خان نے اپنی فتح اور والی سیستان کی شکست اور اس کی فوج کی تباہی کی اطلاع شہزادہ معز الدین کو دی تو شہزادہ مذکور کے توسط سے شہنشاہ ہند اورنگ زیب کو اس کی اطلاع ملی انہوں نے انتہائی خوشنودی کا اظہار کیا اور خزانہ عامرہ سے امیر سمندر خان امیر بلوچستان کے لیے ۲ لاکھ روپے سالانہ بطور عطیہ جاری کرنے کا فرمان جاری کیا۔

امیر کلندر خان کی بغاوت

امیر کلندر خان احمد زئی امیر بلوچستان امیر محمد خان کے چھوٹے اور حقیقی بھائی تھے نہ معلوم کو جسم بات کی بنا پر وہ اپنے بھائی سے ناراض ہو کر مستونگ چلا گیا مستونگ میں چند بدقماش لوگوں کو ساتھ ملا کر قلات کے مختلف علاقوں میں ڈاکہ ڈالنا شروع کیا۔ امیر محمد خان نے ان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کئی وفود اس کے پاس بھیجے تاکہ وہ راہ راست پر آجائے۔ مگر اس پر ان مخلصانہ مشوروں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخرکار امیر بلوچستان امیر محمد خان نے مجبور ہو کر اس کی دست درازیوں سے عوام کو نجات دلانے کی خاطر اس کی سرکوبی کو نکلا۔ امیر محمد خان کی ان کے ساتھ ۸۔ جون ۱۶۹۹ء میں بمقام شیریں آب جنگ ہوئی جنگ میں امیر کلندر خان مارے گئے اور اس کے بدقماش اور شورش پسند ساتھیوں کو کیف کردار کو پہنچا دیا گیا۔ امیر محمد خان امیر بلوچستان کے حکم سے ان کو وہیں شیریں آب میں دفنایا گیا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ حکمران خاندان کا ایک ایسا شخص جو ارذل طبیعت کا مالک ہو۔ اُسے شاہی قبرستان میں سپرد خاک کیا جائے امیر موصوف کلندر خان کی تدفین کو شاہی قبرستان قلات میں اپنے نامی گرامی اسلاف کی توہین تصور کرتا تھا۔

قدیم زمانہ میں تاریخ کی مختصر نویسی کا یہ عالم تھا کہ اس اہم تاریخی واقع کا ماخوذ تاریخ کی کتاب " اخبار الابرار " ہے۔ جسے اخوند محمد صدیق طارزئی نے ۱۸۵۹ء میں تصنیف کیا ہے۔ وہ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

" امیر محمد زئی برادر خود قلندر نام را بضرب شمشیر کشت کہ قبرش در شیریں آب کردہ مستونگ واقع است "۔

اس کے بعد مورخ کوئی وضاحت نہیں کرتا ہے کہ امیر کلندر خان کو کیوں اس کا حقیقی بھائی قتل کرتا ہے۔ ضرور اس فعل کی اہم وجہ ہوگی وہ اپنے بھائی کی حکومت کا طلب گار یا موروثی جائیداد کا خواہاں تھا بہر حال مورخ نے اس قتل کی وجوہات کو اپنی مختصر نویسی کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔

علاقہ بوری اور ژوب پر حملوں کی وجوہات

برصغیر ہند و پاک میں انگریزوں کی آمد سے پہلے۔ خطہ بلوچستان سے ایک مستقل بین الاقوامی تجارتی شاہراہ گزرتی تھی جنوبی افغانستان کے شہر قندہار سے ایک تجارتی راستہ اور مشرقی ایران سیستان سے ایک تجارتی راستہ بلوچستان کے دار الخلافہ قلات میں آکر ملتے تھے یہاں سے یہ تجارتی راستہ خضدار، وڈھ، بیلہ سے ہوتا ہوا سونمیانی کی بندرگاہ پر اختتام پذیر ہوتا تھا لہذا بلوچستان جنوبی افغانستان اور مشرقی ایران کا تجارتی مال اس راستے سے دساور کو جاتا تھا اور دساور کا مال اسی راستے بلوچستان اور جنوبی افغانستان اور مشرقی ایران آتا تھا۔ اس بین الاقوامی راستے پر سال کے بارہ مہینے تجارتی قافلوں کی ریل پیل رہا کرتی تھی قندہار سے جو تجارتی راستہ قلات سے آکر ملتا تھا۔ اس راستے کے متصل بوری[1] اور ژوب کا علاقہ واقع تھا چنانچہ ان علاقوں کے باشندے اکثر و بیشتر قندہار سے آتے ہوئے قافلوں کو لوٹ مار کرتے تھے امیر سمندر خان امیر بلوچستان کے دور[2] حکمرانی میں قندہار سے آنے والے قافلوں کی لوٹ مار کا سلسلہ کچھ زور پکڑ

[1] ضلع لورالائی کا قدیم نام۔
[2] امیر سمندر خان کا دور حکمرانی ۱۶۹۵ء تا ۱۷۱۳ء

گیا۔ چنانچہ اس بین الاقوامی تجارتی راستے کو کھلا رکھنا انتہائی طور پر ضروری تھا۔ لہٰذا امیر سمندر خان علاقہ بوہری اور ڈریب کے لوگوں کی تادیب کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ مورخہ ۲۶ مارچ ۱۷۱۰ء کو نکلا اور پورا ایک مہینہ ان علاقوں کو تاخت و تاراج کرتا گیا۔ ان علاقوں کے معتبرین سے قافلوں پر حملہ نہ کرنے کے بارے میں کڑی ضمانتیں لے کر واپس ۲ مئی ۱۷۱۰ء کو قلات پہنچا۔

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

جب امیر سمندر خان بلوچستان کی مسند حکومت پر بیٹھے تو مزار زنگی کا اکلوتا بیٹا ورشدل جوان ہو چکا تھا۔ اور اپنے والد کے زیر سرپرستی اسلحہ سازی کے سب فن سیکھ چکا تھا۔ چنانچہ امیر موصوف نے مزار زنگی کے فرزند ورشدل کو اپنے اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام مقرر کیا۔

امیر سمندر خان کے دور حکمرانی میں بلوچستان کے دیگر خطوں کے اُمرا

امیر سمندر خان احمد زئی بلوچ کے دور (۱۶۹۷ء تا ۱۷۱۳ء) حکمرانی میں مکران میں شے احمد بلیدی امیر تھا خاران کے منصب امارت پر میر رحمت نوشیروانی بیٹھا ہوا تھا۔ چاغی میں ملک جان بیگ امیر تھا لس بیلہ میں جام دینار گنگا جدگال جام لس بیلہ تھا۔ یہ اُمرا، امیر سمندر خان کے ہم عصر تھے۔ اور اپنے اپنے علاقوں کے امیر تھے۔

میاں یار محمد کلہوڑہ کی احسان فراموشی

جب میاں یار محمد کلہوڑہ ۱۶۹۶ء میں شہزادہ معزالدین مغل کی فوجوں کے

ساتھ جنگ سے دست بردار ہو کر سندھ سے متصل علاقہ بلوچستان [illegible]
کرخ پناہ کی غرض سے داخل ہوا تو اس واقعے کے وقت امیر محراب خان [illegible]
بلوچ امیر بلوچستان تھے لہٰذا وہ بھی دو دن بعد کرخ پہنچے میاں یار محمد [illegible]
کے بجائے جو ایک پناہ گزین کا شیوہ ہوتا ہے اپنی حکمرانی کے زعم میں [illegible]
کی کوشش کی جس کے نتیجے میں فریقین میں لڑائی ہوئی امیر بلوچستان امیر محراب خان
اول زخمی ہوئے اور چھ تھے دن رحلت کر گئے بلوچ زعما نے ان کی وصیت
کے مطابق ان کے چچازاد بھائی امیر سمندر خان احمد زئی کو حکمران بلوچستان منتخب
کیا، چنانچہ میاں یار محمد اُن کے عیال و اطفال و معتبرین کو امیر سمندر خان نے [illegible]
دارالخلافہ قلات میں لاکر اپنے پاس بطور مہمان رکھا اور وہ دو سال تک مقیم رہے
اور امیر بلوچستان کی طرف سے ان کی دیکھ بھال ہوتی رہی امیر موصوف نے
حتیٰ الامکان یہی کوشش کی کہ شہزادہ معزالدین اور میاں یار محمد کے درمیان مفاہمت
کی صورت پیدا ہو جائے چنانچہ امیر بلوچستان کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور
اُن کی پالیسی کامیاب رہی۔ شہزادہ معزالدین نے میاں یار محمد کی تمام غلط کاریوں کو
معاف کیا۔ اُسے منصب اور خطاب سے نوازا میاں صاحب اپنے مریدوں
کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ۲۳ نومبر ۱۶۹۹ء کو قلات سے سندھ کی طرف
روانہ ہوا۔ نہ معلوم کن وجوہات کے بنا پر سندھ کی تمام تاریخی کتب نے امیر بلوچستان
امیر سمندر خان احمد زئی بلوچ کی میاں نور محمد سے ان کے دوران قیام قلات
میں ہمدردیوں اور بھلائیوں کی تعریف اور توصیف کرنے کی بجائے یا اُن کے
شکرگزار ہونے کی بجائے اُن کی ہجو کی ہے۔ یعنی مذمت کی ہے جو کسی کے
نیک کاموں کا شکریہ ادا کرنے کا عجیب طریقہ ہے اور سندھ کے مورخین نے
میاں یار محمد کلہوڑہ کے حوالے سے جو واقعات بیان کئے ہیں۔

میاں موصوف فرماتے ہیں "ہم پریشان حالوں کو امیر بلوچستان نے بیٹھنے کی جگہ دی تھی تو یہ اس کی آدمیت کا کرشمہ نہ تھا۔ بلکہ اُسے گمان تھا کہ ہمارے پاس اتنی دولت ہوگی جو شاید ہی قلات کے کسی باشندے کے پاس ہو"۔

یہ جملے میاں یار محمد کلہوڑے کی احسان فراموشی کے جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگر امیر سمندر خان امیر بلوچستان کو دولت کا لالچ ہوتا۔ تو وہ کبھی بھی شہزادہ معزالدین اور میاں یار محمد کلہوڑہ کے درمیان مفاہمت کرنے کی کوشش نہ کرتا وہ اس معاملے کو مختلف طریقوں سے طوالت دیتا سیاسی دباؤ ڈال کر میاں سے مزید دولت حاصل کرتا جب ۲۳ نومبر ۱۶۹۹ء کو میاں یار محمد کلہوڑہ قلات سے بطرف سندھ روانہ ہوا تو انہوں نے از خود امیر التازخان التازئی سردار طائفہ التازئی کو اپنے کمک کار کی حیثیت سے ساتھ لے کر بطرف سندھ روانہ ہوا اگر امیر بلوچستان امیر سمندر خان کو دولت کی لالچ ہوتی تو وہ اپنی طرف سے میاں یار محمد کلہوڑہ کو مشورہ دیتا کہ امیر التازخان التازئی کو ساتھ لے جائے مگر میاں نے از خود اسے اپنے ہمراہ کیا۔ سو تم کہ اگر امیر بلوچستان کو دولت کی لالچ ہوتی تو وہ امیر التازخان التازئی کو میاں یار محمد کلہوڑہ سے ہر حال میں چمٹے رہنے کی تلقین کرتا جب میاں کے سیاسی حالات درست ہو گئے تو امیر التازخان التازئی ان سے رخصت لے کر واپس اپنے وطن بلوچستان آئے لہذا میاں یار محمد کلہوڑہ اور سندھی مورخین نے سندھی قومیت کے جذبات میں اگر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

ایران کی سیاسی صورت حال

امیر بلوچستان امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ کے دور ۱۶۹۵ء تا ۱۷۱۳ء۔

حکمرانی میں ایران کی سلطنت پر صفوی خاندان کا آٹھواں بادشاہ شاہ حسین فرمان روائی کر رہا تھا ان کے دورِ حکومت (سنہ ۱۶۹۴ء تا سنہ ۱۷۲۲ء) میں سلطنت روس کے بادشاہ جسکا لقب زار ہوا کرتا تھا۔ پیٹر دی گریٹ تھا اُس نے سنہ ۱۷۰۰ء میں ایک سفارتی وفد زیر سرکردگی ایک آرمنی شخص اسرائیل آوری کے ایران کے پائے تخت اصفہان بھیجا اس سفارتی ٹولے میں کوئی سات سو آدمی تھے۔ ٹولے کے اکثر افراد تاجر تھے کسٹم ڈیوٹی کی خاطر سب نے اپنے آپ کو سفارت کا اندراج کرایا۔ اس سفارتی مشن کے آنے سے اصفہان میں قسم قسم کی افوائیں پھیل گئیں کہ روس ایران کے خلاف جارحانہ اقدام کر کے جارجیا اور آرمینیا پر قبضہ کرے گا وغیرہ بہر حال صفوی بادشاہ ایران نے وفد کو خوش آمدید کہا اس دور میں دوسرا اہم واقع خلیج فارس میں ایرانی سلطنت کی بحری ناکامی کا ہے اس دور میں سلطان عمان کا بحری بیڑہ بہت طاقتور تھا اُس نے ایران کے بنادر پر متواتر حملے کیے سلطان عمان نے بحرین پر قبضہ کیا چونکہ سلطنت ایران کے پاس کوئی بحری بیڑہ نہیں تھا۔ حکومت نے دفاعی پالیسی اختیار کر کے ایران کی تمام بندرگاہوں میں بری فوج رکھی۔ اگرچہ ایرانی حکومت پر انگیزوں سے امداد طلب کی مگر پرتگیزی بحری بیڑہ سلطان عمان کے بحری بیڑہ کے مقابلے میں بہت کمزور تھا۔ ہر جگہ سلطان عمان کے بیڑہ نے اُن کو شکستیں دیں امیر بلوچستان امیر سمندر خان کے دورِ حکمرانی میں ایران کی سلطنت کی سیاسی صورت حال یہ تھی جسے ہم نے اوپر تفصیل سے بیان کیا۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

امیر بلوچستان امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ کے دورِ حکمرانی میں ہندوستان

پر مغل خاندان کی حکمرانی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر فرمانروائی کر رہا تھا اُن کے ۴۹ سالہ دورِ (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) حکمرانی میں جیسے کہ ہم پہلے بیان کیا ہے۔ اُن کی اسلامی مذہبی پالیسیوں کی وجہ سے اس کی تمام غیر مسلم رعایا اُس سے ناراض ہو گئی تھی اور ہر ایک نے اُس کی حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا غیر مسلم گروہ میں گروہ سکھ اور گروہ مرہٹہ قوم بہت اہمیت کے حامل تھے جن کے حالات تفصیل سے بیان کئے جائیں گے۔

اس دور میں ایک نیا مذہب بنام سکھ وجود میں آ چکا تھا۔

سکھوں کا تاریخی پس منظر

سکھ مذہب کے بانی گورو نانک نے امن و آشتی کا پیغام دیا تھا اور ہندو سوسائٹی سے ذات پات کے علاوہ برہمنوں کا غلبہ بھی ختم کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ گورو نانک نے ۱۵۳۹ء میں وفات پائی۔ اور اس کے بعد کافی عرصہ سکھ مذہب کے پیروکار امن پسند رعایا بن کر رہے شہنشاہ جہانگیر کے عہد (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء) میں شہزادہ خسرو کی حمایت کی بنا پر سکھوں کے پانچویں گورو ارجن کو حکومت نے جرمانہ کیا۔ لیکن گورو نے جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور قید ہوا۔ ارجن کی وفات کے بعد اس کے لڑکے گورو ہرگوبند نے سکھوں کو فوجی تربیت دے کر مغل حکومت کا جانی دشمن بنا دیا۔ سکھ اسے (اکال تخت) کا بانی (سچا بادشاہ) گنے ہیں۔ سکھوں کا نواں گورو تیغ بہادر ۱۶۶۴ء میں گدی نشین ہوا۔ وہ شروع ہی سے اورنگ زیب کا سخت مخالف تھا

سکھوں کی شورش

راجپوت جرنیل جے سنگھ کے بیٹے مرزا راجہ رام سنگھ نے شہنشاہ سے

درخواست کی کہ سکھوں کے گورو تیغ بہادر کے خلاف کارروائی کی جائے۔ مگر بادشاہ نے کوئی کارروائی نہ کی لہذا سکھوں نے پنجاب میں لوٹ مار شروع کر دی چنانچہ اُن کی فوجی تنظیم اور مذہبی جنون سے پنجاب کی پہاڑیوں کے ہندو راجہ خاص طور پر تنگ آگئے آخر کار اورنگ زیب نے سکھوں کی خودسری ختم کرنے کے لیے کارروائی کی تیغ بہادر گرفتار ہوا اور سکھوں کے تمام قلعوں اور غیر قانونی مرکز پر شاہی فوج نے قبضہ کر کے امن و امان بحال کیا بغاوت کے جرم میں تیغ بہادر پر مقدمہ چلانے کے بعد اُسے موت کی سزا دی گئی

گورو گوبند سنگھ کی اصلاحات

گورو گوبند سنگھ سکھوں کے دسویں اور آخری گورو ہیں انہوں نے [illegible] اور ۱۶۹۹ء میں پنجاب میں سکھوں کو بالکل گوریلا فوجی بنا دیا۔ اسی گورو کے زمانہ میں سکھوں نے موجودہ شکل و صورت اختیار کی یعنی خالصہ کہلائے کیس رکھنے کے علاوہ کرپان، کچھا، کنگھا، اور لوہے کا کڑا پہننا شروع کیا۔

ہندو سرداروں کی سکھوں سے لڑائیاں

پنجاب کے ہندو سرداروں نے سکھوں کی لوٹ مار سے تنگ آکر ان کے صدر مقام انند پور پر ۱۷۰۱ء میں حملہ کیا لیکن شکست کھائی پھر اورنگ زیب کے حکم سے ۱۷۰۵ء میں سرہند کے فوجدار وزیر خان نے گوبند سنگھ کے خلاف فوجی کارروائی کی سکھوں کو شکست ہوئی سکھ گورو گوبند سنگھ کو دکن بادشاہ کی خدمت میں بھیجا گیا گورو کے پہنچنے سے پہلے اورنگ زیب نے وفات پائی اور نئے مغل بادشاہ بہادر شاہ اول کی تخت نشینی پر سکھ عارضی طور پر امن کی زندگی

بسر کرنے لگے گورو گوبند سنگھ نے ۱۷۰۸ء میں وفات پائی اس کے بعد ایک ڈوگرا راجپوت لچھمن داس بیراگی سکھوں کا لیڈر بن گیا۔ اور تاریخ میں بندو بیراگی کے نام سے مشہور رہے۔

مرہٹوں کا تاریخی پس منظر

جنوبی ہندوستان میں دکنی پہاڑوں وندھیا چل اور ست پڑا کے درمیانی علاقوں میں رہنے والے لوگ مرہٹہ کہلاتے ہیں مغل بادشاہ شاہجہان کے عہد میں بیشتر مرہٹے ریاست احمد نگر کی رعایا تھے ریاست احمد نگر کے وزیر ملک عنبر نے مرہٹوں کو چھاپہ مار جنگ کی تربیت دے کر مغلیہ فوجوں کے خلاف استعمال کیا۔ اسی زمانے میں مرہٹہ فوجی افسروں کو جاگیریں بھی ملیں مشہور مرہٹہ جاگیردار شاہ جی بھونسلہ کو پونا میں جاگیر ملی۔

مغلوں کا احمد نگر فتح کرنا

جب مغلوں نے احمد نگر فتح کر لیا تو شاہ جی بھونسلہ نے ریاست بیجاپور کی ملازمت اختیار کر لی اور ریاست احمد نگر کی بحالی کے لیے کوشش کرتا رہا۔

اورنگ زیب کی مغل بادشاہ شاہجہان کو مشورہ

اورنگ زیب اپنے باپ شاہجہان کے دور میں دکن کا وائسرائے تھا انھوں نے ریاست احمد نگر کے فتح کے بعد بادشاہ کو مشورہ دیا کہ دکن کی دیگر دو زوال پذیر اسلامی ریاستوں بیجاپور اور گولکنڈہ کا فوری طور پر الحاق کیا جائے تو مرہٹہ سرداروں کو اپنی طاقت بڑھانے کا موقع نہ ملتا

وہ ان ریاستوں کو غصب کر کے عظیم طاقت نہ بنتے مگر مغل بادشاہ شاہ جہاں نے اپنے بیٹے اورنگ زیب کی رائے کو نہیں مانا۔

مرہٹوں میں سیاسی بیداری

مرہٹوں میں آہستہ آہستہ سیاسی بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے شاہ جی بھونسلہ کے بیٹے سیواجی کی سرکردگی میں اپنے آپ کو علیحدہ قوم سمجھنا شروع کر دیا اور ہندوؤں کی سلطنت کی دوبارہ احیا کا جتن کرنے لگے۔

مغل شہزادوں کی تخت نشینی کی جنگ

جب شاہ جہاں کی بیماری کے دوران اُس کے بیٹوں نے تخت حاصل کرنے کے لیے جنگ شروع کر دی تو مرہٹوں کو اپنی طاقت بڑھانے کا سنہری موقع ملا انہوں نے سیواجی کی سرکردگی میں ریاست بیجاپور سے کئی ایک قلعے چھین لیے کیونکہ ریاست کا حکمران مرہٹوں کے سامنے بے بس تھا۔

جرنیل افضل خان کا قتل

ریاست بیجاپور کے حکمران نے اپنے جرنیل افضل خان کو ۱۶۵۹ء میں سیواجی کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا مرہٹہ سردار نے عجز و نیاز کا بہانہ کر کے افضل خان سے ملاقات کی درخواست کی سیواجی نے اپنے کپڑوں کے نیچے ہتھیار چھپائے تھے۔ بغل گیر ہوتے وقت اس نے بے خبری کے عالم میں افضل خان کی پشت پر خنجر گھونپ دیا۔ افضل خان کے قتل ہو جانے کے بعد بیجاپور کی فوج پسپا ہوئی۔ بعد میں ریاست بیجاپور نے تین مہم سیواجی کے خلاف

بھیجے۔ مگر ہر بار شکست کھائی آخر ریاست بیجاپور نے سیواجی سے صلح کر کے
تمام مفتوحہ علاقے مرہٹوں کے قبضے میں رہنے دیئے۔

سیواجی کا مغلوں سے تصادم

اورنگ زیب کی بادشاہت کے دوران سیواجی نے مغلیہ سلطنت کے علاقوں
میں لوٹ مار شروع کر دی سیواجی فوجی قابلیت رکھتا تھا۔ اس نے ہندو مرہٹوں میں
بیداری کی روح پھونکی اُس میں لیڈرشپ کی تمام اوصاف موجود تھے۔ اس نے مرہٹوں
میں جذبہ قومیت پیدا کر کے انہیں اہم فوجی طاقت بنا دیا۔

شائستہ خان وائسرائے دکن کی لڑائیاں مرہٹوں کے ساتھ

شائستہ خان اورنگ زیب کا ماموں تھا اور دکن کا وائسرائے تھا سنہ ۱۶۶۰ء
کو وہ سیواجی کی سرکوبی کو نکلا مغلیہ فوج نے پونا پر قبضہ کیا پونا کو فوجی صدر مقام
بنا کر مرہٹوں کی طاقت کو کچلنے کی کوشش کی مگر سنہ ۱۶۶۳ء میں سیواجی شبخون مار کر
شائستہ خان کے کیمپ میں آگھسا شائستہ خان نے بھاگ کر جان بچائی لیکن لڑائی
میں اُس کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔ اُس کا بیٹا مارا گیا۔

شہزادہ معظم کا وائسرائے دکن ہونا

شائستہ خان کی شکست کے بعد اورنگ زیب نے شہزادہ معظم کو دکن کا
وائسرائے مقرر کیا۔ راجہ جے سنگھ آف امیر مشہور مغل جرنیل تھا تھا اُس نے
سیاستدانی سے کام لیا تین ماہ کے اندر سیواجی کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا سنہ ۱۶۶۵ء
میں پورندر کے صلح نامے کی رو سے سیواجی اطاعت قبول کر لی۔ اور کئی قلعے

مغلوں کے حوالے کئے۔

سیواجی آگرہ میں نظربند

سیواجی صلح کرنے کے بعد جے سنگھ نے اُسے مغلیہ دربار میں حاضر ہونے پر آمادہ کیا چنانچہ وہ اپنے بیٹے سمیت آگرہ پہنچا سیواجی پورے آداب نہ بجالایا اورنگ زیب نے ناراض ہو کر نظر بند کر دیا۔

سیواجی کا قید سے فرار

سیواجی نے قید میں بیماری کا بہانہ کر کے مٹھائی کے ٹوکرے بھر کر خیرات کرنے شروع کر دیئے۔ ایک روز وہ اپنے بیٹے سمیت مٹھائی کے ٹوکروں میں بیٹھ کر پہرہ داروں سے نکل بھاگا سنیاسیوں کا بھیس بدل کر دکن پہنچ گیا۔

سیواجی کا چوتھ وصول کرنا

آگرہ سے فرار کے بعد سیواجی اپنی طاقت کو خوب بڑھاتا رہا۔ وہ نواحی علاقوں سے چوتھ وصول کرتا تھا۔ اگر کوئی علاقہ چوتھ ادا نہ کرتا تو مرہٹہ اس علاقے پر حملہ کر کے لوٹ مچاتے تھے۔ لہٰذا مرہٹوں کی طاقت بڑھتی گئی۔ ۱۶۷۴ء میں رائے گڑھ کے مقام پر سیواجی کی تاجپوشی ہوئی اور ۱۶۸۰ء میں وفات پا گیا۔

سیواجی کا جانشین

سیواجی کے بعد اُس کا بیٹا سنبھاجی مرہٹوں کا سردار بنا بیجاپور اور گولکنڈہ کے ریاستوں کے الحاق کے بعد اورنگ زیب نے مرہٹوں کے خلاف

روضہ: اعلیٰ حضرت میر سمندر خان اُمیر بلوچستان قلات

فوجی کارروائی کی اور ۱۶۸۹ء میں سنبھاجی کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مرہٹوں کا نیا سردار راجہ رام تھا۔ وہ ۱۷۰۰ء میں فوت ہوا مگر اس کی بیوی تارا بائی نے مغلوں کے خلاف جنگ جاری رکھی۔ اورنگ زیب طویل جنگ کے باوجود مرہٹوں کی طاقت کو نہ کچل سکا۔ ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب فوت ہوگیا۔ لہٰذا مرہٹوں کے باقی حالات آئندہ صفحات میں مناسب مقام پر بیان ہوں گے۔

اُمیر سمندر خان احمدزئی بلوچ کی وفات

جب اُمیر احمد چہارم سن بلوغ کو پہنچا تو امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ بعمر ۴۲ سال ۱۰ دسمبر ۱۷۱۴ء کو اپنے چچازاد بھائی اُمیر بلوچستان امیر محراب خان اول کی وصیت کے مطابق مسند حکمرانی بلوچستان سے بحق اُمیر احمد چہارم فرزند اکبر اُمیر محراب خان اول تخت سے دستبردار ہوئے۔ اُمیر احمد چہارم کو تخت پر بٹھا کر اس کی دستار بندی کی رسم ادا کی۔ دستبرداری کے بعد امیر سمندر خان صرف دو سال زندہ رہے۔ اور اس دوران میں وہ اُمیر احمد چہارم کا بحیثیت مشیر کے حکومتی کاموں میں حصہ لیتے رہے۔ اور بعمر ۴۵ سال ۱۸ جنوری ۱۷۱۶ء کو بمقام قلات فوت ہوا انہیں حکمرانی کے اعزازت کے ساتھ قلات میں دفنایا گیا اس وقت ان کے مزار زیارت گاہ خلائق ہے ان کے عقیدت مندان کو بزرگ اور اولیا مانتے تھے یہ ان کی ہر دلعزیزی کا ایک نمایاں ثبوت ہے۔

احداثی سرنگ ذیلی کاریز چشمہ قلات

اُمیر سمندر خان احمدزئی بلوچ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں اپنے نام سے سرنگ کھدوانے کے کام کی

تکمیل کی۔

مکران میں فرقہ مہدوی کی صورت حال

امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان کے دور (سنہ ۱۶۹۹ء تا سنہ ۱۷۱۴ء) حکمرانی میں خطہ مکران کی امارت پر بلیدی بلوچ خاندان کے افراد حکومت کر رہے تھے شے احمد بلیدی حاکم تھا جو خاندان بلیدی کا پہلا حکمران تھا۔ شیر حکمران ہونے کے علاوہ مہدویہ فرقہ کا امام بھی تھا۔ اس دور میں بھی مہدوی فرقہ اپنے اصلی روپ میں تھا۔ لہٰذا اس لیے۔ اس دور میں بھی اس فرقے کی مخالفت نہیں ہو رہی تھی۔

چارٹ ۱:- امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان کے ہم عصر سلاطین مملکت ایران، ہندوستان و حکمران سندھ۔

نام حکمران سندھ	نام بادشاہ سلطنت ہندوستان	نام بادشاہ سلطنت ایران	نام امیر حکومت بلوچ برادری بلوچ
کلہوڑہ خاندان	مغل خاندان	صفوی خاندان	امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ
میاں یار محمد کلہوڑہ سنہ ۱۶۹۹ء تا سنہ ۱۷۱۹ء	محی الدین اورنگ زیب سنہ ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء بہادر شاہ اول سنہ ۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء	شاہ حسین سنہ ۱۶۹۴ء تا سنہ ۱۷۲۲ء	سنہ ۱۶۷۹ء تا سنہ ۱۷۱۴ء

چارٹ: امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ کے ہم عصر اُمرائے خطہ مکران
خطہ خاران، خطہ چاغی، خطہ لس بیلہ

نام امیر خطہ لس بیلہ	نام امیر خطہ چاغی	نام امیر خطہ خاران	نام امیر خطہ مکران	نام امیر حکومت بلوچستان
جام دینار گنگا سنہ ۱۶۹۷ء تا سنہ ۱۷۱۳ء	ملک جان بیگ سنجرانی سنہ ۱۶۹۳ء تا سنہ ۱۷۱۷ء	نوشیروانی بلوچ میر رحمت سنہ ۱۶۹۸ء تا سنہ ۱۷۱۶ء	بلیدی بلوچ شے احمد سنہ ۱۷۰۰ء تا سنہ ۱۷۱۳	امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ سنہ ۱۶۹۹ء تا سنہ ۱۷۱۳ء

باب سوئم

امیر احمد چہارم کی مسند نشینی

۱۷۱۴ء تا ۱۷۱۶ء

امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ نے اپنے دورِ ۱۶۹۷ء تا ۱۷۱۳ء حکمرانی میں۔ جب امیر احمد چہارم سن بلوغ کو پہنچا تو اپنے چچازاد بھائی امیر محراب خان اول اور امیر احمد چہارم کے والد کی وصیت کے مطابق ۱۰ دسمبر ۱۷۱۳ء کو اُن کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا اور امیر احمد کے تخت نشینی کے بعد امیر سمندر خان دو سال تک زندہ رہے اور اپنی بقایا زندگی میں امیر احمد چہارم کے بطور مشیر کام کرتے رہے۔ امیر سمندر خان خود لاولد تھے۔ وہ خود ۵۷ سال کی عمر میں ۱۸ جنوری ۱۷۱۵ء کو بمقام قلات اس جہان فانی سے رحلت کر گئے۔ بعض تاریخی روایت کہتے ہیں کہ امیر سمندر خان کی وفات کے بعد امیر احمد چہارم کو حکمران بلوچستان منتخب کیا گیا مگر یہ روایت غلط ہے۔ کیونکہ امیر احمد چہارم ۱۸ اپریل ۱۶۸۹ء کو بمقام قلات تولد ہوئے لہذا ۱۷۰۹ء کو انکی عمر بیس سال ہوگئی تھی لہذا امیر سمندر خان انہیں مسند امارت پر بٹھانا چاہتے تھے۔ مگر احمد تخت پر بیٹھنے

امیر احمد چہارم احمدزئی بلوچ ملقب بہ احمد پارسا

امیر بلوچستان

۱۷۱۴ء تا ۱۷۱۶ء

سے مسلسل انکار کرتے رہے۔ کیونکہ اس دور میں بین الاقوامی حالات بہت پُرآشوب تھے غالباً اُن حالات کا سامنا کرنا اور ان کا حل نکالنا احمد چہارم کے لیے بہت مشکل تھا۔ لہذا وہ حکمران بننے سے انکار کرتے رہے۔ آخر جب اُمیر محمد خان ضعیف ہو گئے۔ تو انہوں نے اُمیر احمد کو مجبور کیا وہ بہ عمر ۲۵ سال بہر قیمت مسندِ امارت بلوچستان پر بیٹھنا قبول کر لیا۔ اُمیر موصوف اُنکی تسلی کے لیے بطور اُن کے مشیر کے کام کرنے کا ذمہ اپنے سر پر اُٹھایا لہذا اُمیر محمد خان کے اصرار پر احمد چہارم نے بلوچستان کی حکومت کی بھاگ دوڑ ۱۰ دسمبر ۱۷۱۳ء کو سنبھالی۔

اُمیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ کا حاکم شالکوٹ ہونا

جب اُمیر احمد چہارم مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو دنیا میں ہر طرف سیاسی ہنگامے برپا تھے۔ یہ دور سورماؤں کا تھا۔ جس ملک کے حکمران میں سورماؤں کی خصوصیات موجود تھیں۔ انہیں اُس ملک کا کامیاب حکمران مانا جاتا تھا جب کہ اُمیر احمد چہارم احمدزئی بلوچ بڑا نیک خصلت نرم طبیعت خدا پرست قسم کا آدمی تھا۔ سورماؤں کی خصوصیات کا حامل نہ تھا خطرہ یہ تھا کہ کہیں کسی اور ملک کا سورما صفت حکمران۔ بلوچستان پر قبضہ نہ کرے اس جذبے کے تحت اُمیر عبداللہ خان اپنے بڑے بھائی اُمیر احمد چہارم کی حکمرانی کے حق میں نہ تھا۔ چنانچہ بلوچستان کے وزیر اخوند محمد صالح نے دونوں بھائیوں کے انتشار رہنے کو مصلحت کے خلاف سمجھا انہوں نے اُمیر احمد چہارم اُمیر بلوچستان کو مشورہ دیا کہ اُمیر عبداللہ خان کو شالکوٹ کا حاکم مقرر کر کے شالکوٹ بھیج دیا اُمیر بلوچستان نے اپنے وزیر اخوند محمد صالح کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ۲۹ جون ۱۷۱۴ء کو اُمیر عبداللہ خان کو حاکم شالکوٹ مقرر کر کے انہیں شالکوٹ بھیج دیا۔

Scanned with CamScanner

وزیر اخوند محمد صالح کا تدبر

وزیر اخوند محمد صالح امیر احمد کبیر کے دور (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) حکمرانی سے بلوچستان کی حکومت کے اس اہم عہدے پر فائز چلے آرہے تھے۔ اُن کے سامنے امیر میراب خان اول کے دونوں صاحبزادے امیر احمد اور امیر عبداللہ تربیت پا کر سن بلوغ کو پہنچے۔ اُن کو دونوں بھائیوں کی عادات واطوار نشست وبرخاست میں فرق نمایاں نظر آنے لگا۔ لہٰذا خیر خواہی کے جذبہ کے تحت انہوں نے امیر احمد چہارم امیر بلوچستان کو یہ مشورہ دیا کہ امیر عبداللہ خان کو شالکوٹ کا حاکم مقرر کر کے شالکوٹ بھیجا جائے تاکہ وہ اُس علاقے کی حاکمی کی ذمہ داریاں کے نمٹانے میں مصروف ہو جائے۔

امیر عبداللہ خان کے مشورے بلوچ زعما کے ساتھ

اگرچہ وزیر اخوند محمد صالح کے مشورے پر امیر بلوچستان امیر احمد چہارم نے امیر عبداللہ خان کو حاکم شالکوٹ بنا کر شالکوٹ بھیجا۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ امیر بلوچستان نے بڑی سیاسی غلطی کی کہ امیر عبداللہ خان کو شالکوٹ کا حاکم بنا کر اپنے سے دور رکھا۔ اور اسے اپنے خلاف سازش کرنے کا موقع عطا کیا مگر صورت حال یہ تھی کہ امیر عبداللہ کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ بلوچستان کا امیر ایک سورما صفت فرد خاندان احمدزئی کو ہونا چاہیے جو سچی بات کہنے سے نہ جھجکتا ہو ظالم کی سرزنش اور مظلوم کی حق رسی کرنے کے لیے فوری قدم اٹھانے کی جرأت رکھتا ہو کم فہم اور فراموش کار نہ ہو۔ لہٰذا اگر وہ قلات میں اپنے بھائی کے ساتھ ہوتا یا اُس سے دور ہوتا دونوں صورتوں میں وہ بلوچستان کی سیاسی حالت

و تبدیل کرنے پر تلا ہوا تھا کہ بلوچستان کی حکومت کا شیرازہ نہ بکھر جائے ور وہ تمام مقبوضات جو ان کے باپ دادوں نے اپنا خون بہا کر بزور شمشیر حاصل کئے ہیں ایک ایک کر کے ہاتھ سے نہ نکل جائیں اور بلوچوں کا یہ وطن تباہ و برباد ہونے سے بچ جائے۔ چنانچہ امیر عبداللہ خان شالکوٹ کی حاکمی کے منصب پر بیٹھتے ہی سراوان کے قبائلی عمائدین سے صلاح و مشوروں کا سلسلہ شروع کر دیا سب سے پہلے میر فیروز خان طائفہ جمال زئی رئیسانی نے ان کی حمایت کا اعلان کر دیا پھر بعد میں سراوان کے دیگر سردار بھی اُن کے ساتھ مل گئے چونکہ امیر عبداللہ خان کی باتیں کھری اور حقیقت پر مبنی تھیں لہٰذا ہر سردار ان کی باتیں سن کر ان سے متفق ہوتا تھا چند دنوں کے بعد میر عیسیٰ رستم زئی سردار طائفہ رستم زئی بھی اپنے قبیلے کے ساتھ امیر عبداللہ خان کے ساتھ مل گیا چنانچہ قبیلہ رئیسانی کا سردار میر عمر ولد ملا محمد اور اُن کا چھوٹا بھائی لشکری بھی امیر عبداللہ خان کے ہمنوا بن گئے آخر کار یہ طے پایا کہ کچھی سے واپسی پر شالکوٹ میں لشکر جمع کر کے موسم بہار میں مستونگ اور قلات پر دھاوا بول دیا جائے گا۔

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

اُمیر احمد چہارم کے دور حکمرانی (۱۶۹۵ء تا ۱۶۹۷ء) جو دو سال کے قلیل عرصے پر محیط ہے۔ مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام وشدل ہی تھا استاد وشدل اس عہدے پر اُمیر سمندر خان احمد زئی بلوچ کے دور میں فائز ہوا تھا۔ لہٰذا اُمیر احمد چہارم نے بھی انہیں اسی عہدے پر برقرار رکھا۔

اُمیر احمد چہارم کے دورِ حکمرانی میں بلوچستان کے دیگر خطوں کے اُمرا

اُمیر احمد چہارم کے دور حکمرانی میں مکران میں شے عبداللہ گیچکی بلوچ اُمیر تھا اور خط خاران میں میر رحمت نوشیروانی بلوچ کی سرداری کا دور دورہ تھا علاقہ چاغی میں ملک جان بیگ سنجرانی بلوچ اُمیر تھا لس بیلہ میں جام ابراہیم گنگا جام لس بیلہ تھا

ایران کی سیاسی صورت حال

جب بلوچستان کی مسند امارت پر اُمیر احمد چہارم متمکن ہوا۔ تو اُن کے دور حکمرانی
تا ۱۷۲۲ء میں سلطنت ایران پر صفوی خاندان حکمرانی کر رہا تھا۔ اور خاندان کا آخری
بادشاہ شاہ حسین صفوی بادشاہ تھا اور ان کے دور میں قندھار کے میر میر ویس
ہوتک غلزئی نے علم بغاوت بلند کیا تھا جس کی تفصیلات آئندہ بیان کی جائیں
گی۔ بہر حال میر ویس نے ۱۷۱۱ء میں ایرانی سلطنت کے ایک فوج جو پچیس ہزار
افراد پر مشتمل تھی۔ جس کا سپہ سالار ایک جارجین تھا اُسے شکست فاش دی پھر
ایران کی حکومت نے ایک اور فوج رستم خان کی زیر سرکردگی میر ویس ہوتک
غلزئی کی سرکوبی کے لیے روانہ کی میر ویس نے اس فوج کو بھی شکست دی جب
وہ اپنی موت تک جو ۱۷۱۵ء میں واقع ہوئی قندھار کا مسلم حکمران رہا

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

اُمیر احمد چہارم احمدزئی بلوچ جب مسند حکمرانی بلوچستان پر ۱۰ دسمبر ۱۶۹۵ء
کو بیٹھا۔ تو اس دور میں مغل خاندان کا شہزادہ فرخ سیر ہندوستان کا بادشاہ
جس کا تاریخی پس منظر اس طرح ہے۔ جب اُمیر سمندر خان احمدزئی بلوچ

امیر بلوچستان تھا۔ تو اُن کے دور (۱۶۹۶ء تا ۱۷۰۳ء) حکمرانی میں اورنگ زیب مغل سلطنت ہندوستان کے حکمران تھے۔ ۱۷۰۷ء میں اُن کا انتقال ہوا۔ اُنکے تینوں بیٹوں کے درمیان تخت نشینی کی جنگ شروع ہو گئی۔ اُن کے دو بیٹے شہزادہ اعظم اور کام بخش جنگ وراثت تخت نشینی میں ناکام رہے تیسرا بیٹا شہزادہ معظم کامیاب ہوا چنانچہ وہ بعمر ۶۳ برس بہادر شاہ اول کا لقب اختیار کر کے بادشاہ بنا۔ اس نے محض پانچ برس حکومت کی یعنی ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۷۱۲ء تک ۲۷ فروری ۱۷۱۲ء کو وفات پائی۔ ان کے دور حکمرانی میں مغلیہ دربار تیزی سے اُمرا کی گروہ بندیوں اور سازشوں کا مرکز بن گیا۔ سلطنت ہندوستان کے درباری اُمرا تین گروہ۔ ایرانی، تورانی اور ہندوستانی میں منقسم ہو گئے ہر ایک گروہ ملک کی کلیدی اسامیوں پر چھا جانے کے لیے تگ و دو میں مصروف ہوا۔ چنانچہ بہادر شاہ اول کے ۱۷۱۲ء میں وفات کے بعد جہاندار شاہ مغل بعمر ۵۱ سال تخت سلطنت ہندوستان پر بیٹھا۔ اس کا عہد حکومت صرف پانچ ماہ تھا۔ یہ حد سے زیادہ عیاش تھا یہاں تک کہ ہندوستان کا وزیر اعظم ذوالفقار خان بھی اسکی بے اعتدالیوں سے بے بس ہو چکا تھا۔

۲۰ اپریل ۱۷۱۲ء میں جہاندار شاہ کے مرحوم بھائی رفیع الشان کے بیٹے فرخ سیر نے بنگال سے سر اُٹھایا اور دہلی کے سید برادران کی مدد سے دہلی کا تخت حاصل کیا ۱۱ فروری ۱۷۱۳ء کو تخت دہلی پر جلوس کیا اور تخت پر بیٹھنے سے پہلے جہاندار شاہ کو قتل کر دیا جب یہ تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر تیس سال تھی یہ خود بالکل ناتجربہ کار کمزور دراے ' سخت نااہل تھا ہر شخص کی بات پر عمل کر کے اپنے سابقہ احکام منسوخ کرتا تھا۔ اس کے عہد میں تخت بد انتظامی رہی اور درباری سازشوں کو فروغ ہوا۔

امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ کا مستونگ پر حملہ

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کچھی سے واپسی پر جب میر فیروز خان میر عیسیٰ خان اور سردار میر عمر خان رئیسانی اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ امیر عبداللہ خان کے پاس شالکوٹ پہنچے اور امیر عبداللہ خان نے قبائلی لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جب امیر بلوچستان امیر احمد چہارم کو امیر عبداللہ خان کی جنگی تیاریوں کا پتہ چلا تو سراوان جھالاوان سے سات سو سواروں کا لشکر جمع کر کے مع آخوند محمد صالح اپنے وزیر کے امیر عبداللہ خان کی سرکوبی کو نکلا مستونگ کے علاقہ پڑنگ مستونگ کے مقام پر دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ امیر عبداللہ خان کے پاس اُس وقت اپنے آدمیوں کے علاوہ رئیسانیوں کے صرف پچاس سوار جمع ہو سکے تھے۔ امیر عبداللہ خان تلوار کا دھنی تھا مقابلے میں کوئی آدمی اُس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا جس طرف رُخ کرتا صفوں کو چیر کر نکل جاتا تھا میر داد محمد شاہی زئی مینگل ایک جنگ آزمودہ اور تجربہ کار جنگی سورما تھا۔ امیر محمد خان مرحوم کے ساتھ کئی لڑائیوں میں شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اس لڑائی میں وہ امیر بلوچستان امیر احمد چہارم کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ جب میر داد محمد شاہی زئی مینگل نے دیکھا کہ امیر عبداللہ خان کی خون آشام تلوار کے سامنے کسی شخص کو ٹھہرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور لشکر سراسیمہ ہو رہا ہے۔ امیر عبداللہ کو للکارا امیر عبداللہ خان اُس پر جھپٹا۔ میر داد محمد شاہی زئی مینگل نے پینترا بدلا۔ امیر عبداللہ خان کا وار خالی گیا۔ امیر عبداللہ خان اب تک سنبھلنے نہ پایا تھا کہ میر داد محمد نے اس پر پے در پے تین چار وار کئے امیر عبداللہ خان کے چہرے اور کندھوں پر زخم آئے اس کے باوجود امیر عبداللہ خان نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پلٹ کر ایک

بھرپور وار میر داد محمد کے سر پر کیا، تلوار اس کی کھوپڑی میں پیوست ہوگئی، وہ ابھی تک زمین پر نہیں گرا تھا کہ امیر عبداللہ خان نے چابک دستی سے ایک دو وار اور بھی کئے۔ میر داد محمد شاہی زئی مینگل کو گرا تھا امیر احمد خان چہارم امیر بلوچستان کا لشکر منتشر ہوا امیر عبداللہ خان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مستونگ پر قبضہ کیا یہ لڑائی ۲۴ ستمبر ۱۸۱۵ء کو بہ مقام بدرنگ مستونگ لڑی گئی۔

امیر بلوچستان کا امیر عبداللہ خان سے صلح کرنا

امیر بلوچستان امیر احمد خان چہارم نے قلات پہنچ کر وزیر اخوند صالح محمد اور چند سرداروں کو صلح کے لیے امیر عبداللہ خان کے پاس بھیجا امیر عبداللہ خان نے مستونگ کا تمام علاقہ لے کر صلح کر لی چنانچہ اخوند محمد صالح امیر عبداللہ کو لے کر امیر بلوچستان کے سلام کے لیے قلات لے گیا جہاں امیر عبداللہ خان نے رسمی طور پر امیر بلوچستان امیر احمد چہارم سے معذرت کی، اور چند مدت میری قلات کے نیچے وزیر اخوند محمد صالح کے ساتھ رہنے پر رضامند ہوگیا۔

امیر بلوچستان احمد چہارم کی معزولی

امیر عبداللہ خان کے ساتھ صلح کو زیادہ دن نہیں گزرنے پائے تھے کہ امیر احمد خان چہارم کی طبیعت ناساز ہوگئی معالج نے اُس دور کے ایک طریقہ علاج کے مطابق اُن کو دنبے کی کھال پہنائی۔ امیر عبداللہ کو جب اطلاع ہوئی تو وہ موقع کو غنیمت سمجھ کر مزاج پرسی کے بہانے میری میں داخل ہوا، انہیں معزول کر

دار محل جہاں امیر بلوچستان رہائش پذیر ہوتا تھا۔

کو گرفتار کر کے نظر بند کیا اور ۲۰ دسمبر ۱۶۹۶ء کو اپنے امیر بلوچستان ہونے کا اعلان کر دیا۔

امیر احمد خان چہارم کے انجام کے بارے میں مختلف آرا

بعض مورخین بشمول بلوچی زبان کے ملک الشعراء و مورخ میر گل خان نصیر مرحوم کی یہ رائے ہے کہ جب امیر عبداللہ خان کو امیر احمد خان چہارم کی بیماری کی اطلاع ملی۔ وہ اسی بہانے اُن کی مزاج پرسی کے لیے میری میں داخل ہوئے تو وہ کمال پہنچے ہوئے بستر پر پڑے تھے کہ امیر عبداللہ خان نے تلوار نکال کر ان کا کام تمام کر کے اپنے امیر بلوچستان ہونے کا اعلان کر دیا۔

مصنف جنگ نامہ تحفۃ النصیر کی رائے امیر احمد خان چہارم کے بارے میں

جنگ نامہ تحفۃ النصیر کے مصنف قاضی نور محمد گنجابوی کی کتاب سے ثابت ہوتا ہے۔ جب امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان نے ۲۰ دسمبر ۱۶۹۶ء کو اپنی حکمرانی کا اعلان کیا۔ تو انہوں نے اپنے بڑے بھائی امیر احمد خان چہارم کو معزول کر کے نظر بند رکھا اور امیر احمد خان امیر بلوچستان امیر نصیر خان اول کے دور (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء) حکمرانی میں ۱۷۶۳ء میں بعمر ۵۷ سال فوت ہوئے کیونکہ میر صاحب موصوف کی وفات کے وقت امیر بلوچستان امیر نصیر خان ہندوستان میں مسلم بچاؤ کے ساتویں مہم کے سلسلے میں پنجاب میں تھے اور مصنف کتاب جنگ نامہ مولانا قاضی نور محمد کلہوڑا گنجابوی بھی اُس کے ہمرکاب تھے۔ قاضی موصوف لکھتے ہیں کہ ایک قاصد قلات سے اطلاع وفات امیر احمد خان چہارم لاتا ہے جس کے بارے میں انہوں نے اپنی کتاب

جنگ نامہ میں بہ عنوان "در مرثیہ سلطان احمد شوی بندگان خان صاحب گوید" مرثیہ لکھتے ہیں۔ قاصد کے بارے میں قاضی موصوف یہ اشعار کہتے ہیں۔

دراں جانگہ قاصد تیز گام	اس جگہ تیز رفتار قاصد پہنچا
رسید و رسانید جاناں را پیغام	اور یہ پیغام امیر کو پہنچایا
کہ آں میر احمد امیر و فقیر	کہ میر احمد فقیر منش امیر
ز دنیا بہ عقبیٰ شد گوشہ گیر	اس دنیا سے آخرت کی دنیا کو کوچ کر گئے
برادر کلان بد ز خان کلان [1]	بڑے امیر کا بڑا بھائی تھا
عمو [2] بود از خان عادل زماں	موجودہ امیر عادل کا چچا تھا

یہ مرثیہ بہت طویل ہے اس کے ہم نے چند اشعار یہاں بیان کئے تاکہ یہ تاریخی حقیقت ثابت ہو جائے کہ امیر عبداللہ خان نے اپنے بڑے بھائی امیر احمد خان چہارم کو جب معزول کیا انہیں قتل نہیں کیا کیونکہ وہ ایک فقیر منش شخص تھے انہیں نظر بند رکھا لہذا امیر عبداللہ خان کی شہادت کے بعد میر صاحب امیر محبت خان و امیر التاز خان و امیر نصیر خان اول کے دور حکمرانی میں بقید حیات تھے اور امیر نصیر خان کے دور حکمرانی میں ۱۷۶۴ء میں بہ مقام قلات اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

امیر سندھ میاں یار محمد کلہوڑہ سے سالانہ رقم باجگزاری کا مطالبہ نہ کرنا

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ میاں یار محمد کلہوڑہ جب ۱۶۹۶ء میں

---

(۱) برادر کلان سے مراد، امیر احمد خان چہارم امیر بلوچستان

ز خان کلان سے مراد، امیر عبداللہ خان جنہوں نے بڑے بھائی کو معزول کیا۔

(۲) از خان عادل زماں سے مراد، امیر نصیر خان اول امیر بلوچستان

قلات میں امیر بلوچستان امیر سمندر خان احمد زئی بلوچ کے پاس پناہ گزین تھا تو اسی دوران انہوں نے امیر بلوچستان سے ایک دوستانہ معاہدہ کیا تھا جس کی ایک شق یہ تھی کہ جب میاں موصوف کو سندھ کی حکمرانی ملے گی تو وہ امیر بلوچستان کو سالانہ چالیس ہزار روپیہ دوستی کے بنیاد پر خراج ادا کرے گا۔ مگر جب امیر احمد خان چہارم امیر سمندر خان کی جگہ مسند امارت بلوچستان پر بیٹھا اگرچہ انکی حکمرانی کی میعاد بہت مختصر تھی یعنی دو سال لیکن اس کے باوجود انہوں نے خراج کا مطالبہ امیر سندھ میاں یار محمد کلہوڑو سے نہیں کیا اور نہ ہی امیر سندھ از خود یہ رقم امیر بلوچستان کو باقاعدگی سے بھیجتا رہا۔ اس نے بھی خاموشی اختیار کی لہٰذا جب امیر عبداللہ خان نے اپنے بھائی امیر احمد خان چہارم کو تخت سے معزول کر کے خود اس کی جگہ مسند نشین ہوا تو انہوں نے سندھ کے حکمران میاں یار محمد کلہوڑو سے سب سے پہلے ادائیگی خراج کا مطالبہ کیا۔

نوٹ ۱۔ میر احمد خان چہارم احمد زئی بلوچ کی حکومت بھی اسی قدر مختصر تھی جس کے دوران ان کو بیشتر قلات کے ذیلی کاریز میں اپنے نام سے سرنگ احداث کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

چارٹ:۔ امیر احمد چہارم احمدزئی بلوچ و ہم عصر سلاطین مملکت ایران و ہندوستان و حکمران سندھ۔

نام حکمران سندھ	نام بادشاہ و سلطنت ہندوستان	نام بادشاہ و سلطنت ایران	نام امیر حکومت بلوچ برادری بلوچستان
کلہوڑہ خاندان	مغل خاندان	صفوی خاندان	امیر احمد خان چہارم احمدزئی بلوچ ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۶ء
میاں یار محمد ۱۶۹۶ء تا ۱۷۱۹ء	جہاندار شاہ ۱۷۱۲ء فرخ سیر ۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۹ء	شاہ حسین ۱۶۹۴ء تا ۱۷۲۲ء	

چارٹ:۔ امیر احمد خان چہارم احمدزئی بلوچ و ہم عصر امرائے خطہ کران خطہ خاران، خطہ چاغی و خطہ لس بیلہ۔

نام امیر خطہ لس بیلہ	نام امیر خطہ چاغی	نام امیر خطہ خاران	نام امیر خطہ کران	نام امیر حکومت بلوچستان
جام ابراہیم گنگا ۱۷۱۳ء تا ۱۷۳۰ء	سنجرانی بلوچ	نوشیروانی بلوچ	بلیدی بلوچ	امیر احمد خان چہارم احمدزئی بلوچ ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۶ء
	ملک جان بیگ ۱۶۹۳ء تا ۱۷۱۷ء	میر رحمت نوشیروانی ۱۶۹۸ء تا ۱۷۱۶ء	شے عبداللہ ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۸ء	

صوبہ قندھار کے غلزئی افغان قبیلہ کی سیاسی بیداری

خطہ بلوچستان سے متصل شمال مشرقی علاقہ قندھار کہلاتا ہے اس علاقے میں افغان قوم کے قبائلی گروہ غلزئی کی اکثریت تھی تاریخی حوالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امیر سمندر خان احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان کے دور (۱۶۹۷ء تا ۱۷۱۴ء) حکمرانی میں اور امیر احمد خان چہارم امیر بلوچستان کے دور (۱۷۱۴ء تا ۱۷۱۶ء) حکمرانی میں صوبہ قندھار کے افغان قبائلی گروہ غلزئی میں ایک سیاسی بیداری پیدا ہو گئی تھی جبکہ قندھار کا موروثی کلانتر یا میئر اس وقت قبیلہ غلزئی کا امیر میرویس تھا اس نے ایران کی بالادستی سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے اپنی سیاسی تحریک آزادی کی جدوجہد شروع کر چکا تھا۔ چونکہ افغان غلزئیوں کی اس تحریک سے امیر بلوچستان وملت بلوچ متاثر ہوتی رہی ہے لہٰذا اس تحریک کی تفصیلات اس باب میں وضاحت کے ساتھ بیان کی جائیں گی

صوبہ قندھار کی جغرافیائی تاریخی پس منظر

ایران قدیم جو فارس و مادستان کہلاتا تھا ۸۵۳ ر سال قبل از مسیح خاندان پیش دادیاں کے زوال کے بعد سلطنت فارس و مادستان میں ہر طرف مادکرد قبائل پھیلے ہوئے تھے لہٰذا ان کے امیر کیقباد مادکرد نے ۸۵۴ ر سال قبل از مسیح مادکردوں کی حکومت کا اعلان کر دیا جو قدیم ایران کی تاریخ میں مادکرد خاندان یا مادی خاندان کے نام سے موسوم ہوا۔ اس دور میں ایک اور سلطنت بنام توران

عہ: میر شہر کا حاکم شہر

فارس و مادستان اور ہندوستان کے درمیان وجود رکھتی تھی اس خاندان کے آخری بادشاہ کا نام افراسیاب تھا اور سلطنت توران کا دارالخلافہ بلخ تھا چنانچہ افراسیاب کی سلطنت توران کوئی چھ سو سال سے چلی آرہی تھی اور اس کے خاندان۔ پیش دادیاں کے بادشاہوں کے ساتھ رشتہ داری بھی تھی۔ لہذا افراسیاب نے سلطنت فارس اور مادستان پر مادکردوں کے قبضہ کو ناجائز تصور کر کے امیر کیقباد مادکرد بادشاہ سلطنت فارس و مادستان کے خلاف اعلان جنگ کیا امیر کیقباد مادکرد اپنے دارالخلافہ اکباتان (موجودہ شہر ہمدان) سے اپنی کرد افواج کے ساتھ بلخ توران کے پائے تخت پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا اور قدیم سیستان کی حدود میں پہنچ کر اپنے جنگی پلان کو تیار کیا چونکہ سلطنت توران کے دارالخلافہ بلخ کے جنوب میں سلطنت توران کے تین خطے بنام زابلستان، توران (سطح مرتفع قلات) مکران تھے۔ دوران جنگ ان علاقوں کا کنٹرول بھی ضروری تھا تاکہ جنوب کی طرف سے وہ امیر کیقباد پر حملہ نہ کر سکیں لہذا امیر کیقباد نے زنگنہ کرد بلوچ کے امیر برسان کو زابلستان اور براخوئی کرد بلوچ کے امیر کیکان کو توران اور ارگانی کرد بلوچ کے امیر بیوسان کو مکران پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود شمال کی طرف بلخ پر ۸۵۳ سال قبل از مسیح حملہ آور ہوا۔ سلطنت توران پر کرد فوج نے ہر طرف سے ایک ساتھ حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں افراسیاب بادشاہ سلطنت توران کو شکست ہوئی وہ خود جنگ میں کام آیا اور اس کے سارے سلطنت پر کیقباد مادکرد کا قبضہ ہو گیا چنانچہ توران کی سلطنت کے ان جنوبی خطوں کو امیر کیقباد مادکرد نے ان کرد قبائل کے سپرد کیا جنہوں نے ان علاقوں کو فتح کیا زابلستان کو امیر برسان زنگنہ کرد بلوچ کے حوالے کر دیا اس دور میں صوبہ قندھار زابلستان کا ایک باقاعدہ حصہ تھا خطہ توران (سطح مرتفع قلات) کو امیر کیکان براخوئی کرد بلوچ کے سپرد کر دیا گیا۔ اسی طرح خطہ

مکران کو امیر لیوسان اور گانی بلوچ کے حوالے کیا گیا۔

لفظ بلوچ کی وضاحت

چونکہ کیقباد ماد کرد بادشاہ سلطنت فارس و مادستان کی نصف افواج فوجی نشان (مرغے کا قلغی) تھا۔ جسے قدیم فارسی اور کردی زبانوں میں (بلوچ) کہتے ہیں۔ لہٰذا وہ سارے کرد فوجی جن کے نشان (مرغے کا قلغی) تھا کرد بلوچ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ماد خاندان کے زوال کے بعد ۵۵۰ سال قبل مسیح ہخامنشی خاندان سلطنت فارس اور مادستان پر برسراقتدار آیا ان کی حکومت ۳۳۰ سال قبل از مسیح تک رہی۔ ان کے خاندان کے آخری بادشاہ دارا سوم کے دور تک صوبہ قندھار زابلستان کا حصہ رہا جب ۳۳۰ سال قبل از مسیح یونان کے مقدونیا کا بادشاہ سکندر نے سلطنت فارس و مادستان پر حملہ کرکے اس پر قابض ہوگیا تو یونانی دور میں اُن کے جغرافیہ دانوں نے خطہ مکران و توران کا نام گدروسیا رکھا زابلستان کے مغربی حصہ کو زابلستان کے دارالخلافہ زرنج کے نام کے مناسبت سے درنگیانا کا نام دیا اور زابلستان کے مشرقی حصہ صوبہ قندھار کو اراخوسیا کے نام سے موسوم کیا لہٰذا یہ صوبہ قندھار کی جغرافیائی تاریخی پس منظر

قندھار کا قضیہ مابین مغل خاندان و صفوی خاندان

تاریخ دان اصحاب کو معلوم ہے کہ قندھار کا صوبہ ہندوستان کے مغل خاندان اور ایران کے صفوی خاندان کے درمیان مسلسل وجہ نزاع بنا رہا بابر نے اسے فتح کیا ہمایوں نے اپنی چھینی ہوئی سلطنت واپس لینے کے لیے شاہ ایران سے کمک چاہی تو ایک یہ شرط بھی مان لی تھی کہ قندھار ایرانی حکومت کے حوالے

Scanned with CamScanner

کر دیا جائے گا۔ اکبر نے اپنے دور حکمرانی میں اسے واپس لیا لیکن جہانگیر کے زمانے میں یہ پھر مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا شاہ جہاں نے اپنے عہد میں صوبہ قندھار کو واپس لینے کے لیے تین مرتبہ زبردست مہمیں بھیجیں لیکن ناکام رہے۔

قندھار میں بے چینی

واقعات کی سرسری کیفیت یوں ہے کہ ۱۶۹۴ء میں شاہ حسین صفوی ایران کا بادشاہ تھا۔ وہ نیک طبع آدمی تھا خونریزی سے سخت نفرت تھی عہد حکومت کے پانچ سال تو بخیر و عافیت گزر گئے قندھار میں بے چینی کی آگ بھڑک اٹھی گرجستان کا ایک شہزادہ پہلے ایرانیوں کے خلاف مصروف پیکار رہا تھا پھر وہ گرفتار ہو گیا اور وہ عیسائیت چھوڑ کر مسلمان ہو گیا پھر صفوی دربار میں ایک معتمد علیہ رکن بن گیا گرگین خان کا لقب پایا بڑا بہادر اور باتدبیر سردار تھا شاہ حسین نے اسی کو قندھار کے انتظامات درست کرنے کے لیے بھیج دیا۔

گرگین خان کا تشدد قندھار کے لوگوں پر

گرگین خان قندھار پہنچتے ہی خوفناک تشدد کا دور شروع کر دیا جس کے متعلق خبر پایا کہ وہ بے چینی میں شریک تھا۔ اسے سخت سزا دیتا۔ بلا امتیاز قندھار کے باشندوں کے مال جان پر دست درازی شروع کر دی اہل قندھار کو جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو لوگوں نے ایک وفد خفیہ طور پر شاہی دربار ایران میں بھیج دیا گرگین کا جب جواب طلب ہوا اس نے بلا تکلف لکھ دیا کہ یہ سب باغی ہیں اور دار و گیر سے محفوظ رہنے کے لیے انہوں نے شکایتوں کا ڈھونگ رچایا ہے جو کچھ ان لوگوں نے بیان کیا ہے وہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔

میرویس پر عتاب

ارکان وفد کی شکایتوں کو کسی نے قابل توجہ نہ سمجھا اور وہ ناکام واپس ہوئے
گرگین نے ارکان وفد کو تعزیر و تعذیب کا تختۂ مشق بنایا وفد میرویس کے مشورے
اور کوشش سے تیار ہوا تھا۔ وہ چونکہ اپنی قوم غلزئی میں بہت معزز و ممتاز تھا
اس لیے گرگین اس پر براہ راست ہاتھ ڈال نہیں سکتا تھا۔ گرگین نے اسے اصفہان
بھیج دیا اور وزیر اعظم کو خط لکھ دیا کہ شرارت کا اصل بانی یہی شخص ہے اسے قید
میں ڈال دینا چاہیے تاکہ فتنے کی آگ بھڑکانے کے تمام امکانات ختم ہو جائیں
جن کا بانی میرویس ہے تب قندھار میں کامل امن قائم ہو جائے گا۔

میرویس صفوی دربار میں

میرویس بڑا دانا معاملہ فہم اور دوراندیش آدمی تھا وہ اصفہان گیا تو اپنے ساتھ
گراں بہا تحائف لے گیا۔ وزیر اعظم کے علاوہ دربار کے جن اصحاب کو امور سلطنت
میں عمل دخل حاصل تھا۔ ان سب کی خدمت میں تحائف پیش کیے وزیر اعظم اُسے
گرفتار کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن میرویس کی گفتگو سن کر اس درجہ متاثر ہوا کہ بعد میں
سلطنت کے کاموں میں اس سے مشورے لینے لگا وہ غیر رسمی طور پر صفوی دربار
کا ایک معزز رکن بن گیا۔

میرویس کا حج پر جانا

میرویس نے کچھ وقت اصفہان میں گزار کر شاہ حسین سے حج کرنے کی اجازت
مانگی لہٰذا شاہ نے اسے اجازت دے دی میرویس فریضہ حج ادا کرنے کے

بعد مدینہ منورہ بھی گیا لیکن اپنے اصل مقصد کو اس نے فراموش نہیں کیا اُس نے علمائے حرمین سے یہ فتویٰ حاصل کیا" کہ ایران کی شیعہ سلطنت سنی افغانوں پر ظلم کر رہی ہے۔ اس بنا پر ایران کے خلاف خروج شرعاً ضروری ہے۔

میرویس کا مراجعت قندھار

حجاز سے واپسی پر میرویس اصفہان پہنچا ایرانی دربار نے اُسے قندھار جانے کی اجازت دی وہ قندھار پہنچے" یہاں قوم کے اکابر سے مشورہ کر کے آئندہ کے لیے عمل کی ایک اسکیم بنالی اسی دوران گرگین نے میرویس کی تذلیل کے لیے ایک تدبیر سوچی اور ان کو کہلا بھیجا کہ اپنی بیٹی کا رشتہ میرے بیٹے کو دے دیں تو مشکور ہوں گا۔

میرویس کی تجویز

میرویس نے فوراً اکابر قوم کا جرگہ بلایا اور گرگین کے پیغام رشتہ کو اُن کے سامنے پیش کیا وہ سب جوش میں آگئے اور لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو گئے میرویس نے انہیں ٹھنڈا کیا اور کہا کہ جوش سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ حکمت اور تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ پھر خود ہی تدبیر بتائی کہ میں ایک کنیز کی لڑکی کو اپنی بیٹی بنا کر گرگین کے بیٹے سے شادی کر دیتا ہوں یوں وہ مطمئن ہو جائے گا پھر ہمیں جو کچھ کرنا ہے مناسب موقع پر کریں گے چنانچہ میرویس نے یہی کیا گرگین خوش تھا میرویس جیسے سردار کی بیٹی کو بہو بنا لیا۔ اور یوں اُس کا سر نیچا کر دیا۔

گرگین خان کا قتل

میرویس نے اپنے ہم قوموں کا دوسرا جرگہ منعقد کیا اس میں گرگین کے

قتل کی سکیم طے کر لی۔ ایک دن قندھار سے باہر باغ میں گرگین کو دعوت طعام دی باغ کے اندر جا بجا اپنے جانباز گھات میں بٹھا دیے۔ گرگین تھوڑے سے آدمیوں کو ساتھ لے کر آیا میرویس نے وہیں اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا خود گرگین کا لباس پہنا اپنے ساتھیوں کو گرگین کے سپاہیوں کا لباس پہنایا بے تکلف قلعے میں داخل ہوا صبح ہوتے ہی خزانہ، سلح خانہ اور دوسری چیزوں پر قبضہ کیا۔ ایرانی فوج کے جو آدمی اِدھر اُدھر موجود تھے۔ وہ مارے گئے یا جانیں بچا کر بھاگ نکلے ۲۰ اپریل ۱۷۰۹ء میں میرویس نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔

میرویس کا خط بنام شاہ حسین بادشاہ ایران

گرگین خان کا قصہ تمام کرنے کے بعد میرویس غلزئی افغان نے باقاعدہ سلطنت ایران کے بادشاہ شاہ حسین صفوی کو ایک خط بھیجا جس میں گرگین خان کے ظلم وجور اور اُس کے قتل کے واقعات کی تفصیلات واضح طور پر لکھ کر بھیج دیا اور انہوں نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ شاہ موصوف اگر قندھار کو اپنے ساتھ وابستہ رکھنے کی آرزو رکھتے ہیں تو صوبہ قندھار کے انتظامات میرے (یعنی میرویس) کے حوالے کریں اور اُن کو بالکل کلی اختیار دیا جائے کہ اُن ظلموں کا جو اُن کی قوم پر مدت سے روا رکھا گیا ہے۔ وہ اُن کی تلافی کرے

میرویس کا مغل شہنشاہ ہند کے نام عرض داشت

اس دور میں اورنگ زیب کا بیٹا شاہ عالم بہادر شاہ اول حکمران تھا میرویس کو معلوم تھا کہ ایرانی فوج اس پر حملہ آور ہو گی۔ اُس نے امداد کے لیے سلطنت ایران کے حریف حکومت سلطنت ہندوستان کے مغل بادشاہ

رابطہ قائم کر کے اُس کے پاس عرض داشت بھیجی کہ ہم آپ کے ہمسایہ ہیں اور آپ کے ہم مذہب بھی ہیں ہماری امداد کے لیے فوج بھیج دیں۔ شاہ عالم اول کے نام کا خطبہ بھی پڑھوایا اور استدعا کی کہ اُسے پنج ہزاری کا منصب دیا جائے اُس کے بیٹے اور بھائیوں کو بھی مناصب سے نوازا جائے۔

ایرانی فوج کا قندھار پر حملہ

ایران کے بادشاہ شاہ حسین صفوی نے گرگین خان کے بھتیجے خسرو خان جو جارجیا (گرجستان) کا گورنر تھا ایک جرار لشکر کے ساتھ قندھار پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ ایرانی فوج نے میرویس غلزئی کو شکست دی۔ وہ قلعہ بند ہو گیا افغان محصورین اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار ہو گئے کہ اگر اُن سب کی جان بخشی کی جائے مگر خسرو خان غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے پر اصرار کیا چنانچہ افغانوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا لڑائی جاری رہی میرویس نے ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کے نتیجے میں ایرانی جنرل خسرو خان مارا گیا ایرانی فوج کو شکست ہوئی۔

۱۷۱۱ء میں سلطنت ایران کی طرف سے دوسری فوج جنرل محمد رستم کی کمان کے تحت قندھار پر یلغار کی۔ ایرانی سلطنت کی یہ مہم بھی ناکام ہو گئی ایرانی فوج کو شکست ہوئی۔ ان فتوحات سے میرویس کے حوصلے بلند ہوئے وہ قندھار کا حاکم مطلق بنا اس کے بعد ایران کی طرف سے اور کوئی مہم میرویس کے خلاف روانہ نہیں کی گئی۔ انہی سیاسی حالات میں ۱۷۱۵ء کو میرویس فوت ہوا۔

میر عبداللہ غلزئی کا حاکم قندھار ہونا

۱۷۱۵ء تا ۱۷۱۷ء

میرویس کے دو بیٹے تھے محمود حسین محمود بڑا بیٹا تھا میرویس کی وفات کے وقت اس کی عمر اٹھارہ سال تھی چنانچہ میر عبداللہ غلزئی برادر میرویس قندھار کی حکومت پر قابض ہوگیا۔

میر عبداللہ کی حکومت ایران سے صلح جویانہ پالیسی

میر عبداللہ غلزئی جب حاکم قندھار بنا تو اس نے ایران کی سلطنت سے صلح جویانہ پالیسی پر عمل درآمد شروع کیا سلطنت ایران کو اپنی شرائط بھیجی کہ (۱) صوبہ قندھار پر رقم باجگزاری سب معاف کیا جائے (۲) خارجی فوجیں صوبہ قندھار میں نہ بھیجی جائیں (۳) میرویس غلزئی کے خاندان کو صوبہ قندھار کا موروثی گورنر تسلیم کیا جائے۔ میر عبداللہ کے اس رویے سے سارے افغان ناراض ہوگئے محمود نے اپنے چالیس ساتھیوں کے ساتھ موقع پاکر میر عبداللہ کو قتل کر دیا۔ اور غلزئی افغانوں نے محمود کو قندھار کا حاکم منتخب کیا۔

ہرات کے اسداللہ ابدالی افغان کی بغاوت

قندھار کے کلانتر میرویس غلزئی افغان کی کامیابیوں سے متاثر ہوکر ہرات کے ابدالی افغانوں نے بھی بغاوت کردی ۱۷۱۹ء کو سلطنت ایران نے تیس ہزار کی فوج جنرل صفی قلی خان کی کمان کے تحت اسداللہ ابدالی کی سرکوبی کیلئے ہرات روانہ کیا۔ راستے میں ایرانی فوج نے ازبکوں کے ایک لشکر کو جو ہرات

نفری پر مشتمل تھی شکست دی آگے اُن کا مڈ بھیڑ اسد اللہ ابدالی کی افواج سے ہوئی اسی دوران غلطی سے ایرانی فوج کے توپخانہ نے اپنے ہی رسالہ پر گولے برسائے جس کی وجہ سے ایرانی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ افغانوں نے اس صورت حال سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے۔ ایرانی فوج پر بھرپور حملہ کیا جس کی وجہ سے ایرانی فوج کا ½ حصہ توپخانہ اور جنرل سب تباہ ہوگئے لہٰذا ابدالی افغانوں کو ایرانی توپچیوں کی غلطی سے کامیابی حاصل ہوئی اس طرح ایرانی سلطنت کی اس مشرقی سرحد پر ایک اور آزاد علاقہ قائم ہوا۔

محمود غلزئی کی پہلی مہم ۱۷۲۰ء میں

محمود جب قندھار کا حاکم بنا تو اس نے پہلی بار سنہ ۱۷۱۹ء میں صوبہ کرمان پر حملہ آور ہوا ایرانی سپہ سالار لطف علی خان نے اُسے شکست دی اُس کا تعاقب کر کے قندھار پر بھاگنے کے لیے مجبور کر دیا۔

محمود غلزئی کی دوسری مہم

جنرل لطف علی خان کے زوال کے بعد محمود غلزئی دوبارہ کرمان پر قابض ہوگیا مگر کرمان کے قلعے کے محصورین نے آخری دم تک اُس کا مقابلہ کیا محمود کو جب پانچ ہزار پاؤنڈ محصورین کی طرف سے ملا تو اس نے محاصرہ اٹھالیا۔

محمود غلزئی کا قبضہ اصفہان پہ

لہٰذا کرمان کے قلعے سے محاصرہ اٹھانے کے بعد وہ یزد کے راستے ایرانی سلطنت کے دارالخلافہ اصفہان کی طرف بڑھا دوران مہم حکومت

Scanned with CamScanner

ایران کی طرف سے اُسے تیس ہزار پاؤنڈ اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا گیا کہ وہ واپس قندھار مراجعت کرے ایرانی حکومت کی اس کمزوری سے محمود کے حوصلے بلند ہوئے بہرحال گلمن آباد جو اصفہان سے گیارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے محمود نے ڈیرہ ڈالا اصفہان میں بحیثیت فاتح داخل ہوا اور شاہ حسین صفوی جو اصلی بادشاہ تھے محمود کو بادشاہ تسلیم کیا۔

قزوین میں افغانوں کی شکست

۱۷۲۳ء میں قزوین کے نڈر اور باہمت لوگوں نے افغانوں کے خلاف بغاوت کر کے اُن کو شہر سے نکال دیا۔ دو ہزار افغان مارے گئے اُن کے سامان پر قزوینی قبضہ کر گئے اشرف ولد عبداللہ غلزئی تین سو سواروں کے ساتھ بطرف قندھار چلا گیا باقی بچے کھچے شکست خوردہ افغان اصفہان میں محمود کے پاس چلے گئے۔

محمود کا اصفہان میں قتل عام ۱۷۲۳ء میں

قزوین میں افغانوں کی شکست نے محمود غلزئی کو برافروختہ کیا وہ ہر قیمت پر اصفہان کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا قبضہ کو دوام دینے کے لیے اُس نے لوگوں میں خوف وہراس پیدا کرنے کی کوشش کی ایک دن وزراء اُمراء اکابرین اصفہان کو دعوت پر بلا کر دوران دعوت سب کو قتل کر کے اُن کی لاشوں کو اصفہان کے چوراہے پر پھینک دیا پھر اس نے اپنے تین ہزار ایرانی پاسداروں کا قتل عام کیا آخر میں صفوی خاندان کے ۳۹ شہزادوں کو قتل کیا۔

اشرف غلزئی کی تخت نشینی ۱۷۲۵ء میں

محمود نے یزد پر حملہ کیا مگر اس کا حملہ ناکام رہا۔ غلزئی اُمرا نے اُسے مجبور کیا کہ وہ اشرف اپنے چچازاد بھائی کو بلا کر جانشین نامزد کرے جب اشرف قندھار سے آیا اور ولی عہد نامزد ہوا تو افغانوں نے اُسے تخت پر بٹھا کر محمود کو قتل کر دیا۔ اشرف طبیعت و عادت و اطوار کے لحاظ سے اپنے چچا میر ویس جیسا تھا۔

طہماسپ صفوی اور نادر قلی کے اقدامات ۱۷۲۶ء میں

اس دور میں طہماسپ مازندران کے پائے تخت فرح آباد میں تھا بعد میں نادر قلی افشار بھی آکر اُس کے ساتھ مل گیا اور طہماسپ نے نادر قلی کو ایرانی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا۔

نادر قلی کا خراسان فتح کرنا

چنانچہ نادر قلی نے سپہ سالار کے عہدے پر آنے کے بعد سب سے پہلے صوبہ خراسان کو فتح کیا تو طہماسپ صفوی نے اسے طہماسپ قلی خان کے خطاب سے نوازا۔

افغانوں کی شکست بہ مقام مہمان دوست ۱۷۲۹ء میں

۱۷۲۹ء میں نادر قلی افشار کی افواج کا اشرف غلزئی کی افواج سے آمنا سامنا بہ مقام مہمان دوست ہوا۔ نادر قلی نے اشرف کو شکست دی وہ فوراً اصفہان

کا رخ کیا اور اصفہان کے قلعہ میں افغان خاندانوں اور ان کے مال و اسباب کو رکھ دیا اور خود اصفہان کے شمال میں بہ مقام مورچہ خور۔ مورچہ بند ہوا اس جنگ میں بھی اشرف غلزئی کو شکست ہوئی فرار کے وقت اشرف نے شاہ حسین صفوی کو قتل کر دیا۔

افغانوں کی آخری پسپائی ۱۷۳۰ء میں

اصفہان کی شکست کے بعد افغان شیراز کے شمال میں زرغان کے مقام پر اکٹھا ہوئے۔ نادر قلی نے یہاں پر اکر اُن پر حملہ آور ہوا اور افغانوں کو شکست دی نادر قلی افشار نے افغانوں سے اُن کے لیڈر اشرف غلزئی کی حوالگی کا مطالبہ کی مگر اشرف اچانک دو سو سواروں کے ساتھ بھاگ نکلا۔

اشرف غلزئی کا موت ۱۷۳۰ء

اشرف غلزئی سیستان کے راستے قندھار پہنچنا چاہتا تھا۔ موجودہ ایرانی بلوچستان کی حدود میں اُس کا اور امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ اُمیر بلوچستان کا آمنا سامنا ہوا۔ انہوں نے اشرف کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور اس کے سر کو شاہ طہماسپ صفوی کے پاس بھیج دیا اور اس طرح افغانوں کے چند روزہ عظمت کا ایران میں نادر شاہ افشار کے ہاتھوں خاتمہ ہوا ایران کے عوام کو اُن کے ظلم و تشدد سے نجات مل گئی۔

افغانوں کے علاقے کا مختصر خاکہ

صوبہ قندھار کے افغان قوم کے قبیلہ غلزئی یا غلجی کی سیاسی بیداری کی حالات

بیان کرنے کے بعد افغانوں کی جائے سکونت کا مختصر خاکہ بیان کرنا قارئین گرامی کی معلومات کے لیے ضرور باعث دلچسپی ہوگی۔ اس خطہ نے اٹھارویں صدی کے وسط میں مملکت افغانستان کے نام سے موسوم ہوکر وجود میں آیا۔ اس کے باشندے مختلف گروہوں پر مشتمل ہیں۔ باشندوں کے ایک گروہ کو پٹھان یا پشتون کہتے ہیں۔ جو پشتو زبان بولتے ہیں۔ افغانستان کے باشندوں کے لیے لفظ افغان بھی استعمال ہوتا ہے۔ افغان کے دو بڑے قبائل گروہ ابدالی اور غلزئی کہلاتے ہیں۔ یہ قبائل مشرقی اور جنوبی افغانستان میں سکونت رکھتے ہیں افغانستان کے شمالی خطہ کی اکثریت آبادی ازبک ہے اور ملک کے وسط میں منگول ہزارہ قبائل تیمانی اور چہار ایمک رہتے ہیں صوبہ ہرات کے باشندے تاجک ہیں جو نسلاً آریہ ہیں لہٰذا افغانستان کی آبادی دو برابر گروہوں افغان اور غیر افغان پر مشتمل ہے افغان نسل کے بارے میں ایک نظریہ یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا ایک قبیلہ ہے جو دو ہزار سال پہلے فلسطین سے نکل کر ایشیا کے مشرقی ممالک میں پراگندہ ہوئے افغان ازبک، تاجک مذہباً سنی ہیں ہزارہ ایرانی عنصر کے قبائل شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں پشتو زبان ایک بولی ہے افغانستان کی سرکاری اور ادبی زبان فارسی ہے۔

سندھ کی سیاسی صورت حال

اس دور میں جب کہ قندھار کا قبضہ جاری تھا میرویس غلزئی نے ہندوستان کے مغل بادشاہ شاہ عالم بہادر شاہ اول سے امداد کی اپیل کی تھی اگرچہ ہندوستان کے مغل بادشاہ نے میرویس کو ہر طرح کی امداد دینے کی تسلی دی تھی مگر عملاً اُسے اُس نے کوئی خاص امداد نہ دی جہاں تک غلزئی کا سرداری کا تعلق تھا وہ سب مغل بادشاہ نے پورے کر دیئے میرویس کو پنج ہزاری کا منصب عطا کیا اُسے

خلعت دی اُن کے قلعہ داری کا سند بھی جاری کر دیا میاں یار محمد خان کلہوڑہ حکمران سندھ کے نام احکام جاری کئے گئے کہ میرویس جس کام کے لیے بھیجے گئے ہیں اسے سرکاری طور پر سرانجام دیا جائے اور مغل بادشاہ نے میاں موصوف کے ذمہ ایران کے حالات شاہی دربار دہلی بھجوانے کا کام بھی سپرد کر دیا دوسری طرف ایرانی سوداگروں کے ذریعے شاہ حسین صفوی بادشاہ ایران کے پاس پیغام ارسال کیا کہ افغانوں کو اپنے ملک کا پاس نہ رکھنے سے مجھے قلق ہوا ان کے پیدا کردہ فتنہ و فساد کو جلد از جلد ختم کیجیے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے میاں یار محمد کلہوڑہ حکمران سندھ دہلی کے مغل دربار کو باقاعدہ ایران کی سیاسی حالات کے بارے میں اطلاعات بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہم یہاں صرف ایک سیاسی حالات کی رپورٹ کا حال تحریر کرتے ہیں جو بہت دلچسپ ہے جس میں میاں موصوف نے قلات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ اس دور میں قلات کا علاقہ بالکل پرامن تھا اور صرف قندھار میں افغانوں نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔

میاں یار محمد خان کلہوڑہ کی رپورٹ کا متن

"معلوم ہوا ہے ایران کا سپہ سالار محمد زمان خان ساتھ ہزار سوار لے کر مشہد سے نکلا ہے۔ چالیس ہزار جنگجو خراسان کی حدود میں جمع کرے گا میر عبدی نام کا ایک شخص کو تحفے اور قیمتی چیزیں دے کر براہوئی بلوچوں کے پاس قلات بھیج دیا گیا ہے کہ وہ مہم قندھار میں مدد کے لیے تیار ہو جائیں۔"

میاں یار محمد کی سرحدی دوروں کے انتظامات

چونکہ قندھار کشمکش کا مرکز بن گیا۔ میاں یار محمد کی رائے میں کئی اور وجوہات

کے دروں کے لیے سخت خطرہ پیدا ہو گیا ان کی تشویش کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ براہوئی بلوچوں پر اعتماد کی کوئی صورت نہ تھی۔ اگر قندھار میں لڑائی ہوتی ہے اور افغان قلعہ بند ہوتے ہیں تو اندیشہ تھا کہ ایرانی لشکر اور برہوائی بلوچ لشکر تمام اطراف میں لوٹ مار شروع کر دیں گے لہٰذا ایسے حالات سے نجات حاصل کرنے کے لیے میاں موصوف نے دروں کی حفاظت اور حدود کی نگرانی کا انتظام نہایت اعلیٰ پیمانے پر کیا۔

میاں یار محمد کلہوڑہ کی تسخیر قندھار کی تجویز

میاں یار محمد کلہوڑہ حکمران سندھ شاہ عالم بہادر شاہ اول مغل بادشاہ ہند کو تسخیر قندھار کے بارے میں ایک مکتوب کے ذریعہ اپنی تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قندھار کے ساتھ قلات کو بھی فتح کیا جائے افواج قاہرہ قندھار کے اطراف میں جمع ہوں تو ان مقامات کو خوب مضبوط کر لیا جائے۔ کسی جلد بازی سے کام نہ لینا چاہیئے سب سے پہلے دو تین ہزار آدمیوں کو کسی بالغ نظر سردار کی سرکردگی میں (پشنگ[۱]) بھیجا جائے وہ ترین افغانوں کو ساتھ ملائے اور قلعہ پر قابض ہو جائے پھر میں خود بیس ہزار سوار، پیادے کو بھیج دوں گا۔ میں ابھی سے یہ کہہ دیتا ہوں کہ اس مہم میں میری فوج میمنہ پر رہے گی پھر شاہی فوج کے اتفاق سے بلوچوں پر ہلہ بول دیا جائے گا یوں قندھار اور قلات دونوں قبضے میں آ جائیں گے چونکہ سلطنت مغلیہ ہند کی پالیسی قندھار کے قبضہ کے بارے میں منافقانہ تھی اس لیے میاں یار محمد کلہوڑہ حکمران سندھ کی

۱؎ پشنگ، علاقہ موجودہ پشین

تجویز پر عمل درآمد نہ ہو سکا اور میاں موصوف کو مغل بادشاہ کی اندرونی رازسے علم نہ تھا ورنہ وہ یہ تجویز کبھی بھی پیش نہ کرتا مغل بادشاہ ہند ایران سے دوستانہ تعلق پیدا کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ وہ اُن تمام تکدرات کو مٹا دینا چاہتا تھا جو اُس کے والد اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں دونوں حکومتوں کے درمیان رونما ہو چکے تھے۔

امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ ملقب بہ عقاب کوہی
امیر بلوچستان
سنہ ۱۷۱۶ء تا سنہ ۱۷۳۱ء

باب چہارم

اُمیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ کی مسند نشینی

۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۱ء

۲۰ دسمبر ۱۷۱۶ء میں امیر احمد خان چہارم کی معزولی کے بعد امیر عبداللہ خان مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھے۔ امیر عبداللہ احمدزئی بلوچ ۸ اگست ۱۶۹۰ء میں بمقام قلات تولد ہوئے اور ۲۶ سال کی عمر میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھے۔

چونکہ بلوچ ملت کے اُمرا کی اکثریت امیر احمد خان چہارم احمدزئی بلوچ کی حکمرانی کے حق میں نہیں تھی۔ جب ۱۷۱۶ء میں امیر احمد خان بمقام قلات علیل ہوئے تو امیر عبداللہ اُن کی مزاج پرسی کے لیے قلات کی میری میں گئے۔ وزیر آخوند محمد صالح کی موجودگی میں اُن کی مزاج پرسی کی اُس کے بعد بلوچستان میں اُن کی سیاسی طور پر غیر مقبولیت کے بارے میں ان سے بات چیت کی چنانچہ امیر احمد خان چہارم نے اپنے بھائی اُمیر عبداللہ خان کے حق میں تخت سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا لہٰذا اس سیاسی صورت حال کے پیش نظر وزیر آخوند محمد صالح اور دیگر تمام بلوچ سرداروں نے جو اس وقت قلات میں موجود تھے۔ امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ کو اُمیر بلوچستان تسلیم کر کے۔ دوسرے دن میری

قلات میں انکی باقاعدہ دستار بندی ادا کی اور بلوچستان پر اُن کی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

امیر عبداللہ خان مسندِ حکمرانی بلوچستان پر بیٹھتے ہی مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کی طرف متوجہ ہوا۔ اُستاد وشدل بوڑھا ہو چکا تھا انہوں نے اُس کے بڑے بیٹے کوہ پروش کو اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام مقرر کیا اور اسلحہ ساز کارخانے میں تین جدا اسلحہ سازی کے محکمے قائم کیے (۱) تلوار سازی (۲) بندوق سازی (۳) توپ سازی۔ اُستاد کوہ پروش تو نگران اعلیٰ تھا اس کے دوسرے بھائی زنگی مزار کو تلوار سازی کا انچارج بنایا گیا اُس کے چھوٹے بھائی لوک آپ کو بندوق سازی کا محکمہ سپرد کر دیا گیا اس کے بھتیجے نذیں سُر مست کو توپ سازی کا محکمہ حوالے کیا گیا۔

امیر عبداللہ خان کے دورِ حکمرانی میں بلوچستان کے دیگر خطوں کے اُمراء

جب امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ ۲۰ دسمبر ۱۷۱۶ء میں بلوچستان کی مسندِ حکمرانی پر بیٹھے تو اُن کے دور میں بلوچستان کے دیگر خطے جو بلوچستان کی بلوچ برادری کی حکومت میں شامل تھے۔ ان کے نام اس طرح ہیں مکران میں شئے قاسم ثانی امیر تھا، خاران میں میر بہدل خان نوشیروانی تھا، چاغی کا امیر ملک ابراہیم خان سنجرانی تھا لس بیلہ میں جام بہار خان بلفت تھا۔

لس بیلہ میں بلفت بلوچوں کا برسرِ اقتدار آنا

امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ جب مسندِ امارت بلوچستان پر بیٹھا تو ایک سال بعد ۱۷۱۴ء میں امیر لس بیلہ جام ابراہیم گنگا کا اپنے قبیلہ گنگا کے معتبرین کے درمیان مالِ غنیمت کی تقسیم پر جھگڑا ہوا گنگو قبیلے کے معتبرین نے امیر لس بیلہ جام ابراہیم کو قتل کر دیا سردار پہاڑ خان بلفت بلوچ اس کا ماموں تھا اُس نے اپنے بھانجے ابراہیم کے قتل کا قصاص لینے کے لیے گنگو قبیلہ کے معتبرین پر لشکر کشی کی۔ اُنہیں شکست دے کر خود مسندِ امارت لس بیلہ پر ۲۴ نومبر ۱۷۱۴ء میں بیٹھا اور اس طرح قبیلہ بلفت کی امارت کا سلسلہ لس بیلہ میں شروع ہوا۔

امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ کی شخصیت

امیر عبداللہ خان۔ ایک قوی البدن خوبصورت اور بہادر نوجوان تھا روایت ہے کہ شکل و شباہت اور خو و خصلت میں امیر احمد خان کبیر سے مشابہت رکھتا تھا۔ قول کا پکا تلوار کا دھنی ہر خطرہ اور ہر مصیبت کا جوانمردی اور استقلال سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے والا نڈر بلوچ تھا بڑے بڑے معرکوں میں ثابت قدم رہ کر آخری دم تک لڑ سکتا تھا پیٹھ پھیرنے کو معلوم نہیں کیا سمجھتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اپنی تمام زندگی میں امیر عبداللہ خان کو ایک دفعہ بھی شکست سے دوچار ہونا نہیں پڑا یہاں تک کہ کلھوڑوں کے ساتھ دوسری لڑائی میں بھی جس میں وہ مارا گیا اُس کے لشکر کو فتح حاصل ہوئی۔ امیر عبداللہ خان نے بلوچستان پر تقریباً پندرہ سال حکومت کی کہتے ہیں کہ اس دوران میں

اُس نے مجموعی طور پر تین سال سے زیادہ عرصہ دارالخلافہ قلات میں قیام نہیں کیا گرد و نواح کے علاقوں میں بلوچ ملت کی کمک اور حفاظت کی خاطر چھاپہ اور شبخون مارنا اُس کا دلچسپ شغل تھا اُس نے بلوچستان کی حکومت کو استوار بنیادوں پر قائم رکھنے کی خاطر پانچ ہزار گھڑسواروں کا ایک دستہ خاص چھاپہ کی لڑائیاں لڑنے کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ ان سواروں کو لے کر امیر عبداللہ خان جس طرف بڑھتا کامیابی اُن کے قدم چومتی تھی۔ ڈیرہ جات، بوری، ژوب چمن تا قندھار، شوراوک، رودبار ہلمند، بندر عباس اس کے شاہسواروں کی زد سے بچ نہ سکے۔ امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ بلوچستان کے خطہ اور بلوچ قوم کا ایک شجاع اور اولوالعزم حکمران تھا وہ عام طور پر پہاڑی عقاب کے نام سے مشہور تھا۔ جسے بلوچی زبان میں (دقاب کوہی) کہتے ہیں۔ بلوچ شاعروں نے اپنے اشعار میں اُس کو (قہار خان) کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسی نام سے اُس کے اشعار اور افسانے بیان کیے جاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت کے لوگوں پر اس کا کس قدر رعب چھایا ہوا تھا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ارد گرد کے علاقوں میں مائیں اپنے بچوں کو عبداللہ خان کے نام سے ڈرا کر چپ کراتی تھیں۔ اَمیر عبداللہ خان ایک فاتح شخص تھا۔ محمود غزنوی کی طرح علاقوں پر علاقے فتح کرتا مال غنیمت حاصل کر کے واپس قلات چلا آتا۔

اَمیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ بلند پایہ بلوچی زبان کے شاعر

ان تمام سپاہیانہ صفات کے علاوہ اَمیر عبداللہ خان بلوچی زبان کا ایک بلند پایہ شاعر بھی تھا حکمران اور بادشاہ شاعری وصف سے بہت کم موصوف ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے اسے اس وصف سے نوازا تھا۔ اَمیر بلوچستان

امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ۔ بلوچوں کے وطن کے بارے میں اپنے اشعار میں اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں۔

کوہنگ اے کوہیں قلات	کوہنگ کی یہ بلند و بالا پہاڑیاں
کے پت و میراث ذ انت	کسی کو باپ کے ورثے میں نہیں ملی ہیں
ما پہ سگاران گپتگن	انہیں ہم نے اپنی تلوار کے زور سے حاصل کیا ہے؟

یہ ایک عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ امیر عبداللہ خان بلوچی زبان کے ایک بہت بلند پایہ شاعر تھے لیکن ان کے بلوچی زبان کے کلام کا کوئی دیوان موجود نہیں ہے اس کی غالباً یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ شاعر ہونے کے علاوہ حکمران بھی تھے اور اپنے دربار کے کسی بلوچ گویے کو اپنے اشعار کو سینہ بہ سینہ یاد رکھنے کی ذمہ داری سپرد کر دی ہوگی اتفاق سے وہ گویا جوانی میں اچانک فوت ہوا ہوگا اور ان کے اشعار کو اپنے پسماندگان کو منتقل نہ کر سکا ہوگا۔ بہر حال امیر موصوف کا ایک بلوچی شعر اب تک گویوں کی زبان پر ہے جسے ہم یہاں بیان کریں گے۔ امیر عبداللہ خان کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر میدان جنگ، شکار اور قدرتی مناظر کا ایک خاص اثر ہوتا تھا پھر ان تاثرات کو وہ اپنی بلوچی اشعار میں نہایت خوبصورت الفاظ میں پیش کرتے تھے۔

اُن کا یہ ایک شعر جسے ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔ چالیس مصرعوں پر مشتمل ہے بلوچی شعر کے ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔

۱ زی شکاران پہ مکیں گور بندے رفتگان

۱ کل میں (ربو بیٹیوں سے) معطر وادی میں شکار کے لیے گیا۔

۲ سک ملکس گورو گنبٹی شدریں پاچنان۔

۲ تاکہ گھچے دار بال والے فربہ پہاڑی بکرے کا شکار کر سکوں۔

٣۔ برزانات کوہ۔ و میرزیں گُرّان بیگّان۔

٣۔ میں اونچی چوٹیوں۔ اور سرسبز گھاٹیوں میں رہا ہوں۔

٤۔ کاوُّ پسند دوستیں دیدگان ساسائی گُرّان۔

٤۔ عشوہ گر محبوب کے تصور سے آنکھوں کو تسکین دی۔

٥۔ نود مردچی اُچ قندھار باگیں رُنگّ اَنت۔

٥۔ سحابیہ سرسبز قندھار سے آج اُمنڈ آئے ہیں۔

٦۔ دِلی ءُ سرگوات وکابلی کو شان زر گّنت۔

٦۔ جو دِلی کی ہواؤں اور کابل کی بادِ سحر سے لبریز ہیں۔

٧۔ فوج و بنگا ہش پہ گلیبار ءَ پرشنگ اَنت۔

٧۔ ان بادلوں کے ٹڈی دل نے بلیبار کے علاقہ پر یلغار کی ہے۔

٨۔ ڈھاڈر و سیوی ءَ دی لیسنی ءَ گو شگّنت۔

٨۔ ڈھاڈر و سیوی و بینی سے گزر کر۔

٩۔ ڈھاڈر و سیوی۔ ننگریں وش کوشیں پہ دم

٩۔ ڈھاڈر و سیوی اور پُر فضا پہ دم تک پھیل گئے ہیں۔

١٠۔ دایم ءَ گوّن لہران سُنٹ گوّن لہران داگّنت۔

١٠۔ یہ پُر جوش گھٹائیں لمحہ بہ لمحہ کثیف ہوتی جا رہی ہیں۔

١١۔ آپش چہ باگیں مشمشءَ ہور ءَ وار گّنت

١١۔ انہوں نے شاداب مشمش کے کھاڑیوں سے بھیگے حاصل کئے ہیں۔

١٢۔ سُنج و سیہائی مرغ دل آرامی زیر گّنت۔

١٢۔ آبی اور صحرائی پرندوں نے ان کے برسنے سے جی بھر کر پیاس بجھائی؟

۱۳ وڏي گوڙ ڪان سے پڑی جو ہانی جنگ۔
۱۳ کل رات بجلی تین دفعہ تندی سے کوندی
۱۴ گل آل ۽ گوڙن ورابليں شيزان رزنگ۔
۱۴ میرے محبوب کی جھونپڑی کو موسلا دھار بارش نے لپیٹ میں لیا۔
۱۵ شاره ڪراڻي گوڙن عظيم گوا پاتر ڪنگ۔
۱۵ محبوبہ کی نفیس کراڻی چادر کو پانی میں بھگویا۔
۱۶ تاپ ڪنين ترنہاں سن گل ۽ ديا توھتہ۔
۱۶ اُس گل اندام کے رُخساروں پر بوندوں کی بوچھاڑ کی۔
۱۷ آج منا دوستيں مردے آزارش کُرتہ۔
۱۷ مجھ سے میرے ایک عزیز دوست کو ناراض کیا۔
۱۸ وڏي لڳامان کر ھفت پڑی والار رنگنت
۱۸ کل رات بادل سات دفعہ موسلا دھار برسے۔
۱۹ بيک وتا ئيت وگريہ ۽ گوڙن مسکان مينگنت
۱۹ بارش نے محبوب کے زیورات اور زلفوں کو پانی میں بھگو دیا۔
۲۰ ہار خراساني سن لسيں آسکی گردنان۔
۲۰ خراسانی انمول ہار جو اُس کی صراحی دار گردن میں تھا وہ بھی بھیگ گیا
۲۱ دیم گوڙن لقالی زیاد لوئیں چنڈنان۔
۲۱ بارش نے محبوبہ کے چہرے پر ملے ہوئی صندل کا غازہ بھگو ڈالا۔
۲۲ گيگدہ ۽ گوش گوڙن گپو رُڈ دوشپو کیں کنلان۔
۲۲ اور محبوبہ کے ملائم کانوں کے چمکتے ہوئے بالیوں کو بھی شرابور کر دیا۔

۲۳۔ کوشئیں سَردست گون نگارءِ پچین تملان۔
۲۳۔ محبوبہ کے سفید کلائیوں پر منقش کنگھن بھی بھیگ گئے۔
۲۴۔ جی بہشتی ئیں زردءُ وش کوشئیں ہمیں۔
۲۴۔ خوشالے بہشتی اور سمندر کی خوشگوار بادِ نسیم۔
۲۵۔ من گل ءُ دیما تو جیتہ بے گنجیں زہیر۔
۲۵۔ تم نے میرے محبوبہ کو اززردہ خاطر کیا۔
۲۶۔ ہواتل ءُ من کدّح ءُ زرّیں مینگت۔
۲۶۔ محبوبہ نے عطریات زرّین پیالے میں بھگوئی تھیں۔
۲۷۔ بازی ءَ سیائیں بُجگ ءُ پہ عطر شُشتگنت۔
۲۷۔ گاڑے بالوں کے پن جو عطر سے دھوئے گئے تھے۔
۲۸۔ تنگوگونائی پہ سپت پہ زُلفے اشتگنت
۲۸۔ سونے کا یہ زیور بڑے اہتمام کے ساتھ زلفوں پر سجایا تھا۔
۲۹۔ دوست منا نبت چوکر پہ زگا می شگیننگ انت۔
۲۹۔ محبوبہ کے ہوا سے بکھرے ہوئے بال مجھے بہت پسند ہیں۔
۳۰۔ گور نگمیں تلانی پدا تکان سبز کنگ۔
۳۰۔ یہ زیور چہرے پر ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے بارش کے بعد
اگی ہوئی ہریالی۔
۳۱۔ مادگ وتیشان در۔ دپانی زرد دُش کنگ
۳۱۔ جیسے کہ بھیڑوں کی موجودگی سے بڑہ خوش ہوتے ہیں۔
۳۲۔ دوشی من واب ءَ دگہ یا بتیں دوست منی۔
۳۲۔ رات میں نے خواب میں اپنے موتی جیسے محبوبہ کو دیکھا۔

۲۲۔ لال و یاقوت و وانگی گوہر قیمتی ۔
۲۲۔ میں نے اپنی محبوبہ کو جو موتی کی طرح انمول ہے کہا۔
۲۳۔ تمتی حیالاں غافل نہ اِنت بالا د منگی ۔
۲۳۔ میرا یہ متحرک بدن تجھ سے غافل نہیں ۔
۲۵۔ ہر وہی مر گونگ و پ دلگشان عرّ رجی ایت
۲۵۔ جب محبوبہ ہونٹوں پر لالی لگاتی ہے ۔
۲۶۔ سور و عاروس لال گگٹے عید ی سنبہی ۔ اِیت
۲۶۔ محبوبہ ایسی لگتی ہے جیسے کہ عید کے دن نو بیاتا دلہن کو آرائش
کرتے ہیں ۔
۲۷۔ اَج کما نین تیران منا کئے جنت کشی ایت ۔
۲۷۔ وہ اپنی نگاہوں کے ترچھے تیر مجھ پر چلاتی ہے ۔
۲۸۔ داگ منی موجانی دل ءِ بند و کا ذ جی ۔ ایت ۔
۲۸۔ میرے خوش و خرم دل کے ہر جوڑ کو داغتی ہے ۔
۲۹۔ گون ترا منت اِنت جیموئے کڈ و کیں پری ۔
۲۹۔ اے میری جھومتی پری میں تم سے سماجت کرتا ہوں ۔
۳۰۔ دوست ہمائنت گون باسہ یا دام وا طلسان ۔
۳۰۔ میری محبوبہ وہی ہے جو زرد لفت کے کپڑوں میں ملبوس ہے اور زیورات
سے آراستہ ۔
گون مرگوری ماھیں کو تران
۳۱۔ دوست ہمیشی
۳۱۔ میری محبوبہ وہی ہے ۔ جو پریوں کے جھرمٹ میں نظر آتی ہے ۔
مندرجہ بالا اشعار میں شاعر اپنے بلند و بالا پہاڑوں میں شکار کھیلنے کے

منظر کو نہایت خوبصورت الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جب وہ اس قدرتی خوبصورت سیر گاہ میں داخل ہوا تو وہ اپنی محبوبہ کے تصور میں کھو گیا جب وہ اپنی محبوبہ سے ملنے جاتا ہے۔ تو اس کی جھونپڑی کو بارش نے برس کر شرابور کر دیا ہے۔ اور محبوبہ ناراض ہو کر روٹھی ہوئی ہے۔ لہٰذا شاعر بادلوں اور گھٹاؤں سے گلہ شکوہ کرتا ہے۔ کہ ان کی وجہ سے اُس کی محبوبہ ناراض ہو گئی لہٰذا بادلوں اور گھٹاؤں کے اُمنڈ آنے اور بخارات سے لبریز ہو کر بارش برسنے کے مناظر کو نہایت ہی خوبصورت الفاظ میں شاعر بیان کرتا ہے۔ کہ بادل کیسے اُمنڈ آئے۔ بارش کے موسلا دھار برسنے کے دوران وہ اپنی محبوبہ کی تصویر کشی کرتا ہے۔ اور نہایت عمدہ اور موزوں الفاظ میں تصویر کشی میں وضاحت کرتا ہے کہ محبوبہ کا لباس کیسا تھا اس کا بناؤ سنگھار کیا تھا اور کس قسم کے زیورات پہنی ہوئی تھی۔ جو خدا نا ترس بارش کی وجہ سے بھیگ گئے۔

مکران کی اِمارت میں سیاسی تبدیلی

امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ کے دورِ حکمرانی (۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۱ء) میں مکران کی امارت میں ایک بڑی سیاسی تبدیلی واقع ہو گئی۔ مکران کی امارت پر بلیدی بلوچ قابض تھے شئے قاسم بلیدی۔ بلیدی خاندان کا آخری امیر تھا ان کے دور (۱۷۱۹ء تا ۱۷۳۶ء) میں۔ ان کا چچا شئے بلال جسے مکران میں شئے بلار بھی کہتے ہیں اُس نے مہدوی فرقہ یعنی ذکری مذہب سے تائب ہو کر سنی مذہب اختیار کیا۔ وہ اپنے گڑھ گوادر سے کیچ آ رہا تھا دوران سفر ملک دینار گچکی نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا یہ واقعہ ۸ اپریل ۱۷۳۶ء کو وقوع پذیر ہوا۔ یہ حرکت ملک دینار گچکی نے دو وجہ سے کی۔

Scanned with CamScanner

ایک تو شئے قاسم بلیدی کے دور (۱۷۱۲ء تا ۱۷۲۶ء) حکمرانی میں گچکی قبیلے کے معتبرین مکران کی تمام منعفت بخش اراضیات پر قابض ہو چکے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ ملک دینار گچکی کٹر ذکری تھا اُس نے شئے بلال کی تبدیلی مذہب سے برا فروختہ ہو کر قتل کروا دیا اس قتل کے واقعہ کے بعد شئے قاسم بلیدی نے شاہ ایران سے امداد کی اپیل کی بادشاہ ایران نادر شاہ افشار نے تکی خان کو امداد کے لیے روانہ کیا تکی خان امن قائم کر کے واپس ایران چلا گیا۔ تکی خان کے جانے کے بعد گچکیوں کا پھر زور بڑھ گیا۔ ملک دینار گچکی نے بلیدیوں کے آخری گڑھ گوادر پر قبضہ کیا۔ قبضے کے دوران لڑائی ہوئی اور شئے قاسم بلیدی جنگ میں کام آیا اور سارے مکران پر گچکی قبیلہ کا قبضہ ہو گیا اس طرح قبیلہ گچکی نے تمام مکران آپس میں بانٹ دیا۔ گچکیوں کی ایک شاخ پنجگور پر قابض رہی۔ دوسری شاخ کا سردار ملا مراد گچکی تھا وہ کیچ اور گوادر پر قابض ہو گیا۔ ملا مراد نے خود مہدوی فرقہ کی امامت کا منصب سنبھالا اور حکمرانی مکران پر اپنے لڑکے ملک دینار کو فائز کیا اس طرح مکران کی امارت اور سرداری بلیدی بلوچ سے گچکی قبیلے کے سردار کے ہاتھوں منتقل ہو گئی

امیر عبداللہ خان کا مطالبہ رقم باجگزاری از امیر کلھوڑہ حکمران سندھ ۱۷۱۶ء میں

جب امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ ۲۰ دسمبر ۱۷۱۶ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو انہوں نے میاں یار محمد کلھوڑہ حکمران سندھ سے رقم مبلغ چالیس ہزار روپے باجگزاری کا مطالبہ کیا امیر سمندر خان کے دور ۱۶۹۷ء تا ۱۷۱۴ء حکمرانی میں میاں یار محمد کلھوڑہ نے بحیثیت حکمران سندھ امیر بلوچستان

کے ساتھ ایک دوستانہ عہدنامہ کیا تھا جس میں ایک شق یہ تھی۔ امیر سندھ سالانہ امیر بلوچستان کو مبلغ چالیس ہزار روپے خراج دیا کرے گا۔ امیر محمد خان کی وفات کے بعد امیر احمد خان چہارم کے دور حکمرانی میں حکمران سندھ نے باجگزاری کی رقم دینی بند کی اور نہ ہی امیر احمد نے اس رقم کا مطالبہ کیا۔ لہٰذا امیر عبداللہ خان اپنی حکمرانی کے دوسرے سال امیر سندھ کو ادائیگی رقم باجگزاری کے متعلق مطلع کیا اور خود ایک بڑے لشکر کے ساتھ ۲ فروری ۱۷۱۷ء کو بطرف سندھ روانہ ہوا جب میاں نور محمد میاں یار محمد کلھوڑہ کے بڑے بیٹے کو امیر عبداللہ خان کی بطرف سندھ روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے ایک وفد کے ساتھ باجگزاری کی رقم مبلغ چالیس ہزار روپے اور ایک ہاتھی بطرف قلات روانہ کیا۔ امیر عبداللہ خان درہ بولان میں بی بی نانی کے مقام تک پہنچ چکے تھے۔ امیر سندھ کے وفد نے مطلوبہ رقم اور ایک ہاتھی ان کی خدمت میں پیش کیا چنانچہ امیر بلوچستان واپس بطرف قلات مراجعت فرما ہوئے۔

امیر عبداللہ خان کا کچھی پر حملہ ۱۷۱۸ء میں

سردیوں میں مرکزی بلوچستان سطح مرتفع قلات کے باشندے اکثر و بیشتر مال چرائی کے لیے کچھی کے علاقے میں جاتے تھے چنانچہ سندھ کے کلھوڑہ حکمران کے کارندے ان کو تنگ کرتے تھے۔ مال چرائی میں مخل ہوتے تھے جرمانے کرتے تھے بعض وقت دو دو دفعہ ٹیکس وصول کرتے تھے۔ ان بلوچوں کا ایک گروہ امیر عبداللہ خان کے پاس فریادی آیا۔ امیر موصوف اپنے ایک جرار لشکر کے ساتھ ۲۹ فروری ۱۷۱۸ء کو اچانک کچھی کے علاقہ گاجان پہ دھاوا بول دیا پھر مقام بھاگ میں آکر کیمپ لگا دیا۔ سنی۔ شوران۔ گنداوہ

کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا مگر سندھ کے کلہوڑہ حکمران کا نمائندہ کیچی جوگنداواہ میں مقیم تھا اُسے یہ جرأت نہ ہوئی کہ امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان سے تعرض کرے لہٰذا امیر موصوف اس طرح اپنی دھاک جما کر واپس قلات کو لوٹے۔

ڈیرہ غازی خان پر امیر عبداللہ خاں بلوچ کے حملہ کی وجوہات

امیر عبداللہ خان کے دور (سنہ ۱۷۱۶ء تا سنہ ۱۷۳۱ء) حکمرانی میں ڈیرہ غازی خان کے علاقہ کا امیر امیر مبارک خان المعروف بہ غازی خان ہفتم تھا اُس کے کچھ رشتہ دار کسی خانگی باہمی تنازعہ کی وجہ سے امیر سے ناراض ہو کر اپنی حق رسی کے لیے امیر بلوچستان سے مدد طلب کرنے کے لیے قلات پہنچے۔ امیر عبداللہ خان نے مظلوم خاندان کو اپنے پاس قلات میں بطور مہمان ٹھہرایا اور لشکر جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مظلوم خاندان دودائی بلوچ کا سربراہ شاہ محمد بلوچ تھا۔

امیر ڈیرہ غازی خان کے خاندان کا تاریخی پس منظر

بحوالہ تاریخ ڈیرہ غازی خان حصہ اول تصنیف عبدالقادر خان لغاری غازی خان اول میرانی دودائی بلوچ تھا جس نے سنہ ۱۴۸۰ء میں اپنی امارت ڈیرہ غازی خان میں قائم کی۔ کہتے ہیں کہ میر بیگ خان المعروف بہ میر بیگا خان جد امجد غازی خان اول لاشاری بلوچ تھا اُس کے بیٹے دودا خان نے جب سندھ کی طرف نقل مکانی کی تو میر دودا خان نے سندھ کی فوج میں ملازمت اختیار کی۔

اس کے بیٹے میر محمد نے والی ٹھٹھہ کی ملازمت اختیار کی ترقی کر کے علاقہ رانی کا میر ناظم مقرر ہوا محمد خان کے بیٹے حاجی خان نے سلطان حسین لنگاہ کی فوج میں شمولیت اختیار کی پھر علاقہ ڈیرہ غازی خان کی قیادت سنبھالی میر ناظم کی اولاد ناظم علاقہ رانی کی مناسبت سے خاندان میررانی کہلانے لگی اس خاندان میں پندرہ امیر گزرے ہیں۔ خاندان کی امارت کا بنیاد گزار غازی خان اول ہے۔ جس نے امارت کی بنیاد سنہ ۱۴۸۰ء میں رکھی اور اس خاندان کی امارت ڈیرہ غازی خان میں ۲۸۹ سال تک قائم رہی غازی خان ہشتم کو میاں غلام شاہ کلہوڑہ نے ۱۷۶۹ء میں قید کر دیا۔ لہٰذا اسی حکمران سندھ کی قید میں غازی خان ہشتم سنہ ۱۷۶۹ء میں فوت ہوا۔ اس خاندان کی ایک عجیب روایت رہی ہے وہ یہ کہ غازی خان کے خاندان نے پندرہ پشتوں تک ڈیرہ غازی خان میں حکمرانی کی ہے۔ سب حکمرانوں کے لقب باری باری غازی خان اور حاجی خان ہوئے ہیں۔

اُمیر عبداللہ خان اُمیر بلوچستان کی روانگی بطرف ڈیرہ غازی خان سنہ ۱۷۱۹ء میں

اُمیر عبداللہ کا لشکر ۲۶ دسمبر سنہ ۱۷۱۹ء میں تیار ہوا۔ جو تعداد میں بارہ ہزار تھا اس میں تمام سرداران قبائل ساراوان جھالاوان شامل تھے بلوچ مجاہدین مکران، خاران، چاغی بھی شامل تھے۔ بلوچ مجاہدین کے آنے سے فوج کی تعداد پندرہ ہزار ہوگئی یہ لشکر قلات سے ڈیرہ غازی خان براستہ بوری لورالائی روانہ ہوگیا یہ بلوچ لشکر ۲ دسمبر سنہ ۱۷۱۹ء کو ڈیرہ غازی خان پہنچا اُمیر ڈیرہ غازی خان۔ غازی خان ہفتم نے اُمیر عبداللہ خان اُمیر بلوچستان کا مقابلہ کیا مگر اپنے بلوچوں کے سامنے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ اور شکست کھا کر فرار ہوگیا

امیر عبداللہ خان نے شہر پر قبضہ کیا تمام علاقے کو تاخت و تاراج کیا امیر بلوچستان کا لشکر مال غنیمت سے مالا مال ہو گیا امیر عبداللہ خان نے شہر سے باہر کیمپ لگایا اور تقریباً ایک مہینہ تک وہاں مقیم رہا۔ اگرچہ ان کا ارادہ ڈیرہ غازی خان میں کچھ عرصہ اور بھی قیام کرنے کا تھا۔ لیکن قبائلی سرداروں کو زیادہ عرصہ ڈیرہ میں ٹھہرنا مناسب معلوم نہیں ہوا۔ انہوں نے ایک دن جمع ہو کر امیر عبداللہ خان کو مشورہ دیا کہ کچھی میں کلہوڑے بلوچوں کے دشمن ہیں۔ گرمیوں کا موسم بھی شروع ہونے والا ہے ایسا نہ ہو کہ کلہوڑے کچھی میں جمع ہو کر ان کا راستہ روک لیں اور پانی کے ذخیروں کو تباہ کریں تو بلوچ لشکر کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مگر امیر عبداللہ خان پر سرداروں کے اس مشورے کا کچھ اثر نہ ہوا آخر ایک دن مجبور ہو کر سرداروں نے علی الصباح امیر عبداللہ خان کے خیمہ کو گھیر لیا۔ امیر بلوچستان گھبرا کر خیمہ سے باہر نکل آیا اور پھر ہر سردار نے خیمہ کی ایک ایک میخ نکال کر خیمہ کو گرا دیا سرداروں نے اب امیر سے کہا کہ اگر اب بھی نہ چلو گے ہم آپ کو باندھ کر بلوچستان لے جائیں گے آخر کار امیر عبداللہ خان نے سرداروں کا کہنا مان لیا اور بطرف قلات روانہ ہوئے اور مظلوم خاندان کی دیکھ بھال کے لیے اپنے اژدر اور دو اجل کے گورنر کو ہدایات دیں۔ ڈیرہ سے روانہ ہو کر ۱۵ فروری ۱۷۳۰ء میں قلات پہنچے۔

مگسی قبیلہ کا تاریخی پس منظر

بلوچستان میں بعض بلوچ قبائل اپنے کو نسلی لحاظ سے اہمیت دینے کے بارے میں بڑی عجیب و غریب اور من گھڑت قصے اپنی نسل کے

بارے میں بیان کرتے ہیں۔ اُن قبیلوں میں سے ایک قبیلہ گچکی ہے۔ بعد
میں جب انگریزوں نے بلوچستان پر قبضہ کیا تو انہوں نے بھی اس قسم کے
لغو افسانوں کی پذیرائی کی۔" کہتے ہیں گچکی ہندوستان کی راجپوت قوم سے تعلق
رکھتے ہیں۔ جب یہ مکران کے خطہ وادی کیچ میں وارد ہوئے یہ کل ۹
سوار تھے۔ ایک دن یہ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک فقیر
کا اِدھر سے گزر ہوا اتفاقاً ایک تیر اُسکے پاؤں میں لگا جسے فوراً نکالا گیا چند دنوں کے بعد فقیر
کے پاؤں کا زخم مندمل ہو گیا فقیر کے رشتہ داروں نے حاکم مکران ملک مرزا کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا حاکم
نے ان نو وارد راجپوتوں کو سزا دینے کیلئے ایک لشکر بھیجا جس نے سب بالغ گچکی راجپوتوں کو قتل کیا
انکے صرف دو بچے رہ گئے مقامی بلوچوں نے خدا ترسی کر کے اِن بچوں کی
جان بچانے کے لیے حاکم مکران کے آفیسر کے سامنے ان بچوں کو اپنا بچہ
ظاہر کیا کہ یہ ہمارے بلوچوں کے بچے ہیں۔ اس طرح ان بچوں کی جان
بچائی یہ بچے علاقہ زہری میں چلے گئے کچھ عرصہ بعد مرزا حاکم مکران نے
ان بچوں کو کیچ اپنے پاس بلایا اور کیچ کا علاقہ ان کے قتل شدہ اجداد
کے خون بہا کے عوض میں ان دو گچکی بچوں کو دیا۔ یہ دو بچے اس علاقے میں
آباد ہو گئے ملک خاندان کا آخر حکمران ملک مرزا تھا۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد ابوسعید بلیدی نے اُن گچکیوں کے ساتھ مل کر ملک
مرزا حاکم مکران کے قتل کی سازش کر کے ملک مرزا کو مار ڈالا۔ اور خود مکران
کی حکومت پر قابض ہو گیا امداد کے صلے میں گچکیوں کو پنجگور کا تمام علاقہ
دے دیا۔ گویا بلیدی بلوچ مکران میں اس طرح برسر اقتدار آئے پھر مکران پر
کافی عرصہ بلیدی بلوچوں کی حکومت رہی اور اس خاندان کے آٹھ افراد نے
حکمرانی کی جب شئے قاسم بلیدی بلوچ مکران میں خاندان بلیدی بلوچوں کا آخری

حکمران تھا اُس کے زمانے میں مکران میں گچکی کافی طاقتور ہو چکے تھے۔ ملا مراد گچکی نے شئے قاسم بلیدی کا سے حکومت چھین لی اور خود حاکم مکران بن گیا پنجگور کا علاقہ اپنے بھائی میر اللہ داد گچکی کو دیا اور مکران میں گچکی قبیلے کی حکمرانی کی ابتدا ہوئی۔

حالانکہ جدید تحقیق کی رُو سے قبیلہ گچکی نہ راجپوت ہیں اور نہ ہی ہندوستان سے آئے ہیں بلکہ خطہ مکران کے اصلی باشندے ہیں اور ماقبل کرد بلوچ ہیں۔

جن کا جدید تحقیق شدہ تاریخی پس منظر اس طرح ہے۔ قدیم ایران میں جب ۸۵۴ سال قبل از مسیح خاندان پیشدادیان کی حکمرانی زوال پذیر ہوئی تو قدیم ایران (فارس اور مادستان) میں ماڈر کردوں کا جو لاور تھا اُن کے امیر کیقباد ماد کردوں نے ایران قدیم میں ۸۵۴ سال قبل از مسیح کردوں کی حکومت کو قائم کیا اسی دور میں سلطنت فارس و مادستان اور سلطنت ہندوستان کے درمیان میں ایک اور سلطنت بنام توران وجود رکھتی تھی جس کا دارالخلافہ بلخ تھا۔ اور جس کی قدامت کو تقریباً چھ سو سال ہوتے تھے۔ اور ان مندرجہ ذیل پانچ خطوں سغدستان (ممالک مرکزی ایشیا۔ ازبکستان۔ تاجکستان۔ کرغیزستان۔ ترکمانیہ) کابلستان وزابلستان (موجودہ افغانستان) توران و مکران (موجودہ بلوچستان) پر مشتمل تھا جب کہ اُس کے آخری بادشاہ اُفراسیاب نے فارس و مادستان پر امیر کیقباد ماد کردوں کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا جس کے نتیجے میں ان دونوں سلطنتوں کی ۸۵۴ سال قبل از مسیح لڑائی ہوئی تورانی سلطنت کے بادشاہ افراسیاب کو کرد بادشاہ کیقباد نے شکست دی اور سارے سلطنت توران پر قابض ہو گیا اس سلطنت کے جنوبی تین خطوں کو جن جن گروہ کرد قبائل نے فتح کیا تھا۔ امیر کیقباد نے ان علاقوں کی حکمرانی اور ملکیت انہی گروہ کرد قبائل کے سپرد کی۔ براخوئی کرد بلوچوں نے توران فتح کیا، یہ علاقہ اُن کو ملا۔ زنگنہ کردوں نے زابلستان کو فتح کیا تھا، یہ علاقہ

اُن کو حوالے کیا گیا۔ اودگانی کردوں نے مع اپنے دو طائفوں ماملی اور کرائی کے مکران کو فتح کیا تھا لہذا مکران کا علاقہ اُن کو تفویض ہوا اس طرح اودگانی ماملی کرمانی کرد ۱۲۰۵۔ سال قبل از مسیح سے لیکر آج تک مکران پر قابض ہیں اور یہ جب ماملی کرد بلوچ ۱۲۹۶ء میں ماملی قبیلہ کا سردار اعلیٰ تھا۔ اس کے سات بیٹے تولد ہوئے جن کے نام اس طرح ہیں۔ (۱) کھوسہ (۲) جمال (۳) میران (۴) مراد (۵) دلدار (۶) علی داد (۷) میرداد جب مرور زمانہ کے ساتھ ان سات بیٹوں کی اولادیں تعداد میں بڑھ گئیں۔ اور قبیلے کی صورت اختیار کی اور اُن سے یہ قبیلے وجود میں آئے۔

(۱) کھوسہ کی اولاد جب تعداد میں بڑھ گئی۔ تو وہ اپنے جد اعلیٰ کھوسہ کے نام سے موسوم ہوکر کھوسہ قبیلہ کہلانے لگے۔

(۲) جمال کی اولاد نے قبیلہ جمالی کی صورت اختیار کی۔

(۳) میران کی اولاد بہ مقام دشت مکران سکونت کی وجہ سے دشتی قبیلے کے نام سے موسوم ہوئی۔

(۴) مراد کی اولاد مکران میں وادی کچک میں سکونت اختیار کی اپنی جائے سکونت کی وجہ سے کچکی قبیلہ کے نام سے شہرت پاگئے۔ قبیلہ کچکی کی اصلی نسل تاریخی پس منظر یہی ہے۔ جسے ہم نے تفصیل سے بیان کیا۔

تحریک مہدویہ فرقہ کے قوانین میں تغیر و تبدل

جب ۲۶ مارچ ۱۶۲۳ء میں ابوسعید بلیدی بلوچ نے مکران پر قابض ہوکر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی تو اس کے ساتھ ہی اس نے مہدوی فرقہ کو مکران میں رواج دیا۔ اور اس کے خاندان نے بعد میں اس مذہبی فرقے کے عقائد کو تمام

مکران میں پھیلا دیا اور مکران کی اکثریت آبادی نے اس مذہب کو قبول کیا. گویا یہ مذہب اپنی اصلی شکل میں جس کے قواعد وضوابط گزشتہ ابواب میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں پھیلتا رہا۔ جب سو سال بعد ۱۶۲۳ء میں شئے قاسم بلیدی حاکم مکران کے چچا شئے بلال کو ملک دینار گچکی نے قتل کیا اور مکران کے اقتدار پر اس کا والد مُلّا مراد گچکی قابض ہوگیا تو بچے کھچے بلیدی ایرانی بلوچستان میں گیہ اور قصر قند کے علاقوں کو فرار ہونے پر مجبور ہوگئے. لہٰذا مُلّا مراد گچکی نے جب مکران میں گچکیوں کی حکمرانی قائم کی تو اُس نے تحریک مہدویہ فرقہ میں بالکل نمایاں تبدیلیاں کیں اُس کے تمام مذہبی قوانین تبدیل کئے. جو اہل سنت والجماعت سے ملتے جلتے تھے. جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ مقام تربت میں ایک پہاڑی کو اپنے نام سے منسوب کر کے. کوہ مراد نام رکھا اور اُسے سالانہ مقام زیارت گاہ مقرر کیا کہ سالانہ مہدویہ فرقہ المعروف ذکری فرقہ کے پیروکار یہاں پر زیارت کے لیے آئیں۔ مکہ معظمہ جانے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ قلعہ تربت کے سامنے ایک کنواں کھود کر اُسے چاہ زم زم قرار دیا۔

۳۔ حضرت محمدؐ کی شریعت اختتام کو پہنچی. کیونکہ مہدی اُن کے جگہ پر آگئے۔

۴۔ حضرت محمدؐ کی رسالت کا مقصد قرآنی اصولوں کو اُن کے لغوی معنوں میں تبلیغ کرنا تھا اور اُنہی معنوں میں ان اصولوں کو پھیلانا تھا اب یہ کام مہدی کا ہے کہ ان اصولوں کو کیا ترکیب دیتا ہے مہدی اصلی معنوں میں صاحب تاویل قرآن ہے۔

۵۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ضروری نہیں۔

۶۔ کلمہ کی ترکیب۔ لا الٰہ الا اللہ محمد مہدی رسول اللہ ہونا چاہیے۔

۷۔ نماز کی جگہ لوگ ذکر کریں۔

۸۔ زکوٰۃ کی جگہ عشر کو لازم قرار دیا گیا۔

۹۔ مہدی کے پیروکار اس دنیا میں پرہیزگارانہ زندگی بسر کریں۔

یہ تھے فرقہ مہدویہ المعروف بہ فرقہ ذکری کے مذہبی اصولات جن کو ملا

گچکی نے نافذ کیا۔

نافذ کردہ طریقہ عبادت

لہٰذا ملا مراد گچکی نے ذکری عبادات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا (۱) ذکر جو دس یا بارہ سطر پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ابیات کی صورت میں ہوتی ہے۔

۲۔ کشتی۔

ذکر

ذکر روزانہ خاص اوقات میں ہوتی ہے۔ ذکر دو قسم کی ہوتی ہیں (۱) ذکر جلی (۲) ذکر خفی

۱۔ ذکر جلی بہ آواز بلند پڑھی جاتی ہے۔

۲۔ ذکر خفی۔ خاموشی سے دل میں پڑھی جاتی ہے

ذکر دن میں چھ دفعہ ادا کی جاتی ہے

۱۔ ذکر لا الٰہ الا اللہ۔ ذکر خفی ہے۔ طلوع آفتاب سے پہلے تیرہ دفعہ میں پڑھا جائے۔

۲۔ ذکر گوربام۔ (صبح کا ذکر) سبحان اللہ یہ جو۔ یہ جلی ذکر ہے بہ آواز بلند

پڑھی جاتی ہے۔ اور سجدہ کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ سجدہ کے بعد لا إِلٰہ إِلَّا اللہ۔ تجلی
رَبّی تجلی لا کا تکرار ہوتا ہے طلوع آفتاب کے بعد ایک اور سجدہ کے ساتھ گوہرام
کا ذکر ختم ہوتا ہے۔

۳ نیم روچ ۔ ذکر (دوپہر کا ذکر) یہ تجلی ذکر ہے۔ لا یر جو کے علاوہ سارے
ذکر پڑھے جاتے ہیں۔ دوپہر کے ذکر میں سجدہ نہیں ہوتا۔

۴ روچ زرد ۔ ذکر (سہ پہر کا ذکر) یہ ذکر خفی ہے بسمان کی ترکیب پر ختم ہوتا
ہے۔ اور غروب آفتاب کے وقت سجدہ کیا جاتا ہے۔

۵ زرشپ ۔ ذکر (مغرب کا ذکر) یہ ذکر مغرب کے وقت ادا کی جاتی ہے
تقریباً رات کے ۸ بجے کے قریب اور یہ ذکر تجلی ہے۔ جس میں تمام ذکر با آواز
بلند پڑھے جاتے ہیں۔ ماسوائے (بسمان) کے۔

۶ نیم ہنگام ۔ ذکر (آدھی رات کا ذکر) یہ ذکر خفی ہے اسکو خاموشی سے دل
میں پڑھتے ہیں اس ذکر میں لا إِلٰہ إِلَّا اللہ ہزار مرتبہ پڑھا جاتا ہے ہر سو بار لا إِلٰہ
پڑھنے کے بعد ایک سجدہ کیا جاتا ہے۔

عبادت کشتی کی ادائیگی

۱ ہر مہینے کی چودھویں رات کو آنے والے جمعہ کی رات کو محفل کشتی منعقد
کی جاتی ہے۔

۲ دوئم ذالحج کے مہینے کی پہلی دس راتوں کو کشتی کی محفل ہر رات آراستہ
کی جاتی ہے عید الضحیٰ کے دوسرے دن بھی کشتی کی محفل ہر رات آراستہ کی جاتی
ہے بڑی کشتی ذالحج کی نویں رات کو برپا کی جاتی ہے۔

۳ تولد، ختنہ، شادی کے موقعوں پر کشتی کی محفلیں ترتیب دی جاتی ہیں۔

ہو منت ماننے پر بھی محفل کشتی آراستہ کی جاتی ہے۔

کشتی کی ادائیگی کا طریقہ

مرد گول دائرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ بلوچی چاپ رقص میں لوگ گول دائرہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں اس عبادت میں ڈھول اور گانے بجانے کے ساز استعمال نہیں ہوتے ہیں صرف ایک یا دو خوش آواز عورتیں اس دائرے کے مرکز میں کھڑی ہو کر مہدی کی تعریف اور توصیف میں اشعار پڑھتی ہیں۔ انہی اشعار کے مصرعوں کو دائرہ میں کھڑے مرد مل کر بہ یک آواز بلند دُھراتے ہیں۔ جب گانے والی خواتین لفظ (ہادیا) کہتی ہیں تو دائرے میں کھڑے مرد جواب میں (گل مہدیا) کہتے ہیں۔ ہادی کے معنی ہیں ہدایت کرنے والا گل مہدیا کا مطلب ہے ہمارے پھول جیسا مہدی۔

ذکر خانہ

جیسے ہمارے مسلمانوں کے مسجدیں ہوتی ہیں۔ مہدوی فرقہ المعروف بہ ذکری فرقہ کے ذکر خانہ ہوتے ہیں جہاں وہ جاکر اوقات ذکر میں ذکر کرتے ہیں۔ ذکر خانہ کی کوئی خاص طرز کی تعمیر نہیں ہوتی ہے مستطیل شکل کا کشادہ کمرہ بطور ذکر خانہ کے استعمال ہو سکتا ہے۔ فرقہ ذکری کے مُلاؤں کو اپنے ذکری فرقہ کے پیروکاروں پر بڑا کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ یہ تھے ذکری عقائد جنکو ہم نے تفصیل سے بیان کیا۔

بلیدی بلوچ حکمرانوں اور گچکی بلوچ حکمرانوں کی تبلیغی پالیسی میں فرق

جب مکران میں ۱۴۲۳ء میں ابو سعید بلیدی بلوچ نے حکمرانی پر قبضہ کیا۔ اور فرقہ مہدویہ کے مذہب کو مکران میں رواج دیا۔ تو ان کی تبلیغ میں جبر نہیں تھا اگر کوئی خوشی سے اس فرقہ کے مذہب کو قبول کرتا تو بہتر ورنہ اس پر جبر نہیں کیا جاتا تھا۔ اور بلیدی بلوچوں کے دور میں فرقہ مہدویہ کے مذہبی عقائد سنی مذہب کے عقائد سے ملتے جلتے تھے لہٰذا اس فرقے کے رواج دینے پر رد عمل نہیں ہوا۔

مگر جب ملا مراد گچکی ۱۷۲۳ء میں۔ بلیدیوں کو خارج کر کے خود مکران کی حکومت پر قابض ہوگیا۔ ایک تو اُس نے فرقہ مہدویہ المعروف بہ فرقہ ذکری کے سابقہ مذہبی عقائد کو یکلخت تبدیل کر کے۔ اپنے وضع کردہ مذہبی عقائد کو اُس میں شامل کر دیا جو سب ملا مراد گچکی بلوچ کی اپنی ذہانت کی اختراع ہیں۔ نیز جب اُس نے مکران کی حکومت حاصل کرنے کے بعد فرقہ ذکری کی پیشوائی کا عہدہ خود سنبھالا اور مکران کی حکومت پر اپنے بیٹے ملک دینار کو بٹھایا تو اُس نے لوگوں کو جبراً فرقہ ذکری میں داخل کرنے کی پالیسی اختیار کی جس کی وجہ سے مکران میں دیگر مسلمان فرقوں سنی۔ حنبلی۔ شافعی فرقوں میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس دور میں امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ حکمران تھے۔ مکران کے معترضین۔ سب قلات میں امیر عبداللہ خان کے دربار میں جمع ہوئے اور اُنہیں مکران پر حملہ کرنے کے لیے مجبور کیا لہٰذا مکران کے سنی مسلمانوں کی استدعا پر امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان نے مکران پر حملہ کیا۔

مکران پر حملہ ۱۷۲۳ء میں

چنانچہ امیر عبداللہ خان نے مکران پر حملہ کرنے کے لیے جمع آوری لشکر کا سلسلہ شروع کیا ۸ جنوری ۱۷۲۳ء میں آٹھ ہزار لشکر کے ساتھ بارادہ مکران پر حملہ آور ہوا ۱۵ جنوری ۱۷۲۳ء کو امیر موصوف پنجگور پہنچا۔ پنجگور کا گچکی سردار میر اللہ داد ثانی امیر عبداللہ خان کا قرابت دار[عہ] تھا۔ وہ ان کے استقبال کے لیے آیا اور انہیں اپنا ہاں مہمان ٹھہرایا لہٰذا ۱۸ جنوری ۱۷۲۳ء میں امیر موصوف نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ کیچ کا رُخ کیا۔ کیچ کے باشندوں کو امیر عبداللہ خان کی پنجگور میں آمد کا حال معلوم ہو چکا تھا اس لیے انہوں نے امیر عبداللہ خان کے کیچ پہنچنے سے قبل ہی علاقہ خالی کیا ہوا تھا۔ اور اپنے اہل و عیال کو کوہ مراد کی ایک دشوار گزار گھاٹی۔ جو (جنگانی گرتی) کے نام سے مشہور ہے پہنچا دیا تھا جب میر عبداللہ خان کیچ پہنچا تو اُس نے شہر کو اُجاڑ اور سنسان پایا کچھ دن یہاں ٹھہرنے کے بعد ۲۵ جنوری ۱۷۲۳ء کو کوہ دھرامب کے دامن میں کیچ کے باشندگان کے اجتماع کی خبر پاکر۔ امیر عبداللہ خان نے وہاں کا رُخ کیا۔ باشندگان کیچ نے راستہ روک کر جان توڑ مقابلہ کیا مگر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ کا لشکر اُن پر غالب آیا۔ سردار کیچ ملک دینار نے حاضر ہو کر امیر عبداللہ خان کی اطاعت

عہ۱: سردار اللہ داد گچکی ثانی سردار میر عیسیٰ خان اول کا بیٹا تھا سردار میر عیسیٰ خان اول کی والدہ بی بی بانو دختر امیر احمد کبیر تھی جن کے بیوہ ہونے کے بعد ان کا رشتہ سردار اللہ داد گچکی اول کے ساتھ کیا اسی رشتہ ازدواج سے میر عیسیٰ خان اول تولد ہوئے جو سردار اللہ داد گچکی ثانی کے والد تھے۔

قبول کی۔ اور اُن سے وعدہ کیا کہ وہ لوگوں کو جبراً فرقہ ذکری میں شامل نہیں کریں گے۔ امیر عبداللہ خان اس فتح یابی کے بعد واپس کیچ آکر مقیم ہوا۔

بندر عباس پر حملہ ۵ فروری ۱۷۲۳ء

۵ فروری ۱۷۲۳ء کو امیر عبداللہ خان نے کیچ سے بندر عباس پر حملہ کرنے کا عزم کیا کیونکہ کیچ سے کافی تعداد میں ذکری فرقہ کے لوگ فرار ہو کر بندر عباس کے اطراف میں روپوش ہو گئے تھے۔ امیر عبداللہ خان اپنے پیادہ لشکر کو کیچ میں چھوڑ کر اپنے مخصوص پانچ ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ بطرف بندر عباس روانہ ہوا راستے میں دیہاتوں قصبوں شہروں کو پائمال کرتا ہوا بندر عباس کے نواح میں پہنچا۔ ایک رات شب خون مار کر بندر عباس پر قبضہ کر لیا چند مدت بندر عباس اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کی سیر کرتا ہوا۔ ذکری فرقے کے مفروروں کو انہی علاقوں سے دستگیر کرتا ہوا واپس مکران پہنچا وہاں سے امیر موصوف چار ہزار ذکری گرفتار کر کے مکران پہنچا ان ذکریوں کے رشتہ داروں نے امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کو فدیہ دے کر اپنے لوگوں کو رہا کرا دیا اس مہم میں امیر عبداللہ خان کو تقریباً ایک سال کا عرصہ لگا۔ وہ ۱۰ فروری ۱۷۲۳ء کو بارش اور ان "شکے" خضدار سے ہوتا ہوا دس دن بعد ۲۰ فروری ۱۷۲۳ء میں قلات پہنچا۔

چنانچہ بندر عباس میں یورپی کارخانہ داروں نے امیر بلوچستان امیر عبداللہ کو ایک بہت بڑی رقم بطور فدیہ دے کر اُن سے صلح کر لی۔ اس واقعہ کو مصنف (ہسٹری آف پرشیا) سر پرسی سائیکس جلد دوئم میں اس طرح بیان کرتا ہے۔

"بندر عباس پر حملہ

افغانوں نے ایک فوجی ٹولے کو بندر عباس پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا باشندگان شہر شہر چھوڑ کر بھاگ گئے مگر یورپی کارخانوں کے لوگ اس قدر منظم اور طاقتور تھے کہ افغانوں کو ان پر حملے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ گذشتہ سال انہوں نے اپنے اوپر بلوچوں کے ایک حملے کو ناکام بنا دیا تھا۔ لہٰذا افغانوں نے اُن سے کچھ سامان رسد چھینا واپس ہوئے" (صفحہ ہسٹری آف پرشیا ۱۳۵)

سندھ کی سیاسی صورت حال

جب امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان ۱۷۳۲ء میں مکران پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا تو حکمران سندھ میاں نور محمد کلہوڑہ جو اپنے والد کی جگہ ۱۷۱۹ء میں مسند حکمرانی سندھ پر بیٹھا تھا۔ داود پوتروں کے خلاف جنگ کے لیے امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان سے کمک چاہتا تھا اور اس غرض کے لیے میر شاہداد ٹالپر کو امیر بلوچستان کے پاس قلات بھیجا اور کمک کی استدعا کی امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان چونکہ مکران کی مہم پر روانہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے امیر یحییٰ التازئی ولد امیر التاز خان کو بلوچ قومی فوج کے دستہ جھالاوان کے ساتھ میاں نور محمد کلہوڑہ کی کمک کے لیے بھیجا اور خود ۸ جنوری ۱۷۳۲ء کو قلات سے بطرف مکران روانہ ہوا۔

داود پوتروں کا تاریخی پس منظر

داود پوترے اور کلہوڑہ دونوں اپنے آپ کو بنی عباس کے خاندان اور

نسل سے ملاتے ہیں پھر سندھ میں داؤد پوتروں اور کلہوڑوں کا جدا مجد ایک ہے۔ یہ دو بیٹوں کی اولاد ہیں۔ ان دونوں خاندانوں کا سندھ کی زمینوں پر ہمیشہ جھگڑا رہا ہے۔ میاں یار محمد کے دور حکمرانی میں ان کی کشمکش نے جنگ کی صورت اختیار کر لی چھ دن تک ان میں خونریز جنگیں ہوئیں۔ ساتویں دن انہوں نے آپس میں صلح کی کیونکہ فریقین کے کافی آدمی مارے گئے جب میاں نور محمد ۱۳ نومبر ۱۷۱۹ء میں اپنے باپ میاں یار محمد کی جگہ مسند حکمرانی سندھ پر بیٹھا۔ تو اس کی کچھ مدت بعد۔ داؤد پوتروں اور میاں نور محمد کلہوڑہ میں اراضیات کا تنازعہ دوبارہ شروع ہوا۔

نور محمد کلہوڑہ اور داؤد پوتروں کی پہلی جنگ ۱۷۲۳ء میں

چنانچہ میاں نور محمد نے ۱۸ مارچ ۱۷۲۳ء میں شکار پور پر جو داؤد پوتروں کا صدر مقام تھا ساٹھ ہزار سوار اور پیادہ لشکر کے ساتھ حملہ کیا اور قلعہ شکار پور کا محاصرہ کیا داؤد پوتروں کا سردار امیر مبارک خان مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس لڑائی میں کلیری لوہر ٹالپر قبائل نے کلہوڑوں کی طرفداری میں جنگ لڑی اور جھبور اور حالانی قبیلوں نے داؤد پوتروں کا ساتھ دیا اسی جنگ میں امیر بہجی الثانی بلوچ دستہ جھالاوان کی افواج کے ساتھ بہ حکم امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان میاں نور محمد کی طرفداری میں جنگ میں حصہ لیا۔

کلہوڑہ اور داؤد پوتروں کی دوسری جنگ ۱۷۲۵ء میں

جب داؤد پوتروں کا سردار امیر مبارک خان ۲۷ اگست ۱۷۲۵ء میں فوت ہوا اس کا بیٹا صادق محمد خان اس کی جگہ مسند سرداری پر بیٹھا جب فصلیں

بک گئیں تو میاں نور محمد نے اپنے بھائی میاں محمد خان کو تسخیرِ شکارپور کے لیے روانہ
کیا۔ صادق محمد خان داودپوترا نے بغیر جنگ کے پسپائی اختیار کی اور خانپور چلا
گیا وہاں سے دریائے سندھ کے ایک جزیرہ (بیٹ دہلی) میں جا بیٹھا پھر میر
شہداد تالپر کی زیر کمان میاں نور محمد کلہوڑہ کا لشکر بیٹ دہلی پر حملہ آور ہوا ایک
خونریز جنگ ہوئی اس لڑائی میں پھر فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے
بعد میں اوچ کے سجادہ نشینوں نے داودپوتروں کی حالت زار دیکھ کر ان کو
اپنے ہاں بلالیا لہٰذا ۱۷۳۸ء میں داودپوترے ملتان منتقل ہوگئے* وہاں
ان کو کچھ علاقے مل گئے جب نادر شاہ بادشاہ ایران نے ۱۷۳۹ء میں دہلی کے
مغل بادشاہ محمد شاہ کو شکست دی پھر سندھ کو فتح کیا تو انہوں نے شکارپور کو
دوبارہ داودپوتروں کے حوالے کر دیا۔

تسخیر پشنگ ۱۷۲۳ء میں

بلوچستان کی حکومت کو شمال کی طرف سے افغان حملہ آوروں کا ہمیشہ
خطرہ رہتا تھا کیونکہ شالکوٹ، مستونگ، چاغی کے علاقے ہمیشہ افغان راہ زن
لوٹ مار کرنے والوں کی زد میں رہتا تھا۔ لہٰذا امیر عبداللہ خان نے میر فیروز خان
رئیسانی کو ایک لشکر کے ساتھ پشنگ** کی تسخیر پر مامور کیا۔ میر فیروز خان رئیسانی
شالکوٹ سے بڑھ کر پشنگ پر حملہ کیا شاہ حسین غلزئی حاکم قندھار کے حاکم
پشنگ نے اگرچہ مدافعت پیش کی مگر بہت جلد شکست کھا کر قندھار کی طرف
بھاگ گیا۔ میر فیروز خان رئیسانی پشنگ پر قابض ہوگیا اور امیر عبداللہ خان میر

** پشین وادی اور شہر کا پرانا نام

بلوچستان نے میر موصوف کو پنجگور کا گورنر مقرر کیا میر فیروز خان رئیسانی نے پنجگور پر ۲۷ مئی ۱۷۳۴ء کو قبضہ کر کے علاقہ کے نظام حکومت کو سنبھالا۔

تسخیر شوراوک ۱۷۳۴ء

پنجگور کی مہم کے فوراً بعد امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان نے ایک لشکر میر سلطان قائم خان شاہوانی کی قیادت میں نوشکے کے راستے تسخیر شوراوک کے لیے روانہ کر دیا میر سلطان قائم خان شاہوانی نے بڑیچ افغانوں کو شکست دے کر تمام علاقے پر ۲۸ اگست ۱۷۳۴ء میں قابض ہو گیا امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان نے اس فتح یابی کے بعد میر سلطان قائم خان کو شوراوک کا گورنر مقرر کیا میر موصوف اپنے لشکر کے ساتھ جو زیادہ تر شاہوانی تھے شوراوک میں بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔

قندھار پر پہلا حملہ ۱۷۳۴ء

شاہ حسین غلزئی حکمران قندھار کو پنجگور اور شوراوک پر بلوچوں کے قبضہ سے بہت قلق ہوا وہ ایک بڑا لشکر لے کر شالکوٹ پر حملہ کرنے کی غرض سے نکلا جب امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کو قندھار کے حکمران کے اس حملے کا علم ہوا تو انہوں نے ملا عیسیٰ رئیسانی کی قیادت میں ایک بہت بڑا لشکر شاہ حسین غلزئی کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے مامور کیا علاقہ چمن سے آگے وقلائے جدید کے مقام پر ۹ نومبر ۱۷۳۴ء میں ان دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا ایک زبردست لڑائی کے بعد ملا محمد عیسیٰ رئیسانی لڑائی میں کام آیا اور بلوچ لشکر کو شکست ہو گئی چونکہ شاہ حسین غلزئی کو بلوچوں کی پیش قدمی روکنی مطلوب تھا لہٰذا افغان لشکر کے فتح یابی کے بعد واپس بطرف قندھار لوٹا۔

قندھار پر دوسرا حملہ ۱۷۲۵ء میں

امیر عبداللہ خان کو اپنی مہم کی ناکامی اور ملا عیسیٰ کی موت کا سخت رنج ہوا انہوں نے حکومت بلوچستان کے قبائلی سرداروں کا پھر اجلاس طلب کیا اور جمع آوری لشکر کا حکم دے دیا۔ بلوچ اس دفعہ جوش و خروش سے جمع ہونا شروع ہوئے کیونکہ اس دفعہ اس داغ شکست کو دھونے کے علاوہ ملا محمد عیسیٰ ریئسانی کے خون کا عوض بھی لینا تھا الغرض امیر عبداللہ خان ایک بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مورخہ ۲ جنوری ۱۷۲۵ء کو مستونگ سے روانہ ہوا پشنگ سے گزر کر علاقوں کو تاراج کرتا ہوا امیر عبداللہ خان مقام لیلیٰ مجنوں پہنچا جو قندھار سے اٹھاون میل کے فاصلے پر ہے لہذا ۱۲ جنوری ۱۷۲۵ء کو اسی مقام پر شاہ حسین غلزئی کے لشکر کے ساتھ امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کی مڈبھیڑ ہوئی گھمسان کا رن پڑا۔ تھوڑی دیر بعد کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ امیر عبداللہ خان اس گھمسان کی جنگ میں شاہ حسین غلزئی تک پہنچ گیا۔ اس نے امیر عبداللہ خان کو دیکھ کر اپنے لشکر میں گھسنے کی کوشش کی امیر عبداللہ خان اس پر جھپٹا اس پر پے در پے تلوار کے دو تین وار کئے اس اثنا میں شاہ حسین غلزئی قلب لشکر میں گھس گیا میر فیروز خان ریئسانی گھیرے کو توڑ کر اپنے دستے کے ساتھ امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کے پاس پہنچ گیا دوران جنگ معلوم ہوا کہ شاہ حسین غلزئی پہلے ہی حملہ میں امیر عبداللہ خان کی تلوار سے جان بچا کر۔ قندھار کی طرف فرار ہو چکا ہے اس افواہ سے افغانی لشکر کے حوصلے پست ہو گئے ان کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے منتشر ہو کر فرار ہو گئے۔ اس لڑائی میں شاہ حسین غلزئی کو بری طرح شکست ہوئی وہ میدان جنگ میں ہزاروں لاشیں چھوڑ کر اپنے بقایا لشکر کے ساتھ قندھار پہنچا امیر

عبداللہ خان امیر بلوچستان کا مقصد قندھار کا فتح کرنا نہ تھا. بلکہ ملا محمد عیسٰی رئیسانی کے خون کا بدلہ لینا تھا. امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کا مقصد حاصل ہوا قندھار سے بیس میل قریب تک کے تمام علاقہ کو تاخت وتاراج کیا اور بہت زیادہ مال غنیمت کے ساتھ واپس بطرف قلات لوٹا۔

باب پنجم

نوٹ :۔ باب پنجم کے تمام تاریخی واقعات امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان کے دور سے متعلق ہیں اُن کے دور کے تاریخی واقعات کی طوالت کی وجہ سے دو ابواب میں تقسیم کیا گیا۔

شاہ حسین غلزئی اور میاں نور محمد کلہوڑہ کا مشترکہ حملہ بلوچستان پر ۱۷۲۵ء

شاہ حسین غلزئی حکمران قندھار کو قندھار کے دوسرے حملے کا جو ۱۷۲۵ء میں ہوا۔ کاہی اور علاقہ پشنگ اور شوراوک کے ہاتھ سے جانے کا سخت رنج تھا۔ وہ امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان سے اس کا بدلہ لینے کا تہیہ کر چکا تھا اور تدبیریں سوچ رہا تھا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ وہ بذات خود تنہا امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان کو زیر نہیں کر سکے گا کیونکہ وہ بار بار امیر بلوچستان پر حملے کرتا رہا مگر ہر دفعہ شکست کھائی۔ شاہ حسین کو یہ خبر بھی معلوم تھا کہ امیر نور محمد خان کلہوڑہ حکمران سندھ کے تعلقات امیر بلوچستان سے بالکل ناخوشگوار تھے لہٰذا اس وجہ سے اس نے میاں نور محمد خان کلہوڑہ سے رابطہ قائم کر کے اپنے مذموم

Scanned with CamScanner

درہ بولان میں بلوچی سپاہی پہرہ دے رہے ہیں

۱۸۳۱ء

سے اُن کو مطلع کیا۔ میاں نور محمد کلھوڑہ بھی۔ امیر بلوچستان سے خائف رہتا تھا لہذا اُس نے شاہ حسین کو ہر قسم کی امداد دینے کی تسلی دی۔ لہذا دونوں نے ایک جنگی پلان تیار کیا جس کی رُو سے دونوں کی افواج کو ایک ساتھ بلوچستان میں داخل ہو کر قلعہ شالکوٹ کا محاصرہ کرنا تھا چنانچہ ۲۰ اگست ۱۷۲۵ء میں شاہ حسین غلزئی اپنی افواج کے ساتھ بطرف بلوچستان روانہ ہوا اسی طرح میاں نور محمد کلھوڑہ بھی بالکل اسی تاریخ کو بطرف بلوچستان روانہ ہوا

اُمیر عبداللہ کی جنگی تدابیر

جب اُمیر عبداللہ خان اُمیر بلوچستان کو حکمران قندھار اور حکمران سندھ کے متحدہ حملہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ متفقہ حریفوں کی طاقت سے ایک ساتھ ٹکر لینا مناسب نہیں۔ اُنکو علیحدہ علیحدہ روک کر جنگ میں مصروف رکھنا بہتر ہوگا انہوں نے اس جنگی پالیسی کو کامیاب کرنے کی خاطر ان دونوں دشمنوں کے باہمی اتصال کو ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کی چنانچہ اس غرض کے پیش نظر میر عبداللہ خان نے سردار میر کاکڑ خان لہڑی کو درہ بولان میں بہ مقام رتہ میاں نور محمد کلھوڑہ کی افواج کو روکنے پر مامور کیا۔ اور میر فیروز خان رئیسانی کو جو شالکوٹ اور پشنگ کا گورنر تھا شاہ حسین کی افغانی سپاہ کو روکنے پر متعین کرکے خود اپنا فوجی مرکز قلات سے مستونگ میں منتقل کیا۔

سردار میر کاکڑ خان کی شہادت

میاں نور محمد کلھوڑہ درہ بولان میں داخل ہو کر آگے بڑھ رہا تھا بی بی نانی کے مقام پر سردار میر کاکڑ خان لہڑی کا مورخہ ۳۱ اگست ۱۷۲۵ء کو میاں نور محمد کی

افواج کے ساتھ آمنا سامنا ہوا۔ سردار کاکڑ خان کے ساتھ صرف اس کے اپنے قبیلہ پر مشتمل ایک مختصر لشکر تھا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی سردار موصوف اور اس کے ساتھی نہایت بہادری سے لڑے۔ مگر کلہوڑوں کے جرار لشکر پر اُن کا غلبہ حاصل کرنا ناممکن تھا سردار میر کاکڑ خان بڑی داد شجاعت دیتا ہوا شہید ہو گیا اور میاں نور محمد کلہوڑہ شالکوٹ کی طرف بڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس لڑائی میں سردار میر کاکڑ خان لہڑی کا نائب سالار میر اسماعیل خان بھی جام شہادت نوش فرما گیا۔

میر فیروز خان رئیسانی کی شہادت

پشنگ کی حدود میں میر فیروز خان رئیسانی ۲۴ اگست ۱۷۳۵ء میں شاہ حسین غلزئی کی افغان سپاہ کے ساتھ مقابلہ کرتا ہوا شہید ہوا اور اس کی بقایا فوج بلوچ خان حاکم شال کی قیادت میں پسپا ہو کر شالکوٹ کے قلعہ میں محصور ہوئی۔

شالکوٹ کا محاصرہ ۱۷۳۵ء میں

شاہ حسین غلزئی نے بہ مقام پشنگ بلوچ افواج کو شکست دینے کے بعد اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ۲۹ اگست کو شالکوٹ کی وادی میں داخل ہو کر قلعہ شالکوٹ کا محاصرہ کیا۔ میاں نور محمد کلہوڑہ کی افواج ۵ ستمبر ۱۷۳۵ء کو وادی شالکوٹ میں داخل ہو کر قلعہ شالکوٹ کے محاصرہ میں اپنے افغان اتحادیوں کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ شالکوٹ کا حاکم بلوچ خان آخری دم تک بہادری سے قلعہ میں ڈٹا رہا سندھ کی کلہوڑہ اور افغانوں کی مشترکہ افواج نے قلعہ پر

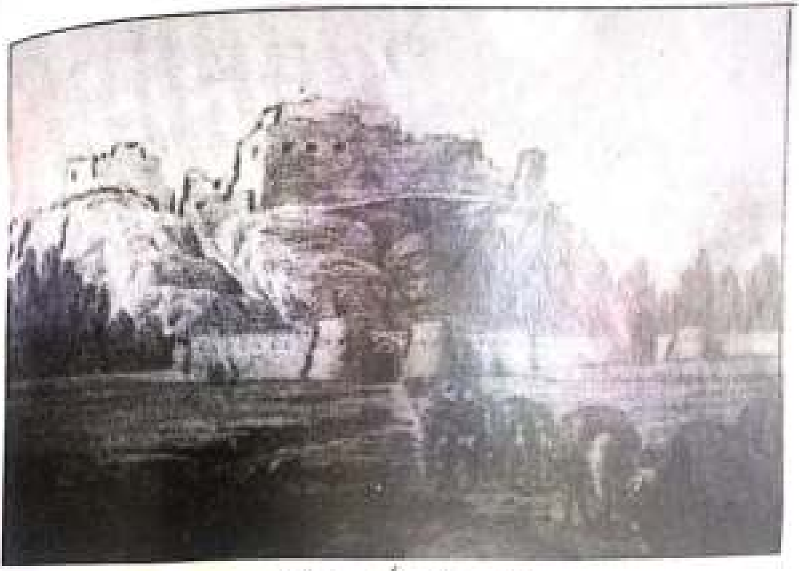

قلعہ و شہر شالکوٹ (کوئٹہ)

۱۸۳۹ء

درپے حملے کئے مگر محصور بلوچوں کی ہمت اور استقلال میں جنبش تک نہ لا سکے بلکہ ہر بار حملہ آور کو منہ کی کھا کر پلٹنا پڑا۔

اُمیر عبداللہ خان کی جنگی تدابیر

اُمیر عبداللہ خان شجاع اور مستقل مزاج ہونے کے علاوہ فن جنگ کا ماہر بھی تھا اس نے اتنی بڑی طاقتوں کے ساتھ براہ راست ٹکر لینے کو تدبیر جنگ اور دانشمندی کے خلاف سمجھا۔ بلوچی چھاپہ کی لڑائیوں کا اسے کافی تجربہ تھا۔ بلکہ وہ خود اس نوعیت کی لڑائیوں کا موجد بھی تھا۔ اب یہی ایک کارگر طریقہ اس کے ہاتھ میں تھا کہ لڑائی کو طوالت دیں۔ تاکہ دشمن کو موسم سرما کا سامنا کرنا پڑے۔ امیر عبداللہ خان نے اپنے لشکر کو کئی دستوں میں تقسیم کر کے ہر دستہ کو ایک سردار کی قیادت میں دے دیا اس کے علاوہ میر سلطان قائم خان شادانی کو شوراوک سے چمن کی طرف آگے بڑھ کر پشنگ و چمن کے درمیانی راستوں کو روکنے اور شاہ حسین غلزئی کی عقبی امداد اور رسل و سائل کو درہم برہم کرنے پر متعین کر دیا اس طرح کر دساتک زئی اور شنگل زئی قبائل کو انکے سرداروں کی سرکردگی میں درہ بولان کی ناکہ بندی اور سرحدوں پر مقرر کیا۔ تاکہ کچھی اور سندھ سے کلہوڑوں کو کوئی امداد اور راشن نہ پہنچ سکے۔ تو دامیر عبداللہ خان اپنے مخصوص گھڑسوار دستوں کے ساتھ غنیم کو شالکوٹ میں شبخون اور چھاپہ کی لڑائیوں سے پریشان کرتا رہا اس طرح دشمن کی توجہ شالکوٹ میں محصور بلوچ لشکر سے ہٹ گئی اُمیر عبداللہ خان کو کلہوڑوں کی ہمت اور شاہ حسین غلزئی کی طاقت کا اب صحیح اندازہ ہوگیا اس لیے امیر بلوچستان لڑائی کو طول دیتا رہا سردیوں کا موسم سر پر آگیا جس سے کلھوڑہ افواج بہت دل برداشتہ ہوکر پریشان ہونے لگیں اور سردیوں کے شروع ہوتے ہی ماہ دسمبر ۱۷۲۵ء کے وسط سے کلہوڑے فوج بد حواس ہوکر بھاگنے لگے۔ درہ بولان

میں متعین جن بلوچ قبائل نے ان کا راستہ روکا ہوا تھا۔ وہ بلائے ناگہانی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑتے رہے۔ شدید اتلاف جان اور کثیر مالی نقصان برداشت کرنے کے بعد میاں نور محمد کلہوڑہ اپنے بچے کچھے نیم خستہ و خوار لشکر کے ساتھ بے نیل و مرام واپس بھی پہنچ سکا اس دوران میں ان بلوچ قبائل کرد، سا تکزئی، بنگل زئی، میریوں کو بہا مال غنیمت گھوڑے، خچر، اونٹ، بیل ہاتھ آئے۔

شالکوٹ میں شاہ حسین غلزئی اکیلا رہ گیا، امیر عبداللہ خان نے اب ایک فیصلہ کن لڑائی لڑنے کے لیے اپنی طاقت کو یکجا کرنے کا بندوبست شروع کر دیا لیکن قبل اس کے کہ امیر عبداللہ شاہ حسین غلزئی پر کوئی بڑا حملہ کرتا شاہ حسین نے ۱۸ جنوری ۱۷۲۶ء میں خود بخود شالکوٹ خالی کرکے قندھار کی طرف پسپا ہونا شروع کر دیا۔ راستے پر متعین بلوچ فوجی جوان ان پر حملہ کرکے پریشان کرتے رہے شاہ حسین غلزئی کی پسپائی کے دوران قبیلہ شاہوانی اور قبیلہ رئیسانی کو بے پناہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔

شاہ اشرف غلزئی کا انجام

جب شاہ محمود غلزئی ۱۷۲۵ء میں فوت ہوا تو افغان سرداروں کو یہ خطرہ تھا کہ طہماسپ صفوی ان پر حملہ کرے گا۔ لہٰذا اس خطرے کے پیش نظر انہوں نے محمود کے چچازاد بھائی اشرف کو اصفہان میں تخت پر بٹھایا۔ اشرف عادات و اطوار میں اپنے چچا میرویس کے مشابہ تھا۔ ۱۷۲۶ء میں شہزادہ طہماسپ صفوی اور نادر شاہ افشار نے آپس میں مل کر ایران کی آزادی کی جدوجہد شروع کی پھر ۱۷۲۷ء میں ایرانیوں نے خراسان فتح کیا اور افغانوں کو وہاں سے نکال دیا پھر ۱۷۲۹ء میں نادر شاہ نے اشرف غلزئی کو بمقام مہمان دوست و مورچہ خور شکست فاش دی لہٰذا اشرف غلزئی اس عالم بے سر و سامانی میں مارا مارا پھرتا ہوا۔ براستہ سیستان قندھار

پہنچ جانا۔ کہ سیستان کی حدود میں اُمیر عبداللہ خان اُمیر بلوچستان اور اس کا آمنا سامنا ہوا ایک مختصر لڑائی میں اُمیر عبداللہ خان نے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو مورخہ ۱۱ جنوری ۱۷۳۰ء میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اُس کے سر کو نادر شاہ افشار کے ملاحظہ کے لیے خراسان بھیج دیا۔

مگر اشرف غلزئی کے قتل کے بارے میں مصنف کتاب (دی ہسٹری آف پرشیا) سر پرسی سائیکس اپنی تاریخ کی کتاب جلد دوئم میں یوں تذکرہ کرتا ہے:" اشرف غلزئی سیستان کے راستے اپنے وطن قندھار جانا چاہتا تھا بلوچ جب کہ ایک دور میں افغانوں کے حلیف تھے۔ اب شکست خوردہ پست ہمت افغانوں کو لوٹنا چاہتے تھے اشرف اپنے دو خادموں کے ساتھ ایک نوجوان بلوچ اُمیر کو صحرائے لوط میں مارا مارا پھرتا ہوا نظر آیا اُس نے اُس کو جان سے مار کر اُس کا سر اور ایک عدد بڑا ہیرا جو اُس کی جیب سے برآمد ہوا اُس بلوچ اُمیر نے بطور تحفہ طہماسپ کے پاس بھیج دیا" صفحہ کتاب جلد دوئم ۲۴۳۔

اُمیر عبداللہ خان کے دور حکمرانی میں خطہ کچھی کی سیاسی صورت حال

اُمیر عبداللہ خان اُمیر بلوچستان کے دور (۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۱ء) حکمرانی میں میاں نور محمد خان کلہوڑہ حکمران سندھ نے خطہ کچھی کا ناظم مراد گلیری کو مقرر کیا وہ بڑا سمجھدار آدمی تھا اُس نے اپنی خوش انتظامی اور حسن تدبیر کی بدولت تمام اُمرائے کچھی کو اپنا گرویدہ بنایا لہٰذا سب اُس کی فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے۔ اس دور میں سیاسی نقطہ نگاہ سے کچھی کے بڑے اُمرا یہ تھے۔

۱۔ سردار میر قیصر خان مگسی زمیندار گنجابہ[1]

---

[1]: گنداوہ کا قدیم نام

۲۔ سردار میرو خان رند۔ زمیندار شوران۔
۳۔ سردار میرو خان جلیدی۔ زمیندار علاقہ کچھی۔
۴۔ میر میاں ایری۔ زمیندار بھاگ ناڑی۔
۵۔ شیخ لہنا ماچھی۔ زمیندار بھاگ ناڑی۔
۶۔ کالا خان بارو زئی۔ مالک ڈھاڈر۔
۷۔ سردار میر بہادر خان عمرانی۔ سردار قبیلہ گنگانی۔
کچھی کی اس سیاسی صورت حال پر یہ تفصیل مصنف کتاب تاریخ سندھ حصہ ششم (عہد کلہوڑا) جلد اول۔ غلام رسول مہر نے بیان کی ہے۔ (صفحہ ۳۹۲)

سندھی کی تواریخی کتب میں امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کی تعریف

تاریخ سندھ حصہ ششم۔ عہد کلہوڑہ جلد اول مرتبہ غلام رسول مہر نے اپنی اس تاریخ کی کتاب میں (نامہ نغز) کے حوالے سے امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کی یوں ستائش کی ہے۔

"نامہ نغز کا بیان" نامہ نغز نے عبداللہ خان براہوئی بلوچ کے حالات زندگی بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بڑا بہادر آدمی تھا۔ ہر طرف حملے کئے۔ شاہ محمود درانی کی امداد کے سلسلے میں صوبہ ملتان پر یورش کی پھر میاں نور محمد فرمانروائے سندھ سے لڑنے کا ارادہ کیا اس کا یہ فیصلہ تھا کہ ہی پر یورش کر کے مراد گلسیری کا خاتمہ کر دے۔ پھر کلھوڑوں کے دارالحکومت خدا آباد پہنچ جائے"۔ (صفحہ ۳۹۷)

امیر عبداللہ خان اور امیر نور محمد کلھوڑہ کی آپس میں رشتہ داری

تاریخ سندھ حصہ ششم عہد کلھوڑہ جلد اول مرتبہ غلام رسول مہر نے اپنی اسی تاریخ کی کتاب میں امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان اور میاں نور محمد کلھوڑہ امیر سندھ کے درمیان رشتہ کرنے کے بارے میں یوں لکھتا ہے۔

رشتہ ہائے تزویج) میاں نور محمد خان نے اپنے عام سیاسی مسلک کے مطابق بردھیوں بلوچوں سے رشتہ داری کا سلسلہ قائم کیا چنانچہ میاں صاحب کے خلف اکبر صاحب زادہ محمد مرادیاب خان کی شادی عبداللہ خاں کے چچیرے بھائی میر مراد علی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس سے اگلے سال میاں صاحب کے دوسرے فرزند خدادار خان کی شادی بھی بردھی بلوچ خاندان ہی میں ہوگئی۔ صفحہ (۳۹۷)

امیر عبداللہ خان اور میاں نور محمد کی آپس میں رشتہ داری پر تبصرہ

امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان اور میاں نور محمد کلھوڑہ امیر سندھ کی رشتہ داری پر اس لیے تبصرہ کر رہے ہیں کہ رشتہ کے متعلق جو معلومات مصنف تاریخ سندھ حصہ ششم (عہد کلھوڑہ) جلد اول میں بیان کی ہیں وہ تاریخی حوالوں سے غلط ہیں۔ ایک ایسا دور آیا کہ میاں نور محمد خان کلھوڑہ اور امیر عبداللہ خان کے انتہائی طور پر تعلقات خوشگوار تھے۔ لہذا میاں موصوف۔ امیر بلوچستان سے رشتہ تزویج کے ذریعے اپنے آپ کو ان سے منسلک کرنا چاہتے تھے۔ لہذا میاں نور محمد کے متواتر استدعا پر انہوں نے اپنی بڑی صاحبزادی بی بی ماہ ناز کا رشتہ میاں صاحب کے بڑے فرزند محمد مرادیاب خان سے کر دیا اور دوسری صاحبزادی بی بی شاہ ناز کا رشتہ میاں موصوف

کے دوسرے صاحبزادے خداداد خان سے ہوئی لہٰذا ان دونوں فریق کے
درمیان رشتہ داری کی یہ صحیح صورت حال یہ تھی جو ہم نے اوپر تفصیل سے بیان کیا
تاریخ بلوچستان کے مصنف میر گل خان نصیر نے میاں نور محمد کلہوڑہ امیر سندھ اور
امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کے آپس میں رشتہ کرنے کے متعلق اپنی تاریخ میں
کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ خدا جانے اس کی کیا وجہ ہے۔ بہر حال رشتہ داریاں امیر
عبداللہ خان اور میاں نور محمد کے درمیان ۱۷۳۶ء میں ہو گئیں۔

سردار کاکڑ خان لہڑی کی موت کے بارے میں مختلف تاریخوں آراء

سردار کاکڑ خان لہڑی کی موت کے بارے میں مصنف تاریخ سندھ حصہ ششم
(عہدہ کلہوڑہ) جلد اول میں یوں تحریر کرتے ہیں صفحہ ۲۹۲
"بروہیوں بلوچوں سے کشمکش جاری تھی۔ اس لیے ایک موقع پر میاں نور محمد
خان نے قدم آگے بڑھایا اور قلعہ کرتہ کا محاصرہ کر کے اسے مبارک خان سے چھین
لیا۔ لڑائی میں اسماعیل خان بروہی بلوچ نے شکست کھائی اور کاکڑ خان بروہی
بلوچ مارا گیا۔ عبداللہ خان نے ناسازگار حالات سے مجبور ہو کر صلح کر لی۔ یہ تحریر
غلام رسول مہر مصنف تاریخ سندھ کی ہے۔ ان کے برعکس میر گل خان نصیر اپنی تاریخ
میں سردار کاکڑ خان لہڑی کی موت کو بالکل جدا رنگ میں تحریر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے
ہیں۔

"نور محمد کلہوڑہ درہ بولان میں داخل ہو کر آگے بڑھ رہا تھا جب کہ سردار
میر کاکڑ خان لہڑی نے بی بی نانی کے مقام پر اُسے مقابلہ پیش کیا۔ کلہوڑوں کی تعداد
بہت زیادہ تھی۔ سردار کاکڑ خان کے ساتھ صرف اُس کے اپنے قبیلہ پر مشتمل
ایک مختصر سا لشکر تھا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ سردار میر کاکڑ خان اور اس کے ساتھی

نہایت بہادری سے لڑے مگر کلہوڑوں کی ان گنت تعداد پر غلبہ حاصل کرنا اُن کے لیے ناممکن تھا سردار میر کاکڑ خان لہڑی بڑی داد شجاعت دیتا ہوا لڑائی میں مارا گیا اور اس کا لشکر منتشر ہو کر پسپا ہو گیا نور محمد کلہوڑہ شالکوٹ کی طرف بڑھنے میں کامیاب ہو گیا"

مصنف میر گل خان نصیر کی تحریر تاریخی حوالوں سے صحیح ہے۔ کیونکہ جب میاں نور محمد کلہوڑہ امیر سندھ اور شاہ حسین غلزئی حاکم قندھار نے آپس میں اتحاد کر کے شالکوٹ کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان نے سردار کاکڑ خان لہڑی کو کلہوڑوں کو درہ بولان میں روکنے پر مامور کر کے بھیج دیا۔ لہٰذا بی بی نانی کے مقام سردار کاکڑ خان اور میاں نور محمد کلہوڑہ کے افواج کا آمنا سامنا ہوا۔ شدید جنگ کے بعد سردار کاکڑ خان لہڑی میدان کارزار میں کام آیا اور میاں نور محمد درہ بولان میں آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔

چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں سرنگ کی احداثی

امیر عبداللہ خان نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنے اجداد کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں ۱۷۲۶ء میں سرنگ احداث کر لی۔ اور اس سرنگ کی احداثی میں تقریباً چھ مہینے لگے

کچھی کا متنازعہ فیہ علاقہ

کچھی کا علاقہ خطہ بلوچستان سے متصل ہے اور ملا ہوا ہے۔ بلوچستان کی پہاڑی سلسلوں سے جتنے بھی دریا، چشمے، ندی، نالے نکلتے ہیں۔ وہ خطہ کچھی کی وسیع و عریض میدانوں کو سیراب کرتے ہیں جب سے خدائے تعالیٰ نے ان دونوں خطوں کو پیدا کیا ہے اور انسان آ کر ان دونوں خطوں میں آباد

ہو گئے ہیں۔ اُس وقت سے لے کر امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کے دور (۱۷۱۴ء تا ۱۷۳۴ء) حکمرانی تک۔ ان خطوں کے باشندے کچھی کی ملکیت پر آپس میں لڑتے رہے ہیں۔ کیونکہ بلوچستان کے پہاڑوں سے برآمد شدہ ندی، نالے دریا، چشمے، خطہ کچھی کو سیراب کرتے ہیں۔ اس لیے باشندگان جو بلوچ کہلاتے ہیں خطہ کچھی کو اپنی ملکیت تصور کرتے ہیں لہٰذا تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ بلوچستان اور سندھ میں جن جن ادوار میں حکومتیں قائم ہوئیں۔ اُن کا اس علاقہ پر تصرف کرنے کے لیے جنگیں ہوتی رہی ہیں۔

بلوچستان کے ہر دور میں ہر حکمران کا خطہ کچھی پر سندھ کے حکمرانوں سے جھگڑا چلتا رہا ہے۔ کبھی ایک فریق غالب آگیا تو اُس نے اُس پر قبضہ کیا کبھی دوسرا فریق غلبہ کر کے اُس پر قبضہ کرتا رہا لہٰذا امیر عبداللہ خان نے اپنے دور حکمرانی (۱۷۱۴ء تا ۱۷۳۴ء) میں اس پر قطعی طور پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اس بلوچی حکومت کے بنیاد گزار امیر میرو میروانی بلوچ تھے۔ جنہوں نے اس چوتھی بلوچی حکومت کی بنیاد ۱۴۱۰ء میں بلوچستان میں رکھی۔ اُس دور سے لے کر امیر عبداللہ خان کے دور حکمرانی تک کا عرصہ جو ۳۲۱ سال پر محیط ہے۔ یہ جھگڑا بلوچ حکمرانوں اور سندھ کے حکمرانوں میں بدستور چلا آرہا تھا۔ اور امیر عبداللہ خان واحد امیر بلوچستان تھے جنہوں نے اس مسئلے کا قطعی فیصلہ کروایا۔ اور خود جام شہادت نوش کر کے اس دنیائے فانی کو چھوڑ گئے۔

امیر عبداللہ خان کی کچھی پر دوسرے حملے کی تیاریاں

امیر عبداللہ خان نے کچھی پر دوسرے حملے کا اس طرح جنگی پلان تیار کیا کہ جھالاوان ڈویژن کی فوج۔ زیر کمان سردار میر کمال خان اتازئی گزانوہ

پر قبضہ کرنے کے بعد بھاگ کے مقام پر آکر امیر عبداللہ خان کا انتظار کرے گا۔ اور امیر عبداللہ خان خود سراوان ڈویژن کی فوج کے کمان کو سنبھال کر ڈھاڈر پر قبضہ کرکے آگے بڑھ کر بمقام بھاگ۔ جھالاوان ڈویژن کی افواج کے ساتھ ملکر سندھی لشکر پر حملہ کرے گا۔ ۲۰ فروری ۱۷۳۱ء کو امیر عبداللہ خان درہ بولان سے نکل کر ڈھاڈر پہنچ گیا۔ ڈھاڈر سے سنی کی طرف بڑھا اس اثنا میں ان کو معلوم ہوا کہ جھالاوان کا لشکر زیر کمان امیر کمال خان الثازئی گنداواہ نہیں پہنچا ہے۔ لہذا امیر عبداللہ خان کی ایک صورت سے جنگی پروگرام بوجہ تساہل امیر کمال خان الثازئی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا۔ بہر حال امیر عبداللہ خان ڈھاڈر سے گزر کر (جاندڑی چٹر میں) جسے خان پور بھی کہتے ہیں مقیم ہو گیا۔ سندھ اور کچھی کا پورا لشکر شاہ بہارا اور مراد گنجی گورنر کچھی کے زیر کمان لڑائی کے لیے (جاندڑی چٹر) آگے سندھ کا لشکر امیر بلوچستان کے لشکر سے سات گنا زیادہ تھا۔ اس لشکر میں سندھ کی فوج کے جنرل جام ننداً امیر بہرام، میر چاکر، شاہ علی، سلطان، خیرا، داود جو کلھوڑہ فوج کے بطور سپہ سالار تھے شامل تھے۔

امیر عبداللہ خان کا سرداروں سے میدان جنگ میں مشورہ

چنانچہ امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان احمدزئی نے میدان جنگ کی صورتحال کا جائزہ لینے کے بعد سرداروں سے صلاح ومشورہ کرکے اپنے بڑے صاحبزادے امیر محبت خان کو اخوند کے ساتھ کرکے قلات بھیجا کہ اخوند محمد صالح قلات پہنچ کر جنگ کے نتیجہ کا انتظار کریں۔ اگر فتح یابی ہوئی بہتر ورنہ دوسری صورت میں امیر محبت خان کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا جائے تاکہ سلسلہ حکمرانی بلوچستان جاری وساری رہے۔ اخوند محمد صالح نے عرض کیا کہ میرے لیے تو اپنے آقا

Scanned with CamScanner

(عبداللہ خان) کے ہمرکاب جان قربان کرنا زیبا ہے۔ میں نہیں جاؤں گا۔ آخر عبداللہ خان اور سرداروں نے اخوند محمد صالح کو صحیح صورت حال سمجھائی اور وہ پھر محبت خان کو ساتھ لے کر بطرف قلات روانہ ہوا۔

میدان جنگ جاندی ہڑ میں فوجوں کی درجہ بندی

یہ جنگ ۱۱ فروری سنہ ۱۷۳۱ء بہ مقام جاندی ہڑ (خان پور) لڑی گئی۔ میدان جنگ میں سندھی لشکر کی تعداد (چالیس ہزار) نفوس پر مشتمل تھی اور جنگی ترتیب اس طرح تھی۔

۱ داود خیرا اور شاہ علی فوج کے میمنے پر۔

۲ میر چاکر اور میر بہرام فوج کے میسرے پر۔

۳ جام سندا اور شاہ بہارا فوج کی قلب میں۔

امیر بلوچستان کا لشکر آٹھ ہزار نفوس پر مشتمل تھا اور ان کے افواج کی جنگی ترتیب اس طرح تھی۔

۱ سردار میر عمر خان رئیسانی اور سردار ہیبت خان بنگل زئی فوج کے میمنے پر

۲ میر سلطان قائم خان شاوانی و سردار محمد خان لہڑی میسرے پر

۳ امیر عبداللہ خان و سردار راوت خان شاوانی فوج کے قلب میں۔

۱۱ فروری ۱۷۳۱ء کی صبح فریقین کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا تھوڑی دیر بعد لڑائی نے شدت اختیار کی۔ بلوچ لشکر اگرچہ سندھی لشکر سے تعداد میں بہت کم تھا مگر بلوچی ننگ و ناموس کی خاطر نہایت بہادری اور بے باکی سے لڑا میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ گو کر سندھی لشکر تعداد میں بہت زیادہ تھا۔ مگر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے آخر کار سندھی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے

Scanned with CamScanner

اسی دوران امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان زرہ میں ملبوس دونوں ہاتھوں میں تلوار لیے ہوئے دشمنوں کی صفوں کو چیرتا ہوا سندھی لشکر کے بالکل قلب میں گھس گیا اس لڑائی میں اگرچہ سندھی لشکر کی تعداد زیادہ تھی مگر اس کے باوجود امیر عبداللہ خان اور اس کی افواج کو فتح نصیب ہوئی۔ گاجان تک بلوچ لشکر نے سندھی لشکر کا تعاقب کیا اس پسپائی کی بھگدڑ میں لاتعداد سندھی لشکر کے افراد تہ تیغ ہوئے۔ شام کو جب بلوچ لشکر کے جرنیل لوٹ کر میدان جنگ کے مقام پر پہنچے تب اُن کو پتہ چلا کہ امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان جام شہادت نوش فرما چکے ہیں اور اُن میں موجود نہیں ہیں۔ چونکہ اس لڑائی میں قریب ساڑھے سات سو بلوچ جوان مع امیر عبداللہ خان جام شہادت نوش کر چکے تھے ان کی تجہیز و تکفین ضروری تھی اُنہوں نے امیر عبداللہ خان کی لاش کی تلاش شروع کر دی۔ ان کی سالم لاش تو دستیاب نہیں ہوئی صرف اُن کا ایک پاؤں مع موزہ کے ہاتھ آیا۔ امیر عبداللہ خان جنگی لباس پہننے کے بعد سیاہ لمبے موزے پہنتا تھا اور ان میں جواہر رکھتا تھا تاکہ دوران سفر افواج کے توشہ کے لیے سامان خورد و نوش خرید جا سکے۔ اُن کے موزہ کے شناخت کے بعد اُسے بلوچ فوج کے جرنیلوں نے نہایت احترام سے لا کر قلات میں دفن کیا اور اس پر گنبد تعمیر کیا جو امیر عبداللہ خان کے نام کی مناسبت سے گنبد عبداللہ خان مشہور ہوا بعد میں بلوچ زائرین اس گنبد کی زیارت کے لیے باقاعدہ قلات آتے تھے بلکہ اب بھی آتے ہیں مگر افسوس ہے کہ یہ تواریخی مقبرہ حوادث زمانہ کی وجہ سے منہدم ہوا جب قلات میں ١٩٣٥ء کا زبردست زلزلہ آیا تو یہ تاریخی عمارت منہدم ہو گئی۔

تاریخ سندھ حصہ ششم (عہد کلہوڑہ) جلد اول کے مصنف سندھی فوج کی پسپائی کا یوں تذکرہ کرتا ہے۔

"خان پور میں فریقین کے مابین جنگ ہوئی سرائیوں کی طرف سے بہت کم آدمی مارے گئے سندھی دیکھی لشکر چند قدم پسپا ہوا سردار بھی ساتھ ہی پیچھے ہٹے پھر سندھی میں ایک دوسرے کو طعنے دیتے لوٹے اور بڑھنے لگے مشیت الٰہی یہی تھا۔ خان والاشان عبداللہ خان نے شربت شہادت نوش کیا۔"

بہرحال بلوچ قوم کی بہادری اور اولعزمی کا یہ بین ثبوت ہے کہ آٹھ ہزار کے لشکر نے چالیس ہزار سندھی لشکر کو میدان جنگ میں شکست فاش دی مگر بلوچوں کو اس جنگ میں عظیم نقصان ہوا کہ اُن کا نامور بہادر اور اولعزم امیر امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ نے اس جنگ میں جام شہادت نوش فرمایا بلوچ ملت کے اس نقصان کی آج تک تلافی نہ ہو سکی اگر امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ چند مدت اور زندہ ہوتے نہ معلوم بلوچستان کی سرحدات کہاں تک پہنچتیں۔ اگرچہ اس جنگ میں بلوچ بظاہر مظفر و منصور لوٹے مگر اپنے بہادر جرات مند اولعزم لیڈر امیر بلوچستان کی موت سے دل شکستہ تھی۔

نادرشاہ افشار اور امیر عبداللہ خان کے دوستانہ مراسم

اگرچہ نادرشاہ افشار اور امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان ایک دوسرے کو غائبانہ طور پر جانتے تھے مگر زندگی میں کبھی ایسا موقع نہیں آیا جس کی وجہ سے یہ دونوں ایک دوسرے سے مل سکیں۔ شاہ حسین صفوی جو خاندان صفوی کا آخری حکمران تھا انہی کے دور حکمرانی میں صفوی خاندان کا زوال شروع ہوا ان کے زوال کا باعث میرویس غلزئی افغان قندھار کا کلانتر[1] کی بغاوت تھی۔

[1]: میئر یا حاکم شہر۔

عکس گنبد مزار: اعلیٰ حضرت میر عبداللہ خان امیر بلوچستان قلات

Scanned with CamScanner

میرویس کو گرفتار کر کے اصفہان لے گئے جو صفوی دور میں ایران کا دارالخلافہ تھا شاہ حسین صفوی نے ان کو ۱۷۰۸ء میں دوبارہ معاف کر کے قندھار بھیجا اس نے ۱۷۰۹ء میں قندھار کے گورنر گرگین خان کو مار کر قندھار میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیا ۱۷۱۵ء میں میرویس فوت ہوا۔ اس کے بھائی عبداللہ خان نے حکومت قندھار پر قبضہ کیا، پھر میرویس کے بیٹے محمود اُسے قتل کر کے خود حکومت قندھار پر قابض ہو گیا پھر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ محمود ایران کے دارالخلافہ اصفہان پر قابض ہو کر ایران کا بادشاہ بنا ۱۷۲۵ء میں محمود فوت ہوا تو افغانوں نے اس کے چچازاد بھائی اشرف کو ایران کے تخت پر بٹھا دیا اسی دوران نادر قلی نے صوبہ خراسان کا باشندہ تھا اور افشار قبیلے سے تھا آبی ورد کے گورنر بابا علی بیگ احمد لو افشار کی ملازمت اختیار کی دوران ملازمت ترقی کر کے ایک بڑا فوجی جرنیل بنا صفوی دور کی اس افراتفری کے دوران مشہد پر قبضہ کیا صفوی حکومت کے لیے یہ اس کا ایک بڑا کارنامہ تھا بعد میں نادر قلی نے اشرف غلزئی افغان کو مہمان دوست اور مورچہ خر کے مقامات پر شکست دے کر قندھار بھاگنے پر مجبور کر دیا ۱۷۳۰ء میں اشرف سراسیمگی کی حالت میں بلوچستان میں داخل ہوا سیستان کی سرحد کے قریب اس کا اور امیر عبد خان امیر بلوچستان کا آمنا سامنا ہوا۔ ایک شدید جنگ کے بعد امیر عبداللہ خان کے ہاتھوں مارا گیا لہذا امیر عبداللہ خان اپنی تمام دور حکمرانی میں نادر شاہ افشار کی سیاسی پالیسیوں کی حمایت کرتا رہا انہیں غالباً نادر شاہ افشار کی شخصیت نے متاثر کیا تھا کیونکہ نادر شاہ بھی امیر عبداللہ خان کی طرح انتہائی طور پر بہادر نڈر اور اولوالعزم شخص تھا اور ان اوصاف کے ساتھ مدبر بھی تھا۔

شجرہ خاندان غلزئی کلانتر قندھار

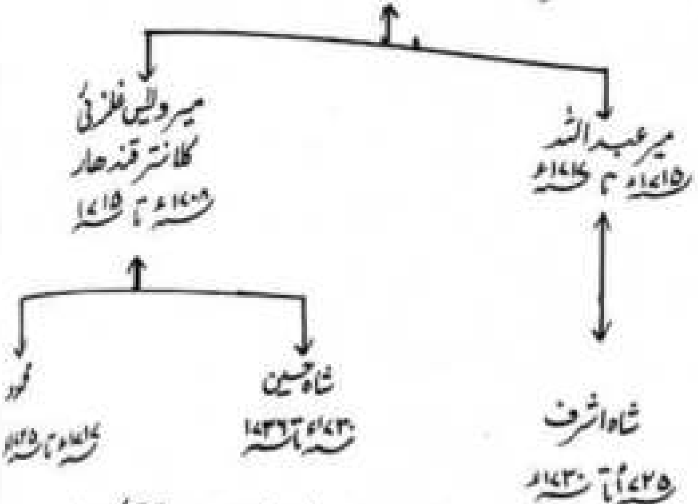

۱۔ میر ویس نے گرگین خان گورنر قندھار کو سنہ ۱۷۰۹ء میں قتل کیا۔
۲۔ محمود نے اپنے چالیس ساتھیوں کے ساتھ اپنے چچا امیر عبداللہ کو سنہ ۱۷۱۷ء میں قتل کیا۔
۳۔ محمود اپنی طبعی موت مرا سنہ ۱۷۲۵ء میں فوت ہوا۔
۴۔ محمود کی موت کے بعد افغانوں نے میر اشرف کو تخت ایران پر بٹھایا۔
۵۔ نادر شاہ افشار نے شاہ اشرف کو سنہ ۱۷۳۰ء میں شکست دے کر ایران سے نکالا۔
۶۔ شاہ اشرف جب بلوچستان میں سنہ ۱۷۳۰ء میں داخل ہوا تو سیستان کی سرحد پر امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کے ساتھ جنگ میں مارا گیا۔

امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان نے حکومتی مہر کو ایجاد کیا

بلوچستان میں امیر میرو میروانی بلوچ نے سنہ ۱۷۱۰ء میں بلوچوں کی چوتھی

حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان کا خاندان بنام میروانی خاندان حکمرانی کرتا رہا۔ اُن کے پانچویں جانشین امیر زگر (سنہ ۱۵۳۰ء تا ۱۵۳۹ء) نے اپنے دادا امیر کبر جو امیر میرو میروانی بلوچ کے چھوٹے بھائی تھے ان کے نام کی مناسبت سے خاندان کا نام کبرانی خاندان رکھا۔ پھر امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر نے (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) جو امیر میرو میروانی بلوچ کے انیسواں جانشین تھے انہوں نے اپنے خاندان کو اپنے نام سے منسوب کر کے خاندان کا نام احمد زئی رکھا۔ لہٰذا یہ ایک عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ ایک ہی خاندان نے تین مختلف ناموں میروانی، کبرانی، احمد زئی کے ناموں سے حکومت کی۔ اور امیر عبداللہ خان (۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۰ء) جو کہ امیر میرو میروانی بلوچ کا تیئسواں جانشین تھے۔ انہوں نے انتظام حکومت کو چلانے کے لیے اور فیصلوں پر مہر ثبت کرنے کا طریقہ رائج کیا جب کہ اس سے پہلے بلوچستان کے نظام حکومت کو چلاتے میں یہ دستور نہ تھا اُن کی مہر پر یہ شعر کندہ تھا: حاکم وقت ظل سبحانی 'عبداللہ خان سکندر ثانی' مہروں پر اس قسم کے کندہ کئے ہوئے اشعار کو سجع کہتے ہیں۔ جب دو فقروں کے آخر کا الفاظ ہم قافیہ ہوں تو وہ سجع کہلاتا ہے جیسے کہ امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ امیر بلوچستان کے مہر پر سبحانی اور ثانی ہم قافیہ لفظ ہیں۔

امیر عبداللہ خان کے دورِ حکمرانی میں ہندوستان کی سیاسی حالات

جب دہلی کے سید برادران نے فرخ سیر کو ۱۱ فروری ۱۷۱۳ء میں تخت سلطنت دہلی پر بٹھا دیا تو سید برادران حسین علی خان اور عبداللہ خان بادشاہ گر بن گئے۔ انہوں نے ہندوستانی اُمرا کی پارٹی کو مضبوط بنا دیا اور بادشاہ کو

بے حیثیت کر دیا تورانی پارٹی کے سرغنہ نظام الملک نے سید برادران کی طاقت کو کچلنا چاہا لیکن ناکام رہا سید برادران نے اپنے سیاسی اقتدار کو قائم رکھنے کی غرض سے مرہٹوں سے ساز باز کر کے مرہٹہ فوج کی مدد سے دہلی پر حملہ کیا فرخ سیر کو معزول کر کے قید کر دیا پہلے اُسے اندھا کیا بعد میں اُسے ۲۸ فروری ۱۷۱۹ء میں قتل کر دیا اسی دور میں گورنر لاہور نواب عبدالصمد خان نے سکھوں کے خلاف کارروائی کر کے بندہ بیراگی اور اُس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تھا اور بادشاہ کے حکم سے اُن سب کو قتل کر دیا مگر پنجاب میں سکھوں کی طاقت کا پوری طرح صفایا نہ ہو سکا۔

رفیع الدرجات کا ۱۷۱۹ء میں بادشاہ ہونا

پھر سید برادران نے فرخ سیر کا بھتیجا رفیع الدرجات کو اُس کے قتل کے بعد ۲۸ فروری ۱۷۱۹ء میں تخت دہلی پر بٹھا دیا یہ صرف تین ماہ بادشاہ رہا اُس کی صحت خراب تھی معزولی کے ایک ہفتہ بعد مر گیا۔

رفیع الدولہ شاہ جہان ثانی کا ۱۷۱۹ء میں بادشاہ ہونا

پھر سید برادران نے رفیع الدرجات کے بھائی شاہ جہان ثانی کو مغلیہ سلطنت کے تخت پر بٹھا دیا۔ یہ بھی اپنے بھائی کی مانند بیمار تھا۔ تین ماہ حکومت کرنے کے بعد جلد مر گیا

محمد شاہ کا بادشاہ ہونا ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۹ء

لہٰذا سید برادران نے ۲۸ ستمبر ۱۷۱۹ء کو شہزادہ روشن اختر کو تخت پر بٹھا اور اقتدار اپنے پاس رکھا نئے بادشاہ نے محمد شاہ کا لقب اختیار کیا اس کے

دور میں عیش و عشرت کی انتہا ہوگئی۔ یہ تاریخ میں رنگیلا بادشاہ کہلاتا ہے اس کے عہد میں۔ ایرانی، تورانی، ہندوستانی اُمراء میں خوب چپقلش ہوئی۔

سید برادران کا خاتمہ

محمد شاہ کے دور میں سید برادران کا خاتمہ ہوا جو ایک بڑا سیاسی کام تھا۔ محمد شاہ نے تورانی پارٹی کے لیڈر محمد امین خان کی مدد سے سید برادران کو مروا ڈالا۔

نظام الملک کا دکن میں خود مختار بادشاہ ہونا

محمد شاہ کے عہد میں نظام الملک دکن کا گورنر رہنے کی بجائے خود مختار بادشاہ بن بیٹھا اور حیدر آباد دکن کو اپنا صدر مقام بنایا۔ محمد شاہ نے اس کے خلاف کوئی فوجی کارروائی نہیں کی بلکہ اُسے آصف جاہ کا خطاب دیا۔ حیدر آباد کے نظام کو کئی بار مرہٹوں سے نبرد آزمائی کرنا پڑی۔ نظام نے مرہٹوں کو یہ شہ دی کہ وہ ریاست حیدر آباد پر حملہ کرنے کی بجائے دہلی اور آگرہ کا رخ کریں۔ چنانچہ ۱۷۲۳ء سے ہر سال مرہٹوں کے پیشوا باجی راؤ نے شمالی ہند پر حملے شروع کر دیئے۔ یہ بلوچستان میں وہی دور تھا جب کہ امیر بلوچستان امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ میاں نور محمد کلہوڑہ حکمران سندھ کی فوجوں کے ساتھ علاقہ کچھی میں بمقام (جاندری ہڑ) لڑتا ہوا۔ ۱۱ فروری ۱۷۳۴ء کو جام شہادت نوش فرمایا شہادت کے وقت اُن کی عمر ۶۱ سال تھی۔

ایران کی سیاسی صورت حال

جب امیر عبداللہ خان بلوچستان کی مسند حکمرانی پر ۳۰ دسمبر ۱۷۱۶ء میں

بیٹھا تو ایران میں شاہ حسین صفوی بادشاہ تھا یہ خود بہت کمزور طبیعت کا مالک تھا
جھگڑے فساد کو پسند نہیں کرتا تھا۔ خاندان صفوی کا آٹھواں بادشاہ تھا
جب ان کا والد شاہ سلیمان قریب المرگ تھا۔ تو اُس نے اپنے صلاح کار خواجہ
سراؤں سے کہا کہ اگر تم آرام کی زندگی پسند کرتے ہو تو حسین کو بادشاہ بناؤ اور اگر
سلطنت ایران کی شان و شوکت کو چاہتے ہو تو عباس مرزا کو گدی پہ بٹھاؤ۔ بہرحال
خواجہ سراؤں نے آرام پسندی کو سلطنت ایران کی شان و شوکت کے مقابلے میں
ترجیح دی اور حسین مرزا کو تخت پہ بٹھایا۔ شاہ حسین نے کل ۲۸ سال حکمرانی کی یعنی
۱۶۹۴ء سے لے کر ۱۷۲۲ء تک۔ اُن کا دور حکمرانی سارا کا سارا بغاوتوں اور ہنگاموں
میں گزرا بلکہ ایران کی سیاست پہ قندھار کے غلزئی افغان چھائے رہے۔ اِس
دور میں میرویس غلزئی افغان حاکم قندھار تھا اس کی شورش کو روکنے کے لیے
شاہ حسین بادشاہ ایران نے گرگین خان گرجی شہزادے کو قندھار کا گورنر بنا کر قندھار
بھیجا اُس نے میرویس کو گرفتار کر کے شاہ حسین کے پاس بھیجا کہ قندھار میں فساد
کی بنیاد میرویس ہے اسے یہیں پہ نظر بند رکھا جائے مگر میرویس بڑا مدبر شخص
تھا اُس نے نظربندی میں بادشاہ کا اعتماد حاصل کیا چند مدت بعد بادشاہ نے
اُسے دوبارہ آزاد کر کے قندھار بھیجا اس نے قندھار آ کر گرگین خان کو مارا ایران
کی حکومت نے دو دفعہ میرویس کی سرزنش کے لیے فوجی مہم بھیجی۔ ان دونوں مہمات
میں میرویس نے ایرانی فوج کو شکست دے کر بالکل تسلی کے ساتھ قندھار کی
حاکمی پہ براجمان رہا اور ۱۷۱۵ء میں فوت ہوا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد
اس کا بھائی عبداللہ نے قندھار کی مسند حکمرانی پہ قبضہ کیا جسے محمود میرویس کے بڑے
بیٹے نے قتل کیا خود اقتدار حکمرانی کو سنبھالا۔ اسی دوران ۱۷۱۹ء میں ہرات
کے ابدالی افغانوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ ان کی سرزنش کے لیے ایران کی حکومت

Scanned with CamScanner

نے ایک بڑا لشکر بھیجا مگر اس لشکر کو ابدالیوں نے شکست دی۔ محمود غلزئی نے ۱۷۲۰ء
میں ایران پر ایک حملہ کیا مگر ایرانی سپہ سالار لطف علی خان نے اُسے شکست دی اسی
اثنا میں سپہ سالار لطف علی کو زوال سے دوچار ہونا پڑا۔ تو محمود غلزئی نے دوسرا
حملہ سلطنت ایران کے دارالخلافہ پر کیا ۱۷۲۲ء میں اُس نے اصفہان پر قبضہ
کیا بادشاہ بنا ۱۷۲۵ء میں محمود فوت ہوا چونکہ شاہ حسین صفوی کا ایک بیٹا طہماسپ
مازندران میں بیٹھ کر افغانوں کو ایران سے نکالنے کی زبردست مہم چلا رہا تھا
اس خطرہ کے پیش نظر افغانوں نے محمود کی فوتیدگی کے بعد اُس کے چچا زاد
بھائی اشرف کو اُس کا جانشین بنا دیا اشرف میر ویس کی طرح بڑا مدبر تھا جب اشرف
محمود کی جگہ ۱۷۲۵ء میں تخت پر بیٹھا تو ایران کی سیاست کے افق پر نادر قلی
افشار ۱۷۲۶ء کو نمودار ہو چکا تھا اور وہ شہزادہ طہماسپ صفوی کے ساتھ مل گیا تھا
جسے بعد میں شہزادہ نے اپنی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا نادر قلی افشار نے خراسان پر
حملہ کر کے افغانوں کو ۱۷۲۹ء میں دو مقامات مہمان دوست اور مورچہ خور
کے مقامات پر زبردست شکست دی۔ افغان سراسیمگی کی حالت میں ایران سے
بھاگ گئے ۱۷۳۰ء میں اشرف غلزئی سیستان کے راستے قندھار جا رہا تھا
جب وہ بلوچستان کی سرحد پر امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کے ساتھ اس کا آمنا
سامنا ہوا جنگ میں وہ امیر عبداللہ خان کے ہاتھوں مارا گیا جس کے سر کو امیر
موصوف نے طہماسپ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کے سر کو دیکھ
کر خوش ہو جائے کیونکہ اصفہان سے فرار ہوتے وقت اشرف غلزئی نے شاہ حسین
کو قتل کیا اور پھر بھاگ نکلا۔ یہ تھے مختصر سیاسی حالات سلطنت ایران کے
جن کا تعلق امیر عبداللہ امیر بلوچستان کے دور ۱۷۱۴ء تا ۱۷۳۱ء سے ہے
جسے ہم نے اجمالی طور پر بیان کر دیا ہے۔

نادر قلی افشار کا تاریخی پس منظر

نادر قلی افشار ایران کے صوبہ خراسان میں تولد ہوا اس لیے وہ خراسان کو اپنا مسکن و ماویٰ سمجھتا تھا۔ نادر قلی کے والد کا نام امام قلی تھا۔ وہ ایک کمزور قبیلہ ترکلو کا فرد تھا۔ بعد میں اس قبیلہ نے طاقتور افشار قبیلے میں ایک طائفہ کے طور پر مدغم ہو گیا امام قلی پوستین بنانے کا کاروبار کرتا تھا سردیوں میں وہ آبی ورد کے میدانی علاقوں میں جاتا تھا۔ چنانچہ وہ آبی ورد جا رہے تھے کہ شہر محمد آباد میں پسر کو نادر قلی تولد ہوا نادر قلی کی ابتدائی زندگی گلہ بانی اور لکڑیاں کاٹ کر لانے میں گزری جب وہ ۱۸ سال کی عمر کو پہنچا تو ازبکوں کا تاخت تاراج کرنے والا ایک گروہ اُسے اور اس کی والدہ کو پکڑ کر بطور غلام اور لونڈی خیوا لے گیا۔ اُن کی والدہ اسی قید میں فوت ہو گئی۔ چار سال بعد نادر قلی اپنے تدبر سے کسی طرح سے ازبکوں کی قید سے فرار ہو گیا اور خراسان میں بہت مفلسی کی حالت میں پہنچ گیا۔ بابا علی بیگ افشار آبی ورد کے گورنر کی ملازمت اختیار کی اس کے اعلیٰ اوصاف کے پیش نظر بابا علی بیگ نے اسے اپنی لڑکی رشتہ میں دی پھر سیستان کا امیر ملک محمود جو کافی علاقوں پہ قبضہ کر چکا تھا۔ نادر قلی نے اس کے دربار میں ملازمت اختیار کی ملک محمود نے اُسے ازبکوں کے حملوں کے روک تھام کے کام پر مامور کیا تھوڑے ہی دنوں میں اس نے نمایاں کامیابیاں حاصل کیں اور ازبکوں کے حملوں کا سلسلہ رک گیا۔ اپنی ان اعلیٰ خدمات کے عوض میں اُس نے ملک محمود سے خواہش ظاہر کی۔ اسے صوبہ خراسان کی نائب گورنری کا عہدہ دیا جائے۔ مگر ملک محمود بجائے کہ اس کی دلجوئی کرے اُس نے اسے ملازمت سے برخاست کر دیا ملازمت کے چلے جانے کے بعد نادر قلی نے یعقوب بن لیث

کی طرح کچھ عرصہ کے لیے راہزنی کا دھندا شروع کیا چونکہ اس کی بہادری، تدبر جرأت کی شہرت اطراف میں پھیل چکی تھی لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ اس کی قیادت میں جمع ہوگیا اُس نے اپنے اس ٹولے کو منظم کر کے خراسان میں لوگوں سے چندہ کے نام سے پیسہ اکٹھا کرنا شروع کیا اور قلعہ قلات پر قبضہ کیا جو بعد میں قلعہ نادری کے نام سے مشہور ہوگیا۔ بعد میں نادر قلی نے نیشاپور فتح کیا اور طہماسپ کی نائب کی حیثیت سے اُس پر قبضہ کیا۔ اس کامیابی کے بعد اس نے مشہد فتح کر کے ملک محمود امیر سیستان کو قتل کیا طہماسپ بادشاہ ایران نے اس کامیابی کی خوشی میں اسے خراسان، سیستان، کرمان، مازندران کے صوبے تفویض کیے اور سلطان کا خطاب عطا کیا۔ اس نے ایران کی تمام مخالف حکومتوں کو شکست دی جن میں سر فہرست ترکی اور روسی حکومتیں تھیں۔ آخر میں لوگوں کے اصرار پر سلطنت ایران کے تخت پر ۱۷۳۶ء میں جلوس کیا اور اس طرح خاندان صفوی کی حکمرانی جو ایران پر ۲۳۷ سال ۱۴۹۹ء سے لے کر ۱۷۳۶ء تک رہی اختتام کو پہنچی

چارٹ ۱: امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ و ہم عصر سلاطین مملکت ایران و ہندوستان و حکمرانان سندھ۔

نام حکمران سندھ	نام بادشاہ سلطنت ہندوستان	نام بادشاہ سلطنت ایران	نام امیر حکومت بلوچستان
میاں نور محمد کلہوڑہ سنہ ۱۷۱۸ء تا سنہ ۱۷۵۳ء	محمد شاہ سنہ ۱۷۱۹ء تا سنہ ۱۷۴۸ء	شاہ محمود غلزئی افغان سنہ ۱۷۲۲ء تا سنہ ۱۷۲۵ء شاہ اشرف سنہ ۱۷۲۵ء تا سنہ ۱۷۳۰ء	امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ سنہ ۱۷۱۶ء تا سنہ ۱۷۳۱ء

چارٹ ۲: امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ و ہم عصر امرائے خطہ مکران، خاران، چاغی، لس بیلہ۔

نام امیر لس بیلہ	نام امیر چاغی	نام امیر خاران	نام امیر مکران	نام امیر حکومت بلوچستان
جام بہار خان بلعت سنہ ۱۷۲۰ء تا سنہ ۱۷۳۰ء	ملک ابراہیم خان سنہ ۱۷۱۷ء تا سنہ ۱۷۳۲ء	میر پیر دل خان نوشیروانی سنہ ۱۷۱۹ء تا سنہ ۱۷۳۰ء (نادر کے سامنے ہتھیار ڈال دیا)	ملک دینار گچکی سنہ ۱۷۲۶ء تا سنہ ۱۷۶۹ء	امیر عبداللہ خان احمد زئی بلوچ سنہ ۱۷۱۶ء تا سنہ ۱۷۳۱ء

فارس کے بلوچ سردار کا تذکرہ

اسی دور میں تاریخ. ایران کے مصنف سر پرسی سائیکس نادر قلی کے برسراقتدار آنے کے باب میں ایک جگہ مرزا محمد تقی خان بلوچ کی بغاوت کا تذکرہ یوں کرتا ہے جب ۱۷۳۳ء میں ترکوں کو ایرانیوں کے مقابلے میں شکست ہوئی تو توپل عثمان سپہ سالار ترک کو ایک ڈولی میں لے جا رہے تھے وہ جنگ میں مارا گیا. ترکی فوج بڑی طرح پسپا ہوگئی اپنی اس نمایاں فتح کی وجہ سے نادر بغداد پر چڑھائی کر رہا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ فارس میں بغاوت ہوگئی اُس نے اس وجہ سے احمد پاشا سے صلح کی فارس میں باغی سردار مرزا تقی خان بلوچ پر اچانک حملہ کر کے اُسے شکست دے کر گرفتار کر لیا. اور بطور قیدی اُسے شیراز لایا. جہاں اُس نے خودکشی کر لی. صفحہ ۲۵۲.

باب ششم

امیر محبت خان احمدزئی بلوچ کی مسند نشینی باراول

۱۷۳۱ء تا ۱۷۳۳ء

جب ۱۱ فروری ۱۷۳۱ء میں امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان علاقہ کچھی میں (جاندری بڑا) کے مقام پر میاں نور محمد کلھوڑہ حکمران سندھ کی افواج کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا تو ان کی ہدایات کے مطابق وزیر اخوند محمد صالح نے قلات میں اُن کے بڑے بیٹے امیر محبت خان کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا تو اُس وقت اس کی عمر ۳۲ سال تھی۔ وہ ۹ اکتوبر ۱۶۹۹ء میں قلات میں تولد ہوئے تھے اور امیر عبداللہ خان کے بڑے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ بی بی جاگی جاموٹ قبیلے سے تعلق رکھتی تھی۔

اُمیر محبت خان احمدزئی بلوچ کا خاندان

اُمیر محبت خان جب مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھے تو اُن کے دو ادھ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ بھائیوں کے نام امیر الناز خان اور امیر نصیر خان بیفولا

آمیر محبت خان احمدزئی بلوچ آمیر بلوچستان
باراول ۱۷۳۱ء تا ۱۷۳۳ء بار دوئم ۱۷۳۶ء تا ۱۷۳۹ء

کے نام بی بی ماہ ناز اور بی بی شاہ ناز تھا امیر محبت خان کے یہ دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ایک ماں کے بطن سے تھیں ان کی والدہ بی بی مریم قبیلہ التازئی کے سردار میر کمال خان التازئی کی بیٹی تھیں۔

امیر محبت خان کی مسند نشینی پر اختلاف رائے

اگرچہ امیر محبت خان۔ امیر عبداللہ خان کے بڑے بیٹے تھے اور ان کے ولی عہد تھے۔ اور امیر عبداللہ خان اپنی شہادت سے پہلے بھی اپنے وزیر اخوند محمد صالح کو یہ ہدایات دے چکے تھے۔ کہ اگر جنگ میں وہ کام آئے تو ان کے بڑے بیٹے امیر محبت خان کو حکمرانی کی مسند پر بٹھایا جائے مگر مسند نشینی کے موقع پر کمرا نے بلوچ میں اختلاف رائے پیدا ہوا۔ بلوچ سرداروں کی اکثریت امیر محبت خان کو حکمران بنانے کے خلاف تھی کیونکہ ان کی والدہ جاموٹ قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں اور امیر التاز خان اور امیر نصیر خان کی والدہ التازئی قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھی اور وہ امیر التاز خان کو مسند حکمرانی پر بٹھانا چاہتے تھے مگر بعد میں سرداروں نے اس لیے اپنا فیصلہ بدل دیا کہ وہ انتہائی طور پر امیر عبداللہ خان کے معتقد، مداح اور شیدائی تھے۔ چونکہ ان کے ذات گرامی اپنی زندگی میں امیر محبت خان کو اپنا جانشین مقرر کر چکے تھے لہٰذا وہ ان کی روح کو خفا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ یوں سرداروں نے (تن بہ تقدیر دادہ) کے بمصداق امیر محبت خان کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھا دیا۔

امیر محبت خان کی بے مروتی اپنے خاندان سے

امیر محبت خان چونکہ خاندان کا بزرگ اور سربراہ تھا۔ امیر بلوچستان ہوتے

ہی اُس کو اپنے خاندان کے افراد پر دستِ شفقت دراز کرنا چاہیے تھا جیسے کہ ایک اولوالعزم سربراہ خاندان کی ذمہ داری ہوتی ہے چونکہ اس میں بلند حوصلگی بلند پروازی بلند نظری کا فقدان تھا لہٰذا وہ سارے خاندان کو اپنے زیرِ سایہ عاطفت نہ رکھ سکا۔ اور ہمیشہ ان کو شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا لہٰذا اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ خاندان کے افراد کو اپنے سے دور رکھے۔ چنانچہ اُس نے اُمیر التاز خان کو اور اُس کی والدہ و دیگر بھائی بہنوں کو رہنے کے لیے مستونگ منتقل کیا اور علاقہ مستونگ کی مالگزاری۔ مالیہ و دیگر آمدن اُن کو اُن کے اخراجات کے لیے دے دیئے۔

اُمیر میر واول میروانی بلوچ کے دور (۱۴۱۰ء تا ۱۴۴۰ء) سے لے کر اُمیر عبداللہ خان کے دور (۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۱ء) تک ایسی بے مروتی کا کوئی واقع پیش نہیں آیا تھا بلکہ اس خاندان میں اُمیر محبت خان پہلے حکمران تھے جنہوں نے خاندان سے بے اعتنائی کی مثال قائم کر کے مخاصمت کا بیج بو دیا۔ اُمیر التاز خان تو لاولد فوت ہوئے مگر بعد میں اُمیر محبت خان اور امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کی اولادوں کے درمیان کئی پشتوں تک مخاصمت و مخالفت کا یہ سلسلہ چلتا رہا جو اس خاندان، ملت بلوچ اور بلوچستان کے لیے ایک گونہ زوال کا سبب بنا۔

اُمیر محبت خان اُمیر بلوچستان اور سرداروں کے درمیان مخالفت

اُمیر محبت خان طبعاً سفلہ پرور اور بدزبان شخص تھا تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے سردارانِ قبائل سے سخت گیرانہ پالیسی اختیار کی لہٰذا اُس کے اور

سرداروں کے درمیان مخالفت شروع ہوگئی۔ قبائل کے وہ سردار جو اس کے طرفدار تھے۔ اُس کی بے مروتی سے وہ بھی ناراض ہوگئے۔ امیر لشکری رئیسانی جو قبیلہ رئیسانی کے سردار میر محمد عمر خان رئیسانی کے چھوٹے بھائی تھے وہ انتہائی طور پر امیر محبت خان کے خلاف تھے اُن کو ان حالات سے لب کشائی کا موقع مل گیا اُس نے حکومت بلوچستان کی مجلس شوریٰ جو قبائلی سرداروں پر مشتمل تھی میں ساز باز کر کے اُن کو اس بات کے لیے آمادہ کر دیا کہ امیر محبت خان کی جگہ اُن کے چھوٹے بھائی امیر التاز خان کو مسند حکومت بلوچستان پر بٹھایا جائے دوسری طرف امیر محبت خان اپنے نکمے سفلہ پرور، حواریوں کے ساتھ رنگ رلیوں میں اس قدر مصروف تھا کہ اُن کو اس سازش کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

امیر محبت خان کی معزولی

امیر لشکری رئیسانی نے مستونگ میں امیر التاز خان سے مل کر اُن کو اپنے پروگرام سے آگاہ کیا اور سراوان کے سرداروں کا آنا جانا امیر التاز خان کے پاس شروع ہوا۔ قلات جانے کا پروگرام ایسا مرتب کیا گیا کہ جب قلات کے[١] شہر کی حفاظت

١۔ امیر میرو اول نے ۱۴۱۰ء میں چوتھی بلوچی حکومت کی بنیاد رکھی تو اس نے بلوچستان کے دفاع کے لیے بلوچ قبائل پر مشتمل ایک قومی فوج تشکیل دی جس کے تین دستے تھے۔ سراوان دستہ جھالاوان دستہ خاص دستہ اس فوج کا تیسرا حصہ باری باری تین مہینے کے لیے قلات جو کہ بلوچستان کا دارالخلافہ تھا۔ اس کی حفاظت کے لیے آکر حفاظتی امور کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ و دیگر حکومتی خدمات سرانجام دیتے تھے۔

کے لیے بلوچ قومی فوج کے سراوان دستہ کے لوگ متعین ہوں گے تب امیر الثازخان مع میر لشکری بطرف قلات خفیہ طور پر روانہ ہوں گے چنانچہ جب یہ کی حفاظت کے لیے دستہ سراوان کے فوجی متعین ہوئے تو ۱۰ اپریل ۱۹۳۳ء کو میر لشکری مستونگ ... پہنچ کر امیر الثازخان اور سراوان کے سردار اور سواروں کا ایک دستہ خفیہ طور پر طرف قلات روانہ کیا اور رات کے وقت قلات پہنچے یہ رات بقرعید کی رات تھی قلات کے شہر کے گرد جو فصیل تھی اُس کے تین دروازے تھے۔ شمال کا دروازہ قندھاری یا مستنگی دروازہ کہلاتا تھا۔ مشرق کا دروازہ دلدار کا دروازہ کہلاتا تھا۔ جنوب کا دروازہ گل گنڈ کا دروازہ کہلاتا تھا جبکہ مشرقی دروازہ دلدار کے پہرہ دار سراوانی فوجی امیر الثازخان اور میر لشکری سے ملے ہوئے تھے۔ انہوں نے آدھی رات کو دروازہ کھول دیا۔ امیر الثازخان نے مع اپنے گروہ کے محل کا رخ کیا۔ اور ملازمان خاص کی رہنمائی میں امیر محبت خان کی خوابگاہ میں داخل ہوئے۔ امیر موصوف کو خواب سے بیدار کر کے گرفتار کر لیا۔

باشندگان قلات کا ہنگامہ

جب دوسرے دن صبح لوگوں کو امیر محبت خان کی گرفتاری اور امیر الثازخان کے تخت پر قبضہ کی اطلاع ہوئی تو امیر محبت خان کے طرفدار قبائل اسکلکو کے شاوانی، منگوچر کے لانگو اور قلات کے دہواروں نے شہر میں جمع ہو کر ہنگامہ برپا کر دیا چونکہ امیر الثازخان اور میر لشکری کے ساتھ آدمی تعداد میں کم تھے اور قلعہ کے محافظوں پر بھی انہیں پورا بھروسہ نہیں تھا اس لیے امیر الثازخان اور میر لشکری نے عقل سے کام لیتے ہوئے ہنگامہ کرنے والوں

کے سرغنوں سے رابطہ کا سلسلہ شروع کیا آخر کار امیر محبت خان کا بازو بے کر
ہجوم منتشر ہونے پر رضامند ہو گیا میر لشکری نے بلا تامل امیر محبت خان کو قلعہ
سے باہر نکال کران کے حوالے کر دیا۔ اسی اثنا میں امیر التاز خان احمد زئی بلوچ
کا طرفدار لشکر بھی قلات پہنچ گیا اور شہر میں امن قائم ہو گیا امیر محبت خان کو شاہوانیوں
نے اسکلکو میں اپنے پاس چند دن رکھا پھر اس کو ڈھوڈھ سے جا کر سردار ولی محمد
مرحوم شاہی زئی مینگل کے حوالے کر دیا اس طرح میر لشکری رئیسانی نے اپنی حکمت عملی
اور تدبر سے ایک قطرہ خون بہائے بغیر امیر محبت خان کو حکمرانی بلوچستان کے
منصب سے اتار کر امیر التاز خان کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا امیر التاز خان
نے ۸ اپریل ۱۷۳۳ء میں مسند امارت پر جلوس کیا

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

جب امیر محبت خان پہلی بار ۱۱ فروری ۱۷۳۱ء میں مسند حکمرانی بلوچستان
پر بیٹھا تو مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام استاد کرہ پرورش تھا جسے امیر
محبت خان کے والد بزرگوار امیر عبداللہ خان نے اپنے دور حکمرانی میں مرکزی
اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام مقرر کیا تھا۔ امیر محبت خان نے بھی اس کی اعلیٰ
کارکردگی کی وجہ سے اُسے اُس کے عہدے پر بحال رکھا۔

احداثی سرنگ در ذیلی کاریز چشمہ قلات

چونکہ امیر محبت خان پہلی بار جب مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو دوسرے
سال اُسے حکمرانی کے عہدے سے معزول کر دیا گیا لہذا اس قلیل عرصہ میں انہیں یہ
موقع ہی نہیں ملا کہ چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں سرنگ احداث کرے۔

چارٹ ۱: امیر محبت خان احمد زئی بلوچ کے ہم عصر سلاطین مملکت ایران، ہندوستان: حکمران سندھ۔

نام حکمران سندھ	نام بادشاہ سلطنت ہندوستان	نام بادشاہ سلطنت ایران	نام امیر حکومت بلوچستان
میاں نور محمد کلہوڑہ ۱۷۱۹ء تا ۱۷۵۲ء	محمد شاہ ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء	شاہ طہماسپ ثانی صفوی ۱۷۳۰ء تا ۱۷۳۶ء	امیر محبت خان احمد زئی بلوچ ۱۷۳۱ء تا ۱۷۳۲ء

چارٹ ۲: امیر محبت خان احمد زئی بلوچ کے ہم عصر اُمرائے خطہ مکران، خاران، چاغی و لس بیلہ

نام امیر لس بیلہ	نام امیر چاغی	نام امیر خاران	نام امیر مکران	نام امیر حکومت بلوچستان
جام عزت خان بلفت ۱۷۳۰ء تا ۱۷۳۹ء	ملک کندا خان سنجرانی ۱۷۳۳ء تا ۱۷۳۹ء	میر شاہو نوشیروانی ۱۷۳۰ء تا ۱۷۶۳ء	ملک دنیا گچکی ۱۷۳۶ء تا ۱۷۶۹ء	امیر محبت خان احمد زئی بلوچ ۱۷۳۱ء تا ۱۷۳۲ء

امیر السّاز خان سوئم احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان

سنہ ۱۷۳۳ء تا سنہ ۱۷۳۶ء

ان کے عقب میں سردارزادہ لشکری رئیسانی کھڑے ہیں

امیر التاز خان سوئم احمد زئی بلوچ کی مسند نشینی

۱۷۳۳ء تا ۱۷۳۶ء

اگرچہ میر لشکری رئیسانی کی کامیاب فوجی بغاوت کے بعد امیر التاز خان احمد زئی بلوچ کو ۱۸ اپریل ۱۷۳۳ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا گیا مگر جو توقعات سردار امیر التاز خان سے رکھتے تھے وہ پوری نہیں ہوئیں۔ انہوں نے جو وعدے کیے تھے اُن کو بھی پورا نہیں کیا لہٰذا اس کے سارے طرفدار سردار اُن سے شکستہ خاطر ہو گئے وہ سرداروں کو سیاست، تدبر کی بجائے سختی اور تشدد سے اپنا مطیع رکھنا چاہتا تھا۔ اور مطلق العنان بن کر طاقت کے بل بوتے پر حکومت کرنا چاہتا تھا جب کہ امیر محبت خان وڈھ میں موجود تھا اُن کو اُس کے طرفدار قلات سے باقاعدہ اطلاعات پہنچاتے تھے۔ بلوچوں کے قبائلی نظام کا ڈھانچہ جمہوری اصولوں کے بنیاد پر رکھا ہوا تھا لہٰذا سردار ہر مرحلے پر امیر التاز خان کو من مانی کارروائیوں کے کرنے سے روکتے رہے میر لشکری رئیسانی اور اس کے طرفدار جن کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی اب تک امیر التاز خان کے ساتھ تھے اور انہوں نے ہر وقت اُن کو یہی سمجھایا اور مشورہ دیا کہ سرداروں پر دست شفقت پھیرتا رہے اُن سے بگاڑ درست نہیں اور سرداروں کے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرے بہرحال امیر التاز خان پر ان مشوروں کا بہت کم اثر ہوا وہ اپنی منتخب کردہ ڈگر پر چلتے رہے۔

امیر محبت خان کی سیاسی چال

امیر محبت خان جب وڈھ آکر وہاں قیام پذیر ہوا تو اس نے سردار

قبیلہ مینگل سے کمک کی درخواست کی تاکہ وہ اُمیرالتازخان سے خان حکومت چھین
حاصل کرسکے مگر قبیلہ مینگل اور اُن کا سردار اُسے کمک دینے کے لیے تیار نہ ہوا
بعدازاں انہوں نے اُمیرالتازخان اپنے چھوٹے بھائی سے رابطہ قائم کیا اور
اُسے یقین دلایا کہ اگر امیرالتازانہیں قلات میں دوبارہ رہنے کی اجازت دیں تو
وہ اُن کی حکومت کے خلاف کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ بلکہ ایک وفادار شہری
کی حیثیت سے رہیں گے کیونکہ یہ قومی معاملہ ہے جب کہ قوم نے اُن کو یہ
منصب دیا ہے۔ قوم کو (محبت خان) کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جب اُمیر
محبت خان کی اس چال کی میرلشکری کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے فوراً قلات پہنچ
امیرالتازخان کو تاکید کی کہ کسی صورت میں بھی اُمیرمحبت خان کو قلات آنے کی اجازت
نہ دی جائے ورنہ وہ یہاں آکر اُن کے خلاف سازشوں کا جال بچھائے گا اور
اُن کے خلاف فتنے کھڑا کر دے گا۔

آخرکار اُمیرالتازخان سوئم نے کوتاہ اندیشی سے کام لے کر اپنے بڑے بھائی
اُمیرمحبت خان کو ۱۷۳۵ء میں دوبارہ قلات آکر رہنے کی اجازت دی امیر
محبت خان نے قلات آتے ہی نہایت عقلمندی سے کام لے کر اُمیرالتازخان
کی رعیت بن کر قلات میں رہنے لگا اس صورت حال کو دیکھ کر میرلشکری اور
اُس کے ساتھی اور سرداروں نے میرالتازخان سے ناراض ہوکر دربار قلات
کے معاملات سے کنارہ کشی اختیار کی اور امیر محبت خان نے نہایت محتاط
انداز اور خفیہ طور پر اُمیرالتازخان کے خلاف سازشوں کا جال بچھانا شروع کر دیا
اور ہر طرح سے اُمیر محبت خان نے اپنے سے مخالف سرداروں کو ساتھ ملانے
کے لیے ان کی خاطر مدارت اور دلجوئی انہماک سے شروع کر دی۔

میر لشکری کی آخری کوشش

میر لشکری اپنے تمام کئے کرائے پر یوں پانی پھرتا دیکھ کر رہ سکا اُس نے امیر الٰتاز خان کو سمجھانے کی ایک اور آخری کوشش کی۔ ایک رات خفیہ طور پر اُس کے پاس جا کر اُس نے امیر الٰتاز خان کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا اور اُسے بتلا دیا کہ امیر محبت خان اس کے خلاف خطرناک سازشوں میں مصروف ہے۔ سردار جو اُس سے بدظن اور ناراض ہیں۔ امیر محبت خان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اُسے سمجھایا کہ اب بھی وقت ہے اپنی غفلت دور کر دے اور اپنی ضد چھوڑ دے اور سرداروں کی طرف توجہ کر کے ان کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرے اور ان پر دست عنایت و شفقت پھیر کر ان کے ساتھ مہربانی اور خلوص سے پیش آئے۔ تاکہ سردار امیر محبت خان کو چھوڑ کر پھر اس کی طرف رجوع کریں یہاں تک کہہ دیا کہ اگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو علاوہ ایک ہی صورت ہے کہ امیر محبت خان کو قتل کروا دیا جائے تاکہ سازشوں کی بنیاد ہی مٹ جائے امیر الٰتاز خان پر میر لشکری کی ان مدبرانہ اور مشفقانہ باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ دوسرے دن بھرے دربار میں اس نے میر لشکری کی کچھ باتوں کا راز تمام سرداروں کے سامنے افشا کر دیا جس سے میر لشکری ناراض ہو کر دوسرے دن کابل چلا گیا۔ اور پھر قلات کا رخ نہیں کیا۔

نادر شاہ افشار بادشاہ ایران کا قندھار پر حملہ ۱۷۳۶ء میں

جب نادر شاہ افشار ۱۷۳۶ء میں سلطنت ایران کے تخت پر قابض ہوا تو قندھار میں شاہ حسین غلزئی برادر شاہ محمود غلزئی فتح کنندہ اصفہان

حکمرانی کر رہا تھا۔ افغانوں سے لڑائیاں جاری تھیں۔ نادر نے فیصلہ کیا کہ شاہ حسین صفوی کے زمانے کی صفوی سلطنت کو بحال کیا جائے اس لئے اس سلسلے میں قندھار پر حملہ ضروری تھا۔ جہاں میر ویس کا دوسرا بیٹا شاہ حسین غلزئی حکمران تھا قندھار کا قلعہ بہت مستحکم تھا۔ نادر نے پرانے شہر سے تھوڑے فاصلے پر ایک نئی بستی کی بنیاد رکھ دی اور سپاہیوں کے رہنے کے لیے مکانات بنائے۔ نادر آباد اس کا نام رکھا نادر قندھاریوں کو بتانا چاہتا تھا کہ جب تک قندھار فتح نہ ہوگا نادر کا قدم کسی دوسری طرف نہ اُٹھے گا۔ اس حملے میں نادر کی فوج کی تعداد ۸۰ ہزار تھی اس محاذ پر پورا ایک سال لگا آخر کار شاہ حسین غلزئی تاب نہ لا کر بھاگ گیا پھر ہتھیار ڈال دیئے اور شاہ نادر نے اسے گرفتار کر کے مازندران میں قید کیا غلزئیوں کی ایک بڑی تعداد کو نیشاپور کے قرب و جوار میں بسایا۔ اُن کی جگہ ابدالی خانہ بدوشوں کو قندھار لا کر آباد کیا۔

وفات اخوند محمد صالح وزیر

اخوند محمد صالح زنگنہ کرد بلوچ تھے سیستان کے شہر زابل میں سکونت پذیر تھے عام آدمی تھے۔ بہ تلاش روزگار زابل سے قلات آئے اور ۱۶۵۹ء میں امیر بلوچستان امیر الٰتاز دوئم کے دربار میں ملازمت اختیار کی جب ۲۶ جنوری ۱۶۶۶ء میں امیر موصوف اس دار فانی سے رحلت کر گئے ان کی جگہ اُن کے فرزند اکبر امیر احمد ثالث ملقب بہ احمد کبیر تخت نشین ہوا۔ وہ اپنی شہزادگی کے دور میں۔ اخوند محمد صالح کی ذہانت تدبر فراست سے متاثر ہوئے تھے لہذا جب وہ مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو انہوں نے اخوند محمد صالح کو منصب وزارت پر فائز کیا۔ چنانچہ اخوند موصوف نے چھ بلوچ حکمرانوں، احمد کبیر، امیر محراب خان، امیر سمندر خان، امیر احمد چہارم، امیر عبداللہ خان، امیر محبت خان کی

بحیثیت وزیر خدمات سرانجام دی۔

جب بلوچ راجی دیوان کے اُمرا نے ۱۷۳۳ء میں امیر محبت خان کو حکمرانی سے معزول کر کے اُس کے بھائی امیر الثازخان سوئم کو مسند حکمرانی پر بٹھایا تو اس وقت اخوند محمد صالح بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ امیر الثازخان سوئم ۱۸ اپریل ۱۷۳۳ء کو مسند حکمرانی پر بیٹھے اور اخوند محمد صالح ۷ مئی ۱۷۳۳ء کو تقریباً ایک سو سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ چونکہ وہ لاولد تھے لہٰذا امیر الثازخان نے اُن کے بھائی شاہداد کے بیٹے اخوند محمد حیات کو ان کی جگہ ۵ مئی ۱۷۳۳ء میں ان کا جانشین مقرر کیا۔

اُمیر الثازخان حکمران بلوچستان کا قندھار نادر شاہ افشار کی کمک کو جانا ۱۷۳۶ء

چونکہ امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان اپنے دورِ ۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۰ء حکمرانی میں صفوی خاندان ایران کے حکمرانوں کی طرفداری کا اعلان اور اُن سے عہد و پیمان کر چکا تھا لہٰذا جب نادر شاہ افشار حکومت ایران پر قابض ہو گیا اور قندھار پر ۱۷۳۶ء میں حملہ آور ہوا۔ تو اُمیر الثازخان بحیثیت حکمران بلوچستان اپنے والد بزرگوار امیر عبداللہ خان کے عہد و پیمان کے مطابق نادر شاہ افشار کی کمک کے لیے عازم قندھار ہوا۔ ۲۰ اگست ۱۷۳۶ء میں قندھار پہنچ کر نادر شاہ افشار سے دورانِ ملاقات اپنے آنے کی غرض و غایت کو بیان کیا۔ جس سے نادر شاہ بہت خوش ہوا اور اُن کا شکریہ ادا کیا۔ مگر دوسرے دن نادر شاہ سے ملاقات کے دوران تمام بلوچ سرداروں نے بیک زبان یہ کہہ دیا کہ اُنھوں نے اُمیر الثاز خان کو اپنے حکمرانی سے معزول کر دیا ہے۔ اُن کا نیا حکمران امیر محبت خان ہے

Scanned with CamScanner

لہٰذا بلوچستان کے سیاسی معاملات کے بارے میں اُن سے گفت وشنید کی جائے ماسوائے میر کمال خان اچازئی اور سلطان زہرو خان جنگل زئی کے باقی سب سرداروں نے امیر محبت خان کی حکمرانی کے حق میں رائے دی لہٰذا اس صورت حال کو دیکھ کر نادر شاہ افشار نے بھی امیر محبت خان کو بلوچستان کا حکمران تسلیم کر کے خلعت فاخرہ سے نوازا۔ اور اُن کے والد امیر عبداللہ خان کی حکومت ایران کے ساتھ دوستانہ عہدنامہ کی تجدید کی۔

امیر محبت خان کی واپسی بحیثیت حکمران بلوچستان

قدرت کے عجیب طور وطریقے ہوتے ہیں۔ جب ۲۰ اگست ۱۷۳۶ء میں امیر اتازخان اپنے تمام قبائلی بلوچ سرداروں کے ساتھ قندھار پہنچے تو وہ جنگل کے اسیر تھے جب دوسرے دن حکمران بلوچستان مع تمام بلوچ سرداروں کے نادر شاہ افشار سے ملے تو اُن کی جگہ ان کے بھائی اُمیر محبت کو بلوچ قبائل نے اپنا حکمران تسلیم کر کے نادر شاہ افشار سے سیاسی بات چیت کرنے کی اجازت دی ایک رات ہی میں اُمیر محبت خان کی کایا پلٹ گئی لہٰذا نادر شاہ افشار نے بھی اُمیر محبت خان کو حکمران بلوچستان تسلیم کر کے اُسے خلعت فاخرہ سے نوازا اور دوستانہ عہدنامہ کی اس کے ساتھ تجدید کی۔

اُمیر محبت خان کی ایک انوکھی تجویز

اُمیر محبت خان اپنے بھائی اُمیر اتازخان کی سادہ لوحی اور کوتاہ اندیشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوبارہ بلوچستان کی حکومت پر تو قابض ہوگیا مگر وہ اس خوشی کے بعد ایک بہت بڑے مخمصے میں پڑ گیا کہ وہ اُمیر اتازخان کو اکیلے

کے بھائی امیر نصیر خان اول اور اُن کے طرفداروں سے کیسے خلاصی حاصل کرے کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اگر ان سب کو بلوچستان میں رکھا جائے گا تو یہ موقع پا کر اُس کے خلاف فساد اور شر برپا کریں گے۔ ان کے ایک خیر خواہ نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ نادر شاہ افشار سے درخواست کرے کہ امیر الناز خان اور اُنکے طرفداروں کے گروہ کو اپنے پاس بطور یرغمال رکھے اس طرح ان مخالفین سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کرے تجویز معقول تھی انہوں نے نادر شاہ افشار سے استدعا کی اور نادر شاہ نے ان کی استدعا کو مان لیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ امیر الناز خان امیر کمال خان الناز ئی' سلطان زہیرو خان جنگل زئی' ملا محمد علی' قندھار میں نادر شاہ افشار کے پاس بطور یرغمال رہیں گے اور امیر محبت خان جب قلات جائیں گے وہاں سے امیر الناز خان کے سگے بھائی امیر نصیر خان اور امیر مراد علی الناز ئی فرزند امیر کمال خان الناز ئی و دیگر تمام طرفداران امیر الناز خان احمد زئی بلوچ کو بطور یرغمال قندھار نادر شاہ افشار کے پاس بھیج دیں گے۔

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

ہم دوبارہ بلوچستان کی تاریخ کی طرف رجوع کرتے ہیں امیر الناز خان سوئم جب ۱۱ اپریل ۱۷۳۳ء میں اپنے بڑے بھائی امیر محبت خان کی جگہ مسند حکمرانی بلوچستان پہ بیٹھا تو اُن کے تین سال کا مختصر دور ہنگامی حالات میں گزرا۔ انہوں نے مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کے مدار المہام استاد کچھو پردوش کو ان کے عہدے پر بحال رکھا۔ اُن کی جگہ کسی اور کو یہ منصب نہ دیا۔

چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں احداثی سرنگ

امیرالتازخان سوئم کو اپنے قلیل دورِ حکمرانی جو تین سال کے عرصے پر محیط تھا ریاست کے ہنگامی حالات کی وجہ سے موقع ہی نہیں ملا کہ اپنے اجداد کی روایت کے مطابق چشمہ قلات کی ذیلی کاریز کے پشتے میں اپنے نام سے منسوب سرنگ کھدوا سکے۔

چارٹ:۔ امیرالتازخان سوئم احمدزئی بلوچ کے ہم عصر سلاطین مملکت ایران و ہندوستان و حکمرانان سندھ۔

نام حکمران سندھ	نام بادشاہ سلطنت ہندوستان	نام بادشاہ سلطنت ایران	نام امیر بلوچستان
میاں نور محمد کلہوڑہ ۱۷۱۸ء تا ۱۷۵۳ء	محمد شاہ ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء	نادر شاہ افشار کی زیرِ سرپرستی میں شاہ طہماسپ ثانی ۱۷۳۰ء تا ۱۷۳۶ء	امیر التازخان سوئم احمدزئی بلوچ ۱۷۳۳ء تا ۱۷۳۶ء

چارٹ:۔ امیر الثاز خان سوئم احمد زئی بلوچ ہم عصر امیر خطہ مکران و امیر خاران، و امیر چاغی و امیر لس بیلہ۔

نام امیر لس بیلہ	نام امیر چاغی	نام امیر خاران	نام امیر مکران	نام امیر حکومت بلوچستان
جام عزت خان بلفت ١٧٣٠ء تا ١٧٣٨ء	ملک کندا خان سنجرانی ١٧٣٢ء تا ١٧٣٩ء	میر شاہد نوشیروانی ١٧٣٠ء تا ١٧٦٣ء	ملک دینار گچکی ١٧٣٦ء تا ١٧٦٩ء	امیر الثاز خان سوئم ١٧٣٣ء تا ١٧٣٦ء

اُمیر محبت خان کی دوبارہ مسند نشینی

چنانچہ نادر شاہ افشار نے۔ اُمیر محبت خان کو بلوچ سرداروں کی حمایت سے دوبارہ ۲۱ اگست ۱۷۳۶ء میں اُمیر بلوچستان تسلیم کر کے خلعت پہنائی اُمیر محبت خان چند دن قندھار میں نادر شاہ افشار کے پاس بطور مہمان رہے چونکہ نادر شاہ افشار کی فوج تعداد میں اتنی زیادہ تھی جو تسخیر قندھار کے لیے کافی تھی۔ لہٰذا فی الوقت اُس کو بلوچوں کی امداد کی ضرورت نہیں تھی لہٰذا انہوں نے اُمیر محبت خان کو بلوچستان جانے کی اجازت دی۔ اور اپنے سپہ سالار لطف علی خان کو پانچ سو سواروں کے ساتھ اُس کے جلو میں دے کر رخصت کیا تاکہ وہ قلات پہنچ کر نادر شاہ افشار کی طرف سے بحیثیت سپر پاور کے یہ اعلان کرے کہ بلوچستان پر اُمیر محبت خان کی حکمرانی کو بلوچ قبائلی مجلس شوریٰ کی حمایت کے بعد انہوں نے تسلیم کیا ہے۔

اُمیر محبت خان کی آمد قلات میں

چنانچہ اُمیر محبت خان اُمیر بلوچستان سپہ سالار لطف علی ایرانی و قبائلی سرداران بلوچ و پانچ سو سپاہیاں ایرانی کی معیت میں ۲ ستمبر ۱۷۳۶ء میں قلات پہنچا۔ اُمیر محبت خان کی دوبارہ تخت نشینی پر قلات میں جشن منایا گیا اور ان کی دوبارہ دستار بندی کی رسم ادا کی گئی اور سپہ سالار لطف علی خان ایرانی نے نادر شاہ افشار کی طرف سے یہ اعلان بحیثیت سپر پاور کے نمائندہ پڑھ کر سنایا۔ گرچہ نکہ بلوچ ملت کے زعمائے اُمیر محبت خان احمد زئی بلوچ کو اپنا بہ اتفاق رائے نیا اُمیر اور حکمران بلوچستان منتخب کیا ہے لہٰذا

وہ بھی بلوچ زعما کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے امیر محبت خان کی حکمرانی کو بلوچستان میں تسلیم کرتے ہیں۔

لطف علی خان سپہ سالار کی واپسی قندھار

قلات میں ایک ہفتہ قیام کے بعد ۱۰ ستمبر ۱۷۳۶ء کو سپہ سالار لطف علی مع میر نصیر خان برادر امیر التاز خان و بی بی مریم صاحبہ والدہ میر نصیر خان و میر مراد علی التازئی اور اُس کے خاندان و دیگر تمام طرفداران امیر التاز خان کو لے کر بطرف قندھار روانہ ہوا۔ ۱۶ ستمبر ۱۷۳۶ء کو قندھار پہنچا۔

امیر التاز خان بحیثیت یرغمال قندھار میں اور اُن کے قتل کا واقعہ

سپہ سالار لطف علی کے قلات سے واپسی پہ نادر شاہ افشار نے اپنے فوجی کیمپ میں امیر التاز خان اور قلات سے آئے ہوئے اُن کے لواحقین اور طرفداروں کی رہائش کے لیے ایک علیحدہ جگہ مختص کی۔ جہاں یہ سارے اکٹھے رہنے لگے ۱۷۳۶ء میں ایک رات یہ سارے بلوچ زعما بیٹھے ہوئے تھے اور سیاسی حالات پر بات چیت ہو رہی تھی کہ امیر نصیر خان اپنے بڑے بھائی امیر التاز خان کی حکومت کی پالیسیوں پہ نقطہ چینی کی جن کی ناکامی کی وجہ سے ان سب کو یرغمال ہونا پڑا چنانچہ اس تبصرہ سے امیر التاز خان طیش میں آ گئے اور انہوں نے تلوار سے امیر نصیر خان پر حملہ کیا امیر نصیر خان نے اپنے دفاع میں اپنی تلوار سامنے عمودی صورت میں ہاتھ میں لے کر کھڑا رہا امیر التاز خان جب ان کے قریب پہنچے تو ان کا پاؤں میں ٹھوکر لگی وہ خود پیٹ

کے بل امیر نصیر خان کی تلوار پر گر پڑے جس کی وجہ سے تلوار اُن کے پیٹ میں پیوست ہو کر انتڑیوں کو کاٹتے ہوئے پیچھے سے نکلی اور امیر موصوف موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے چنانچہ نادر شاہ کے کارپردازوں کو اطلاع دی گئی۔ وہ آئے اس واقعہ کی تحقیق کی اور چونکہ غلطی امیر التاز خان کی تھی لہٰذا امیر نصیر خان کو قتل کے جرم سے بری قرار دیا گیا اور امیر التاز خان کی میت کو دفنایا گیا۔ یہ واقعہ قندھار میں ۱۸ جولائی ۱۷۳۸ء کی شب وقوع پذیر ہوا۔

امیر محبت خان اور سرداروں کے تعلقات

امیر محبت خان جب ۱۷۳۶ء میں دوبارہ مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو اُسے یہ امارت دوبارہ بلوچ سرداروں کی حمایت کی وجہ سے ملی تھی۔ لہٰذا کچھ عرصہ اس کی حکومت آزادانہ طور پر سرداروں کے ہاتھوں میں رہی۔ اگرچہ وہ ذاتی طور پر سرداروں کی دخل اندازی کو بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر مجبور تھا۔ امیر التاز خان کا حشر اُس کے سامنے تھا بہرحال اس نے سرداروں سے تعلقات دوستانہ رکھے اور اُن کو ناراض ہونے کا موقع نہیں دیا۔ جب ۱۷۳۸ء میں امیر التاز خان کے امیر نصیر خان کے ہاتھوں مارا جانے کا واقعہ ہوا۔ تو اُسے یقین ہو گیا کہ امیر نصیر خان کو امیر التاز خان کے قصاص میں مار دیں گے اور اس کے بعد کوئی فرزند خاندان احمدزئی نہیں ہوگا جسے سردار اُس کے مقابلے پر منصب حکمرانی پہ لا کر کھڑا کریں گے لیکن امیر نصیر خان کی بریت سے پھر اُنکی تمام امیدوں پہ پانی پھر گیا سرداروں کو جو واقعہ قتل امیر التاز خان نے چوکنا کر دیا تھا امیر محبت خان نے سرداروں کو دوبارہ نوازنا شروع کر دیا۔

نادر شاہ افشار کا ہندوستان پر حملہ ۱۷۳۹ء میں

جب نادر شاہ افشار بادشاہ ایران نے ۱۷۳۶ء میں قندھار پر حملہ کیا تو یہ محاصرہ قندھار طول کھینچا تقریباً ایک سال بعد ۱۷۳۸ء میں قندھار فتح ہوا اس دوران میں جو افغان قندھار کے علاقوں سے فرار ہو کر غزنی اور کابل جاتے جو مغل بادشاہی کے ماتحت تھے وہاں کے حاکم ان لوگوں کو پناہ دیتے تھے اس سلسلے میں نادر شاہ افشار نے سلطنت ہندوستان کے مغل حکمران محمد شاہ سے کئی بار شکایتیں کیں جس کا کچھ نتیجہ نہیں نکلا تو انہوں نے ایک سفیر کو دہلی بھیجا جسے ہندوستان کے بادشاہ نے سال بھر دہلی میں روکے رکھا۔ اس نے ایک خط شہنشاہ ہندوستان کو لکھا اپنے قاصد کے ذریعے ہندوستان روانہ کیا جسے والد میر عباس جلال آباد کے گورنر نے قتل کر دیا۔ اس واقعے کے بعد مئی ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ نے غزنی پر حملہ کیا اور اسے فتح کرنے کے بعد اس نے کابل کو فتح کیا ستمبر میں جلال آباد پر قابض ہو گیا اسی سال نومبر میں پشاور اور جمرود نادر شاہ کے تسلط میں آگئے جنوری ۱۷۳۹ء میں پنجاب کے دارالخلافہ لاہور پر نادر شاہ نے قبضہ کیا۔

کرنال کی لڑائی ۱۷۳۹ء میں

آخر کار مغلیہ فوج محمد شاہ کی زیر کمان نادر شاہ کے مقابلے پر آئی دہلی سے سو میل دور فروری ۱۷۳۹ء میں کرنال کے مقام پر ایرانی اور ہندوستانی فوجوں کی لڑائی ہوئی۔ ہندوستانی جرنیل سعادت خان نے شکست کھائی اور اسے ایرانیوں نے قید کیا، اور ہندوستانی جنرل زخمی ہوا۔ ہندوستانی فوج کو شکست ہوئی نظام الملک نے صلح کی درخواست کر کے نادر شاہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ

پچاس لاکھ روپے تاوان وصول کر کے واپس لوٹ جاتے لیکن اُس کے رقیب برہان الملک (سعادت خان) نے نظام الملک کو ذلیل کرنے کی خاطر نادر شاہ کو یہ رائے دی کہ وہ دہلی جاکر بادشاہ سے زیادہ رقم وصول کر سکے گا چنانچہ نادر شاہ دہلی پہنچا محمد شاہ کے شاہی محل میں مقیم ہوا دہلی میں اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

دہلی کے بازاروں میں ایرانی فوجوں پر حملے!

ایران کے قزلباشوں کا ایک جیش اس کام پر مامور ہوا کہ نرخ مقرر کر کے غلہ فروشوں سے غلہ خریدا جائے۔ قزلباشوں نے دس سیر فی روپیہ غلہ کا نرخ مقرر کیا۔ مہاجنوں کو یہ نرخ منظور نہ تھا۔ انہوں نے غلط سلط باتیں کر کے عوام کو برانگیختہ کر دیا۔ چنانچہ قزلباشوں پر جا بجا حملے ہوئے اور کئی مارے گئے۔ اس کے ساتھ ہی افواہ اُڑا دی گئی کہ محمد شاہ نے نادر شاہ کو قتل کرا دیا ہے یہ سنتے ہی قزلباش قتل ہونے لگے۔ رات بھر میں بہت سے مارے گئے۔

نادر شاہ کا شہر دہلی میں نکلنا

صبح کو نادر شاہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا کہ لوگ اسے دیکھ لیں گے تو افواہ غلط ثابت ہوگی چاندنی چوک میں سنہری مسجد کے پاس جب نادر پہنچا تو اس پر گولی چلائی گئی۔ یہ حالت دیکھتے ہی نادر شاہ نے قتل عام کا حکم دیا صبح سے ظہر تک دہلی کے بازاروں اور گلیوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اور خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ ظہر کے وقت نظام الملک نے نادر شاہ سے عاجزانہ التجا کر کے قتل عام کو رکوایا کہتے ہیں۔ اس قتل عام میں سات ہزار قزلباش اور بیس ہزار اہل دہلی موت کے گھاٹ اترے۔ کئی روز تک لاشیں گلیوں میں سڑتی رہیں پھر کچھ ٹھی

جمنا میں پھینک دی گئیں، باقی لاشیں بلا لحاظ مسلم و غیر مسلم آگ میں جلائی گئیں۔

غارت گری دہلی میں

دہلی میں قتل عام کے بعد سلب و نہب اور غارت گری کا طوفان موج زن ہوگیا شاہی خزانے میں جو کچھ تھا، وہ نادر شاہ نے سنبھال لیا، سرسری اندازہ یہ ہے (۱) نقد ساٹھ لاکھ (۲) اشرفیاں چند ہزار (۳) سنہری اور روپہلی ظروف مالیت ایک کروڑ (۴) جواہرات پچاس کروڑ۔

اُمرا جن سے روپیہ لیا گیا۔

۱ اعتماد الدولہ وزیر اعظم	تیس لاکھ
۲ آصف جاہ	تیس لاکھ
۳ سعادت خان	ایک کروڑ
۴ پسماندگان خان دوران	ایک کروڑ

تاریخی نوادرات میں دو چیزیں شامل تھیں، کوہ نور، اور تخت طاؤس گرچہ دہلی میں جو کچھ نادر شاہ کے ہاتھ لگا اس کا صحیح اندازہ پیش کرنا مشکل ہے روایتوں کے مطابق کم و بیش ستر کروڑ روپے نقد اور سامان جس کا حساب لگانا مشکل ہے، یہ سب دولت نادر شاہ کے ہاتھ لگی۔

ہندوستان کی مہم میں بلوچوں کا کردار!

ہندوستان کی مہم میں بلوچوں نے نادر شاہ افشار کا ساتھ دیا جب انہوں نے مئی ۱۷۳۸ء میں غزنی اور کابل پر قبضہ کیا اور ستمبر میں جلال آباد بھی ان کے تصرف میں آگیا تو ان تمام مہمات میں امیر نصیر خان اور ان کے بلوچ برخالی

اُن کے ساتھ تھے۔ اور باقاعدگی سے ان جنگوں میں حصہ لیتے رہے جنوری ۱۷۳۹ء
میں جب نادر شاہ پنجاب کے طرف لاہور پر حملہ کیا اور بعد میں اس کا لاہور پر قبضہ
ہوگیا تو اسی دوران اُمیر محبت خان اُمیر بلوچستان مع اپنے بلوچی افواج کے لاہور
میں انکی کمک کے لیے پہنچے اور پھر تمام مہمات میں ان کے ساتھ رہے۔ بلوچوں نے
اُمیر عبداللہ خان۔ اُمیر بلوچستان کے عہد و پیمان کے مطابق ہر محاذ پر نادر شاہ کی
کمک کی۔ ان کے بلوچی قول کی پاسداری کر کے احترام کو برقرار رکھا۔

نادر شاہ کا سندھ پر حملہ

۲۱ نومبر ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ افشار دہلی سے کابل پہنچا کچھ مدت پیشتر نادر شاہ
نے میاں نور محمد خان کلھوڑہ حکمران سندھ کے نام حکم بھیجا تھا کہ کابل میں آکر مجھ سے
ملو مگر میاں نے اُس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نادر شاہ نے محسوس کیا میاں آئے گا
نہیں۔ لہٰذا اُس نے سندھ پر حملے کی تیاریاں کیں وہ ۲۸ نومبر ۱۷۳۸ء میں کابل سے
نکل پڑا ۲۵ دسمبر ۱۷۳۸ء کو نادر ڈیرہ اسماعیل خان پہنچا داؤد پوتروں کا رئیس میر
محمد صادق خان نے ڈیرہ اسماعیل خان میں نادر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر فرمانبرداری
کا عہد کیا۔ نادر شاہ یکم فروری ۱۷۴۰ء میں لاڑکانہ پہنچا۔ وہاں اُسے معلوم ہوا کہ میاں
نور محمد خان صحرائی علاقے کی طرف نکل گیا ہے نادر شاہ نے بھاری سامان لاڑکانہ
میں چھوڑ کر سواروں کا لشکر لے کر میاں کے تعاقب کو روانہ ہوا نادر شاہ شہداد کوٹ پہنچا
شہداد کوٹ سے عمر کوٹ تیس فرسنگ تھا نادر شاہ کا یہ راستہ ایک دن رات میں طے کر
کے عمر کوٹ کے سامنے جا پہنچا میاں صاحب نے مجبور ہوکر اس شرط پر حاضری
قبول کی کہ خود اُنہیں اور اُن کے خاندان میں کسی کو جان اور عزت کو کوئی نقصان
نہ پہنچایا جائے نادر شاہ نے یہ شرط منظور کر لی اور میاں نور محمد خان نے نادر شاہ

افشار کے دربار میں پہنچکر اُن سے ملاقات کی۔

اُمیر عبداللہ خان اُمیر بلوچستان کے خون بہا کا تصفیہ

جب نادر شاہ افشار عمر کوٹ سے لاڑکانہ پہنچا تو بی بی مریم نے نادر شاہ کی خدمت میں عرض کی کلہوڑہ امیر میاں نور محمد خان نے اُن کے خاوند اُمیر عبداللہ خان کو ناجائز قتل کیا، ان کا خون بہا دلایا جائے۔ بی بی مریم کی درخواست قبول ہوئی نادر شاہ نے میاں نور محمد کو اُمیر محبت خان اُمیر بلوچستان کے پاس بھیج دیا کہ اِسے اپنے والد کے قتل کے قصاص میں قتل کر دے تاکہ وہ وعدہ پورہ ہو جائے جو میں نے تمہاری والدہ سے کیا تھا اُمیر محبت خان نے جواب دیا کہ ہم بلوچ لوگ قیدی کو قتل کرنا معیوب سمجھتے ہیں اس پر نادر شاہ افشار نے (کچھی اور سیوی) کا علاقہ اُمیر عبداللہ خان کے خون بہا میں اُمیر محبت خان اُمیر بلوچستان کو دے دیا اس خون بہا کا فیصلہ ۸ مارچ ۱۷۴۰ء میں بہ مقام لاڑکانہ ہوا۔

نادر شاہ افشار کا میاں نور محمد کلہوڑہ سے یرغمال لینا

نادر شاہ نے سالانہ خراج علاقہ سندھ پر عائد کیا اس کے علاوہ انہوں نے میاں نور محمد کلہوڑہ سے اس کے ایک لڑکے کو بطور یرغمال دینے کا مطالبہ بھی کیا اور تیسری یہ شرط عائد کی کہ دو ہزار سندھی سوار مستقل طور پر شاہی فوج کے ساتھ رہیں گے لہذا میاں صاحب نے اپنے بڑے بیٹے مراد یاب خان کو نادر شاہ افشار کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا دوسرے بیٹے غلام شاہ کو اس غرض سے ساتھ کر دیا کہ دوسرے بھائی کے ساتھ اکٹھا رہ کر دونوں اُداس نہیں ہوں گے۔

نادر شاہ افشار کی واپسی

نادر شاہ جب عمرکوٹ سے ہمراہ میاں نور محمد خان کلھوڑہ واپس لاڑکانہ آیا تو انہوں نے امیر عبداللہ خان مرحوم امیر بلوچستان کے خون بہا کا فیصلہ شکارپور کا علاقہ جو داؤد پوتروں کا اصل ملکیت تھا اُن کے رئیس امیر صادق خان کو دیا محرم کا یوم عاشورہ لاڑکانہ میں گزار کر جشن نوروز منا کر ۲۹ مارچ ۱۷۴۰ء میں درہ بولان کے راستے بطرف قندھار روانہ ہوا اس کے ساتھ میاں نور خان کے دونوں بیٹے مراد یاب خان اور غلام شاہ، امیر نصیر خان مع تمام بلوچ اور دو ہزار سندھی سوار نادر شاہ افشار کا تمام لاؤ لشکر روانہ ہوا۔ منازل سفر طے کرتے ہوئے قندھار سے گزر کر ہرات پہنچے ہرات میں نادر شاہ افشار کی افواج نے کئی دن آرام کیا۔

خطہ سیوی اور کچھی کی تقسیم

اب ہم دوبارہ تاریخ بلوچستان کی طرف رجوع کرتے ہیں جب بمقام لاڑکانہ ۸ مارچ سنہ۱۷۴۰ء میں نادر شاہ افشار حکمران سلطنت ایران نے سندھ کے حکمران میاں نور محمد کلھوڑہ سے سیوی اور کچھی کا علاقہ لے کر امیر محبت خان حکمران کو اُن کے والد امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ کے خون بہا میں دے دیا تو اس فیصلہ کے بعد خطہ کچھی اور سیوی کا سیاسی تعلق اور انتظامی بندوبست بلوچستان کی حکومت کو منتقل ہوگیا۔ چونکہ امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کے ساتھ سراوان دشت کے کئی ایک سردار اور ان کے قبائل کے افراد ۱۱ فروری سنہ۱۷۳۱ء کی جنگ بمقام رچاندری (جھڑ) میں کام آئے تھے۔ لہٰذا ان کا حصہ خون بہا دینا لازمی تھا۔

اس لیے امیر محبت خان امیر بلوچستان نے کچھی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کو امیر عبداللہ خان کے خون بہا میں خاص امیر عبداللہ کی ملکیت قرار دیا دوسرا حصہ ان قبائل کے لیے مخصوص رکھا گیا جنہوں نے اگرچہ اس لڑائی میں امیر عبداللہ خان کے ساتھ شرکت نہیں کی تھی مگر ان کی گذشتہ خدمات ناقابل فراموش تھیں یہ حصہ بھی امیر بلوچستان کے قبضہ میں رہا جسے امیر بلوچستان نے اپنی صوابدید کے مطابق دوسرے سرداروں اور اُن کے قبائل یا خاص افراد کو وقتاً فوقتاً ان کے اہم جنگی خدمات کے صلہ میں انعام کے طور مرحمت فرماتا رہا تیسرے حصہ کو بطریق ذیل قبائل سراوان پر تقسیم کر دیا گیا کیونکہ امیر عبداللہ کے ساتھ اس آخری جنگ میں صرف سراوان کے قبائل تھے جھالاوانی لشکر آخری دم تک کچھی نہیں پہنچ سکا تھا اس لیے قبائل جھالاوان کو اس وقت کوئی زمین بعوض خون بہا نہیں دی گئی امیر محبت خان امیر بلوچستان نے سراوان قبائل میں اراضی کچھی حصہ قبائل سراوان بطریق ذیل تقسیم کیا۔

۱ قبیلہ رئیسانی کے خون بہا میں موضع مشوری۔

۲ قبیلہ شاوانی کے خون بہا میں موضع حاجی۔

۳ قبیلہ لہڑی کے خون بہا میں موضع بابی۔

۴ قبیلہ بنگلزئی کے خون بہا میں موضع چندڑ۔

۵ قبیلہ رودینی کے خون بہا میں موضع تاج

۶ قبیلہ میرجسنی کے خون بہا میں کوٹڑو۔

۷ قبیلہ محمد شہی کے خون بہا میں موضع زرداد۔

کچھی کے بلوچ قبائل کی حکومت بلوچستان سے وابستگی

جب نادر شاہ افشار بادشاہ سلطنت ایران نے بحیثیت سرپاور کے کچھی

اور سیوی کا تمام علاقہ بعوض خون بہا امیر عبداللہ خان امیر بلوچستان اُن کے بیٹے امیر محبت خان امیر بلوچستان کے سپرد کیا تو کچھی کے بلوچ قبائل رند، لاشار، وغیرہ ڈومبکی اور مگسی وغیرہ جو پہلے کلہوڑہ حکومت کے ماتحت تھے امیر بلوچستان کے زیرِ نگیں آ گئے۔ امیر محبت خان نے ان کے ساتھ برادرانہ اور روادارانہ سلوک کیا اور ان کے مقبوضہ اور زیرِ تصرف اراضیات کو بدستور سابق اُن کے قبضہ میں رہنے دیا۔

لس بیلہ پر حملہ

جام ابراہیم گنگو جام لس بیلہ تھا اس کے دور (۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۸ء) میں مال غنیمت پر اس کے اور اس کے قبیلہ گنگو کا جھگڑا ہو گیا جس کے نتیجے میں لڑائی ہوئی اور گنگو قبیلے کے معتبرین نے جام ابراہیم کو قتل کر دیا سردار پیارو خان بلفت بلوچ جام ابراہیم کا ماموں تھا اس نے ابراہیم کے خون کا قصاص لینے کی خاطر قبیلہ گنگو پر حملہ کیا اور قاتلوں کو قتل کر کے اُن کو شکست دے کر خود مسند امارت لس بیلہ پر ۲۳ نومبر ۱۷۱۸ء پر بیٹھا۔ ان کے دور (۱۷۱۸ء تا ۱۷۳۰ء) میں بلوچستان کا حکمران امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ تھا جب سردار پیارو خان بلفت جام لس بیلہ امیر عبداللہ خان کے دور حکمرانی میں ۱۲ اگست ۱۷۳۰ء کو فوت ہوا اُس کا بیٹا عزت خان بلفت اس کی جگہ مسند لس بیلہ پر بیٹھا اُن کی حکمرانی کے دور میں حکومت بلوچستان کی مرکزی حکومت میں بڑی تبدیلی واقع ہوئی امیر عبداللہ خان کی شہادت کے بعد ان کا بڑا بیٹا امیر محبت خان حکمران بلوچستان بنا دو سال بعد ۱۷۳۳ء میں بلوچ ممبران مجلس شوریٰ نے اُن کو معزول کر کے اس کے دوسرے بھائی امیر التاز خان سوئم کو حکمران بلوچستان بنایا۔ پھر

تیسرے سال ۱۸۳۶ء میں امیر الثاز خان کو معزول کر کے دوبارہ امیر محبت خان کو حکمران بلوچستان بنایا گیا یعنی وہ دوبارہ ۲۱ اگست ۱۸۳۶ء میں مسندِ حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو اس دور میں لس بیلہ پر بطور جام، جام عزت خان بلفت حکمرانی کر رہا تھا وہ کم سن تھا اُن کی حکومت اُن کی والدہ بی بی چاگلی چلا رہی تھی بی بی چاگلی خود ایک بہادر اور نڈر عورت تھی۔ ان دنوں میں سردار میر جام عالی گنگورہ کی طاقت عروج پر تھی وہ جاموٹوں کا سردار تھا اُس نے جام کا منصب حاصل کرنے کے لیے بلفت بلوچوں پر حملہ کیا مگر ۸ نومبر ۱۸۴۰ء میں ان سے شکست کھائی چونکہ امیر بلوچستان اُمیر محبت خان احمدزئی بلوچ کی والدہ جاموٹ تھی سردار جام عالی گنگورہ قلات امیر محبت خان کے پاس پہنچا اور امیر محبت خان انہیں کمک دینے کے لیے تیار ہوا۔

کمک دینے کی شرائط

امیر محبت خان نے جام عالی گنگورہ سے کہا کہ وہ اُسے مدد ضرور دینگے لیکن بیلہ کی سالانہ آمدنی کا نصف حصہ وہ امیر بلوچستان کو دیا کریگا۔ جام عالی گنگورہ نے یہ شرط بلا چون و چرا قبول کی تب امیر محبت خان نے اپنے وزیر اخوند محمد حیات کی سربراہی میں دستہ جھالاوان کی فوج کو ہمراہ سردار جام عالی گنگورہ روانہ کر دیا یہ فوج خضدار سے ۲۹ نومبر ۱۸۴۰ء میں زیرِ کردگی اخوند محمد حیات بطرف بیلہ روانہ ہوئی ۸ دسمبر ۱۸۴۰ء میں اخوند محمد حیات نے بیلہ شہر کا محاصرہ کیا لڑائی ہوئی جام عزت خان بلفت اور ان کی والدہ و دیگر بہت سے بلفت معتبرین لڑائی میں کام آگئے ۱۰ دسمبر ۱۸۴۰ء میں جام عالی خان گنگورہ کو اخوند محمد حیات وزیر نے مسندِ امارت لس بیلہ پر بطور حکمران بٹھایا اس کے بعد سلسلہ جامی لس بیلہ خاندان

بلفت سے خاندان جام عالی کمتوریہ منتقل ہوا۔ اور عالی کی وجہ سے اس کا خاندان عالیانی کے نام سے موسوم ہوا اور جام عالی کمتوریہ عہد و پیمان کے مطابق باقاعدہ لس بیلہ کی نصف آمدنی سالانہ امیر محبت خان حکمران بلوچستان کو دیتا رہا۔

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

جب امیر محبت خان دوسری مرتبہ ۲۱ اگست ۱۲۳۶ھ میں مسند حکمرانی پر بیٹھا تو مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام کوہ پروش تھا ۱۲۴۰ھ میں اس پر فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے امیر بلوچستان امیر محبت خان نے یہ عہدہ اس کے بیٹے آدین زداب کو دیا وہ مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کے مدار المہام بنے

چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں سرنگ کی احداث

امیر محبت خان امیر بلوچستان نے اپنے دوسرے دور حکمرانی میں ۱۲۴۰ھ میں چشمہ قلات کے ذیلی کاریز کے پشتے میں اپنے نام سے موسوم ایک سرنگ کھدوائی۔

مکران کی سیاسی صورت حال

جب شے قاسم ثانی بلیدی مکران میں حاکم تھا تو ان کے دور حکمرانی ۱۲۱۸ھ تا ۱۲۲۶ھ میں مکران پر قبیلہ گچکی نے غلبہ حاصل کیا شے قاسم بلیدی کے چچا شے بلال نے حنفی مذہب اختیار کیا سردار طاہر اد گچکی کو مکران پر قبضہ کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آگیا اس نے دوران سفر شے بلال پر حملہ کر کے ۱۸ اپریل ۱۲۲۶ھ

میں اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا بہانہ یہ تھا کہ اس نے ذکری مذہب چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا ہے لہٰذا وہ مرتد ہوا مرتد کا قتل جائز ہے پھر فوراً اس واقعہ کے بعد سردار ملا مراد گچکی کا بیٹا سردار ملک دینار نے گوادر پر جو بلیدی بلوچوں کا گڑھ تھا حملہ کر کے شے قاسم بلیدی کو ختم کر دیا اور سارے مکران پر گچکی سردار ملا مراد قابض ہوگیا اس فتح کے بعد ملا مراد گچکی نے پنجگور کا علاقہ اپنے بھائی اللہ داد گچکی کو دیا خود کیچ اور مکران کے ساحلی علاقوں پر قابض ہوگیا بعد میں اس نے ذکری فرقے کی امامت سنبھالی اور اپنے بیٹے ملک دینار کو کیچ اور ساحلی علاقوں کا امیر مقرر کیا۔

امیر محبت خان احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان کے دوسرے دور (۱۷۳۶ء تا ۱۷۴۹ء) حکمرانی میں مکران کے گچکی سردار دو بھائی کے اولاد سے تھے سردار ملا مراد گچکی نے پنجگور اپنے بھائی اللہ داد ثانی گچکی کو دیا تھا وہ خود کیچ اور ساحلی علاقوں پر قابض ہوگیا تھا اس دور میں ملک دینار گچکی سردار کیچ کی طاقت عروج پر تھی وہ پنجگور کو بھی اپنے تصرف میں لانا چاہتا تھا اس دور میں پنجگور کا سردار میر شاہو گچکی ولد سردار جلب گچکی ولد سردار اللہ داد ثانی گچکی تھا وہ اپنے علاقہ میں سردار کیچ کی دخل اندازی کو برداشت نہیں کرتا تھا لہٰذا دونوں فریقوں میں لڑائی ہوئی جس کی تفصیلات اس طرح ہیں۔

ملک دینار گچکی کا پنجگور پر حملہ

اا دسمبر ۱۷۴۰ء میں سردار ملک دینار گچکی نے سردار میر شاہو گچکی کی سرزنش کے لیے اور پنجگور کی تسخیر کے لیے اپنے بیٹے میر شبہ عمر کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پنجگور روانہ کر دیا میر شبہ عمر نے پنجگور پر حملہ کر کے ۲۰ دسمبر ۱۷۴۰ء

کو سردار شاہو گچکی کو میدان کارزار میں شکست دے کر قتل کیا اور خود قلعہ پر قابض ہو گیا۔

امیر بلوچستان کی مکران میں مداخلت

پنجگور کے قبیلہ گچکی سردار خاندان کا رشتہ ناطہ امیر احمد ثالث ملقب بہ بلا جو سردار شاہو گچکی کا چچا تھا پنجگور سے فرار ہو کر قلات سے چلا آتا تھا میر عیسیٰ گچکی جو سردار شاہو گچکی کا چچا تھا پنجگور سے فرار ہو کر قلات پہنچا اور امیر بلوچستان امیر محبت خان سے کمک کی درخواست کی امیر محبت خان نے محض خاندانی رشتے کی خاطر اس کی امداد کا بیڑہ اٹھایا امیر محبت خان بلوچ قومی فوج کے دستے سراوان اور دستہ جھالاوان کو لے کر پنجگور پر حملہ آور ہوا میر شہ عمر قلعہ عیسیٰ میں محصور ہو گیا امیر محبت خان قلات سے پنجگور ۲۷ دسمبر ۱۷۳۰ء کو پہنچا ۲۸ دسمبر ۱۷۳۰ء کو قلعہ عیسیٰ کا محاصرہ شروع ہوا محاصرہ جاری تھا کہ ۱۲ مارچ ۱۷۳۱ء کو ملک دینار سردار کیچ کی بیگم اور میر شہ عمر کی والدہ بی بی زر خاتون کیچ سے چل کر پنجگور پہنچی اسی دوران امیر محبت خان قلعہ پر اپنا آخری اور فیصلہ کن حملہ شروع کرنے والا تھا کہ بی بی زر خاتون نے قرآن کا واسطہ دیکر امیر محبت خان امیر بلوچستان کے پاس میڑ لائی اور شہ عمر کی جان بخشی چاہی امیر محبت خان نے میر شہ عمر کو معاف کر دیا ۱۳ مارچ ۱۷۳۱ء یعنی میر شہ عمر قلعہ سے باہر آ کر امیر بلوچستان کے سلام سے مشرف ہوا اور آئندہ کے لیے پُر امن رہنے کا وعدہ کر کے اپنے لشکر کے ساتھ واپس کیچ روانہ ہوا۔ امیر محبت خان امیر بلوچستان میر عیسیٰ گچکی کے بیٹے کرم شاہ عرف میر لتہ کو پنجگور کا سردار مقرر کر کے ۲۹ مارچ ۱۷۳۱ء کو مراجعت فرمائے قلات ہوا۔

نادر شاہ افشار کی فتح بخارا و خیوا

نادر شاہ افشار ۱۷۳۷ء میں لاڑکانہ سے بطرف قندھار روانہ ہوا۔ قندھار پہنچ کر بطرف ہرات روانہ ہوا چونکہ بخارا اور خیوا کے ازبک خراسان پر لوٹ مار کی غرض سے حملہ کیا کرتے تھے لہٰذا انہوں نے دونوں علاقوں کو ۱۷۴۰ء میں فتح کرنے کا ارادہ کیا جب جبل فیض خان حکمران بخارا کو معلوم ہوا اُس کے پاس نادر شاہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی وہ اس کے کیمپ میں اس کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا اُس کے ساتھ دوستانہ عہدنامہ کر کے جیحون کو ایران کی آخری حد تسلیم کیا پھر نادر شاہ نے خیوا پر چڑھائی کی البرس خان حکمران خیوا نے بہت سی لڑائیوں میں شکست کھانے کے بعد آخر کار ہتھیار ڈال دیے جب نادر شاہ نے اپنے کچھ نمائندے اس کے پاس بھیجے کہ ایرانی قیدیوں کو رہا کیا جائے اُس نے سارے نمائندوں کو قتل کر دیا ایک کو زخمی حالت میں نادر شاہ کے پاس بھیج دیا اس سفاکی کے بدلے نادر شاہ نے حکمران خیوا اور اس کے بیس مشیروں اور صلاح کاروں کو تہ تیغ کیا۔

نادر شاہ افشار کی قبائل لنگی کی مہم پر جانا

نادر شاہ خیوا اور بخارا کو مطیع کر کے چہار جو کے راستے سے مشہد پہنچا چونکہ لنگی قبائل نے اس کے بھائی ابراہیم خان کو قتل کر دیا تھا وہ ان کی سرکوبی کے لیے مشہد سے نکلا۔ اور اس نے ابدالی کے لشکر کو اس مہم پر مقرر کیا۔

نادر شاہ افشار پر گولی سے فائیر کرنے کا واقع

دوران سفر موسم خزاں میں قلعہ اولاد کے نزدیک ایک شخص نے جنگل سے نکل کر ۱۹ اکتوبر ۱۷۴۱ء میں نادر شاہ پر فائیر کیا اور اسے کسی قدر مجروح کر دیا نادر پر فائیر کرنے والا پکڑا گیا تو اس نے بتایا کہ اسے اس حملہ کرنے پر نادر شاہ کے بیٹے اور ولی عہد رضا قلی نے آمادہ کیا تھا۔ لہٰذا اس انکشاف کے بعد نادر نے اپنے بیٹے رضا قلی کی آنکھیں نکلوا کر اسے اندھا کر دیا بیٹے نے بڑے دربار میں باپ سے کہا کہ آپ نے میری آنکھیں نہیں نکلوائیں بلکہ سلطنت ایران کو اندھا کر دیا۔

نادر شاہ افشار کی وفات

آخری زمانے میں نادر شاہ کے دماغ میں خلل پیدا ہو گیا تھا اور اس کا ظلم بھی حد سے زیادہ بڑھ چکا تھا یہاں تک کہ اس کے خاص خدمت گار بھی اس سے ڈرنے لگے تھے نادر نے اہل سیستان سے تین لاکھ تومان مالیہ مطالبہ کیا سیستانی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اس کا بھتیجا علی قلی شورشیوں کا سرغنہ تھا نادر شاہ کا ایک بڑا خیرخواہ طہماسپ خان جلائیر حالات کو دیکھ کر اس فکر میں پڑ گیا کہ اس کی جگہ نادر شاہ کے کسی بیٹے کو تخت پر بٹھائے۔ رادکان میں خبوشان کرد قبیلہ نے شاہی اصطبل کو لوٹ لیا، نادر شاہ ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا فتح آباد کے مقام پر محمد خان قاچار، موسیٰ خان افشار، خواجہ بیگ افشار، محمد صالح خان افشار، محمد قلی خان افشار نے ۲۰ جون ۱۷۴۷ء کے رات کو نادر شاہ کے خیمہ میں داخل ہو کر اسے خواب کی حالت میں مارنے کی کوشش کی مگر اسی حالت

میں بھی وہ اپنے دو قاتلوں کو قتل کر کے خود قتل ہوا اُس کے قتل کے بعد اس کا تمام خزانہ برباد ہو گیا۔ اُس کی وسیع مملکت میں انتشار پیدا ہو گیا۔

نادر شاہ کا درباری شاعر اُن کے قتل کے واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے

نادر شاہ افشار کا ایک درباری شاعر فردوسی ثانی تھا جو فردوسی اول کی اولاد میں سے تھا وہ شاہنامہ کی بحر میں نادر کی تاریخی حالات کو لکھتا تھا۔ اُن کے قتل کے بعد شاعر نے اپنی کتاب کو ان اشعار پر ختم کیا۔

دل شب سر قتل و تاراج داشت
سحر گہ نہ تن سر، نہ سر تاج داشت
بیک گردشِ چرخِ نیلوفری
نہ نادر بجا ماند و نے نادری

اُمیر نصیر خان اور ان کے ہمرائیوں کی آمد بلوچستان میں

۲۰ جون ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ افشار کے قتل کے بعد جب اس کے پہلا ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے تھے اُمیر نصیر خان اُمیر کمال خان التازئی مرحوم زہرو خان جنگل زئی دارو غہ مہر علی' علی خان دارو غہ اپنے دیگر تین چار سو بلوچی رفقائیوں کے ساتھ مشہد سے ۲۵ جون ۱۷۴۷ء کو بطرف شیراز روانہ ہوئے اُمیر نصیر خان نے دارو غہ مہر علی کو قندھار اپنے خواتین کے لانے کے لیے روانہ کیا خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ کران سے ہوتا ہوا جب ندی میں یہاں کے معتبر ہوت چھپا کے ہاں اس کے استدعا پر مہمان رہا۔ یہاں بلوچستان میں امیر

نصیر خان ۱۵ جولائی ۱۷۴۰ء کو پہنچا چند وقت چھٹر با بوٹ کے پاس آرام کر نے کا بعد میاں محمد مرادیاب خان اور اس کے بھائی میاں غلام شاہ کلھوڑہ جو کہ رشتہ میں امیر نصیر خان کے بہنوئی بھی ہوتے تھے کی دعوت پر اپنے ساتھیوں سمیت خدا آباد سندھ کلھوڑوں کے پاس دو سال تک مقیم رہا۔

بلوچ اور سندھی یرغمالیوں کا اکٹھا رہنا

جب امیر محبت خان احمد زئی بلوچ ۱۶ اگست ۱۷۳۶ء میں دوسری بار امیر بلوچستان منتخب ہوا تو انہوں نے اپنے دونوں بھائی امیر التاز خان اور امیر نصیر خان اور رشتہ دار امیر کمال التازئی، امیر مراد علی التازئی اور اُن کے سب طرفداروں کو نادر شاہ افشار کے پاس بطور یرغمال رکھا جب نادر شاہ افشار نے ۲۱ نومبر ۱۷۳۹ء کو سندھ پہ قبضہ کیا تو سندھ کے حکمران میاں نور محمد کلھوڑہ سے اُس کے دو بیٹے میاں مرادیاب خان اور اُس کا بھائی میاں غلام شاہ اور دو ہزار سندھی سواروں کو اپنے ساتھ بطور یرغمال لے کر بطرف ایران روانہ ہوا۔ لہٰذا یہ بلوچ اور سندھی یرغمال نادر شاہ کے دور حکومت ۱۷۴۷ء تک اکٹھا رہتے تھے لہٰذا اس طرح بالکل میں وہ ایک دوسرے کے دوست اور غم خوار اور مونس رہے جس کی وجہ اُن میں دوستی پیدا ہوگئی اور میاں مرادیاب کی دعوت پر امیر نصیر خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ سندھ کے دارالخلافہ خدا آباد چلے گئے۔

باب ہفتم

احمد خان ابدالی بحیثیت سپہ سالار نادر شاہ افشار

نادر شاہ افشار کے کئی ایک سپہ سالار تھے اُن میں سے ایک احمد خان ولد زمان خان ابدالی افغان بھی تھا۔ جو نادر شاہ افشار کے قتل کے بعد اس کی مشرقی سلطنت کا وارث بنا۔ احمد خان قبیلہ سدوزئی ابدالی سے تعلق رکھتا تھا کہتے ہیں احمد خان ملتان میں پیدا ہوا جب کہ اُس کے والد یہاں ملازم تھے احمد خان کے اجداد مختلف حکمرانوں کے دورِ حکومت میں ہرات، قندھار اور ملتان میں حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ احمد خان اور اُس کا بھائی ذوالفقار خان شاہ حسین غلزئی ولد میرویس غلزئی حاکم قندھار کی قید میں تھا جب نادر شاہ افشار نے ۱۷۳۸ء میں قندھار کے شہر کو فتح کیا تو احمد خان اور اُس کے بھائی ذوالفقار خان کو قید سے رہا کر دیا۔ احمد خان کو مازندران میں جاگیر دی پھر نادر شاہ نے احمد خان ابدالی کو ۲۹ مارچ ۱۷۴۱ء میں اپنے دربار میں بلا کر لشکر ابدالی کا سپہ سالار بنا کر اپنی ہمرکابی میں مقرر کیا وہ نادر شاہ افشار کی تمام جنگی مہموں میں اُن کے ہمرکاب رہا اس طرح احمد خان کو ان لڑائیوں میں جنگی مہارت حاصل ہوگئی۔

احمد خان ابدالی کا سلوک خاندان نادر شاہ افشار سے

جب نادر شاہ افشار ۲۰ جون ۱۷۴۷ء میں بہ مقام فتح آباد قتل کر دیئے گئے تو احمد خان ابدالی نے نادر شاہ کے حرم کو اپنی پناہ میں لے کر اُن کی قتل و غارتگری سے لوگوں کو منع کیا جس کے نتیجے میں نادر شاہ کے اہل حرم نے (کوہ نور) کا مشہور ہیرا بطور انعام احمد خان ابدالی کو دیا۔

احمد خان ابدالی کے ذریعے قیام افغانستان

جب ۲۰ جون ۱۷۴۷ء میں بہ مقام فتح آباد نادر شاہ افشار کو قتل کر دیا گیا تو احمد خان ابدالی نے اپنے قبیلے کے سرداروں کے ساتھ قندھار کا رخ کیا اور قندھار کے مختلف قبیلوں کے سردار مزار شیخ سرخ جو قندھار کے جنوبی حصہ میں واقع ہے پر وہاں جمع ہو گئے اور ان قبائل کے سرداروں کی مجلس شوریٰ جس میں نور محمد خان میر افغان سردار قبیلہ غلزئی، سردار محبت خان قبیلہ پوپل زئی، سردار موسیٰ خان قبیلہ سحاک زئی، سردار نصر اللہ خان قبیلہ نورزئی شامل تھے۔ ۱۷۴۷ء میں احمد خان ابدالی کو افغان قوم نے بادشاہ منتخب کیا اسی دوران ایک فقیر نے جس کا نام صابر کابلی تھا احمد خان کی دستار میں ایک خوشۂ گندم لگایا اور اُسے مبارک باد دی۔

احمد خان ابدالی کی حکومتی انتظامات

جب احمد خان ابدالی کو بادشاہ منتخب کیا گیا تو اُنہوں نے افغان قوم کے قبائل گروہ ابدالی کو "دُرِّ دُرّان" کا خطاب دیا۔ یعنی (موتیوں کا موتی) لہٰذا

اسی وجہ سے بعد میں گروہ ابدالی قبائل افغان قوم گروہ درانی قبائل افغان کے نام سے مشہور ہوا آج کے دور میں بھی افغانوں کا یہ گروہ قبائل اسی درانی کے نام سے موسوم ہے ابدالی کے بجائے درانی کہلاتے ہیں شاہ ولی خان کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا افغانستان کی حکومت کا دارالخلافہ قندھار کو قرار دیا۔ اور خود احمد خان نے احمد شاہ کا لقب اختیار کیا بعد میں انہوں نے کابل' غزنی' پشاور' ہرات' مشہد کے تمام علاقوں کو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر دیا۔ اس دور میں افغانستان کی حکومت دو ناموں سے موسوم تھی اسے افغانستان بھی کہتے تھے اور خراسان بھی کہتے تھے کیونکہ ایران میں زند خاندان کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ایران کا صوبہ خراسان جس کا دارالخلافہ مشہد تھا۔ یہ سارا علاقہ احمد شاہ ابدالی کے قبضے میں تھا اور احمد شاہ ابدالی نے اپنے دور حکمرانی میں ہندوستان کے مغل حکمرانوں کی سیاست میں بھی دخیل رہا جس کا مناسب موقع پر بیان کیا جائے گا۔

امیر محبت خان اور سرداروں کی ناچاقی

جب پہلی بار ۱۷۳۱ء میں امیر محبت خان اپنے والد امیر عبداللہ خان کی شہادت کے بعد مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو اُس کے اور بلوچ قبائل کے سرداروں کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہو گئے کہ دو سال حکمرانی کرنے کے بعد اُسے ۱۷۳۳ء میں حکمرانی سے ہٹا دیا گیا۔ مگر جب دوبارہ وہ ۱۷۳۶ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو گذشتہ تجربوں کی بنا پر اُس نے کافی حد تک اپنی طبیعت پر قابو کر کے سرداروں کے تعاون سے حکومت چلائی اور مسلسل نبھاؤ کی پالیسی پر کاربند رہا اس کے باوجود وہ اپنی فطرت سے مجبور تھا اُس میں مطلق العنانی کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا بازو فوراً اُن سے غرورانہ حرکات سرزد ہوا کرتی تھیں۔ نبھاؤ کی پالیسی کے تحت

بازدفعہ جو معاملات سرداروں کی مشورت کے تحت طے ہو جاتے تھے تو وہ خفیہ طور پر اپنے خاص معتمدوں کے ذریعے سے ان کی سرانجام دہی میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ تاکہ وہ معاملہ اُن کی خواہش کے مطابق انجام کو پہنچے لہٰذا اُن کے اِس دوغلے رویہ کی وجہ سے سردار اس سے بدگمان ہو گئے اور یہ بدگمانی بڑھتی گئی امیر محبت خان ۱۷۳۶ء میں دوبارہ مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو اُن کی حکمرانی کے گیارویں سال ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ افشار بادشاہ سلطنت ایران کو قتل کر دیا گیا جس کی وجہ سے مشرق اوسط کے تمام علاقوں اور خاص کر سلطنت ایران میں افراتفری کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اگرچہ نادر شاہ افشار اپنی تدبر وفراست سے ایک طاقتور اور عظیم الشان سلطنت کا مالک تو بن گیا تھا مگر بعد میں اُس کے بے پناہ ظلم و تشدد نے آن واحد میں اس عظیم الشان سلطنت کو اوج فلک سے فرش زمین پر گرا کر چکنا چور کر دیا یہ دیکھ کر نادر شاہ افشار کے قتل کے بعد بلوچ قبائلی سردار امیر محبت خان سے خائف ہونے لگے اُن کے اور امیر محبت خان کے درمیان مخالفت کی ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی اور انہوں نے امیر نصیر خان سے جو سندھ کے دارالخلافہ خدا آباد میں مقیم تھا۔ نامہ و پیام کا سلسلہ خفیہ طور پر شروع کیا۔

اُمیر بلوچستان کے سپر پاور کے ساتھ تعلقات

خطہ بلوچستان کے دو طرف یعنی مغرب اور مشرق میں دو بڑی سلطنتیں زمانہ سے وجود رکھتی رہی ہیں مغرب میں سلطنت ایران اور مشرق میں سلطنت ہندوستان۔ بلوچستان کی بلوچ حکمرانوں کی یہ پالیسی ایسی رہی ہے کہ جب بھی مغرب یا مشرق میں کوئی سپر پاور وجود میں آ گیا تو بلوچ حکمرانوں نے اُن کے

ساتھ بحیثیت حلیف کے ہمیشہ دوستانہ مراسم رکھے اور اس پر باقاعدگی سے
عمل پیرا ہوئے اور بوقت ضرورت کے وقت ان کو امداد دی اور ان سے بلوچستان
اور بلوچ قوم کے لیے ہر قسم کی مراعات حاصل کرتے رہے ہیں۔

احمد شاہ ابدالی کا بحیثیت سپر پاور کے ابھرنا

بلوچستان کی تاریخ میں جب بھی اس کے اردگرد کوئی سپر پاور سلطنت وجود میں آئی ہے۔ یا تو وہ ایرانی سلطنت کا بادشاہ ہوتا تھا یا ہندوستان کی سلطنت کا کوئی فرمانروا ہوتا تھا جیسے کہ نادرشاہ افشار سلطنت ایران کا بادشاہ ہونے کے علاوہ مشرق اوسط میں اپنے دور میں سپر پاور بھی تھا لیکن اُن کے قتل کے بعد یہ ایک عجیب تاریخی واقعہ ہے کہ سپر پاور نہ سلطنت ایران اور نہ ہی سلطنت ہندوستان میں وجود میں آئی بلکہ بلوچستان کے شمال میں واقع قدیم کابلستان اور زابلستان میں وجود میں آئی قدیم کابلستان بعد میں کابل اور غزنی کے نام سے موسوم ہو کر مغلیہ سلطنت ہندوستان کے زیر انتظام علاقہ رہا اور اسی طرح قدیم زابلستان بعد میں قندھار اور سیستان کے ناموں سے موسوم ہو کر صفوی سلطنت ایران کے زیر انتظام علاقہ رہا نادرشاہ افشار فرمانروائے ایران کے ۲۰ جون ۱۷۴۷ء میں قتل کے بعد سلطنت ایران کی سیاسی صورت حال یک لخت بدل گئی اُن کے ایرانی سپہ سالار اقتدار کی جنگ میں ملوث ہو کر ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگے ان میں صرف احمد خان ابدالی ایسا سپہ سالار تھا جو نسلاً افغان تھا اُس نے اپنے دس ہزار افغان اور ازبک سپاہیوں کو لے کر قندھار کا رُخ کیا۔ قندھار کے مختلف قبیلوں کے سردار جو نسلاً افغان تھے۔ بمقام (شیخ سُرخ) جو قندھار کے جنوب میں واقع ہے جمع ہو کر احمد خان کو ۲ جولائی ۱۷۴۷ء میں اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ احمد خان بادشاہ

ہونے کے بعد اپنے گروہ قبائل افغان کو ابدالی کی بجائے دُرّ۔ دران (یہ لفظ دُرّ دوران بھی ہو سکتا ہے) کے نام سے موسوم کیا۔ جو بعد میں درانی کہلانے لگے اور خود احمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ بادشاہ ہونے کے بعد انہوں نے کابل غزنی اور پشاور فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر دیئے بعد میں ہرات سیستان کے علاقے بھی اپنے تصرف میں لائے آخر میں ایران کا صوبہ خراسان بھی فتح کیا جس کا دارالخلافہ مشہد تھا۔ ان کامیابیوں کے بعد مشرق اوسط میں احمد شاہ ابدالی سپر پاور کہے جانے لگے اس کی تفصیلات یہ ہیں سلطنت ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے فرمانروا محمد شاہ تھا۔ ان کے دور میں ہندوستان کے غیر مسلم باشندے ہندو اور سکھ طاقتور ہو گئے تھے ان میں سیاسی بیداری پیدا ہو چکی تھی اور وہ ہندوستان میں ہندوؤں کی بالادستی قائم کرنا چاہتے تھے لہذا ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں نے جب اپنی یہ کمزور حالت دیکھی تو اُن سب نے احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کی طرف رجوع کی۔ اور اُسے ہندوستان کی سیاست میں مسلم بچاؤ کی پالیسی کے تحت زیادہ سے زیادہ ملوث کرنے کی کوشش کی احمد شاہ ابدالی ایک بڑا ہی سمجھدار آدمی تھا۔ اُس نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور ہندوستان کی بے پناہ دولت سے فائدہ بھی حاصل کرتا رہا اپنے دور حکمرانی (۱۷۴۷ء تا ۱۷۷۳ء) جو چھبیس (۲۶) سال کے عرصہ پر پھیلے ہے۔ وہ ہندوستان کی سیاست پر چھایا رہا۔ بعد میں کشمیر، پنجاب اور سندھ کے علاقوں پر تسلط کر کے۔ خراج وصول کرتا رہا۔ ان کے دور میں ہندوستان کی سلطنت کی حالت بالکل ابتر ہو گئی تھی مغلوں کی حکومت برائے نام تھی ہر صوبہ کا صوبہ دار خود مختار حکمران بن چکا تھا نادر شاہ افشار کے ۱۷۴۷ء میں قتل کے بعد سلطنت ہند کا بادشاہ محمد شاہ بھی فوت ہو چکا تھا۔ ان کی جگہ ان کا بیٹا احمد شاہ ۱۷۴۸ء میں سلطنت ہندوستان کی گدی پر بیٹھا۔ جو صرف چھ سال ہندوستان پر حکمرانی کرتا رہا جے

Scanned with CamScanner

۱۷۵۴ء میں ہندوستان کے وزیر اعظم عماد الملک نے معزول کر دیا ان کے عہد میں اُمرائی گروہ ہندیوں کو فروغ حاصل ہوا اور انتظام سلطنت بالکل ناکارہ ہو گیا اور وزیروں نے اپنی گدی برقرار رکھنے کے لیے مرہٹوں کی افواج کا سہارا لیا۔ لہذا احمد شاہ ابدالی کے دور حکمرانی میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال یہ تھی جس کو ہم نے اختصار سے بیان کر دیا اب ہم بلوچستان کی مغربی سلطنت ایران کی سیاسی حالت پر روشنی ڈالیں گے نادر شاہ افشار کو ۱۷۴۷ء میں قتل کر دیا گیا جس کی وجہ سے سلطنت ایران کی متوازن سیاسی حالات غیر متوازن ہو گئی۔ ملک میں افراتفری پھیل گئی۔ اس عالم رستخیز میں نادر شاہ افشار کا بھانجا علی قلی ۱۷۴۷ء میں اس کا جانشین بنا۔ اور عادل شاہ کے لقب سے ملقب ہوا پہلے تو اس نے نادر شاہ کے خاندان کے تمام افراد کو قتل کیا صرف اس کے پوتے شاہ رخ کی جان بخشی کی جو نادر شاہ کے بیٹے رضا قلی کا بیٹا تھا عادل شاہ کو ۱۷۴۸ء میں اُس کے بھائی ابراہیم نے معزول کر کے اندھا کر دیا بعد میں ابراہیم کے اپنے فوجیوں نے پہلے ابراہیم اور بعد میں اُس کے بھائی عادل شاہ کا کام تمام کر دیا اور شاہ رخ کو گدی پر بٹھانے سے شاید معاملات سدھر جائیں اور سارے ایران میں اُس کی حکومت قائم ہو جائے مگر مشہد کے ایک مجتہد مرزا سید محمد نے شاہ رُخ کو اس بہانے معزول کر دیا کہ وہ اپنے دادا نادر شاہ افشار کی طرح مذہب شیعیت کا خاتمہ کرے گا۔ یہ واقع اُن کے سپہ سالار یوسف علی کی غیر موجودگی میں ہوا سپہ سالار یوسف علی نے آکر مرزا سید کو ملقب بہ سلیمان پر حملہ کر دیا اُسے شکست دے کر قتل کر دیا دوبارہ شاہ رُخ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اور یوسف علی بطور اس کے قائم مقام خدمات سرانجام دیتا رہا کچھ عرصہ بعد خراسان کی سیاست کے میدان میں دو شخص سردار علم خان اور سردار جعفر خان نمودار ہوئے علم خان کی افواج عرب تھیں جعفر خان کی افواج کرد

تھے۔ ان دونوں نے یوسف علی پر حملہ کر کے اسے شکست دے کر قتل کر دیا بعد میں یہ دونوں آپس میں لڑ پڑے جعفر خان کو شکست ہوئی علم خان نے اس کی آنکھیں نکلوائیں۔ اسی دوران احمد شاہ ابدالی نے اپنی حکومت کو افغانستان میں استوار بنیادوں پر قائم کر دیا تھا۔ ۱۷۴۸ء میں سیستان سے ہرات پر حملہ کیا اور نے یوسف علی کو اس کی پیشوائی کے لیے بھیجا احمد شاہ نے ہرات پر قبضہ کرنے کے بعد مشہد پر حملہ کر دیا میر علم اُن کے مقابلے کے لیے نکلا۔ احمد شاہ نے اُسے شکست دے کر قتل کر دیا مشہد کے قبضہ کے بعد خراسان پر شاہ رُخ کی حکومت بحال کر دی اور اُسے اپنے محدود فرمانروائی کے تحت رکھ کر ایک علیحدہ ملک تسلیم کر لیا اس کے علاوہ دیگر علاقوں کی یہ صورت حال تھی کہ ایران کے تحت سلطنت کو حاصل کرنے کے لیے کریم ژند، محمد حسین خان قاچار، آزاد خان افغان جو ارباب ثلاثہ کہلاتے تھے آپس میں جنگوں میں مصروف تھے۔ احمد شاہ ابدالی کے افغانستان میں بادشاہ ہونے کے بعد ایران کی سیاسی صورت حال یہ تھی جو ہم نے مختصراً بیان کیا ہندوستان اور ایران کی ان سیاسی حالات نے احمد شاہ ابدالی کو سپر پاور بننے کے مواقع فراہم کیے اور وہ ان سیاسی واقعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشرق اوسط میں سپر پاور بن گئے۔

قدیم زمانے میں حکمرانوں کی آپس میں رشتہ داری کی اہمیت

قدیم زمانے میں ممالک کے حکمرانوں کی آپس میں رشتہ داری اور ناتے جوڑنے کو بہت اہمیت حاصل تھی یعنی اگر ایک حکمران خاندان نے دوسرے حکمران خاندان کو لڑکی دی۔ یا لڑکی لی تو اس کا مطلب ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لیے سیاسی حیثیت سے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو کر ایک دوسرے

کے خیرخواہ دوست، اتحادی بن گئے ان میں غیریت، اجنبیت، بے گانگی ختم ہو گئی ان کی دوستی کو لازوال سمجھا جاتا تھا۔

امیر محبت خان امیر بلوچستان کا وفد سپر پاور کے دربار میں

چنانچہ امیر محبت خان امیر بلوچستان اپنے اجداد کی پالیسی پر چلتے ہوئے میر سلطان قائم خان شاوانی کو اپنی طرف سے ایک خیر سگالی وفد کا سربراہ مقرر کر کے سپر پاور احمد شاہ ابدالی کے دربار میں ۲ نومبر ۱۷۶۸ء (۱۱۸۲ھ) قندھار بھیجا۔ احمد شاہ ابدالی نے خیر سگالی وفد کو شرف باریابی دی چنانچہ میر سلطان قائم خان شاوانی نے حکمران بلوچستان کی طرف سے اُن کے لیے نیک جذبات اور خیر اندیشانہ تمناؤں کا اظہار کیا۔ مگر میر سلطان قائم خان کی بحیثیت ایک سربراہ وفد ایک بڑی سیاسی غلطی سرزد ہوئی کہ اُس نے اپنے طور سے امیر بلوچستان امیر محبت خان کی لڑکی بی بی گوہر کا ناتا احمد شاہ ابدالی سے جوڑا۔ احمد شاہ ابدالی اس رشتہ سے اور بھی خوش ہوا وفد کو خلعت فاخرہ دے کر رخصت کر دیا۔ میر سلطان قائم خان نے شاید خیرخواہی کے جذبے کے تحت اپنے طور پر امیر محبت خان کی لڑکی بی بی گوہر کے ناتے کو احمد شاہ سے جوڑا تھا

امیر محبت خان امیر بلوچستان کی ناراضگی

میر سلطان قائم خان شاوانی اپنی سفارتی خدمات سرانجام دے کر ۱۲ نومبر ۱۷۶۸ء کو قلات پہنچا۔ وہ اپنے زعم میں اپنے کو کامیاب سمجھا۔ جب امیر محبت خان کے سامنے انہوں نے بی بی گوہر کے ناتے کا ذکر کیا تو امیر محبت خان آتش بداماں اور برافروختہ ہو گئے کہ اُن سے بغیر مشورہ کئے ان کی لڑکی

کا ناتا احمد شاہ ابدالی سے جوڑنا بلوچی رواج کے خلاف ہے۔ میر سلطان قائم خان کو بحیثیت بلوچ کے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لہٰذا امیر محبت خان امیر بلوچستان نے یہ رشتہ منسوخ کر دیا۔

میر سلطان قائم خان شاوانی کے دلائل رشتہ کے بارے میں

میر سلطان قائم خان نے امیر محبت خان امیر بلوچستان کے بغیر پوچھے ان کی بیٹی کے رشتہ دینے کا یہ جواز امیر محبت خان کے سامنے پیش کیا کہ جب وہ احمد شاہ ابدالی کے دربار پہنچا تو انہوں نے اندازہ لگایا کر دربار کی فضا امیر محبت خان کے حق میں سخت مکدر ہو چکی ہے اور اس کے مخالفین نے احمد شاہ ابدالی سپر پاور کے دربار میں اُن کی اور اُن کے مشیروں کے کان خوب امیر محبت خان کے خلاف بھرے ہیں لہٰذا انہوں نے یہ رشتہ از خود از رشتے تعلق کیا تاکہ دشمنوں کے مخالف پروپیگنڈا کا جوابی توڑ ہو جائے اور امیر محبت خان امیر بلوچستان اور احمد شاہ ابدالی مشرق اوسط کے سپر پاور کے تعلقات دوبارہ خوشگوار اور دوستانہ ہو جائیں۔ ان میں پھر سے یگانت کی فضا قائم ہو جائے۔

احمد شاہ ابدالی کا قلات پر حملہ

جب احمد شاہ ابدالی کو اس رشتے کی منسوخی کی اطلاع دی گئی تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ اور اسے اپنی بے عزتی تصور کر کے ۲۱ دسمبر ۱۷۴۳ء میں قلات پر ایک جرار لشکر کے ساتھ حملہ کر دیا جب امیر محبت خان کو احمد شاہ ابدالی کے حملہ کرنے کا علم ہوا تو انہوں نے لشکر جمع کرنے کا حکم دیا۔ اگرچہ بعض قبائل کے سردار امیر محبت خان سے ناراض تھے مگر چونکہ یہ معاملہ ننگ و ناموس کا تھا

انہوں نے امیر محبت خان کو ساتھ ملا لیا اور اُن کی مدد سے ... اس جنگ میں قبیلہ نوشیروانی کے سردار میر منگی خان کی زیر سرکردگی میں بلوچ قوم ... قوم بلوچ کا لشکر جمع ہو گیا مستونگ سے نیچے آگے شیخ وصل کے قریب محبت خان نے احمد شاہ ابدالی کے سپاہ کو مبارزت پیش کی چونکہ احمد شاہ کی فوج تعداد میں زیادہ تھی امیر محبت خان نے پہاڑی اختیار کی اور قلات کا راستہ اختیار کیا سردار منگی خان نوشیروانی اور بہت سے بلوچ ... قید کر لئے گئے احمد شاہ مستونگ کو تاخت و تاراج کرتا ہوا قلات کی طرف بڑھا پہنچا مقیم شیخ روح اللہ بابی جو احمد شاہ ابدالی کا مرشد تھا قرآن لے کر احمد شاہ کے سامنے آیا جنگ بندی کی اپیل کی اور روح اللہ بابی نے اس رشتے کے تصفیہ کا ذمہ اٹھایا لہٰذا احمد شاہ ابدالی نے جنگ بند کی اور واپس قندھار کی طرف لوٹا اور بلوچ جنگی قیدیوں کو اپنے ساتھ قندھار لے گیا۔

تصفیہ رشتہ بذریعہ روح اللہ بابی

اس جنگ بندی کے بعد روح اللہ بابی قلات پہنچا اور امیر محبت خان امیر بلوچستان سے ملا اور اُن کی بیٹی بی بی گوہر کے رشتے کے متعلق میر سلطان قائم خان شادانی کو اس بے ملامت نہیں کیا گیا کہ اس نے اپنے آقا کے خلاف ماحول کو ہموار دیکھ کر اُن کے دشمنوں کو نیچا دکھانے کی خاطر نیک نیتی کی خاطر یہ ناجوڑ تھا لہٰذا اس جواز پر امیر محبت خان امیر بلوچستان نے نظرثانی کر کے روح اللہ بابی کے کہنے پر رشتہ منظور کر لیا چنانچہ ۳ فروری ... بی بی گوہر کو اخوند محمد حیات وزیر امیر بلوچستان لے کر بطرف قندھار روانہ ہوا وہاں شادی کی رسومات ادا کرنے کے بعد روح اللہ بابی اور اخوند

محمد حیات وزیر ۲۰ فروری ۱۷۵۸ء کو قلات پہنچے

سرداروں کی امیر نصیر خان کے ساتھ خط و کتابت

جب دوسری دفعہ امیر محبت خان امیر بلوچستان بننے میں کامیاب ہوا تو وہ اس دوران میں اپنے سخت رویہ سے سرداروں کو اپنے آپ سے ناراض کر چکا تھا۔ سردار اُسکی مخالفت پر کمربستہ ہو کر اسے حکمرانی سے معزول کرنے کیلئے منصوبہ بندی کر رہے تھے امیر نصیر خان سردار میر کمال خان الٹازئی اور وزیر سلطان زہیر و خان بنگل زئی کے ذریعے سے سرداروں تک رسائی حاصل کر چکا تھا اُن کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا اس دوران میں ایک اہم سیاسی واقع وقوع پذیر ہوا۔ وہ یہ تھا کہ سلطنت ایران کے بادشاہ نادر شاہ افشار کے قتل کے بعد تمام مشرق اوسط میں افراتفری پھیل گئی لہٰذا ان کا ایک غیر ایرانی سپہ سالار احمد شاہ ابدالی نے قندھار پہنچ کر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اور حکومت افغانستان کی تشکیل کی اس سیاسی تبدیلی سے امیر نصیر خان کے بلوچستان میں امیر بلوچستان بننے کے امکانات روشن ہو گئے کیونکہ جب نادر شاہ افشار بادشاہ ایران کے دورِ حکمرانی میں امیر محبت خان دوبارہ امیر بلوچستان منتخب ہوا تو وہ امیر نصیر خان اور اس کے تمام طرفداروں کو اپنی حکومت کے بچاؤ کی خاطر بطور یرغمال نادر شاہ افشار کے حوالے کر چکا تھا امیر نصیر خان تقریباً ۱۰ سال بطور یرغمال نادر شاہ کے ساتھ رہا اس طویل عرصے میں احمد شاہ ابدالی و دیگر افغان سردار نادر شاہ کی فوج میں ملازم تھے یہ یرغمال اور ایران کے فوجی افسر اکٹھا رہتے تھے چنانچہ ان کے درمیان گہرے دوستانہ روابط پیدا ہو گئے۔ افغان زعما میں شاہ ولی خان بامے زئی کے برادرانہ تعلقات امیر نصیر خان کے ساتھ پیدا

Scanned with CamScanner

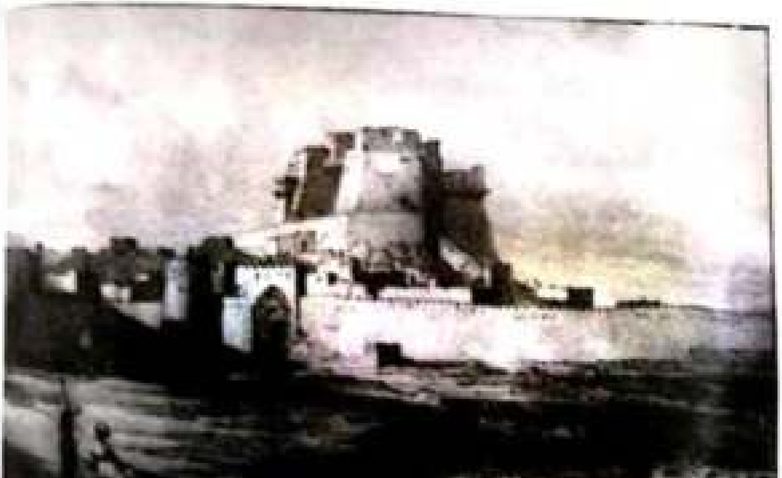

دو مختلف زاویہ سے تصویر قلات دارالخلافہ قدیم بلوچستان

ہو گئے تھے احمد شاہ ابدالی نے جب قندھار میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تو شاہ ولی خان بامے زئی کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔

بلوچ سرداروں کی امیر نصیر خان اول کو قلات آنے کی دعوت

۱۸ جون ۱۷۴۹ء کو بلوچ سرداروں نے ایک وفد زیر سرکردگی سردار میر عیسٰی خان زیہانی اور سردار راحت خان شاوانی سندھ کے دارالخلافہ خدا آباد امیر نصیر خان اول کو قلات لانے کے لیے روانہ کر دیا اس وفد کے ساتھ میر سلطان قائم خان شاوانی جو امیر محبت خان سے ناراض تھا شامل ہو کر سندھ کے دارالخلافہ خدا آباد ان کے ساتھ روانہ ہوا امیر نصیر خان اول اس وفد کے ساتھ ۱۸ اگست ۱۷۴۹ء کو قلات پہنچا اور مقام کوہنگ قلات میں کیمپ کیا۔

بلوچ سرداروں کا امیر محبت خان کو نظر بند کرنا

امیر نصیر خان اول کی آمد کے بعد مورخہ ۱۹ اگست ۱۷۴۹ء کو سرداروں نے امیر محبت خان کو نظر بند کر کے اخوند محمد حیات کی نگرانی میں قید رکھا اور امیر نصیر خان اول کی رسم مسند نشینی کے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔

قلات میں امیر نصیر خان اول کی دستار بندی

چنانچہ ۲۰ اگست ۱۷۴۹ء کو بلوچ سرداروں، اُمراء، زعما اور معتبرین نے امیر محبت خان کی موجودگی میں، امیر نصیر خان اول کو اپنا نیا حکمران منتخب کیا اور اسی دن اُن کی رسم دستار بندی ادا کر دی شہر قلات میں تین دن تک جشن مناتے رہے۔

شاہ ولی خان وزیر کی امیر نصیر خان کو قندھار آنے کی دعوت

جب شاہ ولی خان وزیر کو امیر نصیر خان کی ۲۰ اگست سنہ ۱۷۴۹ء میں دارالخلافہ بلوچستان قلات میں امیر بلوچستان منتخب ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے امیر موصوف کو مبارک باد کے پیغامات بھیجے اور انہیں قندھار آنے کی دعوت دی۔

امیر نصیر خان اول کی بطرف قندھار روانگی

چنانچہ امیر نصیر خان اول تمام بلوچی سرداروں اُمرا و زعما کے ساتھ مورخہ ۲ ستمبر سنہ ۱۷۴۹ء کو بطرف قندھار روانہ ہوا اور ۸ ستمبر سنہ ۱۷۴۹ء کو قندھار پہنچا اور شاہ ولی خان بامے زئی امیر افغانستان احمد شاہ ابدالی کی طرف سے انکا استقبال کیا۔ قندھار میں چند دن قیام کے بعد ۲۰ ستمبر سنہ ۱۷۴۹ء کو امیر موصوف قلات پہنچا۔

امیر نصیر خان اوّل کا امیر محبت خان سے سلوک

جیسے کہ بیان کیا جا چکا ہے جب بلوچ قبائلی مجلس شوریٰ نے امیر نصیر خان کو بلوچستان کا حکمران منتخب کیا۔ امیر محبت خان نے دوبارہ حکمرانی حاصل کرنے کے لیے جو سیاسی چالیں استعمال کی تھیں امیر نصیر خان کو حکمران بلوچستان منتخب کرنے کے بعد بلوچ قبائلی اراکین مجلس شوریٰ نے وہی سیاسی چالیں امیر محبت خان کیخلاف اسکی معزولی کیلئے استعمال کیں۔ مشہور ہے کہ تاریخ اپنے آپکو دہراتی ہے۔ چنانچہ امیر محبت خان کی معزولی کے وقت تاریخ نے اپنے آپکو دہرایا۔ وفد امیر بلوچستان امیر نصیر خان اول کا سے جس کے ممبر سردار کمال خان الٹازئی سردار سلطان زہری و خان جنگل زئی۔ میر سلطان قائم خان شادانی تھے احمد شاہ ابدالی امیر افغانستان سے ملے اور ان کے امیر نصیر خان

اول کے ساتھ دوستانہ مراسم کے پیش نظر اُن سے امیر محبت خان کو اپنے پاس بطور یرغمال رکھنے کی تجویز پیش کی جسے امیر افغانستان نے منظور کیا ایسی صورت میں جبکہ امیر محبت خان امیر بلوچستان نہ ہو تو وہ بلوچستان میں رہ کر فساد برپا کرتا رہے گا۔

امیر محبت خان کی حکومت پر ایک نظر

امیر محبت خان کو بارشانی بلوچ راجی دیوان نے ۱۷۴۹ء میں منصب حکمرانی بلوچستان سے معزول کر دیا اور امیر نصیر خان اول حکمران بلوچستان کی استدعا پر افغان کے حکمران احمد شاہ ابدالی نے امیر محبت خان کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھا چنانچہ ۱۷۵۸ء میں امیر محبت خان کو اسی نظر بندی کی حالت میں قتل کر دیا گیا امیر محبت خان کی حکمرانی کا پہلا دور ۲ سال اور دوسرا دور تیرہ سال رہا اس عرصہ میں امیر موصوف اور بلوچ سرداروں کے درمیان ہمیشہ اَن بن رہی دونوں فریق ایک دوسرے کی بے اعتمادی کا شکار رہے تھے جس کی وجہ سے عوام کی فلاح و بہبود اور قومی ترقی کے لیے کوئی کام نہ ہو سکا امیر محبت خان کے دور حکومت میں انوکھے سیاسی واقعات رونما ہوئے۔ جن کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

اپنے خاندان میں نزاع پیدا کرنے کا انوکھا سیاسی دستور

بلوچستان میں امیر میرو میروانی بلوچ کے دور حکمرانی ۱۴۱۰ء سے کر امیر عبداللہ خان کے دور حکمرانی ۱۷۳۱ء تک جو امیر میرو کا چھبیسواں جانشین تھا اس خاندان میں کوئی جھگڑا پیدا نہیں ہوا حکمران خاندان میں ان تمام گذشتہ ادوار میں بالکل یک جہتی اور اتفاق رہا مگر جب امیر محبت خان دوبارہ ۱۷۳۴ء میں

بلوچستان کی مسند امارت پر بیٹھا تو اس نے خاندان میں بے اتفاقی کی بنیاد رکھی اپنے دونوں بھائیوں امیر التاز خان اور امیر نصیر خان اور ان کے تمام طرفداروں کو بطور یرغمال نادر شاہ افشار بادشاہ ایران (جو اپنے دور کا سپر پاور تھا) کے پاس رکھا اور شالکوٹ کو ان کے اخراجات کے لیے ان کے حوالے کر دیا کیونکہ امیر التاز خان اور امیر نصیر خان دونوں اس کے سوتیلے بھائی تھے۔

دوسرا انوکھا سیاسی واقعہ

جب امیر التاز خان بحیثیت حکمران قندھار میں نادر شاہ افشار سپر پاور سے ملنے گیا اور امیر محبت خان کی سازش کے مطابق سرداروں نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کیا اور امیر التاز خان کو حکمرانی سے خارج کیا واپسی پر یعنی جب امیر محبت خان بحیثیت حکمران واپس قلات جا رہا تھا انہوں نے سپر پاور نادر شاہ افشار کو درخواست کی کہ اس کے ساتھ وہ اپنا ایک فوجی سپہ سالار اور کچھ فوجی آدمی روانہ کرے تاکہ بلوچستان میں اس کی دوبارہ حکمرانی کی تصدیق ہو جائے۔ حالانکہ جب بلوچ قوم کے نمائندوں نے . اُسے دوبارہ اپنا حکمران تسلیم کیا بات ختم ہو گئی ایک سپر پاور کے سپہ سالار اور فوج کو اپنے علاقے میں اپنی حکمرانی کی تصدیق کے لیے لانا سپر پاور کو اپنے ملک میں مداخلت کرنے کی دعوت دینا ہے جو سیاسی غلط طریقہ ہے

غم لشکر کی تشریح ا

غم لشکر ایک مقررہ فوجی امداد کو کہتے ہیں جو ایک حکومت اپنے قبائل سے جمع کر کے بوقت جنگ امداد کی صورت میں سپر پاور کو دیا کرتی تھی سان اس غم لشکر

کا بارہواں حصہ ہوتا ہے۔ جو ہر وقت سپر پاور حکومت کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ ہر قبیلہ کے دستہ سان کے ساتھ اس قبیلے کے سردار کے بیٹے، بھائی یا کسی اور رشتہ دار کا جانا ضروری ہوتا ہے۔ جو اپنے آدمیوں کا ہر طرح سے ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ دستے سال بسال انہیں قبیلوں کے افراد سے تبدیل ہوا کرتے تھے

نادر شاہ افشار کو غم لشکر دینا

چنانچہ امیر محبت خان جب دوسری بار مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو اپنی حکمرانی کے تحفظ کیلئے سپر پاور کو خوش کرنے کی خاطر نادر شاہ افشار کو بارہ ہزار غم لشکر اور ایک ہزار نفری بطور سان از خود پیش کی گو کہ نادر شاہ افشار نے اس غم لشکر اور سان کا بالکل مطالبہ نہیں کیا تھا۔ یہ بھی بلوچستان کی سیاست میں ایک انوکھا رواج تھا جسے امیر محبت خان نے اپنے دور حکمرانی میں مروج کیا امیر محبت خان کے اس قسم کی حرکات سے بلوچستان کے قبائلی سردار اور زعماء اس سے بدظن ہو گئے تھے انہی غیر ضروری شرائط سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بعد میں امیر نصیر خان کو سپر پاور کے خلاف جنگ آزادی لڑنی پڑی۔

یرغمال رکھنے کی روایت کی ابتدا

بلوچستان میں بلوچ ۵۴۰۰ سال قبل از مسیح سے بود و باش رکھتے چلے آ رہے ہیں بلوچوں کی چوتھی حکومت کی بنیاد امیر میرو میروانی بلوچ نے سنہ ۱۴۱۰ء میں رکھی۔ بلوچستان کے مشرق میں ہندوستان اور مغرب میں ایران کی سلطنتیں سیاسی حیثیت سے سپر پاور وجود میں آتے رہے ہیں مگر ان دو ملکوں کے کسی بادشاہ نے بھی بلوچستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہیں

کی ہے۔ مگر جب سنہ ۱۷۳۶ء میں امیر محبت خان نے دوبارہ بلوچستان کی حکمرانی حاصل کی تو اس نے اپنے خاندان میں حریف گروہ اپنے بھائی امیر التاز خان وامیر خیر خان کو بطور یرغمال ایران کے بادشاہ نادرشاہ افشار (جو اپنے دور میں شرق اوسط میں سپر پاور تھا) کے پاس بطور یرغمال رکھ کر ایک نئے مگر غلط دستور کی ابتدا کی اگرچہ نادرشاہ افشار بلوچ قوم کے نمائندوں کے کہنے پر امیر محبت خان کو دوبارہ حکمران بلوچستان تسلیم کیا مگر اس نے امیر موصوف سے یرغمال لینے کا مطالبہ بالکل کیا ہی نہیں۔

علاقہ کچھی میں بدامنی

کچھی میں حسنی قبیلہ نے سردار صادق خان کی سرکردگی میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ تلی میں اُس نے اپنا ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ مری۔ بگٹی۔ کھیتران۔ کچھی کے بلوچ قبائل اور ڈیرہ جات کے قبائل اس کی مار دھاڑ سے نالاں تھے اور اس کی آئے دن کی دست درازیوں سے تنگ آچکے تھے۔ ہر طرف افراتفری کا عالم تھا

ہندو رعیت کی پریشانیاں

سابق حکمرانان بلوچستان، اپنے ہندو رعایا کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ جب ان کو دولت کی ضرورت پڑتی تھی۔ اپنے مقامی ہندوؤں کو لوٹنے کی

۱؎ یرغمال یہ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کہ ضمانت کے طور پر کسی شخص کو کسی دوسرے حکومت کے سپرد کرنا۔

بجائے باہر مہمات پر جا کر دولت حاصل کیا کرتے تھے۔ لیکن امیر محبت خان دولت حاصل کرنے کے لیے باہر کی مہمات کا سہارا نہیں لیتا تھا اس نے اپنے اخراجات کا بار گران قلات کے ہندو تاجروں پر رکھا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ پریشان تھے۔

جہاں گشائی نادری میں بلوچستان کا یوں تذکرہ ہوتا ہے

ایران کے بادشاہ نادر شاہ افشار کے دور کے تاریخی واقعات کو ان کے ایک خاص درباری ملازم مرزا مہدی خان استر آبادی نے قلمبند کیا ہے اور اپنی کتاب کا نام تاریخ جہاں گشائی نادری رکھا ہے۔ اس کتاب میں وہ بلوچستان کے متعلق یوں تذکرہ کرتا ہے۔

"در سوئم ماہ محرم سال ہزار و صد و پنجاہ ہجری (۱۱۵۰ھ) امیر محبت خان و امیر امتیاز خان (الٹاز خان) پسران عبداللہ خان کہ حقیقت اخلاص ورزی ہای او نسبت بایں دولت ابد پیوند۔ سابقاً نگارش اجمال شدہ وارد دربار سپہر مدار شدہ۔ بخلاع و اسپ و شمشیر نوازشات دیگر قرین افتخار گشتہ۔ مجدداً امیر محبت خان بر تبہ ایالت بلوچستان سرفرازی یافتہ۔"

اس پیراگراف کا اردو ترجمہ یوں بنتا ہے سنہ ہجری کا (۱۱۵۰ھ) کے سوئم ماہ محرم مطابق یکم مئی ۱۷۳۷ء کو امیر محبت خان و امیر امتیاز خان (امیر الٹاز خان) پسران عبداللہ خان جنگی اس حکومت کے ساتھ دوستانہ و اخلاص مندی ہمیشہ پیوستہ رہی ہیں۔ جیسے کہ پہلے مختصراً تحریر ہوا ہے، بادشاہ سپہر مدار کے دربار میں وارد ہوئے انہیں خلعت فاخرہ سے نوازا گیا اور ان کو بلوچستان کی ایالت کا دوبارہ حکمرانی کے رتبہ سے سرفراز کیا گیا۔

اُمیر محبت خان کے دور دوئم میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال

اُمیر محبت خان بار دوئم ۱۷۳۶ء میں بلوچستان کی حکمرانی دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تیرہ سال یعنی ۱۷۴۹ء تک حکمرانی کرتا رہا۔ اس دور میں ہندوستان کا بادشاہ محمد شاہ مغل تھا جو محمد شاہ رنگیلا کے نام سے مشہور تھا اس کے دور حکمرانی میں نادر شاہ بادشاہ ایران نے ہندوستان پر حملہ کیا دہلی میں ۵۸ روز قیام کے بعد ۱۶ مئی ۱۷۳۹ء کو ایران واپس چلا گیا۔ جہاں اس کے ایرانی پہرہ داروں نے سازش کر کے ۱۷۴۷ء میں اسے مار ڈالا اس کے غیر ایرانی سپہ سالار احمد شاہ ابدالی نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قندھار پہنچ کر حکومت افغانستان کو تشکیل دے کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور قندھار کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا اور شرق اوسط میں بحیثیت ایک سپر پاور کے اُبھرا۔ اور اپنے دور حکمرانی میں ہندوستان پہ پے در پے کئی بار حملے کئے جن کا تذکرہ مناسب موقع پر آئے گا مرہٹہ ہندوؤں نے بڑا زور پیدا کیا۔ مرہٹہ سردار رگھوجی بھونسلا نے بنگال بہار۔ اڑیسہ پر حملہ کر کے ان سے چوتھ کا ٹیکس وصول کیا محمد شاہ نے مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے اُن کے پیشوا بالاجی راؤ کو خوش کرنے کے لیے مالوہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور اس سے درخواست کی کہ مرہٹہ سرداروں کو قابو میں رکھے لیکن مرہٹہ سردار اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار تھے اور وہ پیشوا سے بالکل نہ دبتے تھے لہذا مغلیہ سلطنت بالکل کمزور ہو گئی تھی شاہی وزیر اور سرکاری افسر سازشوں میں ملوث تھے۔ دکن، اودھ، بنگال، بہار، اڑیسہ کے گورنر سب خود مختار ہو گئے تھے۔ راجپوتانہ کامل طور پر خود مختار ہو چکا تھا۔ مرہٹوں نے

مالوہ، گجرات اور بندھیل کھنڈ پر تسلط جما لیا تھا اسی دور میں یورپی اقوام جو تجارتی اغراض سے برصغیر میں وارد ہوئی تھیں ملک گیری پر آمادہ ہو گئیں اور دکن میں انہوں نے مقامی سیاسیات میں دخل دے کر اقتدار اعلیٰ حاصل کرنے کی ابتدا کی اسی افراتفری میں محمد شاہ مغل بادشاہ ۱۷۴۸ء میں فوت ہوا اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ تخت نشین ہوا۔

امیر محبت خان کے دورِ دوئم میں ایران کی سیاسی صورت حال

نادر شاہ افشار بادشاہ ایران کے قتل کے بعد اس کے خاندان کے کچھ افراد اس کا بھتیجا نادر قلی ملقب بہ عادل شاہ چند مدت حکومت کی پھر اس کے بھائی ابراہیم نے مار ڈالا اسی طرح نادر شاہ کے پوتے شاہ رخ کو تخت حکومت پر بٹھایا گیا لیکن اس کی حکومت بھی عارضی رہی جس کی تفصیلات اسی باب میں تفصیل سے بیان کی جائیں گی اس افراتفری کے عالم میں تین بڑے سیاسی گروہ ایران میں تخت حاصل کرنے کے لیے میدان سیاست میں نکلے خراسان پر نادر شاہ افشار کا پوتا نادر رخ احمد شاہ ابدالی افغانستان کے بادشاہ کی زیر سرپرستی دوبارہ قابض ہو گیا سلطنت ایران کو حاصل کرنے کے لیے۔ ان تین شخصیتوں کریم خان زند، محمد حسین قاچار، آزاد افغان کے درمیان کشمکش جاری ہو گئی ہر گروہ کا خیال تھا کہ وہ بادشاہی پر قبضہ حاصل کرے گا مگر آخر کار کریم خان زند سب پر فتح حاصل کر کے سلطنت ایران کے تخت پر بیٹھا جس کی تفصیلات مناسب موقع پر بیان ہوں گی۔

ایران میں نادر شاہ افشار کے ۱۷۴۷ء میں قتل کے بعد کریم خان زند کے ۱۷۵۰ء میں سلطنت ایران کے تخت پر قبضہ کرنے تک تمام ایران میں طوائف الملوکی کا

دور دورہ رہا۔

امیر محبت خان کی خاندانی صورت حال

امیر محبت خان امیر عبداللہ خان احمدزئی بلوچ حکمران بلوچستان کے بڑے صاحبزادے تھے ان کی والدہ بی بی چاگلی قبیلہ جاموٹ سے تھی امیر عبداللہ خان کی دوسری بیگم بی بی مریم قبیلہ التازئی کے سردار امیر کمال خان کی لڑکی تھی۔ ان کے بطن سے دو صاحبزادے امیر التاز خان و امیر نصیر خان اور دو صاحبزادیاں بی بی ماہ ناز و بی بی شاہ ناز تولد ہوئیں۔ امیر محبت خان نے قبیلہ کرد کے سردار میر خدا داد خان کی لڑکی بی بی خان بی بی سے رشتہ کیا اس بیگم کے بطن سے امیر حاجی خان اور چار صاحبزادیاں بی بی شاہ بی بی، بی بی گوہر، بی بی صاحب خاتون، بی بی دسلہ تولد ہوئیں امیر محبت خان ۹ اکتوبر ۱۶۹۹ء میں قلات میں تولد ہوا ۳۷ سال کی عمر میں دوبارہ ۲۱ اگست ۱۷۳۶ء میں امیر بلوچستان منتخب ہوا۔

سندھ کی سیاسی صورت حال

سندھ میں نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد شاہ ابدالی نے جب افغانستان میں حکومت قائم کی تو سندھ سے اس کے سیاسی روابط قائم ہو گئے احمد شاہ میں ہندوستان آیا تو اس نے میاں نور محمد خان کو شاہ نواز خان کا خطاب دیا اور میاں نور محمد سے معاہدہ کیا کہ وہ سالانہ خراج جو نادر شاہ کو دیتا تھا وہ اب احمد شاہ کو دے لہٰذا میاں نور محمد خان کلہوڑہ نے بعد میں سید شیخ محمد محفوظ سرخوش ولد شیخ محمد مرید قانون گو قندھار میں دربار احمد شاہ ابدالی میں اپنی طرف سے وکیل مقرر کر کے قندھار بھیجا امیر محبت خان امیر بلوچستان کے دوسرے دور

حکومت میں یہ تھی سندھ کی سیاسی صورت حال جسے ہم نے مختصراً بیان کر دیا۔

چارٹ :۔ امیر محبت خان احمدزئی بلوچ کے ہم عصر سلاطین مملکت ایران، ہندوستان، حکمران سندھ۔

نام امیر بلوچستان	نام بادشاہ سلطنت ایران	نام بادشاہ سلطنت ہندوستان	نام حکمران سندھ
امیر محبت خان بلوچ ار دوئم سنہ ۱۷۳۶ء تا ۱۷۴۹ء	نادر شاہ افشار سنہ ۱۷۳۶ء تا سنہ ۱۷۴۷ء قتل کر دیا گیا ایران میں طوائف الملوکی احمد شاہ ابدالی قیام مملکت افغانستان سنہ ۱۷۴۷ء تا ۱۷۷۲ء	محمد شاہ سنہ ۱۷۱۹ء تا سنہ ۱۷۴۸ء	میاں نور محمد کلہوڑہ سنہ ۱۷۱۸ء تا ۱۷۵۳ء

چارٹ :۔ امیر محبت خان احمدزئی بلوچ و ہم عصر امیران خطہ مکران خطہ خاران، خطہ چاغی، خطہ لس بیلہ۔

نام امیر بلوچستان	نام امیر مکران	نام امیر خاران	نام امیر چاغی	نام امیر لس بیلہ
امیر محبت خان سنہ ۱۷۳۶ء تا ۱۷۴۹ء	ملک دینار گچکی سنہ ۱۷۳۶ء تا ۱۷۶۹	میر شاہو نوشیروانی سنہ ۱۷۴۰ء تا سنہ ۱۷۶۳	ملک کسنا خان سنہ ۱۷۴۲ء تا سنہ ۱۷۴۹ء	جام عالی کھتوریہ سنہ ۱۷۴۸ء تا سنہ ۱۷۶۵ء

باب ہشتم

امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کی مسند نشینی

جیسے کہ گذشتہ باب میں بیان کیا جا چکا ہے ۱۸ جون ۱۷۴۹ء کو قلات سے ایک وفد زیر سرکردگی سردار میر عیسیٰ خان رئیسانی اور سردار راوت خان شاوانی سندھ کے دارالخلافہ خدا آباد، امیر نصیر خان کو قلات لانے کے لیے روانہ کر دیا چنانچہ اس وفد کے ساتھ میر سلطان قائم خان شاوانی بھی شامل ہو گئے۔ جو امیر محبت خان سے ناراض تھا۔ امیر نصیر خان اول اس وفد کے ساتھ ۱۸ اگست ۱۷۴۹ء کو قلات پہنچا اور مقام کوہنگ قلات میں کیمپ کیا۔ لہٰذا دوسرے دن مورخہ ۱۹ اگست ۱۷۴۹ء کو سرداران قبائل نے امیر محبت خان کو معزول کر کے نظر بند کیا اور اسے اخوند محمد حیات کی نگرانی میں قید رکھا۔

۲۰ اگست میں بلوچ سردار، اُمراء زعما اور معتبرین نے بہ موجودگی امیر محبت خان، امیر نصیر خان اول کو اپنا نیا حکمران منتخب کیا۔ اسی دن ان کی رسم دستار بندی ادا کی، اور قلات میں تین دن تک جشن مناتے رہے۔ چونکہ امیر نصیر خاں

غازی امیر نصیر خان احمدزئی بلوچ ملقب بہ نوری نصیر خان

امیر بلوچستان

۱۷۳۹ء تا ۱۷۹۳ء

اول اور سردار شاہ ولی بامے زئی وزیر افغانستان کے درمیان نہایت دوستانہ تعلقات تھے۔ جب سردار موصوف کو امیر نصیر خان اول کے منصب حکمرانی پر فائز ہونے کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہیں قندھار آنے کی دعوت دی اس دعوت پر امیر نصیر خان اپنے تمام بلوچ سرداروں اور امراء زماء کے ساتھ ۲ ستمبر ۱۷۴۹ء کو بطرف قندھار روانہ ہوئے اور ۸ ستمبر ۱۷۴۹ء کو قندھار پہنچے۔ جہاں سردار شاہ ولی خان بامے زئی نے امیر افغانستان احمد شاہ ابدالی کی طرف سے اُن کا استقبال کیا۔

جیسے کہ ۱۷۳۶ء میں امیر محبت خان نے اسی شہر قندھار میں اپنے بھائی امیر الٰہ خان سے حکمرانی بلوچستان چھین کر اُسے نادر شاہ افشار بادشاہ سلطنت ایران کے پاس بطور یرغمال رکھا۔ امیر نصیر خان اول نے بھی امیر بلوچستان منتخب ہونے کے بعد دادے کا بدلہ لے کے مصداق امیر محبت خان کو بطور یرغمال احمد شاہ ابدالی کے حوالے کیا۔ امیر نصیر خان چند دن قندھار میں قیام کرنے کے بعد ۱۰ ستمبر ۱۷۴۹ء کو واپس قلات آگئے۔

امیر نصیر خان کی جوانی کے دور کا پس منظر

امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان، میر عبداللہ خان کے سب سے چھوٹے صاحب زادے تھے ۸ جنوری ۱۷۱۶ء میں قلات میں تولد ہوئے جب انہیں امیر بلوچستان منتخب کیا گیا تو ان کی عمر تقریباً ۳۳ سال تھی جب امیر الٰہ خان بحیثیت حکمران بلوچستان ۱۷۳۶ء میں اپنے والد امیر عبداللہ خان کے عہد وپیمان کے مطابق قندھار کے محاصرہ کے دوران نادر شاہ افشار سلطنت ایران کے حکمران کی کمک کو قندھار پہنچے تو ان کا سوتیلا بھائی امیر محبت خان

ان کے مشیر کے طور پر ان کے ہمراہ تھے انہوں نے سازش کے ذریعے حکمرانی
امیر التازخان سے چھین کر خود امیر بلوچستان بنا اور امیر التازخان ان کے افراد
سردار۔ سردار میر کی ال خان التازئی سردار سلطان زہرو خان بنگل زئی و دیگر زعما کو
نادرشاہ افشار کو بطور یرغمال حوالے کیا تھا جب امیر محبت خان بحیثیت امیر
بلوچستان قلات پہنچا تو امیر نصیر خان، امیر التازخان التازئی، والدہ امیر نصیر خان
اور تمام طرفداران امیر التازخان احمد زئی بلوچ کو بطور یرغمال قندھار روانہ کیا
نادرشاہ افشار نے سب بلوچ یرغمالیوں کو اکٹھا ایک کیمپ میں رکھا۔ ایک
رات یرغمالی بلوچ زعما بلوچستان کی سیاست پر بحث مباحثہ کر رہے تھے۔
دوران مباحثہ امیر التازخان طیش میں آکر امیر نصیر خان پر حملہ آور ہوا جس کے
نتیجے میں امیر التازخان کی موت واقع ہوئی دوسرے دن شرعی عدالت میں
امیر التازخان کے قتل کا مقدمہ پیش ہوا چشم دید گواہوں نے امیر التازخان کو
قصوروار ٹھہرایا اور امیر نصیر خان کے حق میں گواہی دیدی چنانچہ عدالت نے امیر
نصیر خان کو بری قرار دیا۔ امیر نصیر خان اور اس کے دیگر تمام ساتھی پورے گیارہ سال
یعنی کہ ۱۷۳۶ء سے لے کر ۱۷۴۷ء تک۔ نادرشاہ افشار کے پاس بطور یرغمال
رہے نادرشاہ کی تمام مہمات میں امیر نصیر خان اُن کے ساتھ رہے۔ نادرشاہ جیسے
ایک عظیم سپہ سالار و جبروت بادشاہ کے ساتھ رہ کر انہیں بے شمار مصائب اور
تکالیف جھیلنے پڑیں۔ ان مصائب نے امیر نصیر خان کو جفاکش اور مستقل مزاج بنا
دیا۔ اسی دور میں اُنہیں کافی قیمتی تجربے اور چشم دید مشاہدے حاصل ہوئے جس سے
اُن کی آئندہ زندگی سنور گئی۔ اس نے بلوچستان اور بلوچ قوم کی تاریخ میں ایک بے مثل
حیثیت اور ایک دائمی شہرت حاصل کی۔ انہیں تجربات نے امیر نصیر خان کو
حکومت کرنے کا ڈھنگ سکھا دیا۔ امیر بلوچستان بنتے ہی اُنہیں ایسی

وزوال کامیابیاں حاصل ہوئیں جن کی نظیر بلوچوں کی تاریخ میں نہیں ملتی امیر نصیر خان کی بلوچوں میں ہر دلعزیزی اس حد تک پہنچ گئی کہ جہاں اس کی فیض و برکت اور فتوحات کے تاریخی واقعے افسانے بن گئے۔ اور یہی ان کی انتہائی شہرت اور عظمت کی دلیل ہے۔ جرمن شاعر گوئٹے کہتا ہے۔ کہ "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہاء یہ ہے کہ افسانہ بن جائے" امیر نصیر خان نے اپنی قوم میں اس عظمت کو حاصل کر لیا وہ آج بھی بلوچوں کا تاریخی ہیرو اور رہنما تصور ہوتا ہے وہ اب تک بلوچوں میں نصیر خان اعظم، نصیر خان ولی، اور نصیر خان نوری کی مختلف صفات سے موصوف و مشہور چلا آرہا ہے۔

اُمیر محبت خان کی نظر بندی اور موت کا واقعہ

جب امیر محبت خان کو ۱۷۴۹ء میں امیر نصیر خان نے احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کو بطور یرغمال حوالے کیا۔ تو امیر محبت خان کو قندھار کے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ احمد شاہ ابدالی حکومتی کاروبار کے سلسلے میں چند وقت بعد قندھار سے کابل چلا گیا تو قلعہ قندھار کو اپنے ایک عہدہ دار خان خانان کے سپرد کر گیا اور امیر محبت خان کو بھی اس کی تحویل میں دے دیا۔ ایک سال بعد جب ۱۷۵۰ء میں احمد شاہ ابدالی واپس قندھار آیا۔ اُسے خان خانان پر غداری کا شبہ ہوا لہٰذا اس نے خان خانان کو گرفتار کر کے قندھار کے قلعے میں قید کر دیا جب خان خانان پر جرم ثابت ہو گیا تو احمد شاہ ابدالی نے اس کے قتل کے احکامات صادر کر دیئے چونکہ خان بلوچ و خان خانان ایک جگہ قید تھے۔ شاہ ولی خان وزیر۔ امیر نصیر خان کا مخلص دوست تھا وہ ان کی حکمرانی کے راستے سے تمام کانٹوں کو ہٹانا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جلاد کو طلب کر کے

خانان کے لفظ کو بصورت جمع استعمال کیا۔ جس کے یہ معنی نکلتے تھے۔ کہ خان بلوچ
امیر محبت خان اور خان خانان دونوں کے سر قلم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جلاد
نے جاکر دونوں کے سر قلم کر دیئے جب دونوں سر طشت میں رکھ کر احمد شاہ
ابدالی کے سامنے پیش کیے گئے۔ انہوں نے پوچھا یہ دوسرا سر کس کا ہے۔ تو وزیر
نے کہا کہ یہ سر امیر محبت خان' خان بلوچ کا ہے۔ احمد شاہ ابدالی بہت برہم ہوا
کہ انہوں نے امیر محبت خان کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا چنانچہ
احمد شاہ ابدالی نے حکم دیا کہ پانچ سو سواروں کے ہمراہی میں امیر محبت خان کی میت
کو قلات لے جا کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفن کیا جائے امیر محبت
خان کے سر قلم کرنے کا واقعہ ۸، ستمبر ۱۷۵۸ء میں قندھار کے مقام پر وقوع پذیر
ہوا۔ چنانچہ امیر محبت خان کی میت کو لاکر قلات میں نہایت احترام و شاہی
اعزازات کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

امیر محبت خان کے قتل کے سانحہ پر تبصرہ

امیر محبت خان۔ امیر عبداللہ خان کا بڑا بیٹا تھا جب امیر عبداللہ خان اس
دار فانی سے رحلت کر گئے۔ تو امیر محبت خان خاندان کا سربراہ بن گیا تو ان
کا یہ اولین فرض بنتا تھا کہ وہ بحیثیت خاندان کے سرپرست کے سب افراد
خاندان کی دلجوئی کرتا۔ ان سب کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر دیتا مگر نہ معلوم
اس کے ذہن میں کیا خبط سوار ہوا کہ اس نے دونوں سوتیلے بھائی امیر الناز
خان و امیر نصیر خان اور ان کی والدہ اور بہنیں امیر محبت خان کی خیر خواہ
بن نہیں سکتے۔ لہٰذا ان کو اپنے سے دور رکھو چنانچہ انہوں نے اپنے دوسرے
بھائی امیر الناز خان اور اس کے سارے خاندان کو شاہ کوٹ منتقل کیا اور نیابت

Scanned with CamScanner

ملکوت کی ساری آمدنی ان کے اخراجات کے لیے ان کو دیدی حالانکہ امیر
میرو میروانی نے اس حکومت کی بنیاد ۱۴۱۰ء میں رکھی اور امیر عبداللہ خان کے
(۱۷۱۴ء تا ۱۷۳۴ء) دور تک جو امیر میرو کا تیسواں جانشین تھا۔ اس تین سو سالہ
دور میں اس خاندان میں سگے رشتہ دار بھی تھے۔ اور سوتیلے بھی مگر ان میں کبھی بھی
احساس پیدا نہیں ہوا کہ یہ سگا ہے یا سوتیلا وہ سارے بطور افراد خاندان نہایت
پیار اور محبت اور اتفاق سے زندگی گزارتے رہے۔ چونکہ امیر محبت خان پیدائشی
شکی مزاج تھا۔ اور ہر کسی کو مشکوک سمجھتا تھا لہٰذا اس کے ذہن میں یہ وسوسہ پیدا
ہوگیا کہ اس کے دو سوتیلے بھائی امیر التاز خان و امیر نصیر خان اس کے خیرخواہ
نہیں ہو سکتے بہتر یہی ہے کہ ان کو اپنے سے دور رکھو چنانچہ اپنے خاندان
کے افراد کے علاوہ وہ تمام قبائلی سرداروں کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا جس
کی وجہ سے اس کے اکثر سرداروں کے تعلقات خراب ہوگئے تھے۔ اور دو
سال حکمرانی کرنے کے بعد اُسے یعنی امیر محبت خان کو حکمرانی سے معزول کرکے
اس کے دوسرے بھائی امیر التاز خان کو حکمران بنا دیا گیا۔ اور اُسے وڈھ میں
سردار مینگل کے پاس نظر بند رکھا۔ امیر التاز خان ۱۷۳۴ء میں مسند حکمرانی بلوچستان
پر بیٹھا۔ تو دوران نظر بندی امیر محبت کو ایک چال سوجھی کہ کسی نہ کسی طرح اپنے
حکمران بھائی امیر التاز خان کا اعتماد حاصل کرکے قلات میں رہائش کی اجازت حاصل
کی جائے۔ چنانچہ برادرانہ جذبات کے تحت امیر التاز خان نے اُسے دوبارہ
قلات میں رہنے کی اجازت دی۔ حالانکہ تمام قبائلی سردار امیر بلوچستان کے اس
اجازت نامہ کے خلاف تھے۔ بہرحال امیر محبت خان نے دوبارہ قلات آکر
نہایت منافقانہ پالیسی اختیار کی۔ ایک طرف تو امیر التاز خان کی تابعداری میں
کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ دوسری طرف نہایت خفیہ طور پر اُس کے

Scanned with CamScanner

خلاف سرداروں کو وعدہ فردا دے کر ورغلاتا رہا۔ اسی دوران میں شہنشاہ ایران نادر شاہ افشار نے قندھار پر حملہ کر کے شہر کا محاصرہ کیا۔ امیر بلوچ خان امیر الطاز خان مع تمام بلوچ قبائلی سرداروں کے اپنے والد امیر عبداللہ کے عہد و پیمان کے مطابق نادر شاہ کی کمک کو قندھار روانہ ہوا اور امیر محبت خان بھی بطور ہمراہی ساتھ تھا۔ قندھار میں سرداروں نے امیر محبت خان کو اپنا حکمران منتخب کر کے نادر شاہ سے سیاسی رابطہ رکھنے کا اختیار دیا۔ امیر محبت خان نے اپنی جان کے خوف سے نادر شاہ سے استدعا کر دی کہ امیر الطاز خان امیر کمال خان الطازئی سردار سلطان زہرو خان جنگلزئی کو نادر شاہ اپنے پاس بطور یرغمال رکھے۔ جب قلات بطور حکمران آیا تو امیر نصیر خان اُن کی والدہ سردار کمال خان الطازئی کو بمعہ خان اور اس کے سارے خاندان کو بطور یرغمال قندھار نادر شاہ کے پاس روانہ کر دیا اس طرح امیر محبت خان نے امیر الطاز خان کے خطرہ سے اپنے آپ کو مامون و محفوظ کر دیا۔ امیر الطاز خان اور اس کے ساتھی نادر شاہ افشار کے ساتھ پورے دو سال بطور یرغمال رہے۔ اور اسی دوران احمد شاہ ابدالی۔ ابدالی افغانوں کا سردار تھا۔ نادر شاہ افشار کی فوج میں بطور ملازم بھرتی ہو گیا تھا۔ اور اپنے دل ہزار افغان فوجیوں کا سپہ سالار تھا چونکہ بلوچ یرغمالی بھی نادر شاہ کے کیمپ میں انہی افغانوں کے ساتھ اکٹھے رہتے تھے اس ۱۱ سال کی رفاقت میں بلوچ اور افغانوں میں گہرے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ خاص کر امیر نصیر خان اور احمد شاہ ابدالی کے ایک فوجی مشیر اور سردار شاہ ولی خان بامے زئی کے درمیان دوستی بڑھی اور یہ تمام بلوچ یرغمالی نادر شاہ افشار کی تمام جنگی مہمات میں اُس کے ہمراہ رہے اسی دوران میں جب سیاسی بحث و مباحثہ کے وقت امیر الطاز خان اپنے چھوٹے بھائی امیر نصیر خان کے ہاتھوں مارے گئے۔ امیر محبت خان نے یہ خبر سنی تو

خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ چلو دونوں دشمن ایک ساتھ گئے۔ اُسے یہ بالکل یقین تھا بادشاہ امیر نصیر خان کو امیر الناز خان کے قصاص میں قتل کر دیں گے لیکن جب اسے اطلاع دی گئی کہ قصور وار الناز خان تھا اور امیر نصیر خان اس قتل سے بری الذمہ قرار دیئے گئے ہیں تو اُس کی ساری خوشیاں غم میں تبدیل ہو گئیں ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ افشار کو اُس کے اپنے سپہ سالاروں نے سازش کر کے قتل کر دیا سلطنت ایران میں افراتفری پھیل گئی۔ احمد شاہ ابدالی نے قندھار پہنچ کر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اور مملکت افغانستان کو وجود دیا۔ نادر شاہ نے جب سندھ پر حملہ کیا تھا واپسی پر سندھ کے حکمران میاں نور محمد کلھوڑہ کے دو بیٹے مراد یاب خان اور غلام شاہ کو بھی بطور یرغمال اپنے ساتھ لایا تھا۔ لہٰذا نادر شاہ کے قتل کے بعد امیر نصیر خان اور دیگر بلوچ اور سندھی یرغمالی بطرف شیراز روانہ ہوئے۔ وہاں سے مکران پہنچے مکران سے سندھی یرغمالی تو خدا آباد چلے گئے مگر امیر نصیر خان اور اس کے بلوچ یرغمالیوں کو میر باہوٹ چھٹانے جیل میں اپنے پاس بطور مہمان رکھا۔ ایک ماہ بعد میاں مراد یاب خان کلھوڑہ کی دعوت پر امیر نصیر خان اپنے دیگر بلوچ رفقا کے ساتھ ۱۷۴۸ء میں خدا آباد۔ سندھ کے دارالخلافہ چلے گئے کیونکہ میاں مراد یاب خان امیر نصیر خان کا بہنوئی بھی ہوتا تھا۔ امیر نصیر خان یہاں دو سال تک قیام پذیر رہے۔ جب کہ ۱۷۴۹ء میں حکومت افغانستان کے وزیر شاہ ولی خان بامے زئی کو قلات میں امیر نصیر خان اول کی بلوچستان میں حکمران منتخب ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے امیر نصیر خان کو قندھار آنے کی دعوت دی جب امیر نصیر خان قندھار جا رہے تھے تو اپنے معزول بھائی امیر محبت خان کو بھی ساتھ لے گئے۔

Scanned with CamScanner

امیر نصیر خان نے اس سے وہی سلوک کیا۔ جو سلوک اس نے اپنے بھائی امیر اعزاز خان کی معزولیت کے بعد اُس کے ساتھ کیا تھا۔ امیر نصیر خان کے کہنے پر احمد شاہ ابدالی نے امیر محبت خان کو اپنے پاس بطور یرغمال رکھا۔ بعد میں امیر نصیر خان اپنے بھائی زعما کے ساتھ واپس پہنچا۔ جاتے وقت وزیر شاہ ولی خان نے امیر نصیر خان کو یہ بھی یقین دلایا کہ وہ موقع پا کر امیر محبت خان کا ہمیشہ کے لیے قصہ ہی تمام کر دے گا ایک سال بعد جب احمد شاہ ابدالی کا ایک قومی سردار خان خانان سازش کے جرم میں قید کر دیا گیا تو اُسے بھی خان بلوچ امیر محبت خان کے ساتھ قید میں رکھا گیا سازش ثابت ہونے پر احمد شاہ ابدالی نے اس کے قتل کا حکم دیا اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سردار شاہ ولی خان بامے زئی وزیر افغانستان نے اس انداز سے حکم صادر کیا کہ جس کے معنی تھے کہ دونوں خوانین کو قتل کر دیا جائے یہ جلاد نے بغیر تصدیق مزید دونوں کو قتل کر دیا اس طرح وزیر موصوف نے امیر نصیر خان سے اپنے کئے ہوئے وعدہ کا ایفا کیا چونکہ خاندان کے افراد اور بلوچ قوم کے تمام سرکردہ افراد امیر محبت خان کے سلوک سے ناخوش تھے۔ لہٰذا اس کے قتل پر کہیں سے بھی صدائے احتجاج بلند نہ ہوئی۔

امیر نصیر خان کی حکومت کے دو ادوار
فوجی تنظیم اور ملکی تنظیم

جیسے کہ بیان ہو چکا ہے۔ امیر نصیر خان اصل ملقب بہ نوری نصیر خان ۱۷۴۹ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا اور ۱۷۹۴ء میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے گویا اُن کی حکمرانی کی میعاد پینتالیس سال تھی وہ بلوچستان کا پہلا امیر تھا جس نے اپنے جد امجد امیر میرو میروانی بلوچ کے ۱۴۱۰ء میں نافذ کردہ

قوانین کی بنیادوں پر جمہوریت سے ملتے جلتے رنگ میں بلوچی حکومت کا ایک مستقل سلسلہ نظام قائم کیا بلوچی رسم ورواج کے مطابق اپنے دور کے حالات کے مطابق اصول جرگہ بنائے۔ نظام حکومت کو سرانجام دینے کے لیے خزانہ کا قیام، مالیہ وسنگ کا عائد کرنا۔ بلوچ قومی فوج کی از سرنو ترتیب بندی کی الغرض جو اصول آج تک قومی تنظیم اور رسم ورواج وغیرہ کے متعلق بلوچستان کے بلوچ علاقوں میں رائج ہیں۔ یہ تمام امیر نصیر خان اول کے وضع کردہ ہیں۔ بلوچی حکومت کی آئندہ تاریخ کو سمجھنے کے لیے امیر نصیر خان اول کی ملکی اور فوجی تنظیم پر مفصل بحث کی ضرورت ہے۔ اس لیے تاریخی واقعات کو زیادہ آسان طریقہ پر پیش کرنے کے لیے ہم امیر نصیر خان اول کے عہد حکومت کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں پہلا حصہ فوجی تنظیم جنگیں اور فتوحات دوسرا حصہ ملکی اور قومی تنظیم

فوجی تنظیم

امیر نصیر خان نے حکمران ہوتے ہی سب سے پہلے اپنے قبائل کی فوجی طاقت کو منظم ومضبوط کرنا لازم سمجھا۔ امیر محبت خان کے وقت سے مختلف قبائل جو آپس میں ناراض تھے اور اُن کے درمیان تنازعات برپا تھے۔ امیر نصیر خان نے ان کو پدرانہ شفقت سے حل کر دیا۔ خود ہر ایک قبیلہ میں گیا ان کے ساتھ رہ کر ان کی باتوں کو سنا۔ رنجش کو دور کر دیا تنازعات کا منصفانہ فیصلہ کر کے ان کو ایک دوسرے کے ساتھ شیر وشکر کی طرح ملا دیا جب قبائل کے باہمی جھگڑوں کا تصفیہ خوش اسلوبی سے ہوا۔ جیسے کہ امیر میرو میروانی بلوچ نے اپنے دور میں بلوچ قومی فوج کو تین دستوں میں تقسیم کر کے بلوچ قومی فوج کو ۱۴۱۳ء میں وجود میں لایا تھا۔ امیر نصیر خان اول نے انہی بنیادوں پر اپنے

دور کے تقاضوں کے مطابق فوج کو تین بڑے بڑے دستوں میں تقسیم کر دیا (۱) دستہ خاص (۲) دستہ ساراوان (۳) دستہ جھالاوان۔

(۱) دستہ خاص:۔ دستہ خاص کو امیر بلوچستان نے قیام امن بحال رکھنے کے لیے اپنی طاقت کے طور پر براہ راست اپنے ماتحت رکھا۔

(۲) دستہ سراوان:۔ دستہ سراوان کی فوج میں تمام جنگی افراد قبائل سراوان ہوتے تھے پہلے دستہ سراوان کا سپہ سالار قبیلہ شاوانی کا سردار ہوا کرتا تھا لیکن کسی جنگ میں کسی کوتاہی کی وجہ سے اس کی جگہ سردار قبیلہ رئیسانی کو سپہ سالار دستہ سراوان بنایا گیا۔

(۳) دستہ جھالاوان:۔ دستہ جھالاوان میں تمام جنگی افراد قبائل جھالاوان شامل ہوتے تھے۔ اس دستے کا ابتدا میں سپہ سالار قبیلہ الثازئی کا سردار ہوا کرتا تھا لیکن کسی جنگ میں کسی کوتاہی کی وجہ سے امیر بلوچستان نے اُسے اس عہدے سے ہٹا کر قبیلہ زہری کے سردار کو اُس کا سپہ سالار مقرر کیا۔

قومی فوج کی ترتیب

دستہ خاص سے دستہ امیر بلوچستان بھی کہتے تھے براہ راست امیر بلوچستان کے ماتحت تھا۔ دستہ سراوان کا سپہ سالار سرداران رئیسانی منتخب ہوا۔ سپہ سالار اپنے دستہ فوج کے ذمہ دار تھے اسی طرح دستہ جھالاوان کا کمانڈر اعلیٰ سرسرداران زرک زئی زہری کا منتخب ہوا۔ وہ اپنے فوجی دستہ کے ہر لحاظ سے ذمہ دار تھے اور یہ دونوں سپہ سالار دستہ سراوان و دستہ جھالاوان اپنے صوبے کے متعلق امیر بلوچستان کو جواب دہ ہوتے تھے (۱) سرسرداران کے ماتحت اس صوبے کے تمام سردار اور اُن کے قبائل ہوتے تھے (۲) پھر ہر سردار کے قبیلے

کو ترتیب ٹکڑوں، پاڑوں اور شواروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا (۳) ہر ٹکڑ پر ایک ٹکڑی ہر پاڑہ پر ایک معتبر ہر شوار پر ایک سفید ریش مقرر ہوتا تھا۔ اسی طرح ہر دستہ مختلف قبائل اور ہر قبیلہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوتا تھا تمام سفید ریش اپنے معتبروں کے اور تمام معتبر اپنے ٹکڑیوں کے اور تمام ٹکڑی اپنے قبیلے کے سردار کے اور تمام سردار اپنے صوبہ کے سرسردار کے ماتحت ہوتے تھے سرسرداران اپنے ماتحت سرداروں اور قبائل کے متعلق خان کو جواب دہ ہوتا تھا۔ جیسے کہ اپنی طاقت کو محسوس کرنے کی خاطر امیر بلوچستان نے ایک دستہ خاص براہ راست اپنے ماتحت لیا تھا اسی طرح قبائلی سرداروں کو اپنے صوبے میں پر امن رہنے کی غرض سے اور قومی توازن کو برقرار رکھنے کی خاطر سرسرداران کے پاس اس کے اپنے قبیلہ کی طاقت بھی ہوتی تھی۔

قومی فوج کے اخراجات کا بندوبست

قومی لشکر کے تناسب سے ہر قبیلہ کو جدا جدا قومی اراضیات دی گئیں تھیں یہ قومی اراضیات قبائل کی ملکیت نہیں ہوتی تھیں۔ اس نے قبائل کو ان کے بیچنے اور تقسیم کرنے کا اختیار نہ تھا بلکہ یہ ایک قسم کی مشترکہ قبائلی جائیدادوں کی صورت میں تھی ہر سردار اپنے قبیلے سے اور سرسرداران اپنے صوبے سے حسب الطلب مقررہ تعداد کا قومی لشکر جمع کرنے کا ذمہ دار تھا۔ اس لشکر کا ۱/۵ حصہ بطور سالانہ ہر وقت امیر بلوچستان کے پاس موجود ہوتا تھا۔

دستہ خاص میں شامل قبائل اور ان کی تعداد

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مختلف قبائلی افراد پر مشتمل دستہ خاص براہ راست

آمیر بلوچستان کے وزیر کے زیر کمان دارالحکومت میں موجود رہتا تھا۔ کل نفری بارہ سو ہوتی تھی۔ لشکر کشی کے وقت مندرجہ ذیل قبائل اپنے حصہ رسدی لشکر کے لیے شامل ہوتے تھے۔

دستہ خاص

نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد	نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد
۱	زگرمینگل	۱۰۰۰	۱۰	کمبرانی	۵۰
۲	لاسی	۱۰۰۰	۱۱	التازئی	۵۰
۳	خارانی	۱۰۰۰	۱۲	گرگناڑی	۱۰۰
۴	بجرانی	۱۰۰۰		سمالانی	۲۰۰
۵	مری	۱۰۰۰		دہوار قلات	۶۰
۶	بگٹی	۱۰۰۰		مجالی	۲۰۰
۷	دیرجاتی	۲۰۰۰		رودینی	۳۰۰
۸	مکرانی	۱۰۰۰		کلندرانی	۱۰۰
۹	میروانی	۱۰۰۰			

کل تعداد:۔ ۱۰۸۶۰ نفری

دستہ سراوان میں شامل قبائل کی تعداد

دستہ سراوان کا امیر لشکر اور کمانڈر سردار رئیسانی ہوتا تھا۔ اس دستہ فوج میں حسب ذیل بلوچ قبائل شریک ہوتے تھے۔

نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد	نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد
۱	رئیسانی	۳۰۰	۹	رند	۱۰۰۰
۲	بنگل زئی	۷۰۰	۱۰	پرکانی	۱۵۰
۳	محمد شہی	۳۰۰	۱۱	کچھی کے مختلف قبائل	۳۰۰۰
۴	لہڑی	۷۰۰	۱۲	دہوار مستونگ	۵۰
۵	لانگو	۷۰۰	۱۳	خاران گرودھ کے مختلف قبائل	۵۰۰
۶	شاہوانی	۸۰۰			
۷	کرد	۵۰۰	۱۴	نصیر آباد کے بلوچ	۵۰۰
۸	سرپرہ	۳۰۰	۱۵	سانگ زئی	۴۰

دستہ جھالاوان میں شامل قبائل کی تعداد

دستہ جھالاوان کا امیر لشکر سردار زرک زئی زہری ہوتا تھا۔ اس میں حسب ذیل بلوچ قبائل شریک ہوتے تھے۔

نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد	نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد
۱	زہری	۱۰۰۰	۶	ساسولی	۳۰۰
۲	محمد حسنی	۸۰۰	۷	خدرانی	۱۰۰
۳	بزنجو	۳۰۰	۸	نیچاری	۱۰۰
۴	مینگل	۱۰۰۰	۹	جتک	۱۰۰
۵	گمسی	۱۰۰۰	۱۰	باجوئی	۱۰۰

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد	نمبر شمار	نام قبیلہ	تعداد
۱۱	ساجدی	۱۰۰	۱۳	دینارزئی	۱۰۰
۱۲	پندرانی	۱۰۰		لاشاری	۱۰۰

دستہ سراوان و دستہ جھالاوان اندرونی طور پر پھر تین تین چھوٹے دستوں میں تقسیم تھے اور جو جو قبائل ان چھوٹے دستوں میں شریک تھے ان کو بلوشریک کہتے تھے۔

(۱) دستہ سراوان کے تین چھوٹے دستے اور ان دستوں کے بلوشریک معہ تعداد فوج لشکر حسب ذیل تھے۔

اول دستہ رئیسانی ، (بلوشریک) قبیلہ رئیسانی / ۳۰۰ + قبیلہ کرد / ۵۰۰ +

قبیلہ سائکزئی / ۴۰ + قبیلہ لانگو / ۷۰۰

دوئم دستہ شاہوانی ، (بلوشریک) قبیلہ شاہوانی / ۸۰۰ + قبیلہ محمد شاہی / ۳۰۰ +

قبیلہ سرپرہ / ۳۰۰

سوئم دستہ بنگلزئی ، (بلوشریک) قبیلہ لہڑی / ۷۰۰ + قبیلہ بنگلزئی / ۷۰۰ +

قبیلہ رند / ۱۰۰۰

(۲) دستہ جھالاوان کے تین چھوٹے دستے اور ان کے دستوں کے پلو شریک معہ تعداد غم لشکر حسب ذیل ہے۔

اول دستہ زہری، ریلو شریک
قبیلہ زہری / ۱۰۰۰ + قبیلہ بنجاری / ۱۰۰۰ + قبیلہ جنگ / ۱۰۰ + قبیلہ ساسولی / ۳۰۰

دوئم دستہ مینگل، ریلو شریک
قبیلہ مینگل / ۱۰۰۰ + قبیلہ بزنجو / ۳۰۰
قبیلہ خدرانی / ۱۰۰ + قبیلہ ساجدی / ۱۰۰ + قبیلہ محمد حسنی / ۸۰۰

سوئم دستہ گمسی، ریلو شریک
قبیلہ گمسی / ۱۰۰۰ + قبیلہ دنیار زئی / ۱۰۰ + قبیلہ لاشاری / ۱۰۰

دستہ خاص، ریلو شریک
قبیلہ میروانی / ۱۰۰۰ + قبیلہ کبرانی / ۵۰ + قبیلہ ذگر مینگل / ۱۰۰۰ +
قبیلہ گرگناڑی / ۱۰۰ + قبیلہ کلندرانی / ۱۰۰ + قبیلہ سمالانی / ۲۰۰ + قبیلہ رودینی / ۲۰۰

مندرجہ بالا فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر نصیر خان کے عہد میں بالوت بلوچ قبائل کا غم لشکر ہر قبیلے کے مندرجہ بالا تعداد کے مطابق شمار ہوتا تھا جب بھی امیر نصیر خان کو لشکر جمع کرنے کی ضرورت پڑتی ہر سردار اپنے قبیلہ

سے غم لشکر کی مقررہ تعداد ایک ہفتہ سے بھی کم عرصہ میں جمع کر کے امیر بلوچستان کو پیش کر سکتا تھا۔ ویسے ضرورت کے وقت امیر نصیر خان چاہتا تو ایک ہفتہ کے اندر اندر تقریباً ایک لاکھ مسلح افراد کا لشکر، وہ ۔ قبائل سے جمع کر سکتا تھا امیر نصیر خان کے عہد میں بلوچ قبائل غم لشکر کے اس قدر پابند تھے۔ جب بھی امیر نصیر خان کی طرف سے اسلحہ اٹھانے کی آواز بلند ہوتی تو چرواہوں تک اپنے ریوڑ پہاڑوں پر عورتوں کے سپرد کر کے اُن کے لشکر میں شامل ہو جاتے تھے۔ دوران جنگ لشکریوں کو آٹا۔ اور ان کے گھوڑوں کو بھوسہ اور دانہ امیر بلوچستان کی طرف سے دیا جاتا تھا سرداروں کو جیرہ (راشن) ملتا تھا۔

امیر نصیر خان اول کی مہر

امیر عبداللہ خان امیر نصیر خان اول کے والد بزرگوار نے اپنے دور حکمرانی (۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۱ء) میں مُہر ایجاد کیا۔ جو کہ تمام سرکاری و حکومتی فیصلوں پر ثبت کیا جاتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا امیر محبت خان مسند حکمرانی بلوچستان پر متمکن ہوا مگر انہوں نے اپنی کوئی مہر نہیں بنوائی اُن کے بعد اُن کا بھائی امیر التاز خان مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا اس نے بھی اپنی کوئی مہر نہیں بنوائی جب امیر نصیر خان ۱۷۴۹ء میں امیر بلوچستان منتخب ہوا تو انہوں نے اپنے دور حکمرانی (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء) میں اپنی مہر بنوائی۔ ان کے سجع مہر[1] یہ تھے "وہ حسب اللہ نعم الوکیل و نعم المولیٰ و نعم النصیر ۱۱۴۵ھ"

[1] ایسا موزوں فقرہ یا مصرع جس کے کچھ ظاہری معنی بھی ہوں اس میں کسی شخص کا نام بھی آ جائے۔

دور انجیج مہرہ تھا۔

جو لطف محمد دستگیر من است
محمد برا عدا نصیر من است

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

امیر محبت خان کے دور (۱۷۲۳ء تا ۱۷۴۹ء) حکمرانی میں مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام آدین زراب تھا۔ چنانچہ امیر نصیر خان جب ۱۷۴۹ء میں مسند حکمرانی پر بیٹھے تو مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام استاد آدین زراب تھا یعنی امیر موصوف کے پہلے دس سالہ دور حکمرانی میں آدین زراب ہی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام رہا اس کے بعد یہ منصب امیر نصیر خان نے اس کے بیٹے بولات سنگار کو دیا جو بعد میں امیر نصیر خان کی وفات تک اسی منصب پر فائز رہا۔

چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں احداثی سرنگ

امیر نصیر خان خاندانی روایات کے مطابق جب ۱۷۴۹ء میں مسند حکمرانی پر بیٹھے اس کے دوسرے سال یعنی ۱۷۵۰ء میں ذیلی کاریز کے پشتے میں اپنے نام سے ایک سرنگ احداث کروائی۔ جو اختتام سال تک مکمل ہوگئی۔

بیلہ کے نصف مالیہ کا مطالبہ

امیر نصیر خان قبائل کے جھگڑوں کو تصفیہ کروایا قومی فوج کو منظم کرنے کے بعد تب اس نے حکومت کے دوسرے معاملات کی طرف توجہ کی

سب سے پہلے انہوں نے جام میر خان اول کے ساتھ کیے ہوئے اقرار نامہ کے
مطابق بیلہ کی نصف آمدنی کا ۲۰ مارچ ۱۷۵۰ء کو مطالبہ کیا۔ جام میر خان اول نے
دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور متانت اور عاجزی سے گذشتہ آمدنی کے بقایاجات کی
طلب کی اور آئندہ کے لیے بیلہ کی نصف آمدنی کا سال بسال ادائیگی کا وعدہ
لیا۔ امیر نصیر خان نے جام میر خان اول کی فرمانبردارانہ روش سے خوش ہو کر گزشتہ
حساب جو بقایا میں چلا آتا تھا۔ اس پر معاف کر دیا۔ امیر بلوچستان کے اس حسن سلوک
سے خوش ہو کر جام میر خان تاحین حیات نصف آمد بیلہ امیر موصوف کی خدمت
میں پہنچاتا رہا۔

پنجگور پر ۱۷۵۱ء میں حملہ

میر اللہ داد دوم سردار پنجگور کی وفات کے بعد اس کا بڑا لڑکا میر عیسیٰ خان
پنجگور کا سردار بنا مگر چند مدت بعد اس کے چھوٹے بھائی میر گاجیان نے موقع
پا کر اسے قتل کر دیا اور خود پنجگور کا سردار بنا میر عیسیٰ خان کا بڑا بیٹا میر کرم شاہ
نے اپنے چچا میر گاجیان کے مقابلہ کی آب نہ لا کر پنجگور سے فرار ہو کر قلات
امیر نصیر خان کے دربار پہنچ کر اپنی تقرری کی فریاد کی۔

امیر نصیر خان کو میر کرم شاہ کے معاملہ میں مکران کے معاملات میں دخل
دینے کا ایک زریں موقع ہاتھ آگیا اس نے میر کرم شاہ کی امداد کے لیے پہلی
بار ۲۰ فروری ۱۷۵۱ء میں دستہ جھالاوان کو لے کر پنجگور پر حملہ کر دیا میر
گاجیان امیر نصیر خان اول کے پہنچنے سے قبل فرار ہو کر تمپ اور کلانچ کی
طرف نکل گیا۔ امیر نصیر نے پنجگور پر قبضہ کر کے میر کرم شاہ کو دوبارہ سردار
پنجگور مقرر کیا چونکہ امیر نصیر خان زیادہ عرصہ پنجگور میں نہیں ٹھہر سکتا تھا اس لیے

جو اپنے آدمیوں کے ساتھ تمپ اور کلاتک میں چھپا بیٹھا تھا کسی نہ کسی وقت پنجگور پر حملہ کر سکتا تھا میر کرم شاہ بہت بزدل تھا۔ اس کا میر گاجیان سے مقابلہ کرنا مشکل تھا اس لیے امیر نصیر خان نے پنجگور کی حفاظت اور میر کرم شاہ کی امداد کے لیے میر بوہیر موسیانی کو تین سو آدمیوں کے ساتھ قلعہ پنجگور میں مامور کیا۔ اور تجایا۔ لشکر کولے کر قلات کی طرف روانہ ہوا۔

میر یعقوب گچکی کی بغاوت

میر بوہیر خان موسیانی فطرتاً ظالم شخص تھا اُس نے پنجگور کے باشندوں پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے امیر و غریب کوئی بھی اس کے جبر و تشدد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ سردار میر کرم شاہ کو یہ سرداری چونکہ امیر نصیر خان کے طفیل ملی تھی اس لیے اس کے لیے امیر نصیر خان کے نمائندہ کے خلاف علی الاعلان اٹھنا مشکل تھا۔ اس کے علاوہ میر گاجیان کا خطرہ اس کے لیے اب تک بدستور باقی تھا۔ میر بوہیر خان کو ناراض کرنے کے معنی میر گاجیان کو پنجگور پر حملہ کرنے کی دعوت دینا تھا۔ سردار میر کرم شاہ ان حالات کے تحت بظاہر میر بوہیر کا طرفدار تھا لیکن اندرونی طور پر میر بوہیر کے خلاف بغاوت کو بھی ہوا دے رہا تھا۔ چنانچہ جب لوگ میر بوہیر کے ظلم و جبر سے تنگ آ گئے انہوں نے میر بوہیر کو پنجگور سے نکالنے کی خفیہ سازشیں شروع کر دیں۔ اور بغاوت کے لیے کسی اچھے موقع کا انتظار کرنے لگے قدرتی طور پر یہ موقع بھی بہت جلد اُن کو ہاتھ آیا پنجگور کے مضافات میں ایک جگہ شادی ہو رہی تھی۔ شادی والوں نے میر یعقوب گچکی کے کہنے پر میر بوہیر اور اس کے آدمیوں کو نیزہ بازی اور گھوڑا دوڑ میں شرکت کرنے کی دعوت دی۔ میر بوہیر اگرچہ خود نہیں

گیا لیکن اُس کے آدمیوں کا بیشتر حصہ دعوت میں چلا گیا قلعہ میں ... چند آدمی رہ گئے۔ میر یعقوب نے جو اپنے آدمیوں کے ساتھ پاس کے باغ میں چھپا بیٹھا تھا ۲۹ ستمبر ۱۷۵۱ء میں قلعہ کو خالی دیکھ کر اچانک حملہ کیا میر لویر اس اچانک حملے سے اس قدر بدحواس باختہ ہو کر بھاگا کہ اپنے آدمیوں کا خیال کئے بغیر ایک منزل قلات کی طرف اکیلا نکل گیا اور میر یعقوب نے قلعہ ... پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ میر کرم شاہ خفیہ طور پر سازش میں شامل تھا موقع پر اس نے میر ... کی کوئی امداد نہ کی۔ جب امیر نصیر خان کے انتقام کا خیال آیا۔ تو ڈر گیا۔ ... قلات کی طرف چل پڑا۔

اخوند محمد حیات کا پنجگور پر حملہ ۱۷۵۱ء میں

میر لویر کی خستہ و خراب حالت میں قلات پہنچنے پر امیر نصیر خان نے اخوند محمد حیات وزیر کو دستہ جھالاوان کے ساتھ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۷۵۱ء میں میر یعقوب گچکی کی سرکوبی کے لیے پنجگور روانہ کیا۔ میر یعقوب اخوند محمد حیات کے مقابلہ کو نکلا۔ لیکن ایک معمولی جھڑپ میں شکست کھا کر کیچ کی طرف بھاگ گیا اس کے لشکریوں نے ہتھیار ڈال دیئے جن میں سے چیدہ چیدہ افراد کو گرفتار کر کے اخوند محمد حیات بطور یرغمال رکھا۔ سردار میر کرم شاہ نے قلات پہنچ کر امیر نصیر خان سے معافی مانگ لی پنجگور سے اخوند محمد حیات نے کرم شاہ کو معافی دلانے کی سفارش کی۔ آخر کار امیر بلوچستان نے اسے معافی دے کر پھر پنجگور کی سرداری پر بحال کر دیا سردار کرم شاہ کے پنجگور پہنچنے پر اخوند محمد حیات اپنے لشکر کے ساتھ واپس بطرف قلات روانہ ہوا۔

ذکریوں کے ارتداد کے خاتمے کے لیے استخارہ

رسالہ (الحق) اکوڑہ خٹک۔ شمارہ مئی ۱۹۷۸ء میں مولانا عبدالمجید قیصر قندی کے مضمون بعنوان "بلوچستان کا ذکری مذہب" میں انہوں نے ذکریوں کے ارتداد کے خاتمے کے بارے میں ایک بزرگ شخص کے استخارہ کا دلچسپ تاریخی واقعہ بیان کیا ہے۔ جسکو تاریخ کے شائقین کی معلومات کے لیے اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

(حضرت شاہ فقیر اللہ علوی ثم شکارپوری کی دعا اور اُسکی قبولیت و بشارت)

حضرت شاہ فقیر اللہ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ سندھ کے میاں نور محمد کلہوڑہ افغانستان کے احمد شاہ ابدالیؒ ریاست قلات بلوچستان کے حکمران میر محبت خان و امیر نصیر خان نوری اور مکران کے محمد خان بلوچ۔ ان کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب ذکریوں کے ارتداد سے سخت ناخوش تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اِس ارتداد کا خاتمہ ہوجائے۔ اور ان علاقوں میں اسلام کا غلبہ ہو چنانچہ جب ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں حج کو گئے اور آپ نے حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مواجہ شریف میں قصیدہ بردہ پڑھ کر دعا کی تو آپ کو بشارت ہوئی کہ میر عبداللہ خان والی ریاست قلات بلوچستان کی اولاد میں سے کسی ایک کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ ان دنوں میں امیر محبت خان ولد امیر عبداللہ خان قلات کے حکمران تھے۔ اس لیے شاہ صاحب نے ان کے نام خط لکھا اور سوچا کہ ممکن ہے۔ مشار الیہ محبت خان ہی ہو لیکن دنیا جانتی ہے کہ وہ بشارت بطل جلیل امیر نصیر خان نوری ولد امیر عبداللہ خان کے حق میں صحیح ثابت ہوئی

میں حضرت شاہ فقیر اللہ علوی ثم شکارپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خط بنام امیر نصیر خان امیر بلوچستان کا اُردو ترجمہ یہاں تحریر کروں گا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ اجمعین۔ اما بعد (ترجمہ اُردو)

تمام تعریف اس پروردگار کے لیے مخصوص ہیں۔ جو جہاں والوں کا رب ہے۔ درود وسلام اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکی تمام اولاد پر ہو۔ اما بعد

واضح ہو کہ یہ فقیر ایک ہزار ایک سو باسٹھ ہجری ۱۱۶۲ھ بارہ جمادی الاول کو مدینہ منورہ پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس (روضہ) پر اپنا لکھا ہوا ایک قصیدہ پڑھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے مدد شفاعت اور دین و دنیا کی خیریت مانگی۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر کیچ کران کے رہنے والے علاقہ کے وہ بلوچ جو داعی (ذکری) مذہب رکھتے ہیں۔ ان پر اسلام کا غلبہ ہو تو کتنی اچھی بات ہے۔ تاکہ یہ گروہ اپنے بے ہودہ (گندے) مذہب کو چھوڑ دے اور اسلام قبول کرے۔ اسی اثنا (دوران) میں الہام وارد ہوا۔ کہ اس گروہ پر اسلام کا غلبہ عبداللہ خان براہوئی قلاتی کی اولاد کے ذریعے ہوگا۔ فقیر نے دعا کی اور اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ آیا۔ حرم شریف نبوی میں ایک بلوچ روشن نام کے جو اہل سنت والجماعت سے تھے۔ اور شیخ ننگی کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ یہ بھی اس گروہ داعی (ذکری) کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کر رہے تھے۔ میری ان سے ملاقات ہوئی اس فقیر نے باوجود اس کے کہ روشن صاحب کے ساتھ کوئی واقفیت نہ تھی۔ ان پہ ظاہر کیا کہ داعی (ذکری) مذہب پر اسلام کا غلبہ عبداللہ خان براہوئی

کی اولاد پر منحصر رکھا گیا ہے۔ ان کے بغیر یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اس فقیر نے اس سے پہلے عبداللہ خان کا نام بھی نہ سنا تھا۔ چنانچہ جب بعد میں گوادر پہنچا معلوم ہوا کہ محبت خان، عبداللہ خان کی اولاد سے ہے اس بنا پر یہ خط ان کی خدمت میں لکھا اس بشارت کے مطابق شاید ان کے ہاتھ سے یہ کامیابی حاصل ہو اور یہ گروہ اسلام کے لباس سے آراستہ ہو جائے۔ امید ہے کیچ مکران کا علاقہ عبداللہ خان کی اولاد کے ذریعے فتح ہوگا اور وہاں کے لوگ اسلام سے مشرف ہوں گے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مکتوبات شاہ فقیر اللہ

مکتوب نمبر ۳۶ ص ۱۰۶، مطبوعہ لاہور

یہ شاہ فقیر اللہ صاحب کے فارسی خط کا اردو ترجمہ تھا۔ جسے ہم نے قارئین کرام کی معلومات کے لیے درج کر دیا۔ جو انہوں نے امیر محبت خان امیر بلوچستان کے نام ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۸ء لکھا تھا۔ لہٰذا ہم اب دوبارہ اپنے تاریخی موضوع پر توجہ کرتے ہیں کہ وہ کیا وجوہات تھیں کہ امیر نصیر خان امیر بلوچستان نے ۱۷۵۲ء میں مکران کے علاقہ کیچ پر حملہ آور ہوئے۔

شہ بلال بلیدی بلوچ کے بیٹے نور محمد کا دربار نصیری میں وارد ہونا

میر نور محمد بلیدی ۱۰ فروری ۱۷۵۰ء میں دربار نصیری پہنچا جسکا تاریخی پس منظر اوپر جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ شے قاسم بلیدی بلوچ مکران کا امیر تھا اس کے چچا شے بلال کے پاس مکہ معظمہ سے کوئی حاجی جو ایک جید عالم

تھا گوادر آیا۔ شے بلال سے اُس کی ملاقات ہوئی اس حاجی کی پند و نصائح سے شے
بلال پر گہرا اثر ہوا جس نے مذہب ذکریت سے تائب ہو کر حنفی مذہب اختیار
کی، اور نماز پڑھنے لگا۔ ملک دینار گچکی۔ ملا مراد گچکی کا بیٹا تھا جو ان دنوں ذکری
مذہب کا خلیفہ تھا۔ اُسے شے بلال کی تبدیلی مذہب پر بہت غصہ آیا۔ اُس
نے کیچ کے ذکریوں کو اشتعال دے کر قلعہ کیچ پر حملہ کیا شے بلال کا بھتیجا جو
نمائندہ قلعہ کیچ میں موجود تھا ملک دینار کا مقابلہ نہ کر سکا۔ سراسیمگی کی حالت میں
گوادر بھاگ گیا۔ شے بلال نے اطلاع پا کر ایک مختصر جمعیت کے ساتھ کیچ پر
حملہ کیا، مگر ذکریوں سے شکست کھا کر تمپ بھاگ گیا۔ تمپ میں بھی ذکریوں
نے اُسے ٹکنے نہیں دیا۔ وہاں بھی ایک معمولی لڑائی ہوئی جس میں شے بلال شدید
زخمی ہو کر گوادر کی طرف بھاگا مگر ذکریوں نے اس کا تعاقب جاری رکھا۔ وہ راستے
میں زخموں سے چور ایک چشمہ پر ٹھہرا ہوا تھا۔ کہ ذکری پہنچ گئے۔ شے بلال کو اسی
جگہ زخمی حالت میں جان سے مار دیا۔ یہ چشمہ آج تک شے بلال کے نام کی نسبت
سے "سردار آپ" مشہور ہے۔ شے بلال کے تین بیٹے تھے۔ نور محمد، دلاور،
شفیع محمد۔ تینوں بھائی حنفی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ گوادر میں رہتے تھے
امیر نصیر خان کے عہد حکومت میں اس کی شہرت اور دبدبہ کا حال سن کر میر نور محمد
گوادر سے ہجرت کر کے قلات پہنچا اور چند سال امیر نصیر خان کی خدمت میں
رہا۔ نور محمد نے اپنی شجاعت اور شرافت سے امیر نصیر خان کو اپنا گرویدہ
بنا لیا۔ اُس نے ذکریوں کے ارتداد سے امیر نصیر خان کو بخوبی روشناس
کرایا۔ اُس کے دل میں ذکریوں کے خلاف انتہائی نفرت پیدا کر کے آخر
امیر نصیر خان کو ذکریوں کے خلاف جہاد کرنے پر آمادہ کیا۔

آمیر نصیر خان کا کیچ پر حملہ

آمیر نصیر خان نے ۹ جنوری ۱۷۵۳ء میں بلوچ کے قبائلی دستوں کو لے کر براستہ پنجگور کیچ پر حملہ کر دیا۔ ملک دینار گچکی امیر مکران اپنی مختلف ٹولیوں کے ساتھ اشاراہ میں تربت تک معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اور ہر بار ملک دینار کی ٹولیوں کو منتشر ہونا پڑا۔ تا آنکہ تربت کے نواح میں ملک دینار خود ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ امیر نصیر خان کے لشکر کے سامنے صف آرا ہو گیا۔ زبردست لڑائی ہوئی اور آخر کار ملک دینار نے شکست کھا کر تمپ کے قلعہ میں جا کر دم لیا اور اس کا بھتیجا شئے عمر گوادر بھاگ گیا۔ امیر نصیر خان نے تمپ کے قلعہ میں ملک دینار کو پھر گھیر لیا۔ کئی دن تک قلعہ کا محاصرہ جاری رہا۔ آخر کار ملک دینار نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ اور گرفتار ہو گیا۔

ملک دینار گچکی کا قتل

ملک دینار گچکی جب گرفتار ہوا۔ تو اُسے امیر نصیر خان کے سامنے پیش کیا گیا۔ امیر نصیر خان نے ان کو نماز پڑھنے کو کہا لیکن ملک دینار نے انکار کیا قاضی اور ملاؤں نے ہر چند ملک دینار کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن وہ ذکری تھا۔ اپنی ضد پر ڈٹا رہا۔ الغرض امیر نصیر خان نے ناامید ہو کر اُس کے قتل کا حکم دیا۔ میر نور محمد بلیدی ولد شئے بلال بلیدی نے تلوار نکال کر ملک دینار کا سر تن سے جدا کیا

ملک دینار کا نمائندہ بھیجنا بطرف قندھار

جب امیر نصیر خان نے قلعہ تمپ میں ملک دینار کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو

ملک دینار نے خفیہ طور پر اپنے بیٹے۔ میر شاہ بیگ کو خفیہ راستے سے تلوت نکال کر احمد شاہ ابدالی کے پاس فریادی قندھار بھجوا دیا۔ شاہ بیگ کے قندھار پہنچنے پر احمد شاہ ابدالی نے ایک قاصد کے ساتھ امیر نصیر خان کے نام اپنا شاہی فرمان روانہ کیا کہ بمجرد رسیدن فرمان بلا تاخیر فوراً کیچ خالی کر کے قلات واپس چلا جائیں کہتے ہیں کہ احمد شاہ ابدالی کا یہ قاصد جب کیچ امیر نصیر خان کی لشکرگاہ میں پہنچا دوپہر کا وقت تھا امیر نصیر خان کے لشکر کھانے پکانے میں معروف تھے امیر نصیر خان نے اس وقت احمد شاہ کے حکم سے سرتابی کرنا دانشمندی نہ سمجھا۔ قلات احمد شاہ کی زد میں تھا۔ امیر نصیر خان خود مکران میں تھا ان کے لیے جنگ کی صورت میں دو محاذ مکران اور قلات کا سنبھالنا مشکل تھا امیر نصیر خان نے اسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دیکر روانہ ہوا کیچ کے مضافات سے نکل کر (سری کہن) کے مقام پر امیر نصیر خان نے کیمپ کر کے رات گزاری دوسرے دن بطرف قلات روانہ ہوا۔ امیر نصیر خان کے بے چوں وچرا احمد شاہ ابدالی کے حکم پر آمنا کہنے کی دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی امیر نصیر خان کی مقصد برآری ہو گئی تھی قلعہ تمپ فتح ہو چکا تھا ملک دینار کو گرفتار کر کے ذکریت سے تائب ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ اسے اپنی ضد پر اڑے رہنے کی سزا دی گئی تھی۔ یعنی اس کا سر قلم کر دیا گیا تھا گو کہ احمد شاہ ابدالی کی یہ حرکت بلوچستان کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کے برابر تھا لیکن اس وقت حالات کا تقاضا تھا کہ امیر نصیر خان اس حکم کو مانتے چنانچہ انہوں نے اپنے تدبر سے حکم کو مان کر اس کی تعمیل کی۔

امیر حاجی خان کی بغاوت

امیر حاجی خان، امیر محبت خان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ امیر نصیر خان جب مکران

کی مہم پر ۹ جنوری ۱۷۵۳ء کو روانہ ہوا تو پایہ تخت قلات کو خالی پا کر میر حاجی خان نے اپنے خان ہونے کا دعویٰ کر دیا چند ایک جرائم پیشہ افراد جو امیر نصیر خان کے عدل و انصاف سے خائف تھے۔ اس کے ہمنوا بن گئے۔ اسکلکو کے شاوانی ویسے بھی اس کے والد امیر محبت خان کے طرفدار تھے۔ چنانچہ میر بہادر خان حسل خانزئی شاوانی کی سرکردگی میں ایک خاص جماعت نے امیر حاجی خان کا ساتھ دیا اور ساتھیوں نے اسکلکو کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا تھا۔ جب امیر نصیر خان ۱۱ مارچ ۱۷۵۳ء کو قلات پہنچا۔ لہٰذا باغی لوٹنے نے امیر نصیر خان کی آمد کی خبر سن کر امیر حاجی خان سے پیٹھ پھیرنا شروع کر دی میر بہادر خان شاوانی اور اس کے چند ساتھیوں کے علاوہ باقی تمام لشکریوں نے راہ فرار اختیار کیا امیر نصیر خان نے دوسرے دن ایک دستہ لشکر کے ساتھ بنفس نفیس اسکلکو پر حملہ کیا لیکن امیر حاجی خان اور میر بہادر خان شاوانی مقابلہ کی طاقت نہ پا کر اسی رات کو قندھار کی طرف بھاگ نکلے۔ امیر نصیر خان نے اسکلکو کو تاخت و تاراج کیا۔ ان کے کئی سرکردہ ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور کئی ایک کو گرفتار کر کے قلات لا کر قید کر دیا۔

احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مخالفت کی وجوہات

امیر نصیر خان امیر بلوچستان کے حکمران افغانستان احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مخالفت کی وجوہات یہ تھیں۔ امیر نصیر خان کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ان کے بڑے بھائی امیر محبت خان۔ بلوچستان کے حکمران تھے۔ وہ کمزور طبیعت کے آدمی تھے۔ امیر محبت خان کے دور حکمرانی میں (۱۷۳۶ء تا ۱۷۴۹ء) جب احمد شاہ ابدالی نے افغانستان میں اپنی حکومت قائم کی تو انہوں نے امیر بلوچستان

کو افغانستان جانے والے اور آنے والے قافلوں کی حفاظت کا ذمہ دار
ٹھہرایا خوخط بلوچستان سے گزرتے تھے۔ اس فیصلے سے افغان تاجر بلوچوں
کے ساتھ اپنے معمولی تنازعات کے لیے امیر بلوچستان سے بڑی بڑی
رقمیں بطور خونخانہ وصول کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح افغان باشندوں کو ایک
ناجائز طریقہ پر حصول زر کی لت لگ گئی تھی۔ چنانچہ جب امیر نصیر خان امیر
بلوچستان منتخب ہوئے تو ان کے ابتدائی عہد حکومت میں کچھ وقت افغانوں
کا یہی طریقہ رہا۔ بعض دفعہ اگر کوئی افغان اپنی موت سے بھی مرتا تو اس کی
لاش کو امیر بلوچستان کے دروازے پر لاتے کہ اسے بلوچوں نے قتل کیا ہے
اس کی دیت دی جائے لہٰذا اس صورت حال سے امیر نصیر خان بہت ناراض
اور برافروختہ تھا۔ ناراضگی کی ایک وجہ یہ تھی۔

دوسری وجہ ناراضگی

جب امیر محبت خان امیر بلوچستان تھا تو وہ اپنے بھائیوں امیر
الٰہ ناز خان اور امیر نصیر خان سے انتہائی طور پر حسد اور کینہ رکھتا تھا۔ لہٰذا اپنی
حکومت کو استحکام بخشنے کے لیے اس نے سالانہ بیس ہزار روپے بطور خراج
حکومت افغانستان کو دینا منظور کیا تھا۔ اس کے علاوہ حکومت افغانستان
کو ایک ہزار نفر بطور رسان اور جنگی ضروریات کے لیے عظم لشکر دینے کی شرط بھی
قبول کی تھی۔ امیر نصیر خان کی ناراضگی کی دوسری وجہ یہ تھی۔

تیسری وجہ ناراضگی

امیر نصیر خان امیر بلوچستان کی تیسری وجہ ناراضگی یہ تھی کہ جب انہوں نے

و جنوری ۱۷۵۳ء میں کچھ پر حملہ کیا۔ ملک دینار امیر کچھ نے خفیہ طور پر اپنے بھائی کو فریادی احمد شاہ ابدالی کے دربار قندھار روانہ کیا تو احمد شاہ نے اپنے خاص قاصد کے ذریعے امیر نصیر خان کو جنگ بند کر کے واپس قلات جانے کا حکم دیا جسے امیر نصیر خان اپنے حکومتی کاروبار میں مداخلت اور اپنی توہین سمجھا۔ یہ امیر نصیر خان کی ناراضگی کی تیسری وجہ تھی۔ لہٰذا وہ ایک ایسے سیاسی موقع کے انتظار میں تھا کہ اس موقع پر وہ احمد شاہ ابدالی کو للکار کر کہے کہ وہ بلوچستان کے حکومتی معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ چنانچہ یہ موقع اس طرح پیدا ہوا۔

ہندوستان میں سیاسی صورت حال

۱۷۵۵ء میں مغل گورنر پنجاب آدینہ بیگ نے سکھوں کی کمک سے دوآبہ بست جالندھر میں احمد شاہ ابدالی کے مقرر کردہ گورنر سرفراز خان کو شکست دی۔ اس کے نائب بلند خان کو مغل پور کی جنگ میں مار ڈالا۔ اسی دوران میں مرہٹے پنجاب پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ احمد شاہ ابدالی ان سیاسی معاملات سے دوچار تھا اور ہندوستان پر حملہ کرنے کا بندوبست کر رہا تھا کہ آگے امیر نصیر خان امیر بلوچستان نے مطلع کر دیا کہ آئندہ وہ بلوچستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ یہ صورت حال اس طرح پیدا ہو گئی کہ جب امیر حاجی خان نے ۱۷۵۳ء میں امیر نصیر خان سے شکست کھائی تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قندھار احمد شاہ ابدالی کے پاس پہنچا۔ اور امیر نصیر خان کے خلاف شکایت کی احمد شاہ ابدالی نے اس بارے میں امیر نصیر خان سے جواب طلبی کی۔ امیر نصیر خان نے جوابدہی کرنے سے صاف انکار کرتے ہوئے احمد شاہ ابدالی کو لکھا۔ کہ آئندہ کے لیے وہ بلوچوں کے اندرونی معاملات میں دخل دینے سے اجتناب کریں۔ اور بلوچوں

کے ساتھ اپنے تمام تعلقات منقطع سمجھیں۔

احمد شاہ ابدالی کی امیر نصیر خان کو خوش کرنیکی کوششیں

احمد شاہ ابدالی نے امیر نصیر خان امیر بلوچستان کے خلاف فوجی کارروائی کرنے سے پہلے اُسے اپنے ایک محترم دوست اور وفادار ساتھی کی حیثیت سے راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تاکہ وہ خراج ادا کرنا منظور کرے. مگر امیر نصیر خان نے اُسے ایک رجسٹر روانہ کر دیا جس میں اڑھائی لاکھ بلوچ جنگ آزما دلیروں کے نام درج تھے. جو اُس کے خلاف لڑنے کے لیے تیار تھے جب اور کوئی چارہ کار نہ رہا. تو اُس نے وزیر اعظم شاہ ولی کے ماتحت فوج روانہ کی یہ فوج ۱۵ جون ۱۷۵۸ء کو مستونگ پہنچی. مستونگ کے قریب پڑنگ آباد کے قریب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا جس میں شاہ ولی خان نے شکست کھائی شکست خوردہ لشکر کے ساتھ تیس میل پیچھے ہٹ گیا پھر احمد شاہ خود لشکر لے کر ۲۰ جون ۱۷۵۸ء میں میدان کارزار میں پہنچا۔

احمد شاہ کا قلات پر حملہ

جب ۲۰ جون ۱۷۵۸ء میں، احمد شاہ ابدالی خود میدان کارزار میں پہنچا کے آنے کی وجہ سے افغان لشکر کی تعداد بڑھ گئی. لہذا اُن کو پیش دستی حاصل ہو دوپہر تک جنگ کی حالت یکساں رہی لیکن دوپہر کے بعد افغانوں کا غلبہ بڑھ گیا اور بلوچوں کے قدم اکھڑنے لگے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہو بلوچ لشکر منگوچر کی طرف پسپا ہو گیا. منگوچر میں بہادر بلوچ امیر بلوچ کی کمان میں پھر صف آرا ہوتے معرکے کا رن پڑا فریقین نے شجاعت

دکھلائے لیکن بلوچ لشکر زیادہ دیر تک مقابلہ پر جم نہ سکا آخر کار بطرف قلات پسپا ہوئے اور احمد شاہ اپنی فوج کے ساتھ قلات کی طرف بڑھنے لگا۔ اور امیر نصیر خان اپنے لشکر کے ساتھ قلات کے قلعہ میں محصور ہو گیا احمد شاہ ابدالی نے قلات کے گرد ۲۳ جون ۱۷۵۸ء میں محاصرہ ڈال دیا چالیس دن تک احمد شاہ ابدالی نے قلعہ کو سر کرنے کے لیے تین دفعہ بڑے پیمانوں پر حملے کئے۔ بقول انگریز مورخ الفنسٹن ہر بار بلوچوں کی مردانہ وار مدافعت و مقابلہ سے شدید نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور رہا۔ احمد شاہ بہر حال قلعہ کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

دوران محاصرہ احمد شاہ ابدالی کو ایک بُری خبر کی اطلاع

اسی دوران میں احمد شاہ کو اطلاع دی گئی کہ اس کے بیٹے تیمور شاہ کو جو والئی پنجاب تھا۔ ادینہ بیگ سکھ اور مرہٹوں نے پنجاب سے نکال دیا ہے تیمور نہایت خستہ حالت میں پشاور پہنچا ہے۔

صلح کی سلسلہ جنبانی

ناکامی کی صورت میں احمد شاہ ابدالی نے مناسب سمجھا کر مصلحت کا رول کو نگاہ میں رکھنے کا اشارہ کرے کیونکہ وہ خود پنجاب اور ہندوستان کی صورتحال سے بہت پریشان تھا۔ لہذا شاہ ولی خان بامے زئی اور اخوند محمد حیات کے باہمی مشورہ سے صلح کی گفتگو شروع ہو گئی۔

صلح نامہ کی شرائط

چنانچہ ۳ اگست ۱۷۵۸ء میں فریقین کے درمیان ایک تحریری معاہدہ کی

صورت میں مندرجہ ذیل شرائط پر فریقین نے صلح نامے پر دستخط کر دیئے۔

۱۔ امیر بلوچستان۔ المعروف بہ خان قلات حکمران افغانستان کو کوئی زر (ع)
نہیں دے گا۔

۲۔ امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات حکومت افغانستان کو آئندہ
سالانہ لشکر نہیں دے گا۔

۳۔ اگر حکمران افغانستان کو اپنی حکومت سے باہر لڑائی لڑنی پڑے تو امیر بلوچستان
ایک دستہ لشکر امداد اُس کو دیا کرے گا۔

۴۔ اس امدادی لشکر کے لیے حکمران افغانستان۔ امیر بلوچستان کو ایک مقررہ رقم
نقد، بارود، اسلحہ جنگ دیا کرے گا۔

۵۔ حکمران افغانستان۔ امیر بلوچستان کی ملکی معاملات میں دخل نہیں دے گا۔

۶۔ حکمران افغانستان۔ امیر بلوچستان کو مجبور نہیں کرے گا کہ سدوزئی خاندان
کی باہمی خانگی چپقلش میں آئے یا اُن کی اولاد کی کوئی مدد کرے۔ اس کے علاوہ امیر
بلوچستان اس امر کا پابند نہیں ہو گا کہ افغانوں کے باہمی جھگڑوں میں حصہ لے

۷۔ امیر بلوچستان کے جو علاقے اس وقت حکمران افغانستان کے قبضے میں
آچکے ہیں۔ وہ امیر بلوچستان کو واپس کر دے گا۔

۸۔ امیر بلوچستان خطہ شرق اوسط میں احمد شاہ ابدالی کو سپر پاور تسلیم کرتا ہے۔
یہ تھیں فریقین کے صلح نامے کی شرائط جو اوپر تفصیل سے بیان کر دی
گئی ہیں۔

امیر بلوچستان اور حکمران افغانستان کے درمیان رشتہ داری

جیسے کہ پرانے زمانے میں دستور تھا۔ اس معاہدہ کو زیادہ مستحکم اور پائیدار

جانے کی غرض سے احمد شاہ ابدالی نے امیر نصیر خان سے اپنے ولی عہد بیٹے تیمور شاہ کے لیے رشتہ طلب کیا چونکہ اس سے پہلے امیر محبت خان کے دور حکمرانی (۱۷۳۴ء تا ۱۷۴۹ء) میں انہوں نے اپنی بیٹی بی بی گوہر سلطان کا رشتہ احمد شاہ ابدالی سے کیا تھا۔ لہٰذا امیر نصیر خان نے اپنی بیگم کی چھوٹی بہن بی بی صاحب خاتون کا رشتہ احمد شاہ ابدالی کی استدعا پر ان کے بیٹے تیمور شاہ سے کیا چونکہ ہندوستان کی سیاسی فضا احمد شاہ ابدالی کے حق میں ہموار ہو رہی تھی۔ لہٰذا وہ جلدی افغانستان پہنچ کر ہندوستان جانے کے لیے بیقرار تھا۔ اس رشتے کے طے ہونے کے بعد احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان اور امیر بلوچستان کے دوستانہ تعلقات از سر نو استوار ہو گئے۔

احمد شاہ ابدالی کی قلات سے واپسی !

چنانچہ ۱۱ اگست ۱۷۵۸ء کو احمد شاہ ابدالی اپنی افواج کے ساتھ افغانستان کی طرف روانہ ہوا پھر اس نے امیر نصیر خان کے ملکی معاملات میں کبھی بھی دخل نہیں دیا۔ دونوں فریق اس معاہدے پر نیک نیتی کے ساتھ قائم رہے اور کئی بار کڑے وقتوں میں امیر نصیر خان نے احمد شاہ کی دستگیری کی جس کا مناسب موقع پر بیان کیا جائے گا۔

قلات کے محاصرہ کے متعلق مورخین کی دلچسپ آرا

امیر نصیر خان امیر بلوچستان کے قلات کے شہر میں محصور ہونا اور احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کے بارے میں مورخین نے بڑی عجیب اور دلچسپ باتیں لکھی ہیں جن کو ہم قارئین گرامی کی معلومات کے لیے بیان کریں گے۔

۱۔ اخوند محمد صدیق۔ مصنف کتاب تاریخ اخبار الابرار لکھتے ہیں کہ جب قلات کے شہر کو احمد شاہ ابدالی نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ دوران محاصرہ ایک شام تمام شہر کی مساجد سے آذان کی آوازیں بلند ہوئیں۔ جن کا اثر احمد شاہ ابدالی پر یوں ہوا کہ شہر کے لوگ مسلمان ہیں اور جنگ کی حالت میں سب بے گناہ مارے جائیں گے یہ لوگ سب حضرت محمد سرور کائنات ﷺ کی امت ہیں۔ لہٰذا ان کا مارا جانا بے گناہی کی حالت میں بے شمار وبال و عذاب الٰہی ہوگا۔ انہوں نے اپنی فوج کے توپچیوں کو ہدایت کی کہ شہر کی فصیل پر گولہ باری کرتے وقت یہ خیال رکھیں کہ گولے لوگوں کے گھروں پر نہ گریں بلکہ غلط ہدف پر گولے چھوڑے جائیں۔ تاکہ شہر کے مکین جو بے گناہ ہیں مارے نہ جائیں۔

۲۔ گنڈا سنگھ مصنف "احمد شاہ درانی" اپنی کتاب میں امیر نصیر خان امیر بلوچستان کی بغاوت کے دوران میں شہر قلات کے محاصرہ کی تفصیلات یوں بیان کرتا ہے کہ ہے کہ ایک انگریز مورخ کرنل میلسن۔ افغان فوج کے بارے میں لکھتا ہے "افغان فوج محاصرہ کی جنگوں میں دلچسپی نہ رکھنے کی وجہ سے اچھے فوجی ثابت نہیں ہوتے ہیں محاصرہ ایسا کام نہیں جس میں شہسواروں اور کوہ پیما سبقت لے جائیں لہٰذا اس موقع پر جیسے کہ پہلے ثابت ہو چکا تھا۔ اور بعد میں ثابت ہوتا رہا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ مسلسل گولہ باری کے بعد قلعہ کی فصیل میں رخنے پڑ گئے اور پانچ بار مسلسل حملے کئے گئے۔ مگر سب ناکام ثابت ہوتے رہے۔ ایک موقع پر برخوردار خان اچکزئی نے ایک حملہ قلات پر کیا جس میں دو اہم براہوئی امیر کاسم خان دامی خان محمد حسنی مارے گئے۔ یہ پانچواں حملہ بھی ناکام رہا۔ امیر نصیر خان کے استحکام پر ان حملوں نے کوئی نشانات نہیں چھوڑے۔ بعد میں ان ناکامیوں کے متعلق یہ عذر بیانات کے طور پر مشہور کیا گیا کہ شاہ کی افغان فوج کے سردار قلات کی تسخیر

کے حق میں نہیں ہیں۔ کیونکہ غیر مطمئن افغان سرداروں کے لیے آزاد بلوچستان ملجا و ماوی رہا ہے۔ اور مصیبت کے وقت ہمیشہ بلوچستان انہیں پناہ دیتا رہا ہے۔ اخوند محمد صدیق کے مطابق تاہم شاہ ولی خان بھی اسی امر کی طرف مائل تھا کہ ایک ایسا موقع ہاتھ آجائے کہ احمد شاہ ابدالی اور نصیر خان کے درمیان راضی نامہ کرایا جاسکے۔ راضی نامہ کی پالیسی کے بارے میں تمام افغان سردار شاہ ولی خان کے ساتھ متفق تھے سوائے برخوردار خان کے بہرحال وزیر موصوف نے امیر نصیر خان کے ساتھ باقاعدہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا تھا درانی سرداروں کے رجحان کو ان پر ظاہر کر کے انکو ڈٹے رہنے کی ترغیب بھی دے رہا تھا تاکہ موسم سرما کی آمد بادشاہ کے لیے مزید باعث پریشانی بنے۔

۳۔ "تاریخ مرآت دولت عباسی" جو بہاولپور کے داؤدپوتروں کی تاریخ ہے جسے دولت رائے نے لکھا ہے۔ یہ مورخ احمد شاہ ابدالی کے قلات پر حملے کی توجیہ بیان کرتا ہے۔ کہ احمد شاہ ابدالی نے سندھ کے کلہوڑہ امیر کی شکایت پر قلات پر حملہ کیا جس کی تفصیلات اس طرح ہیں جب میاں نور محمد نے وفات پائی تو اس کا بیٹا محمد مراد یاب خان وارث تخت ہوا۔ اس نے پانچ سال حکومت کی وہ بڑا تیز مزاج اور ظالم تھا۔ امراء نے غلام شاہ کو دعوت دی کہ وہ مسند حکمرانی سنبھالے اس دوران میں ان کا تیسرا بھائی عطر خان نے احمد شاہ ابدالی سے سندھ کی حکومت حاصل کر لی لہٰذا عطر خان کے ساتھ ایک افغان لشکر نے جس کا امیر مٹھے خان تھا سندھ آکر بادشاہ کے نامزد کردہ شخص کو مسند حکمرانی سندھ پر بٹھا دیا واپس قندھار چلا گیا اس لشکر کی آمد پر غلام شاہ جیسلمیر بھاگ گیا میاں غلام شاہ نے نواب بہاولپور کی امداد حاصل کر لی۔ نواب بہاولپور نے اپنے بھائی فتح خان کی کمان میں فوج روانہ کر دی جس نے میاں عطر خان کو شکست دے کر

راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا عطر خان نے قندھار جانے کے لیے قلات کے راستے جانا چاہا جسے امیر نصیر خان امیر بلوچستان نے بلوچستان میں داخل ہونے کے وقت گرفتار کر کے قید کر دیا دیوان گدومل سندھ کے کلہوڑہ حکمران کی طرف سے احمد شاہ ابدالی کے دربار میں سفیر تھا۔ اس نے امیر نصیر خان کے خلاف شکایت کی۔ احمد شاہ ابدالی اس بات پر ناراض ہوا کہ امیر نصیر خان ہر وقت اُن کے حکومتی معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے۔ لہٰذا آئندہ کے لیے امیر بلوچستان کو دخل اندازی سے روکنے کے لیے حکمران افغانستان نے بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر حملہ کیا۔

۴۔ انگریز جاسوس ہنری پوٹینجر اپنی تاریخی کتاب "سفرنامہ بلوچستان و سندھ" میں محاصرہ قلات کے دوران امیر نصیر خان کی فوجی صلاحیتوں کے بارے میں ایک قصہ بیان کرتا ہے جس کا مقصد و مراد قلات کے طویل محاصرہ کو ختم کرنا مقصود تھا۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ احمد شاہ اپنے خیمے کے سامنے جائے نماز پر نماز پڑھ رہا ہے تھوڑی دیر بعد اس نے فوراً ایک توپ کو بھروا کر عین اسی جگہ گولہ پھینکا جہاں چند منٹ پیشتر بادشاہ نے سجدہ کیا تھا اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے خان (امیر نصیر خان) کی گولہ اندازی کی مہارت کو داد دیتے ہوئے، اپنے افسران اہل دربار کو صلح کے سلسلے جنبانی کی ہدایت دی کیونکہ یہ طویل محاصرہ چالیس دن رہا لیکن بادشاہ کی افواج ایک دم سے دھاوا بول کر شہر پر قبضہ کرنے سے قاصر رہے بلکہ صلح کے سلسلہ جنبانی میں حکمران افغانستان نے پہل کی اور وزیر شاہ ولی خان نے نصیر خان کو صلح کے بارے میں ایک مراسلہ بھیجا۔ یہ تھیں وہ مختلف آرا شہر قلات کے محاصرہ کے بارے میں جس کے متعلق مورخین نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

باب نہم

امیر نصیر خان کا خاران پر حملہ ۱۷۵۸ء میں

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قلات پر حملے کے وقت میر شاہداد نوشیروانی جو سردار خاران میر عباس دوئم کا رشتہ دار تھا، امیر نصیر خان کے خلاف احمد شاہ ابدالی کی امداد کی۔ امیر نصیر خان میر شاہداد نوشیروانی کی اس غداری کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا چنانچہ احمد شاہ ابدالی کے ساتھ ۳ اگست ۱۷۵۸ء میں دوستانہ معاہدہ طے ہو جانے کے بعد امیر نصیر خان نے ۲۲ فروری ۱۷۵۹ء میں ایک بڑے لشکر کے ساتھ خاران پر حملہ آور ہوا۔ میر شاہداد خان نوشیروانی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ راہ فرار اختیار کر کے کابل پہنچا۔ احمد شاہ ابدالی کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ امیر نصیر خان شاہداد کے طرف داروں کو ختم کر کے اُن کے وارثوں کو گرفتار کر کے قلات لایا۔ چونکہ احمد شاہ ابدالی تازہ معاہدہ کی رو سے امیر نصیر خان کے ملکی معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی میر شاہداد نوشیروانی کو پناہ دے سکتا تھا لہٰذا میر شاہداد ناامید ہو کر واپس لوٹ قلات آیا۔ اس نے امیر نصیر خان سے معافی مانگ لی امیر نصیر خان نے اُسے معافی

دے کر خلعت پہنایا۔ اور اُس کے گرفتار شدہ رشتہ داروں کو رہا کر دیا میر شاہداد اپنے رشتہ داروں کو لے کر خاران پہنچا۔ اور اپنے تمام بقایا زندگی میں امیر نصیر خان امیر بلوچستان کا وفادار رہا۔

امیر نصیر خان کا مکران پر حملہ ۱۷۵۸ء میں

امیر نصیر خان خاران کے میر شاہداد نوشیروانی کی سرکوبی سے فارغ ہوکر مکران کے مسائل کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر چہ امیر نصیر خان ۹ جنوری ۱۷۵۲ء میں جب کیچ پر حملہ کیا تھا اُس نے فتح حاصل کرنے کے باوجود احمد شاہ ابدالی کے حکم سے بے نیل و مرام واپس ہوا۔ کیونکہ قلات سے وہ پانچ سو میل دور تھا اور قلات احمد شاہ ابدالی کی بالکل زد میں تھا سیاست کا تقاضا یہ تھا کہ ان کو احمد شاہ ابدالی کا حکم ہر صورت میں ماننا چاہیئے تھا لہٰذا انہوں نے تدبر سے کام لے کر واپس قلات لوٹا اس وقت مکران امیر نصیر خان کے اقتدار سے تقریباً تقریباً آزاد ہو چکا تھا ملک دینار کے قتل کے بعد اُس کا بیٹا شہ عمر مسند سرداری گچکی پر بیٹھا تھا۔ اُن کی سرداری سے مکران میں ذکریوں کی طاقت پھر بحال ہو چکی تھی اور احمد شاہ ابدالی کی مداخلت بے جا بھی اُن کے اور امیر بلوچستان کے عہد نامے کے مطابق کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ امیر نصیر خان نے پھر مکران کی طرف توجہ کی چنانچہ ۱۹ اپریل ۱۷۵۸ء کو ایک جرار لشکر کے ساتھ پنجگور کے راستے کیچ پر حملہ کر دیا۔ پنجگور سے امیر نصیر خان نے میر شہ عمر گچکی کو لکھا کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کرے۔ مگر شہ عمر نے اطاعت پذیر ہونے سے انکار کر دیا امیر نصیر خان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ پنجگور سے آگے بڑھا کیچ کے نواح میں

میر فزعمر کے لشکر کے ساتھ ۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء میں مڈھ بھیڑ ہوئی۔ میر شہ عمر شکست کھا کر ناصر آباد کی طرف فرار ہوگیا۔ اور امیر نصیر خان نے کیچ پر قبضہ کیا۔

ناصر آباد کی لڑائی

میر شہ عمر شکست کھا کر ناصر آباد کے قلعہ میں پناہ گزین ہوگیا کمرانی قبائل جوق در جوق اس کے پاس ناصر آباد کے قلعہ میں جمع ہو رہے تھے۔ اور قلعہ کی فصیلوں کو مضبوط اور دروازوں کو تودہ خاک سے مستحکم کیا جارہا تھا امیر نصیر خان چند دن کیچ میں سستانے کے بعد ۲ مئی ۱۸۵۸ء میں ناصر آباد پر حملہ کر دیا۔ میر شہ عمر قلعہ سے باہر نہیں نکلا۔ اس لیے امیر نصیر خان نے قلعہ کا محاصرہ کیا کئی دن تک قلعہ کا محاصرہ جاری رہا اور کئی بار قلعہ کو سر کرنے کی جان توڑ کوشش کی گئی لیکن ہر بار حملہ آوروں کو نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا آخر کار بیس دن بعد خورد و نوش کی قلت سے عاجز آکر ۶ جون ۱۸۵۸ء میں میر شہ عمر گچکی اپنے بہادر ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کا دروازہ کھول کر مردانہ وار میدان میں نکلے قلعہ کے سامنے گھمسان کی لڑائی ہوئی کمرانی لشکر نے جم کر دلیرانہ مقابلہ کیا اور ایسی شدید مزاحمت کی جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی تھی آخر کار ایک شدید معرکہ آرائی کے بعد سردار میر شہ عمر گچکی شکست کھا کر گرفتار ہوگیا۔ اور اس کا لشکر منتشر ہو کر راہ فرار اختیار کر گیا۔ میر قاسم گچکی بھی اس لڑائی میں گرفتار ہوگیا۔

اس لڑائی میں امیر نصیر خان کے لشکر کا بھی شدید نقصان ہوگیا امیر نصیر خان کی طرف سے ایک سردار میر پردل خان وگر مینگل اور ۳ سو افراد لشکر اس معرکہ میں کام آئے کہتے ہیں کہ امیر نصیر خان کو اس تباہ کن فتح سے خوشی نہیں

ہوئی بلکہ اُسے ایک ایسا شدید صدمہ ہوا کہ جنگی لباس اُتار کر اُس نے اپنی چادر اوڑھ لی اور لشکریوں کو ذکریوں کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ جنہوں نے ذکریوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا کئی دنوں کے ذکریوں کے قتل عام کے بعد امیر نصیر خان نے واپسی کا ارادہ کیا۔

اُمیر نصیر خان کا کیچ میں اپنا حاکم مقرر کرنا

لیکن اس دفعہ امیر نصیر خان نے کیچ کو خود سر نہ چھوڑا۔ بلکہ اس پر قبضہ بحال رکھنے کی خاطر انہوں نے میر دوستین ولد سردار فقیر محمد میروانی کو کیچ کا حاکم مقرر کر کے قلعہ تربت میں مامور کیا اور میر زرک سردار قبیلہ زہری کو سات سو آدمیوں کے ساتھ میر دوستین کا فوجی معاون مقرر کر کے قلعہ (میری) میں متعین کر دیا۔ اور خود سردار میر شہ عمر گچکی اور میر قاسم گچکی اور دیگر اہم اسیران جنگ کو ساتھ لے کر اپنے بقایا لشکر کے ساتھ یکم جولائی ۱۷۵۸ء کو عازم قلات ہوا۔

سردار کیچ اُمیر نصیر خان کی قید میں

سردار شہ عمر اور میر قاسم اور دیگر گچکی معتبرین جن کو امیر نصیر خان نے قلات لا کر قید کیا سب ذکری مذہب کے پیروکار تھے سردار شہ عمر کی گرفتاری کے بعد کیچ کی سرداری کے لیے کئی ایک امیدوار پیدا ہو چکے تھے۔ جو سرداری حاصل کرنے کے لیے امیر نصیر خان کے کیچ میں متعین افسروں کی خوشامدیں کیا کرتے تھے۔ لیکن امیر نصیر خان کا ارادہ اب کیچ میں کسی گچکی کو سردار مقرر کرنے کا نہ تھا جب سردار شہ عمر اور میر قاسم کو قلات میں امیر نصیر خان کے اس ارادے کا علم ہوا۔ تو سخت گھبرا گئے

مکران میں پھر بغاوت پھیلانے کی کوشش میں لگ گئے میر قاسم خفیہ طور پر اپنے خواہرزادہ میر شاہداد ولد داد کریم جو میر عیسیٰ گچکی کا بھتیجا تھا۔ تمام حالات سے آگاہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے کیچ میں کسی نہ کسی طرح بغاوت کی آگ بھڑکا دے۔

کیچ میں پھر بغاوت

کیچ کی سرداری کی وجہ سے مکران پر گچکیوں کا اقتدار قائم تھا۔ اسی سرداری سے گچکیوں کی زلیست کا مفاد مشترکہ وابستہ تھا جب گچکیوں کو یہ اطلاع ملی کہ کیچ کی سرداری ان سے ہمیشہ کے لیے چھینی جا رہی ہے۔ تو سب متفق ہو گئے۔ باہمی تنازعات کو بالائے طاق رکھ کر تمام موافق و مخالف قوتیں بغاوت کرنے پر متفق ہو گئے

۱۸ اکتوبر ۱۸۹۸ء کی رات گچکی کثیر تعداد میں تربت کے قلعہ میں اچانک داخل ہو گئے۔ میر دوستین میروانی گورنر کیچ کے آدمی حواس باختہ ہو کر سراسیمہ ہو گئے۔ خود میر دوستین میروانی گورنر کیچ نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ گچکیوں نے قلعہ تربت پر قبضہ کیا دوسرے دن علی الصبح جب اس واقعہ کی میر زرک کو اطلاع ملی۔ وہ ایک سو آدمی قلعہ میری کی حفاظت کو چھوڑ کے بقایا چھ سو آدمیوں کو لے کر قلعہ تربت پر حملہ کیا۔ میر زرک کے آدمی نہایت بہادری سے لڑے اور طرفین کے کئی آدمی کام آئے لیکن میر زرک کو کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ وہ پیچھے ہٹا اور مدافعانہ جنگ لڑتے ہوئے قلعہ میری میں محصور ہو گیا کیچ میں ایک ہمہ گیر بغاوت پھیل گئی دوسرے دن باغیوں نے قلعہ میری پر شدید حملہ کیا میر زرک کے حوصلے پست ہو گئے۔ رات کے وقت اپنے آدمیوں کو قلعہ میں محصور چھوڑ کر چند

سواروں کے ساتھ خفیہ راستے سے قلعہ سے باہر نکلا اور شب و روز کے سفر کے بعد
اکتوبر ۱۸۰۵ء میں قلات پہنچا، امیر نصیر خان نے میر زرک کو امداد دے کر کیچ کی طرف
روانہ کر دیا۔ میر زرک جب کولواہ کے مقام پر پہنچا تو اُسے اُس کے قلعہ میری
میں بچے کچھے آدمی ملے جنہوں نے قلعہ میری کا ہاتھ سے نکل جانے کا حال سنایا
میر زرک نے مناسب یہی سمجھا کہ وہ دوبارہ قلات جا کر امیر نصیر خان کو صحیح صورتحال
سے آگاہ کرے لہٰذا وہ کولواہ سے واپس ہو کر قلات آیا۔ اور امیر نصیر خان کو تمام
حالات سے آگاہ کیا۔

سردار شہ عمر کا حنفی مذہب اختیار کرنا ذکری سے تائب ہونا

باوجود اس امر کہ کیچ کا گورنر میر دوستین میروانی گچکیوں کے ہاتھوں مارا گیا
اور میر زرک پسپائی کی صورت میں قلات پہنچا، امیر نصیر خان گچکی سردار کیچ اور اس کے
ہمرائیوں کو رہا نہیں کیا بلکہ اپنے ذمہ دار عہدہ داروں کو مکران پر حملہ کرنے کے
لیے ایک جرار لشکر جمع کرنے کا حکم دیا سردار شہ عمر اور میر قاسم کو جب امیر بلوچستان
کے ان ارادوں کا علم ہوا، تو وہ بہت خوف زدہ ہوئے اُن کو معلوم تھا کہ اس
دفعہ امیر نصیر خان مکران پہنچ کر کیچ میں کیا کچھ تباہی نہیں کرے گا۔ اس لیے کیچ کو تباہی
سے بچانے اور اپنی آزادی حاصل کرنے کے لیے سردار شہ عمر ذکری مذہب
سے تائب ہو کر حنفی مذہب اختیار کر لیا۔ امیر نصیر خان خود ایک مذہبی آدمی تھا
اس کو جب یہ اطلاع ملی۔ وہ بہت خوش ہوئے اُسی وقت سردار کیچ میر شہ عمر
کو خلعت پہنایا اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا چند دنوں
بعد اسے کیچ کی سرداری پر بحال کر کے سردار حاجی محمد خان شاہوانی کی ہمراہی میں ایک

ایک امدادی لشکر کے ساتھ ۶ نومبر ۱۸۵۵ء میں کیچ روانہ کردیا۔

سردار شہ عمر گچکی کا دوبارہ سردار کیچ ہونا

سردار شہ عمر گچکی ذکریت سے تائب ہونے کے بعد دوبارہ اپنے علاقہ کیچ کی سرداری حاصل کی کیچ میں اس کی بڑی عزت تھی جب وہ سردار حاجی محمد خان شاہوانی کے ہمراہ ۱۶ نومبر ۱۸۵۵ء میں کیچ پہنچا تو کیچ میں کسی نے اُس کی مخالفت نہ کی سردار حاجی محمد خان نے چند دن کیچ میں گزارے۔ لوگوں کو پرامن دیکھ کر اپنے لشکر کے ساتھ واپس قلات آیا۔

میر شکر اللہ گچکی کی بغاوت

سردار شہ عمر کچھ عرصہ تو کیچ میں بلا مزاحمت سرداری کی چونکہ وہ ذکریت سے تائب ہو گیا تھا۔ گچکی جو زیادہ تر ذکری تھے اسے پسند نہیں کرتے تھے خفیہ طور پر انہوں نے اُس کے چھوٹے بھائی میر شکر اللہ کو جو اب تک ذکری تھا اس کے مقابلہ پر کھڑا کردیا سردار شہ عمر نے شکر اللہ کو دبانا چاہا مگر شکر اللہ اُس کے مقابلے کو نکلا کیچ کی تمام تر آبادی ذکری تھی سب میر شکر اللہ کے طرفدار تھے۔ انہوں نے میر شکر اللہ کو کیچ کا سردار منتخب کیا مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۵ء کو اس کی دستار بندی کی سردار شہ عمر گچکی کو مجبوراً راہ فرار اختیار کرنا پڑا۔

سردار شہ عمر گچکی امیر نصیر خان کے پاس

جب کیچ میں لوگوں نے ۳۱ دسمبر ۱۸۵۵ء میں میر شکر اللہ گچکی کو کیچ کا

سردار منتخب کر کے دستار بندی کی تو سردار شہ عمر خان گچکی خفیہ طور پر کیچ سے فرار ہو کر ۸ جنوری ۱۷۵۹ء میں گنداوہ امیر نصیر خان حکمران بلوچستان کے پاس پہنچا اور مکران کی سیاسی صورت حال سے اُسے آگاہ کیا۔

اُمیر نصیر خان کا کیچ پر اچانک حملہ

اُمیر نصیر خان مکران کی سیاسی صورت حال سے اس قدر برافروختہ ہو گئے کہ وہ دشت سراوان و دشت جھالاوان سے گھوڑے سواروں کا تین ہزار کا دستہ لے کر ساتویں دن یعنی ۱۵ جنوری ۱۷۵۹ء کو کیچ پہنچا میر شکر اللہ اور اس کے طرفداروں کو امیر نصیر خان کے اس قدر جلد پہنچنے کی توقع نہ تھی۔ اُمیر نصیر خان اُن پر اچانک ٹوٹ پڑا امیر شکر اللہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر جان بچا کر بھاگا۔ بلیدیوں کی پناہ میں چلا گیا۔ اُمیر نصیر خان نے کیچ میں ذکریوں کا قتل عام کیا شہر کو لوٹا ذکریوں کے دیہاتوں کو تاخت و تاراج کیا۔ الغرض کیچ کے تمام علاقے کو پامال کر کے سردار شہ عمر خان گچکی کو دوبارہ کیچ کی سرداری پر بٹھا دیا۔

بلیدیوں سے لڑائی

جب اُمیر نصیر خان نے کیچ میں سردار شہ عمر خان کو دوبارہ مسند سرداری پر بٹھایا۔ تو امیر نصیر خان بلیدیوں کی سرکوبی کو روانہ ہوا ۲۹ جنوری ۱۷۵۹ء میں اُن کا بہ مقام بغفان بلیدیوں سے مقابلہ ہوا لیکن پہلے ہی حملے میں بلیدی شر لاشیں میدان میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کیا۔ میر شکر اللہ گرفتار ہو گیا۔

کیچ اور پنجگور کی نصف آمدنی کا مطالبہ

امیر نصیر خان نے میر کرم شاہ سردار پنجگور اور میر شر عمر سردار کیچ کے سرداریوں کو بحال کرنے میں اور اُن کے علاقوں میں امن وامان قائم کرنے میں انکو کافی زیر بار اخراجات ہونا پڑا تھا۔ اخراجات کے علاوہ ان کا کافی نقصان بھی ہوا تھا۔ لہٰذا انہوں نے دونوں سرداروں سے نصف آمدن کیچ اور پنجگور کا مطالبہ کیا سردار کرم شاہ اور سردار شر عمر کو انکار کی ہمت نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ وہ امیر نصیر خان کی امداد و اعانت اور مدد کی کے بغیر ذکریوں کے مقابلے میں اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس لیے انہوں نے بلا چوں وچرا کیچ اور پنجگور کی نصف آمدنی امیر کو دینا منظور کر لی۔ اس طرح امیر نصیر خان کی گرفت مکران پر مضبوط اور قبضہ مستحکم ہو گیا۔

سردار میر شہ عمر کا قتل

کیچ میں سردار میر شہ عمر کے مقابلہ میں ذکری طائفہ اب تک کافی مضبوط تھا بلیدی اپنے اوپر امیر نصیر خان کے حملوں اور اپنی تباہی کا سبب سردار شر عمر کو ذمہ دار گردانتے تھے اس لیے اُس سے ناراض تھے۔ ہمیشہ اُس سے بدلہ لینے کی تاک میں رہا کرتے تھے۔ آخر کار ایک دن موقع پا کر شر قاسم بلیدی نے ۲۰ اپریل ۱۷۵۹ء میں سردار شر عمر کو قتل کر دیا اس سے کولان میں پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ سردار شر عمر کا لڑکا شر محمد فرار ہو کر امیر

نصیر خان کی خدمت میں قلات پہنچا۔

اخوند فتح محمد کا کیچ پر حملہ

اس دفعہ امیر نصیر خان نے اخوند فتح محمد ولد اخوند محمد حیات کو لشکر دے کر سردار شہ محمد کے ساتھ ۱۲ اپریل ۱۷۵۹ء کو کیچ روانہ کر دیا۔ جب شہ قاسم بلیدی مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا لیکن اس کے ساتھ جو کچکی ساتھ دے رہے تھے۔ وہ متذبذب تھے اس لیے کچکیوں نے شہ قاسم بلیدی کو چھوڑ دیا جب اخوند فتح محمد ۱۷ اپریل ۱۷۵۹ء کو کیچ پہنچا تو سب مخالفین نو دو گیارہ ہو گئے۔ شہ قاسم اپنے چند بلیدی ساتھیوں کے ساتھ رہ گیا۔ اب چونکہ اس میں اخوند فتح محمد کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اس لئے اس نے میڑھ مڑ کر کے جان بخشی چاہی۔ اخوند فتح محمد تدبیر سے کام لے کر اس کی جان بخشی کر دی چنانچہ شہ قاسم بلیدی نے اخوند فتح محمد کے سامنے حاضر ہو کر امیر بلوچستان کی اطاعت قبول کر لی۔

شہ بائیاں کی سرداری

کیچ کے کچکیوں اور بلیدیوں نے متفقہ طور پر شہ محمد کو سردار مقرر کرنے کی مخالفت کی اور اپنی طرف سے انہوں نے شہ بائیاں کچکی کو سردار مقرر کرنا چاہتے تھے معاملہ چونکہ اخوند فتح محمد کے اختیارات سے بالاتر تھا۔ اس لیے اخوند نے شہ محمد، شہ بائیاں اور شہ قاسم بلیدی کو ساتھ لے کر قلات روانہ ہوا ۲۷ اپریل ۱۷۵۹ء کو اخوند فتح نے معاملہ امیر بلوچستان کے سامنے رکھا۔ امیر نصیر خان کا نظام حکومت جمہوری تھا جس میں سردار قبیلہ کے افراد کی کثرت

رائے سے مقرر ہوتا تھا اس لیے امیر نصیر خان نے گچکیوں کے متفقہ فیصلہ کو منظور کرتے ہوئے شہ محمد کی بجائے شہ بائیان کو کیچ کا سردار مقرر کیا امیر نصیر خان شہ قاسم بلیدی کو سردار شہ عمر کی قصاص میں قتل کرنا چاہتا تھا لیکن اخوند فتح محمد کی گزارش پر کہ اس نے شہ قاسم کو جان بخشی کا وعدہ دیا ہوا تھا امیر نصیر خان نے بھی اسے معاف کر دیا۔

سردار شہ بائیان گچکی کا سردار کیچ ہونا

قلات میں امیر نصیر خان نے سردار شہ بائیان گچکی کو سردار کیچ مقرر کیا شہ بائیان کی کمک کے لیے امیر نصیر خان نے میر چنزو شاوانی کی معیت میں امدادی لشکر دے کر ہمراہ کیا۔ ۱۷۵۸ء کو سردار کیچ کو مع امدادی لشکر کے ساتھ کیچ روانہ کر دیا۔ کیچ پہنچ کر میر چنزو نے سردار شہ بائیان کو قلعہ میری میں بٹھایا اور امیر بلوچستان کی طرف سے تمام باشندگان کیچ کے نام ایک عام اعلان جاری کیا کہ سردار شہ بائیان کی بطور سردار کیچ اطاعت قبول کی جائے تمام باشندگان کیچ نے اطاعت قبول کی لیکن بلیدیوں نے سپر انکار کر دیا در حقیقت تمہ بلال کے توسط سے بلیدی کیچ کی سرداری کو اپنا حق سمجھتے تھے اس لیے وہ کسی گچکی کی سرداری کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

بلیدیوں سے لڑائی

چونکہ میر چنزو شاوانی کی طاقت ناکافی تھی اس لیے اس نے امیر نصیر خان سے بلیدیوں کی سرکوبی کے لیے مزید امداد کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ امیر نصیر خان

نے چپیر خان الناڑی اور سردار شہباز خان محمد حسنی کو دشت جھالاوان سے لشکر دیکر میر چنزو کی امداد کو روانہ کر دیا میر چنزو امداد پاکر ۲۹ مئی ۱۷۵۹ء کو ۳۰ مئی ۱۷۵۹ء کو میر چنزو بلیدیوں کے مقابلہ کو نکلا۔ بلیدیوں نے خوب مقابلہ کیا مگر بہت جلد کئی لاشیں میدان میں چھوڑ کر منتشر ہو گئے۔ چالیس معتبر بلیدیوں نے آکر میر چنزو کو سلام کیا مگر میر چنزو نے ان سب کو تہ تیغ کیا اس ناشائستہ اور ملعون طریقے سے مجبوراً اس نے بلیدیوں کی شورش کا خاتمہ کر دیا۔

قصر قند اور دزک کی بلوچی علاقوں کی شمولیت بلوچستان میں

میر چنزو شاہوانی میر چپیر خان الناڑی میر شہباز خان محمد حسنی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اب تک کیچ میں تھے کہ امیر نصیر خان کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مکران پر قبضہ مکمل ہو گیا اب مکران سے مغرب کی طرف قصر قند اور دزک کے بلوچی علاقوں کو بھی بلوچستان میں شامل کرنا چاہیے۔ چنانچہ امیر نصیر خان نے دشت سراوان و دشت جھالاوان کے لشکر کو ساتھ لے ۱۸ جون ۱۷۵۹ء کو کیچ پہنچا۔ یہاں سے میر چنزو شاہوانی کے زیر کمان لشکر کو بھی ساتھ لے کر امیر نصیر خان دزک کی طرف آگے بڑھا دزک کے بلوچ قبائل نے امیر نصیر خان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ امیر نصیر خان نے سردار نعمت اللہ کو خلعت دے کر تمام علاقہ دزک و قصر قند کا حاکم مقرر کیا اور پھر یہاں سے ہوتا ہوا دریائے مینباب کے کنارے پر دہکی چیپہ تک جا پہنچا تمام بلوچ قبائل نے بخوشی امیر نصیر خان کی اطاعت قبول کی دہکی چیپہ تک کے تمام علاقے کو امیر نصیر خان نے بلوچستان میں شامل کر دیا اور دہکی چیپہ کو بلوچستان اور سلطنت ایران کی حد مقرر کیا۔ اس دور میں ایران میں طوائف الملوکی

کا دور تھا جسکو مناسب موقع پر بیان کیا جائے گا۔

ذکریوں کی سرزنش

جب امیر نصیر خان ۱۸ جون ۱۷۵۴ء کو ذرک اور قصر قند کی مہم سے فارغ ہوکر دوبارہ ۲ جولائی ۱۷۵۹ء کو کیچ پہنچا تو ان کو ذکریوں کی دوبارہ شورش کرنے کی خبر ملی۔ اس فتنہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے امیر نصیر خان نے ایک دفعہ پھر ذکریوں کے اڈوں پر حملہ کر کے ان کے قتل عام کا حکم دیا اس قتل عام میں بے شمار ذکری قتل ہوئے۔ مکران کے علاقہ کیچ میں شہروں اور قصبوں کے تمام ذکری تائب ہوگئے' کثیر ذکری یا علاقہ چھوڑ کر مکران سے باہر گئے' یا پہاڑوں میں روپوش ہوگئے۔ اس سرزنش کے بعد مکران میں ذکریوں کی تعداد اقلیت میں تبدیل ہوگئی اور نمازیوں کی تعداد ہمیشہ کے لیے اکثریت میں آگئی لہٰذا مکران میں آج بھی وہی امیر نصیر خان کے دور کے مطابق مکران میں نمازیوں کی واضح اکثریت ہے اور ذکری اقلیت میں ہیں لہٰذا اسی دور میں ذکریوں نے امیر نصیر خان کے سامنے اپنے ذکریت کے پرچار سے توبہ کر لی اور ذکریوں کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی الغرض اس سخت گیر رویہ سے ذکریوں کی آئندہ بغاوت کرنے کے تمام ذرائع مسدود کر دیئے گئے اور امیر نصیر خان واپس قلات مراجعت فرمایا۔

امیر نصیر خان امیر بلوچستان کی تسخیر مشہد میں احمد شاہ کو کمک

۱۷۵۹ء کے موسم بہار میں احمد شاہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ہرات

اور مشہد کی مہم پر نکلا۔ ہرات کو فتح کرنے کے بعد اس کی ایک دیرینہ خواہش پوری ہو گئی کہ ہرات اس کے قبضے میں آگیا جو ابدالی اقوام کی اصل جائے سکونت تھی گویا ہرات کی فتح کے بعد تمام افغان علاقوں کا انضمام مکمل ہو گیا۔

مشہد کی سیاسی صورت حال

جس وقت احمد شاہ ابدالی نے ہرات فتح کیا تو مشہد کی سیاسی صورت حال یہ تھی شاہ رخ نادر شاہ افشار کا پوتا ایران کے صوبہ خراسان کا حکمران تھا۔ مشہد جو اس کا دارالخلافہ تھا۔ وہ سیاسی لحاظ سے بدنظمی کا شکار تھا۔ شاہ رخ کو اندھا کر دیا گیا تھا وہ بے حقیقت شخص تھا کیونکہ اس کے وفادار اور سرگرم جرنیل یوسف علی پر ایک ایرانی میر عالم خان غالب آگیا اور اس کو اندھا کر دیا وہ بھی اپنے آقا شاہ رخ کی طرح ایک بے حقیقت شخص ہو کر رہ گیا تھا لہٰذا میر عالم خان خراسان کا مختار کل تھا۔ یہ ایک عرصہ سے احمد شاہ کی حکومت سے باغی چلا آ رہا تھا۔ اگرچہ احمد شاہ کی افواج نے کئی بار اس پر حملہ کر چکے تھے مگر میر عالم خان اتنا طاقتور تھا کہ ابدالی فوج کو ہر بار ناکامی سے دوچار ہونا پڑا تھا اس لیے میر عالم خان کے حوصلے بڑھ چکے تھے اور اس کی آئے دن لوٹ مار سے احمد شاہ کی حکومت میں خلل پڑھ رہا تھا احمد شاہ نے میر عالم خان کی سرکوبی کی تیاریاں شروع کیں اور امیر نصیر خان کو لکھا کہ وہ بلوچی لشکر کے ساتھ اس کی مدد کرے۔ احمد شاہ ابدالی کی اس درخواست پر امیر نصیر خان امیر بلوچستان بحیثیت اُن کے حلیف کے ایک جرار لشکر کے ساتھ جس کی تعداد بیس ہزار نفری تھی قلات سے ۳ جمادی سنہ ۱۷۵۲ء کو مشہد روانہ ہوا اور مشہد کے مقام پر احمد شاہ ابدالی سے جا ملا

نے سردار جہاں خان پوپلزئی اور امیر نصیر خان امیر بلوچستان کو میر عالم خان کے مقابلے کے لیے روانہ کیا

میر عالم خان

تربت شیخ جام کے قلعہ میں مقیم تھا دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ڈیرے ڈال دیئے سب سے پہلے جہاں خان نے میر عالم خان پر اچانک حملہ کیا مگر وہ سنبھل کر نہایت دلیری سے اس زور کا جوابی حملہ کیا کہ درانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کو پیچھے ہٹنا پڑا چونکہ امیر نصیر خان اپنے بلوچ لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا تھا گھات سے نکل کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ میر عالم خان کے لشکر کو شکست فاش ہوگئی میر عالم خان خود لڑائی میں مارا گیا اس کے سب سپاہی تہ تیغ ہوگئے اور درانی لشکر کی شکست فتح میں تبدیل ہوگئی مورخین کہتے ہیں کہ افغانوں کو اپنے بلوچ حلیف حکمران امیر نصیر خان اور اُن کی بلوچ افواج کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ ان کی بروقت جنگی تدبیر سے اُن کی شکست فتح میں تبدیل ہوگئی اور وہ شکست کی ذلت سے بچ گئے۔ اس فتح کے بعد احمد شاہ ابدالی اپنے لشکر کے ساتھ موقع پر پہنچ گیا۔

فتح قلعہ نون

اس فتح کے بعد دوسرا اہم مقام قلعہ نون تھا جس پر میر معصوم خان میر عالم خان کا بھائی قابض تھا اُسے جب اپنے بھائی میر عالم خان کی موت کی خبر ہوئی اس کے پاس اتنا لشکر و ساز و سامان بھی نہیں تھا جس کی بنا پر وہ لڑتا۔ لہذا اُس نے احمد شاہ ابدالی سے صلح کی درخواست کی جسے احمد شاہ نے منظور کیا وہ احمد شاہ کے حضور میں پیش ہو کر قلعہ کی چابیاں اس کے حوالے کر کے اطاعت پذیر ہوا

علی مراد خان حاکم طون وطبس کے ساتھ جنگ

مشہد کی سرحد پر ایک ایرانی سردار علی مراد خان نامی جو علاقہ طون وطبس کا حاکم تھا. وہ ایک عرصہ سے احمد شاہ کی حکومت سے باغی چلا آتا تھا. احمد شاہ ابدالی کی افغان فوجوں نے کئی بار اس پر حملہ کیا تھا. مگر ہر بار ان کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا تھا. اس لیے علی مراد کے حوصلے بڑھ چکے تھے اور اس کی آئے دن کی لوٹ مار سے احمد شاہ ابدالی کی حکومت میں خلل پڑ رہا تھا. ہندوستان کی دوسری مہم سے ۱۷۴۸ء میں فارغ ہو کر احمد شاہ نے عزم کے ساتھ علی مراد خان کی سرکوبی کی تیاریاں شروع کیں. احمد شاہ ابدالی مشہد میں عباس قلی خان کے مقابلے میں مصروف تھا اس لیے انہوں نے سردار جہان خان کو چند ہزار کا لشکر دے کر امیر نصیر خان کے بلوچی لشکر کے ساتھ علی مراد خان کے مقابلہ کو روانہ کر دیا. علی مراد خان طون وطبس کے علاقے میں ترشش کے قلعہ میں مقیم تھا دونوں سپاہ نے آمنے سامنے ڈیرے ڈال دیئے پہلے حملے میں افغانوں کو ناکامی ہوئی لہذا امیر نصیر خان نے سردار جہاں خان سے کہا کہ دوسرے حملہ کو صرف بلوچوں پر چھوڑ دیا جائے سردار جہاں خان اس بات پر رضامند ہو گیا. امیر نصیر خان نے اپنے زیر کمان بلوچی لشکر کے ساتھ دوسرے دن لڑائی کی ابتدا کی دونوں لشکروں کے درمیان ایک کاریز واقع تھی امیر نصیر خان نے راتوں رات کاریز پر قبضہ کر لیا اور اس پر مورچہ بندی کی ان مورچوں میں پانچ ہزار جندو قیچیوں کی ایک ٹولی کو فوج سے علیحدہ کر کے ان میں چھپا دیا. ان کو ہدایت کی جس وقت دشمن حملہ کرے گا. ان پانچ ہزار جندو قیچیوں کے علاوہ

Scanned with CamScanner

باقی لشکر اظہار شکست کے طور پر پیچھے ہٹنے لگے اور اس طرح دشمن آگے بڑھتے ہوئے بندوقوں کی زد میں پہنچ جائے گا تب بندوقچی بندوق کی باڑھ چلا کر اور تلوار سونت کر دشمن پر یکایک اور پُھرتی کے ساتھ ٹوٹ پڑیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جب ایرانی اور بلوچ لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ پر میدان کارزار میں آئے تو علی مراد خان نے تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کو ضبط میں رکھا لیکن جب اُسے یقین ہو گیا کہ دشمن اپنے سنگر سے باہر نکل کر لڑنے کی ہمت نہیں کر رہے ہیں تب گھمنڈ میں آکر اُس نے ایرانی لشکر کو آگے بڑھنے کے لیے للکارا ایرانی سپاہ کا حملہ دیکھ کر امیر نصیر خان کے مجوزہ پروگرام کے مطابق باقی بلوچ لشکر نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ دشمن کو اب پختہ یقین ہو گیا کہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر بلوچ پسپا ہو رہے ہیں۔ اس لیے دشمن نے اور زیادہ تیزی سے اپنے حملے کو جاری رکھا۔ لیکن ان کا سنگروں کے پاس پہنچنا ہی تھا کہ پانچ ہزار بلوچوں نے تلواریں سونت کر ان پر ایک ایسا اچانک حملہ کیا کہ ایرانیوں کے ہوش وحواس اُڑ گئے گولیوں کی بوچھاڑ سے سنبھلنے بھی نہ تھے کہ پانچ ہزار تلواریں ان کے سروں پر چمکنے لگی علی مراد خان گولی کھا کر میدان میں کام آیا۔ اُس کا لشکر سراسیمہ ہو کر ٹولیوں میں بٹ گیا۔ امیر نصیر خان نے عام یلغار کا حکم دیا بلوچ دشمن کے مختلف ٹولیوں پر حملہ آور ہوئے اور ساری ایرانی فوج جو علی مراد خان کے زیر کمان جنگ کرنے کو آیا تھا۔ تہ تیغ ہوا۔ علی مراد خان کا لڑکا اپنے بچے کھچے آدمیوں کے ساتھ ترشش کے قلعے میں محصور ہو گیا۔ سردار جہان نے اُسے ہتھیار ڈالنے کو کہا اس نے جواباً یہ پیغام دیا کہ اُس کو درانیوں کے قول و قرار پر بھروسہ نہیں البتہ اگر امیر نصیر خان امیر بلوچستان ان کی جان بخشی کا

ضامن ہو جائے تو وہ ہتھیار ڈالدیگا۔ لہذا امیر نصیر خان خان قلعہ گرشک میں گئے
علی مراد خان کے لڑکے کو ساتھ لے کر سردار جہان خان کے پاس لایا اُس نے
اُس سے آئندہ احمد شاہ ابدالی کا وفادار رہنے کا وعدہ لے کر اسے خلعت
دے کر مرخص کر دیا۔

طون و طبس کی جنگ کے بارے میں مورخین کی رائے

احمد شاہ ابدالی موسم بہار ۱۷۴۹ء میں ہرات پر حملہ آور ہو کر ہرات کو فتح کیا
۱۷۵۰ء میں اس نے مشہد پر حملہ کیا مگر اُسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا لہذا اُس نے
۱۷۵۱ء میں دوبارہ خراسان کو فتح کرنے کے ارادے سے نکلا اس دفعہ اس
نے امیر نصیر خان امیر بلوچستان سے امداد کی اپیل کی لہذا امیر موصوف ان کی امداد
کے لیے بلوچ افواج کے ساتھ ۹ جنوری ۱۷۵۲ء میں بطرف مشہد روانہ ہوئے
لہذا مشہد کی مہمات کے بارے میں مورخین نے یوں اظہار خیال کیا ہے۔

احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کا سپہ سالار جہان خان پوپلزئی کسی مرحلے
میں گورنر طون و طبس علی مراد خان کو شکست نہیں دے سکتا تھا یہ کارنامہ
بلوچستان کے امیر اور اس کے بلوچ افواج کی جنگی مہارت کا تھا جس کی وجہ
سے علی مراد خان گورنر طون و طبس کو شکست فاش ہوگئی اور وہ خود جنگ میں
مارا گیا گویا بلوچوں نے اتحادی کی حیثیت سے اس جنگ میں احمد شاہ ابدالی حکمران
افغانستان اور اس کے درانیوں کی لاج رکھ لی اس جنگ کی تفصیلات بیان
کرتے ہوئے۔ مورخین کہتے ہیں کہ دونوں فریقین کی افواج کا مقام گنج پر
سامنا ہوا۔ یہ ایران کی تاریخ میں ایک سخت ترین اور خونریز ترین جنگ

Scanned with CamScanner

مقابلہ بہت سخت تھا دونوں فریق فتح کے امیدوار تھے جنگ میں جب گولہ بارود ختم ہوا تو فریقین تلوار سونت کر ایک دوسرے پر لپک گئے اچانک علی مراد خان کو بلوچوں نے مار ڈالا اس کے مارے جانے کے بعد ایرانی لشکر نے راہ فرار اختیار کیا طوس وطبس فتح ہوا۔ یہ نیک نامی بلوچوں کے حصے میں آئی تھی۔ جو افغانوں کے اتحادی تھے جو اس لڑائی میں مردانہ وار لڑتے رہے اور دشمن کو شکست فاش دی۔

امیر نصیر خان کی مشہد سے واپسی

امیر نصیر خان امیر بلوچستان خراسان کی مہمات کے اختتام کے بعد احمد شاہ ابدالی سے رخصت ہو کر براستہ دوبار نوشکی ۸ اپریل ۱۷۵۲ء کو عازم قلات ہوا۔

سردار میر ریکی خان سردار ریکی قبیلہ کا استقبال کرنا

جب امیر نصیر خان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ولایت ہلمند پہنچا تو سردار میر ریکی خان سردار قبیلہ ریکی اپنے تمام قبائلی معتبرین کے ساتھ امیر نصیر خان کے استقبال کو آیا انہیں اپنے پاس مہمان ٹھہرایا۔ امیر موصوف ان کے کوئی تین دن مہمان رہے۔

سردار ریکی کا امیر نصیر خان کو رشتہ دینا

سردار میر ریکی نے امیر نصیر خان کو اپنے پاس مہمان ٹھہرا کر ان سے

اس طرح قربت کا شرف حاصل کیا کہ اپنی لڑکی کا رشتہ ان سے کیا۔ وزیر کی اس لڑکی کا نام بی بی دُرِ بی ملک تھا۔ امیر نصیر خان کے ولی عہد امیر محمود خان انہی کے بطن سے تولد ہوئے ہیں۔ امیر محمود خان کے علاوہ امیر مصطفےٰ خان بی بی سلطان خاتو' بی بی زینب' بی بی بانو' بی بی شرف خاتون' بی بی مردِ خاتون بی بی ماہ گنج' بی بی شرخاتون بھی انہی خاتون کے بطن سے تولد ہوئے ہیں۔ اس کے بعد امیر نصیر خان نوشکی پہنچے۔

سردار میر ایدل خان رخشانی کا امیر نصیر خان کا استقبال کرنا

جب امیر نصیر خان ملند سے نوشکی کی سرحد پر پہنچے تو سردار ایدل خان رخشانی نے اُن کا استقبال کیا۔ اُنہیں پانچ دن تک اپنے پاس بطور مہمان ٹھہرایا۔ امیر نصیر خان نوشکی میں جو کہ آب نوشکی سے متصل (دبلو) کے مقام پر اپنا پڑاؤ ڈالا اس مقام پر پتھروں کا ایک یادگاری ڈھیر ہے جسے دا امیر نصیر خان ما سیت کہتے ہیں۔ یعنی امیر نصیر خان کی مسجد جو آج تک ان کے نام سے مشہور چلی آرہی ہے۔

سردار ایدل خان کا امیر نصیر خان سے مدد طلب کرنا

اس دور میں علاقہ نوشکی کا واحد مالک رخشانی قبیلے کے جمالدینی لورباری طائفے تھے۔ سردار ایدل خان اُن کا سردار تھا۔ شمال کی طرف سے اکثر افغان اکر نوشکی کے علاقے میں لوٹ مار کر کے چلے جاتے تھے۔ لہٰذا سردار ایدل خان نے امیر نصیر خان حکمران بلوچستان سے امداد طلب کی تاکہ علاقہ افغانوں کی لوٹ مار

سے مامون ہو جائے۔ امیر نصیر خان نے سوچا کہ رخشانیوں کی اس طرح کمک کی جا سکتی ہے کہ قلات سے کچھ قبائل لا کر علاقہ نوشکی میں بسائے جائیں چنانچہ یہ قرعہ فال زگر مینگل کے نام پڑی وہ اس لیے کہ امیر کبیر امیر نصیر کے جد کے تجربہ کی رو سے زگر مینگل قبیلہ حکمران بلوچستان سے زیادہ قربت رکھتا تھا اور امیر نصیر خان ان پر زیادہ اعتماد کر سکتا تھا۔ لہٰذا سردار ایدل خان نے نوشکی کے ایک حصہ اراضیات خشکابہ جس میں اراضیات گنڈی، ہیدی، نیلینگی، مزار وال ناریک، سنگین، سوختک اور مچی شامل ہیں جو بلوچستان اور افغانستان کی سرحدات کے مقام اتصال پر واقع تھے یہ اراضیات ۱/۲ حصہ آب مع زمین جوئے نوشکی قبیلہ زگر مینگل کو امیر نصیر خان کے توسط سے دے دیا تب امیر نصیر خان نے زگر مینگل قبیلہ کے پانچ ہزار گھرانوں کو ۲۰ فروری ۱۷۵۲ء میں قلات سے بھیج کر نوشکی روانہ کر دیا اور انہیں وہیں پر بسایا۔ سالوان کے علاقہ چھپر، کپو، تود شکور میں جو اراضیات قبیلہ زگر مینگل کی ملکیت تھی اُن کے قبضہ میں رہنے دی گئیں اس کے علاوہ ۱/۲ ۲ شبانہ روز آب کاریز یا فک میں اور ۱/۲ ۲ شبانہ روز پانی آب جوئے نوشکی میں جو خالص امیر بلوچستان کی ملکیت تھی امیر نصیر خان نے ان پر مالیہ معاف کر کے قبیلہ زگر مینگل کے سردار خیل طبقہ کو دیا چنانچہ خود قبیلہ زگر مینگل کے سردار سردار پائندہ خان کی سرکردگی میں قلات سے نقل مکانی کر کے بلوچستان کی شمالی سرحد کی حفاظت کے لیے نوشکی میں آباد ہوا۔

چہدگ یا چہیدہ کی تشریح

خطہ بلوچستان کے تمام علاقوں میں اگر دورہ کیا جائے تو بہت سے مقامات

پر آپ کو پتھروں کی مخروطی نما ڈھیر نظر آئیں گے۔ اگر آپ مقامی لوگوں سے دریافت کریں، تو وہ آپ کو بتائیں گے کہ یہ فلانہ تاریخی واقعہ کی یادگار کو چیدہ ہے۔ بلوچی زبان میں پتھروں کی اس مخروطی نما ڈھیر کو چیدگ یا چید وکہتے ہیں انگریزی میں اسے کیرن (CAIRN) کہتے ہیں اور اردو میں اسے سنگورا کہتے ہیں چونکہ خطہ بلوچستان کوہستانی علاقہ ہے۔ لہٰذا یہاں زمانہ قدیم سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ بلوچستان کے جن جن علاقوں میں اہم تاریخی واقعات۔ وقوع پذیر ہوئے ہیں لوگوں نے ان کی یاد میں بطور یادگار چیدہ بناتے گئے ہیں جو آج تک اپنے مقامات پر موجود ہیں۔ اگر ماہر تاریخ کے احباب اس سلسلے میں کوئی ادارہ قائم کریں تو بہت امکان ہے کہ خطہ بلوچستان کی قدیم تاریخ کے کئی ایک گتھیاں سلجھ سکتی ہیں بلوچستان کے بلوچ حکمرانوں کے ادوار کے کئی ایک چیدہ علاقوں میں موجود ہیں مگر ان میں امیر نصیر خان اول کے دور حکمرانی کے چیدے ہر جگہ اور مقام پر نمایاں ہیں لہٰذا مشہد سے واپسی پر جب وہ نوشکی آکر قیام پذیر ہوئے تو اُن کے اس قیام کی یاد میں ایک چیدہ بنایا گیا۔ جو آج تک امیر نصیر خان کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔

علاقہ جات اُڑند و داجل کی شمولیت بلوچستان میں

چونکہ مشہد کی مہمات میں احمد شاہ ابدالی کی فتوحات اور کامیابیاں بلوچ اتحادی قوم کی مرہونِ منت تھی۔ لہٰذا وہ اپنے سرخ روئی کا سبب امیر بلوچستان امیر نصیر خان اور اس کے بلوچ قومی فوج کو تصور کرتا تھا اُڑند اور داجل کے علاقے جو بلوچستان کی شمال مشرقی سرحد سے متصل علاقے تھے جنکی آبادی

بھی بلوچ تھی پنجاب اور بلوچستان کے درمیان ایک بفرزون تھا سیاسی حیثیت سے اس علاقے کو امیر بلوچستان ہی سنبھال سکتا تھا۔ لہٰذا احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان نے ان وجوہات کی بنا پر یہ علاقے امیر بلوچستان کے حوالے کر دیئے جو زمانہ قدیم سے خطہ بلوچستان کا حصہ تھا۔

امیر نصیر خان کی دو قسم کی مہمات اندرونی و بیرونی

جیسے کہ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ امیر نصیر خان کے دور (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۵ء) حکمرانی میں اُن کی دو قسم کی مہمات تھیں۔ اندرونی و بیرونی اب تک ہم نے ان کے دور کی اندرونی مہمات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اب اس کے بعد ان کی بیرونی مہمات کی تفصیلات بیان کریں گے۔ جو سب مسلم بچاؤ پالیسی کے تحت سر کی گئیں تھیں۔ اورنگ زیب کے دور (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) حکمرانی میں، ہندوستان کے غیر مسلم مرہٹہ، سکھ، راجپوت، ست نامی، جاٹ مختلف حالات کی بنا پر سیاسی طور پر بیدار ہو گئے تھے۔ وہ اسلامی حکومت کا جوا اپنے کندھوں سے اُتار پھینکنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ لہٰذا ان حالات کے تحت ہندوستان کے مسلمانوں کو تباہی سے، بچانا لازم تھا۔ لہٰذا امیر نصیر خان نے اپنے دور میں مسلم بچاؤ پالیسی کے تحت اکثر و بیشتر ان مہمات میں حصہ لیا۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں سے شروع کیا۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

جب محمد شاہ مغل بادشاہ کے دور حکومت (۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) میں

نادر شاہ افشار نے مغل فوج کو فروری ۱۷۳۹ء میں کرنال کے مقام پر شکست دی۔ دہلی میں فتح یابی کے بعد ۵۸ روز قیام کیا۔ ۱۶ مئی ۱۷۳۹ء کو بطرف ایران واپس چلا گیا۔ جہاں اُسے ۱۷۴۷ء میں اُس کے ایرانی سرداروں نے قتل کر دیا اُس کے بعد افغانستان پر ابدالی قبیلہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس قبیلے کا سردار احمد شاہ ابدالی افغانستان کا بادشاہ بن بیٹھا اس دور میں مغلیہ سلطنت از حد کمزور ہو کر محدود ہو گئی تھی اور یورپی اقوام جو تجارتی اغراض سے برصغیر میں وارد ہوئی تھیں ملک گیری پر آمادہ ہو گئیں۔ دکن میں انہوں نے مقامی سیاسیات میں دخل دے کر اقتدار اعلیٰ کے حاصل کرنے کی کوشش شروع کی۔

احمد شاہ ابدالی کا پہلا حملہ ہندوستان پر ۱۷۴۸ء میں

احمد شاہ ابدالی نے پہلا حملہ ۱۷۴۸ء میں محمد شاہ رنگیلا کے زمانے میں کیا۔ احمد شاہ ابدالی لاہور کو غارت کر کے دہلی کا رخ کیا۔ محمد شاہ کا بیٹا شہزادہ احمد اور وزیر سلطنت کمال الدین ایک نے سرہند کے قریب ابدالی فوج کا مقابلہ کر کے اُسے پسپا کر دیا۔ اور اس طرح دہلی کو تاراج ہونے سے بچا لیا۔ احمد شاہ ابدالی پنجاب سے خراج وصول کر کے واپس کابل چلا گیا۔

احمد شاہ ابدالی کا دوسرا حملہ ہندوستان پر ۱۷۴۹ء میں

احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۴۹ء میں دوسری بار پنجاب پر حملہ کر کے مغلیہ گورنر معین الملک کو شکست دی گورنر نے خراج دینے کا وعدہ کیا احمد شاہ

ابدالی پھر واپس لوٹ گیا۔

احمد شاہ ابدالی کا تیسرا حملہ ہندوستان پر

اگلے سال خراج وصول نہ ہونے کی بنا پر احمد شاہ ابدالی تیسری بار حملہ آور ہوا مغل گورنر عماد الملک نے احمد شاہ ابدالی کی اطاعت قبول کر لی۔

احمد شاہ مغل کا بادشاہ ہونا
۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء

محمد شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ ۱۷۴۸ء میں تخت نشین ہوا وزیر عماد الملک ملہار راؤ ہلکر کی مرہٹہ افواج کے بل بوتے پر ۱۷۵۴ء کو احمد شاہ کو معزول کر کے اندھا کر دیا۔ اس کی جگہ جہاندار شاہ کے بیٹے عزیز الدین کو تخت پر بٹھایا۔

عالمگیر ثانی کا بادشاہ ہونا
۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۹ء

عزیز الدین ولد جہاندار شاہ عالمگیر ثانی کا لقب اختیار کر کے بادشاہ بن گیا ان کے دور حکمرانی میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر چوتھا حملہ کیا۔

احمد شاہ ابدالی کا چوتھا حملہ ہندوستان پر ۱۷۵۷ء میں

عالمگیر ثانی کے عہد میں صوبہ پنجاب ابدالی عمل داری میں جا چکا تھا وزیر

عماد الملک نے لاہور پر حملہ کر کے ابدالی گورنر کی بیوی مغلانی بیگم کو گرفتار کیا۔ احمد شاہ ابدالی نے برہم ہو کر چوتھی بار حملہ کیا پنجاب کو فوراً مغلوں سے چھین لیا۔ جنوری ۱۷۵۷ء میں احمد شاہ ابدالی دہلی میں وارد ہو کر سرکاری افسروں اور عوام سے بھاری رقوم وصول کیں۔ عالمگیر ثانی نے اپنی لڑکی تیمور احمد شاہ کے لڑکے سے بیاہ دی۔ احمد شاہ جانے سے پہلے نجیب خان روہیلہ کو عالمگیر ثانی کا میر بخشی یعنی وزیر بنا کر گیا۔

احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان پر پانچواں حملہ اور پانی پت کی تیسری لڑائی

احمد شاہ ابدالی کے نامزد کردہ وزیر نجیب خان روہیلہ کو مغل بادشاہ نے نجیب الدولہ کا خطاب دیا تھا۔ لیکن عماد الملک سابق وزیر اس کے اقتدار سے حسد کرتا تھا۔ اس نے مرہٹوں سے ساز باز کر کے نجیب الدولہ کی بجائے اپنا کارندہ احمد خان بنگش کو میر بخشی بنا دیا نیز مرہٹہ سردار رگھوناتھ راؤ نے پنجاب سے احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور کو اپریل ۱۷۵۸ء میں مار بھگایا اور ادینہ بیگ کو پنجاب کا گورنر بنایا۔ عماد الملک نے مغل بادشاہ عالمگیر ثانی کو ۲۹ نومبر ۱۷۵۹ء میں قتل کروا دیا تاکہ وہ عماد الملک اور مرہٹوں کے گٹھ جوڑ میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا کر سکے۔ عالمگیر ثانی کے بعد شاہ عالم ثانی کی بادشاہت کا اعلان ہو گیا لیکن دہلی پر عماد الملک اور مرہٹہ مسلط تھے نیز احمد شاہ ابدالی کا حملہ متوقع تھا لہٰذا شاہ عالم ثانی صوبہ بہار میں وقت کا انتظار رہا۔ اس نے دہلی کی سیاست میں دخل نہیں دیا۔ اگست ۱۷۵۹ء میں نجیب الدولہ نے احمد شاہ ابدالی کو

مدد کی اپیل کی ابدالی فوجوں نے مرہٹوں کو لاہور سے مار بھگایا اس کے بعد ابدالی فوج نے دہلی کا رخ کیا احمد شاہ ابدالی نے دہلی کے قریب باری گھاٹ کے مقام پر مرہٹہ جرنیل کو شکست دے کر قتل کر دیا اور خود دہلی پر قبضہ کر لیا احمد شاہ ابدالی نے برسات کا موسم سکندر آباد میں گزارا اور مرہٹہ سردار ملہار راؤ ہلکر دوآبہ گنگا اور جمنا کی تاخت و تاراج میں مصروف رہا۔

احمد شاہ ابدالی کی امیر نصیر خان سے مدد کی اپیل ۱۷۵۹ء میں

جب احمد شاہ ابدالی نے امیر نصیر خان امیر بلوچستان سے امداد کی اپیل کی تو امیر نصیر خان اپنے ملکی حالات میں اس قدر الجھا ہوا تھا اس لیے خود تیار نہ ہو سکا البتہ میر عبدالکریم خان کی سرکردگی میں مورخہ ۱۴ مئی ۱۷۵۹ء کو ساراوان اور جھالاوان سے دس ہزار مسلح بلوچوں کا ایک لشکر اُس نے احمد شاہ کی امداد کو روانہ کر دیا پٹنی کی نواحی میں میر عبدالکریم خان بلوچ لشکر کے ساتھ احمد شاہ ابدالی کے ساتھ جا ملا۔

پانی پت کی تیسری لڑائی سے پہلے کچھ جنگوں کے حالات

مرہٹوں کی طرف سے داتا جیل ساحل اٹک کا نگہبان مقرر تھا داتا جیل کو جب احمد شاہ کے حملے کا علم ہوا وہ بلا مقابلہ دہلی کی طرف فرار ہو گیا غازی الدین کو جب احمد شاہ کے حملے کی اطلاع ملی تو اُسے عالمگیر ثانی سے خطرہ پیدا ہو گیا کہیں اُس کے خلاف دہلی میں بغاوت نہ پھیلا دے اُس نے

عالمگیر ثانی کو قتل کر دیا پھر جانکو جی سندھیا کو ایک جرار لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا اور خود ان کے پیچھے اپنے بقایا مرہٹوں کے ساتھ احمد شاہ ابدالی کے مقابلہ کو چلا آگے بڑھا جانکو جی گنج پورہ کے مقام پر داتا پٹیل سے ملاقاتی ہوا جو اٹک سے فرار ہو کر آ رہا تھا داتا پٹیل کی پریشانی دیکھ کر جانکو جی کے دل میں خوف پیدا ہوگیا اسے آگے بڑھ کر احمد شاہ کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اس نے داتا پٹیل کو اپنے ساتھ روک کر جانکو جی نے گنج پورہ کے مقام پر ہی ڈیرہ ڈال دیا اور اپنے سپاہ کے اور گرد بڑی بڑی خندقیں کھدوا کر احمد شاہ کا انتظار کرنے لگا۔

احمد شاہ ابدالی نے دریائے سندھ پار کر کے شہزادہ تیمور اور جہاں خان کو مقدمۃ الجیش بنا کر آگے رکھا۔ اور خود بقایا لشکر کے ساتھ پیچھے رہا۔ لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد خواجہ مرزا جان حاکم لاہور کو قتل کر دیا۔ یہاں سے بڑھ کر جانکو جی اور داتا پٹیل کے مقابلہ پر آیا۔ بدلی کے مقام پر فریقین میں لڑائی ہوئی داتا پٹیل لڑائی میں کام آیا جانکو جی زخم کھا کر فرار ہوگیا اور مرہٹہ لشکر کو شکست ہوئی

عماد الملک غازی الدین کو جب جانکو جی کی شکست کی خبر ملی تو بہت پریشان ہوا۔ دہلی میں مدافعانہ سرگرمیوں میں مصروف ہوگیا۔ احمد شاہ کے دہلی پہنچنے سے قبل ہی دہلی کو خالی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ احمد شاہ ابدالی مظفر و منصور دہلی میں داخل ہوگیا۔

سورج مل جاٹ نے اپنے تمام خزانہ ایک مضبوط قلعہ میں جمع کر کے اسی کا نام آرام گدہ رکھا دہلی کے قبضہ کے بعد احمد شاہ نے اس قلعہ کا رخ کیا سورج مل قلعہ میں پناہ گزین تھا۔ احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ ساتویں دن قلعہ فتح ہوا۔ سورج مل کا تمام اندوختہ احمد شاہ کے ہاتھ آگیا جیسے پہلے بیان کر چکے ہیں

ہی مون سون کا موسم شروع ہوگیا تھا فوجی نقل و حرکت مشکل ہو رہی تھی اس لیے احمد شاہ نے بارانی موسم گزارنے انوپ شہر سکندر آباد کے مقام پر ڈیرہ ڈالا اس سے سازگار موسم کے آنے تک اس کے گھوڑوں کو فربہ ہونے اور لشکریوں کو سستانے کا موقع مل گیا۔

دکن کے مرہٹوں کو جب جانکوجی سندھیا کی شکست اور دتا جی پٹیل کے قتل کا حال معلوم ہوا وہ آتش زیر پا ہو گئے بالاجی پیشوا نے بہادر جی وشواس راؤ شمشیر راؤ اور جانکو راؤ کی سرکردگی میں ایک جرار لشکر پھر جمع کر کے منظم کیا اس دفعہ عام مرہٹہ لشکر کے علاوہ دس ہزار سوار رسالہ دس ہزار نفر پلٹن اور ایک ہزار توپ انگریز افسروں اور توپ چیوں کی قیادت میں آراستہ و پیراستہ مرہٹوں کے ساتھ تھے ان کے علاوہ تین لاکھ کے قریب سوار پیادہ عام مرہٹہ لشکر بھی تھا الغرض اس ٹڈی دل سپاہ کو ساتھ لے کر مرہٹہ مسلمانوں کے مقابلے کو نکلے۔

امیر نصیر خان کی دہلی کی طرف روانگی

احمد شاہ ابدالی کو مرہٹوں کی جمع آوری لشکر کی اطلاعات پہنچ رہی تھیں اس نے امیر نصیر خان امیر بلوچستان کو مزید لشکر جمع کر کے روانہ کرنے کو لکھا امیر نصیر خان نے اطلاع پا کر اپنے تمام قبائلی سرداروں کو جمع آوری لشکر کا حکم دیا چنانچہ ایک مہینے کے اندر تیس ہزار افراد پر مشتمل ایک منظم بلوچی لشکر امیر نصیر خان کے جھنڈے کے جمع ہوگیا اس لشکر کو لے کر امیر نصیر خان احمد شاہ ابدالی کی کمک کو ۲۹ اکتوبر ۱۷۶۰ء کو دہلی روانہ ہوگیا سندھ اور پنجاب سے ہوتا ہوا احمد شاہ ابدالی کے ساتھ انوپ شہر کے مقام پر جہاں وہ اب تک مقیم تھا

جاتا امیر نصیر خان بلوچستان، سندھ اور پنجاب کے جن جن علاقوں سے گزرتا
وہاں کے سکونت پذیر بلوچ۔ اس اسلامی جہاد کے جذبے کے تحت اس کے لشکر
میں شامل ہوکر اس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ جب امیر نصیر
انوپ شہر پہنچا تو اس کے اپنے تیس ہزار لشکر کے علاوہ سندھ اور پنجاب کے دس ہزار
اور بلوچ لشکر بھی ان کے ساتھ تھا۔ گویا اس وقت اُن کے لشکر میں کل نوے ہزار
بلوچ تھے۔

دہلی پر مرہٹوں کا قبضہ

مون سون کے گزر جانے پر احمد شاہ نے پھر میدان کا رخ کیا۔ عماد الملک
غازی الدین، اور سورج مل جاٹ نے مرہٹہ لشکر کی آمد کا سن کر اپنے لشکر
کو منظم کیا۔ دہلی کے قرب و جوار میں مرہٹوں سے مل گئے اور مرہٹوں نے دہلی
پر حملہ کیا۔ یعقوب علی خان افغان حاکم دہلی مقابلہ کی تاب نہ لا کر فرار ہو گیا اور اس
کے ساتھ جاتا دہلی پر مرہٹے قابض ہو گئے۔

دہلی کی تسخیر کے بعد مرہٹوں نے کنج پورہ پر حملہ کیا۔ سردار عبدالصمد خان، شاہ
نگری، میاں قطب شاہ، نجابت خان رئیس کنج پورہ گرفتار ہو گئے جن کو مرہٹوں
نے تہ تیغ کیا۔ دشمن دریائے جمنا کے اُس پار تھا۔ دریا طغیانی پر تھا۔ اس کے
باوجود احمد شاہ نے دریا پار کرنے کا حکم دیا اور گھوڑا سواروں کو حکم دیا کہ
وہ ایک پیادہ اپنے پیچھے بٹھا کر دریا پار کرائیں۔ دریا کی دوسری طرف مرہٹوں
کا ایک دستہ ساحل پر نگہبان کھڑا تھا انہوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کی اس کے
باوجود افغان اور بلوچ لشکر نے دریا جمنا کو پار کیا۔ مرہٹوں کے نگہبان دستے

فرار ہو کر اپنی جان بچائی۔ اس فرار میں مرہٹوں کے بہت سے فوجی سپاہی مارے گئے مرہٹوں کو جب احمد شاہ کے دریائے جمنا پار کرنے کی خبر ملی تو وہ اپنے بے پناہ لشکر کے ساتھ کنج پورہ سے روانہ ہو کر پانی پت کے میدان میں آ کر ڈٹ گئے خیمہ اور خرگاہیں نصب کئے دشمن کے چھاپوں اور شبخونوں سے محفوظ رہنے کے لیے تمام لشکر گاہ کے ارد گرد خندقیں کھود ڈالیں۔

احمد شاہ ابدالی کی ایک کامیاب جنگی چال

دوسرے دن احمد شاہ نے سردار جہاں کو دس ہزار گھوڑے سواروں کے ساتھ دشمن پر پیچھے سے حملہ کرنے کے لیے کسی پاس کے جنگل میں چھپا دیا۔ اس نے دشمن کی طاقت کو معلوم کرنے کے لیے سامنے ان پر حملہ کیا اس حملے سے احمد شاہ کو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور دشمن خندقوں سے باہر نکل کر بھی نہیں لڑنا چاہتا ہے اس لیے احمد شاہ نے مصلحتاً اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا لیا دشمنوں نے ایسا محسوس کیا کہ احمد شاہ شکست کھا کر اور خائف ہو کر پیچھے ہٹ رہا ہے اس لیے خندقوں سے باہر نکل کر انہوں نے احمد شاہ کا بے تحاشا تعاقب شروع کر دیا۔ اسی موقع پر سردار جہاں نے دس ہزار گھوڑے سواروں کے ساتھ پیچھے سے اچانک حملہ کر کے دشمن کو گھیر لیا۔ اس ناگہانی اور غیبی حملے سے مرہٹوں کے چھکے چھوٹ گئے سراسیمہ اور منتشر ہو گئے اب احمد شاہ نے بھی مڑ کر دشمن پر ایک ایسا شدید وار کیا کہ آن کی آن میں دشمن سات ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کر خندقوں کی پناہ لی۔

فریقین میں تین مہینے تک چپقلش

الغرض تین مہینے تک دونوں فوجیں پانی پت کے تاریخی میدان میں گڑی رہیں ان کے درمیان روزانہ مقامی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن آگے بڑھ کر فیصلہ کن جنگ لڑنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔

مرہٹہ لشکر کی مکمل ناکہ بندی

بلوچ اور افغانوں نے تمام جنگی راستوں کو روک رکھا تھا گھاس، چارہ سامان جنگ و خورد و نوش وغیرہ کوئی چیز بھی مرہٹہ فوج تک نہیں پہنچ سکتی تھی آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ بھوکے مرہٹے اپنے خچروں اور گھوڑوں کو ذبح کر کے کھانے لگے جب مرہٹوں کو یقین ہو گیا کہ اب بہر صورت مرنا ہے انہوں نے تہیہ کر لیا کہ پھر کیوں نہ میدان میں نکل کر بہادروں کی موت مریں۔

فریقین کے مابین فیصلہ کن جنگ

جب مورخہ ۷ جنوری ۱۷۶۱ء میں طبل جنگ پر چوٹ پڑی مسلمان اور ہندو فریق میدان جنگ میں صف آرا ہوئے تو دونوں فریقوں کی فوجی پوزیشن اس طرح تھی۔

مسلمان اُمرا: احمد شاہ ابدالی امیر افغانستان، امیر نصیر خان امیر بلوچستان، برخوردار خان افغان، امیر خان افغان، جہان خان، شاہ پسند خان، زمرد خان، مراد خان ایرانی

مسلمان اہل ہند: شجاع الدولہ، نجیب الدولہ، ڈھونڈی خان، حافظ

رحمت، احمد خان بنگش۔

فوج کی تعداد:۔ کل پچانوے ہزار فوجی ستر توپیں۔

ہندو مرہٹے امراء پیشوا:۔ ابراہیم خان گاردی، جنکو جی سندھیا، ملہار راؤ ہلکر، دماجی گیکواڑ، جسونت راؤ پوار، راجہ نہال سنگھ، دیو جوت راؤ، وشواس راؤ، انتاجی مانکیشور، راجہ بلونت۔

فوج کی تعداد:۔ تین لاکھ فوجی، تین سو توپیں۔

جنگ کا ابتداء:۔ آسمان پر ابھی تک شفق کی سرخی باقی تھی کہ میدان کارزار گرم ہوگیا اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی آن واحد میں پانی پت کے میدان میں کشتوں کے پشتے لگ گئے بہادر افغان اور شیر دل بلوچ ہندوستان کے آدم جفاکش مرہٹوں سے گتھ گئے۔ اس بے جگری سے لڑے کہ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

سردار عنایت خان ہندوستانی کا نرغے میں آنا

سردار عنایت خان ہندوستانی جو احمد شاہ کی طرف سے لڑ رہا تھا مرہٹوں نے نرغے میں لے لیا احمد شاہ نے اس کی نازک پوزیشن دیکھ کر حاجی عطائی خان قندھاری کو چند ہزاروں کے ایک دستے کے ساتھ اس کی امداد کو بھیجا عطائی خان نے سرتوڑ حملہ کیا مگر مارا گیا۔ اس کے بعد احمد شاہ نے تین چار دستے پے در پے سردار عنایت کی امداد کو بھیجے لیکن ہر بار مرہٹے بندوقوں کے باڑھ چلا کر ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کرتے تھے آخرکار احمد شاہ نے امیر نصیر خان کو سردار عنایت کی کمک کو بھیجا۔ امیر نصیر اپنے سواروں کے ساتھ مرہٹوں کے گھیرے پر اس زور سے حملہ کیا کہ مرہٹوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ مرہٹوں

ہر چند بازو چلائے۔ مگر امیر نصیر خان کے قدم نہ رکے یہاں تک کر دونوں دستے
ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہو گئے آخر کار۔ گھیرا توڑ کر امیر نصیر خان سردار
عنایت خان تک پہنچ گیا۔ اس کو ساتھ لے کر واپس اپنے لشکر میں جا ملا۔

مرہٹوں کا مسلمانوں کے دائیں بازو پر دباؤ

تھوڑی دیر بعد مرہٹوں نے سنبھل کر دوسرا حملہ مسلمان لشکر کے دائیں
بازو پر ایسا زور دار کیا کہ درانی سردار پیچھے ہٹنے لگے۔ یہاں تک کہ قلب لشکر سے
جا ملے۔ درانیوں کی ان سراسیمگی کو دیکھ کر امیر نصیر خان جو بائیں بازو پر تھا
آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ امیر نصیر خان مرہٹوں کے دائیں بازو پر بجلی بن کر گرا۔
اس حملے سے مرہٹوں کے قدم ڈگمگانے لگے احمد شاہ نے قلب لشکر سے
درانیوں کی امداد کی۔ مرہٹوں کی توجہ اب بائیں بازو کی طرف پھر گئی دائیں بازو کے
درانیوں کو پھر سنبھلنے کا موقع مل گیا امیر نصیر خان کے حملے نے مرہٹوں کے دائیں
بازو کو پوزیشن سے ہٹا دیا۔ اس سے مرہٹہ لشکر کی جنگی تنظیم بگڑ گئی بسواس راؤ
نے قدم جمانے کی آخری کوشش کی مگر مارا گیا۔ بہاؤ جی اور دیگر مرہٹہ سردار
بھی موت کے گھاٹ اترے۔ اب مرہٹوں کی کمر ہمت ٹوٹ چکی تھی ان کے
تمام سردار تہ تیغ ہو چکے تھے۔ مرہٹوں کی صفوں میں ابتری اور انتشار دیکھ کر
احمد شاہ نے مسلم سپاہ کو حملہ کا حکم دے دیا بلوچ اور افغان مجاہد مرہٹوں
پر بلائے بے درماں بن کر گرے قتل عام شروع کر دیا شام تک مسلمانوں نے
ان کا تعاقب جاری رکھا پانی پت کا میدان انسانی لاشوں سے پٹا پڑا تھا مرہٹوں
کے ایک لاکھ آدمی اس لڑائی میں کام آئے۔ مرہٹوں کی شکست کے بعد احمد شاہ

مظفر و منصور دہلی میں داخل ہو گیا۔

• مرہٹوں کی شکست کی وجہ

مرہٹوں کی شکست کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ گوریلا جنگ ترک کر کے پہلی بار میدان میں جم کر لڑائی کی ان کا جرنیل بھاؤ میدان جنگ میں پیشوا کے لڑکے وشوا راؤ سمیت مارا گیا۔ ملہار راؤ ہلکر، نانا فرنویس، مہاراجی سندھیا میدان جنگ سے بھاگ کر بڑی مشکل سے جان بچائی۔

مرہٹوں کا سردار اعلیٰ جو پیشوا کہلاتا تھا پانی پت کی لڑائی کے بارے میں اس نے حسرت سے یہ الفاظ کہے۔

"دو ہیرے (بھاؤ اور وشوا راؤ) بالکل برباد ہو گئے ستائیس اشرفیاں (مرہٹہ سردار) کھو گئیں۔ اور چاندی اور تانبے کے سکوں (عام فوجی) کے نقصانات کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

احمد شاہ ابدالی اور امیر نصیر خان کی واپسی

احمد شاہ ابدالی چند مدت دہلی میں آرام کرنے کے بعد ۲۰ مارچ ۱۷۶۱ء کو دہلی سے مراجعت کیا۔ لاہور کے مقام پر امیر نصیر خان امیر بلوچستان اپنے بلوچ لشکر کے ساتھ جدا ہو کر عازم بلوچستان ہوا۔ اور احمد شاہ ابدالی اپنا سفر بطرف کابل جاری رکھا۔

دہلی کی مغل سلطنت کی صورتحال

احمد شاہ ابدالی افغانستان جانے سے پہلے مغل شہزادہ علی گوہر کو ہندوستان کا شہنشاہ نامزد کیا اس نے شاہ عالم ثانی کا لقب اختیار کر کے تخت پر بیٹھا۔ عماد الملک کو اس کا وزیر بنایا نجیب الدولہ کو دہلی کا گورنر بنا دیا خود دہلی کو الوداع کہہ کر بطرف افغانستان روانہ گیا۔

ہندوستان پر پانی پت کی تیسری لڑائی کے اثرات

پانی پت کی تیسری لڑائی کی شکست کے بعد شمالی ہندوستان میں مرہٹوں کی سلطنت کا قیام ناممکن ہو گیا البتہ جنوبی ہندوستان یعنی دکنی علاقوں میں مرہٹہ سرداروں نے اپنی طاقت بحال کر دی اگرچہ مرہٹوں کی مرکزی طاقت ختم ہو گئی۔ پیشوا بے حد کمزور ہو گیا مرہٹہ سردار تقریباً خود مختار ہو گئے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شمالی ہند سے مرہٹوں کا اقتدار ختم ہو گیا۔ اور انگریزوں کے لیے شمالی ہند پر تسلط جمانا آسان ہو گیا۔

انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کی بلندی اقبالی

تاریخ کی یہ ستم ظریفی ہے کہ پانی پت کی تیسری لڑائی کے عین دوسرے روز مغل شہنشاہ ثانی انگریزوں سے شکست کھا کر ان کا پنشن خوار بن گیا اور ایک ماہ بعد ۱۶ فروری ۱۷۶۱ء میں انگریزوں نے پانڈی چری پر قبضہ کر کے فرانس کا اقتدار برصغیر سے ختم کر دیا گویا مرہٹوں کی شکست کے بعد ہندوستان

میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقبال کا ستارہ چمک اٹھا۔

کشمیر کا مختصر تاریخی پس منظر

کشمیر سلطنت مغلیہ ہندوستان کا ایک حصہ تھا لیکن جس دور میں احمد شاہ ابدالی نے افغانستان کی حکومت کی بنیاد رکھی اس دور میں سلطنت مغلیہ روبہ زوال تھا۔ کشمیر سلطنت مغلیہ کی مرکزی حکومت سے بہت دور تھا نیز مغل حکومت اس قدر کمزور تھی کہ وہ صوبہ کشمیر میں اپنی حاکمی کو جتانے کا اہل نہیں تھا۔ کشمیر میں مسلسل جبر و تشدد، سازش اور ناجائز قبضہ کے واقعات ہوتے رہتے تھے۔

حکمران افغان کا کشمیر پہ قبضہ

حکمران افغانستان، احمد شاہ ابدالی نے جب ۱۷۵۱ء میں ہندوستان پہ تیسری دفعہ حملہ کیا اور وہ اس دوران لاہور میں مقیم تھا تو اُسے کشمیر کے متعلق تغیر پذیر سیاسی حالات کے متعلق اطلاعات ملتی رہی۔ جب اُس نے پنجاب کے گورنر معین الملک سے تمام سیاسی معاملات کا تصفیہ کیا اور افغانستان جا رہا تھا تو میر مقیم جو مغلوں کی طرف سے کشمیر کا نائب گورنر تھا جسے قبل قاسم ولد ابلیل رکن خان نے کشمیر سے نکال کر خود حاکم کشمیر بن گیا تھا اور میر مقیم بطور پناہ گزین لاہور میں سکونت کر رہا تھا۔ اس نے احمد شاہ ابدالی سے درخواست کی کہ کشمیر کو وہ اپنے حکومت میں شامل کر دے۔ چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے ایک مہماتی فوج عبداللہ خان ایشک آقاسی کی سرکردگی میں کشمیر روانہ کر دیا مگر ابلیل قاسم مدافعت کا کوئی بندوبست نہ کر سکا حتیٰ کہ دشوار گزار دروں میں بھی احمد شاہ ابدالی کے افواج کا

کوئی مقابلہ نہیں کیا عبداللہ خان ایشک آقاسی اطمینان سے سری نگر پہنچ گیا اور حکومت پر قبضہ کیا، اور بعد میں ابل قائم کو قید کر کے احمد شاہ کے پیش کیا گیا اور صوبہ کشمیر حکومت افغانستان میں شامل کر دیا گیا۔

تحفظ کشمیر کے انتظامات

جب کشمیر پر حکمران افغانستان احمد شاہ ابدالی کا قبضہ ہوگیا انہوں نے اپنی طرف سے ایک شخص کو گورنر مقرر کیا کچھ عرصہ بعد کشمیریوں نے افغان گورنر کے خلاف بغاوت کی اُس نے احمد شاہ ابدالی سے امداد طلب کی احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان اپنے دوستانہ عہد نامہ کی رو سے اُمیر بلوچستان آمیر نصیر خان سے امداد طلب کی اور درخواست کی کہ امداد مستقلاً دی جائے۔ یعنی اُمیر بلوچستان اپنی طرف سے ایک ہزار بلوچ فوجی کشمیر روانہ کرے اور وہ مستقلاً گورنر کشمیر کی مدد کے طور پر اُس کے ساتھ سری نگر میں رہیں چنانچہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا کہ سال بسال بلوچوں کا ایک نیا دستہ کشمیر جاتا تھا اور پرانا دستہ واپس قلات آ جاتا تھا۔ پہلا دستہ میر عبدالکریم رئیسانی کی قیادت میں ۱۷۵۵ء کو بلوچستان سے کشمیر چلا گیا اور سری نگر دارالخلافہ کشمیر پہنچ کر فوجی خدمات سرانجام دیتا رہا۔

احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان پر ساتواں حملہ ۱۷۶۴ء میں

احمد شاہ اُبدالی نے ماہ اکتوبر ۱۷۶۳ء میں ہندوستان پر ساتواں حملہ کیا اس ساتویں حملے کی ضرورت اس واسطے پیش آئی کہ پنجاب کے ہر خطے پر سکھ قوم غالب آکر علاقوں پر تسلط جما بیٹھے تھے سکھوں نے صوبہ لاہور اور ملتان میں

Scanned with CamScanner

لوٹ مار کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ سرہند اور جالندھر دوآب کے علاقوں پر بادہ
قابض ہو چکے تھے لہٰذا ان حالات کے تحت احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر
حملے کا بالکل مصمم ارادہ کیا اور اُس نے اس حملے سے پیشتر اپنے موالا حلیف اُمیر
نصیر خان اُمیر بلوچستان کو دعوت جہاد دی کہ وہ ان کے ساتھ مل کر سکھوں کے
خلاف جہاد میں شریک ہو جائیں۔ احمد شاہ ابدالی کو یہ اطلاع تھی کہ اُمیر نصیر خان
حج پر جا رہے ہیں لہٰذا انہوں نے فوری طور پر ایک قاصد قلات روانہ کر دیا۔

احمد شاہ ابدالی کا اُمیر نصیر خان اُمیر بلوچستان کو دعوت جہاد

احمد شاہ ابدالی نے جیسے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اُمیر نصیر خان کو سکھوں
کے خلاف جہاد کی دعوت دی انہیں معلوم ہوا کہ وہ حج پر جا رہے ہیں لہٰذا احمد
شاہ کو خطرہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے قاصد کے پہنچنے سے پہلے اُمیر نصیر خان حج
کے ارادے سے قلات سے روانہ ہو چکے ہوں انہوں نے تیز رفتار گھوڑے
سواروں کا ایک وفد قلات روانہ کیا اور انہیں پنجاب میں مسلمانوں کی زبوں حالی
اور سکھوں کے ظلم و تشدد کی تفصیلات سے بذریعہ خط آگاہ کیا انہوں نے اس
مسلم بچاؤ پالیسی کی کامیابی کو حج سے افضل تر دینی خدمت قرار دیا اور انہیں
پرزور الفاظ میں جہاد میں شرکت کی اپیل کی۔ چنانچہ احمد شاہ ابدالی کے قاصد کو اُمیر
نصیر خان نے کہا کہ وہ فوراً احمد شاہ کے پاس پہنچ کر اُن کو مطلع کریں کہ وہ آرہے ہیں

احمد شاہ ابدالی کی بطرف پنجاب روانگی

ماہ اکتوبر ۱۷۶۲ء میں احمد شاہ ابدالی اٹھارہ ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ

قندھار سے بطرف پنجاب روانہ ہوا۔ اور سفر کے منازل طے کرتے ہوئے امین آباد میں۔ اُمیر نصیر خان اُمیر بلوچستان کے انتظار میں ڈیرہ ڈالا۔

اُمیر نصیر خان اُمیر بلوچستان کی پنجاب میں آمد

خزاں کا موسم تھا۔ اُمیر نصیر خان دستہ ساراوان کو گنداوہ پہنچنے کا حکم دیا خود جھالاوان پہنچ کر زہری میں کیمپ لگا کر دستہ جھالاوان کے ساتھ درہ مولہ گنداوہ پہنچا۔ چنانچہ گنداوہ سے بارہ ہزار بلوچ لشکر کے ساتھ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۷۶۴ء میں سکھوں کے خلاف جہاد کے سلسلے میں پنجاب کی طرف روانہ ہوا راستہ گنڈکوٹ، شکارپور منزل و مراحل طے کرتے ہوئے اُمیر نصیر خان جب ڈیرہ غازی خان پہنچا تو سردار غازی خان ہشتم نے اُن کا استقبال کیا بوقت روانگی اپنے لشکر کے ساتھ اُمیر نصیر خان کے ساتھ شامل ہو کر جہاد کے لیے روانہ ہوا۔ دریائے چناب کو پار کیا اُمیر نصیر خان مع اپنے فوج کے احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان سے امین آباد میں جا ملا۔

علامہ نور محمد گنجابوی کا تعارف

علامہ نور محمد کھوسہ بلوچستان کے ضلع کچھی شہر گنداوہ کا باشندہ تھا جسے قدیم زمانہ میں گنجابہ کہتے تھے۔ اسی شہر میں وہ امیر نصیر خان نوری کے دور (۱۷۴۹ء ۔ ۱۷۹۳ء) حکمرانی میں قاضی القضاۃ بھی تھا حکمران بلوچستان کا ہم عصر درباری مصاحب کے علاوہ حکومت بلوچستان کی مذہبی وزارت کے شرائع دیوان کے تین رکنوں میں سے ایک رکن بھی تھا جب امیر نصیر خان نوری سکھوں کے خلاف جہاد کے

Scanned with CamScanner

سلسلے میں بطرف پنجاب روانہ ہو گئے تو انہوں نے علامہ نور محمد کو بھی ہم سفر ہونے کا حکم صادر فرمایا اور اُن کے ذمہ یہ کام سپرد ہوا کہ وہ جہاد کے دوران تمام چشم دید واقعات کو قلمبند کرے چنانچہ علامہ موصوف نے قلات سے روانگی پنجاب میں تمام جنگوں کی تفصیلات اور ہندوستان سے دلی بطرف بلوچستان کے تمام حالات قلمبند کئے چونکہ علامہ خود فارسی زبان کا بہت بڑا شاعر تھا لہذا انہوں نے بجائے نثر کے تمام حالات اور واقعات کو شعر میں قلمبند کیا اور کتاب کا نام "جنگ نامہ تحفۃ النصیر" رکھا، انہوں نے اپنی کتاب پر خود یہ نام رکھا جو ہر لحاظ سے بہت موزوں ہے۔ چونکہ اس میں جہاد کی جنگوں کا تذکرہ ہے اور پھر انہوں نے اس کتاب ارکان ہو چکا بطور تحفہ پیش کیا چونکہ حکمران کا نام امیر نصیر خان تھا لہذا کتاب کو "جنگ نامہ تحفۃ النصیر" کے نام سے موسوم کیا گیا لہذا اس سال میں مہم کے تاریخی واقعات تفصیل کے ساتھ اس باب میں تحریر کئے جائیں گے. علامہ نور محمد گنجابوی اپنی تصنیف کرنے کے بارے میں یوں کہتے ہیں:-

بفرمود خان زمان بارہا — بمن از تلطف کہ نورانیا

بار ہا امیر نے حکم فرمایا — ازراہ کرم مجھ سے کہا

چو ایک کتاب ز تصنیف خویش — نسازی چو تصنیف سازان پیش

آپ کیوں ایک کتاب تصنیف نہیں کرتے — جیسے کہ آپ سے پہلے علماؤں نے تصنیف کی ہے

کہ نامت بماند دریں روزگار — بہ بزم خرد پروران یادگار

تاکہ آپکا نام اس دنیا میں باقی رہے — اور تصنیف و دانشوروں کی دنیا میں یادگار رہے

علامہ نور محمد اپنے قاضی القضات ہونے کے بارے میں یوں لکھتا ہے.

پدر پیشہ ام است قاضی گری — بہ قاضی گری ضم بود شاعری

قاضی گری میرا آبائی پیشہ ہے — قاضی ہونے کے علاوہ شاعر بھی ہوں.

من اول بہ گنجابہ قاضی بُدم | در اشغال آں اُمر راضی بُدم
میں ابتدا میں گنجابہ میں قاضی تھا | میں اپنے اس پیشے سے مطمئن تھا
کہ ہفتاد لشت از آب وجد مرا | بموروثہ مے آمدہ ایں قضا
قاضی گری مجھے اپنے آباواجداد سے | ورثہ میں ملی ہے

احمد شاہ ابدالی اور امیر نصیر خان کا لاہور شہر میں داخل ہونا

جب امیر نصیر خان ایمن آباد میں جہاں احمد شاہ ابدالی اُن کا انتظار کر رہا تھا ساتھ مل گیا۔ اس کے دوسرے دن بلوچ وافغان لشکر اپنے سربراہوں کے ساتھ لاہور شہر میں داخل ہو گئے۔ احمد شاہ ابدالی نے جابجا افغان لشکر کے کیمپ لگائے۔ امیر نصیر خان شاہدرہ کے مقام پر جہانگیر کے مقبرہ کے پاس ڈیرہ ڈالا

سکھوں کا لاہور پر حملہ

سکھوں کا لشکر جو مٹی جنگل میں چھپا بیٹھا تھا۔ دوسرے دن علی الصباح لاہور پر حملہ کر دیا امیر نصیر خان نے سکھوں پر بڑھ بڑھ کر حملے کئے اور جوش جہاد میں اس قدر از خود رفتہ ہو گیا کہ لشکر کی تنظیم اور طریق جنگ سے بے نیاز ہو کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور صفوں کو چیرتا ہوا تن تنہا سکھوں کے قلب لشکر میں جا گھسا اسی اثنا میں سردار چتر سنگھ جو سکھوں کا سپہ سالار تھا موقع پاکر امیر نصیر خان پر اچانک حملہ کیا لیکن امیر نصیر خان کے سنبھلنے پر مقابلہ کی تاب نہ لاکر پیچھے ہٹ گیا۔ امیر نصیر خان نے اس کا تعاقب کیا کہ پاس سے ایک اور سکھ نے امیر موصوف پر گولی چلائی گولی امیر کے گھوڑے کو لگی امیر نصیر خان نہایت چستی سے پھر اٹھ

گھرا ہوا اس اُفتاد میں اس کی پگڑی سر سے گر چکی تھی اور اس کے لمبے لمبے بال کندھوں پر آویزاں ہو چکے تھے قریب تھا کہ ایک اور سکھ جو گھوڑا بڑھا کر اس کے سر پر تلوار سے وار کرتا کسی اور سکھ نے چلا کر کہا کہ مارتا اپنا بھائی ہے۔ یعنی سکھ ہے اس وقت بلوچ بھی لمبے بال اور گھنی داڑھی رکھتے تھے اس سے سکھ کو مغالطہ ہوا اس نے سکھ سمجھ کر امیر نصیر خان کے قتل سے اپنا ہاتھ روک لیا

امیر نصیر خان کو نرغے سے نکالنا

امیر نصیر خان اب تک سکھوں کے نرغے میں تھا کہ اُس کے دو خاص ملازم میر منگل اور محمد حسین جان پر کھیل کر اُس کے پاس پہنچ گئے محمد حسین نے اپنا گھوڑا امیر نصیر خان کو دیا اور خود سکھوں کے ساتھ پیدل لڑتے لڑتے شہید ہو گیا اسی دوران میں میر مزار محمد حسنی سردار گوہرام خان مگسی اور میر عبدالنبی رئیسانی ایک دستے کے ساتھ امیر موصوف کی امداد کو پہنچ گئے اور سینہ سپر ہو کر سکھوں کے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ آخر کار بلوچ لشکر نے امیر نصیر خان کو سکھوں کے نرغے سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اگرچہ طریق جنگ غلط تھا لیکن بلوچ لشکر کا استقلال شجاعت اور جان نثاری قابل داد تھی بلوچوں نے محض اپنی دلیرانہ قربانی سے سکھوں کے چھکے چھڑا دیئے اور آخر کار سکھ کئی لاشیں میدان میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔

غلط طریقہ جنگ سے نقصانات

امیر نصیر خان کے اس غلط طریقہ جنگ اور دیوانہ وار حملے کی وجہ سے

بلوچوں کو بھاری نقصان ہوا۔ ان کے اچھے اچھے اور بہادر بلوچ اور جانثار سردار مثلاً سردار احمد خان بلیدی، سردار گوہرام خان گمسی اُس کا بیٹا میرزا محمد حسنی اور محمد حسین شہید ہو گئے۔

علامہ نور محمد گنجابوی، سردار گوہرام خان گمسی اُس کا بیٹا اور سردار احمد خان بلیدی کے سکھوں کے ساتھ جنگ اور شہادت کا یوں تذکرہ کرتا ہے۔

قراول دران روز از طرف خان
اس روز خان کی طرف سے
سرنگیان بود گوہرام خان
قراول پر سردار گوہرام خان گمسی متعین تھے

دگر خان احمد بلیدی لقب
ان کے ساتھ احمد خان بلیدی
باد بود ہمراہ رنج و طرب
بھی ہر رنج اور خوشی میں ساتھ تھے

برانگیخت اسپ ان تہمتن سیر
وہ بہادر گھوڑے کو اشتعال دے کر
بزد در صفوف سکھ بد کمر
بد شہرت سکھوں کی صفوں میں داخل ہوگیا

کہ تنہا چرا من بجنت روم
میں اکیلا جنت کیوں جاؤں
ہمان بہ کہ با پور دیگر شوم
بہتر یہی ہے کہ بیٹے کے ساتھ جاؤں

چو پور و پدر ہر دو آمیختند
باپ اور بیٹے نے مل کر
قیامت بر سکھان بر انگیختند
سکھوں پر قیامت کا سما پیدا کیا

ہزار آفریں بر پسر ہم پدر
باپ بیٹے پر ہزار آفریں ہو
بہمت فزون بود از یک دگر
جو ایک دوسرے سے ہمت میں بڑھ چڑھ کے تھے

در آخر ز پہلوی آن پہلوان
آخر میں اس پہلوان کی پسلی میں
یکے زان سکان نیزہ زد آنچنان
ایک سکھ نے ایسا نیزہ پیوست کیا

کز آن نیزہ پہلوے او بر درید ‏ ‏ ‏ ‏ ز زین بر زمین شہادت رسید

اُس نیزہ کے وار سے اسکی پسلی دو ٹکڑے ہو گئی ‏ ‏ ‏ ‏ زین سے گر کر زمین پر شہید ہوئے

پسر نیز در راندن تیغ تیز ‏ ‏ ‏ ‏ قصورے نکردہ ہمی در ستیز

بیٹا بھی تیز تلوار کے چلانے میں ‏ ‏ ‏ ‏ اُس نے جنگ میں کوئی غلطی نہیں کی

باب دہم

امیر نصیر خان کے سر کے بال منڈوانے کا واقعہ

روایت ہے کہ میدان جنگ میں سکھوں کو مار بھگا کر امیر نصیر خان جب واپس اپنے کیمپ میں آیا تو حجام کو بلا کر اس نے بلا تامل اپنے سر کے لمبے لمبے بال منڈوا دیئے جب سرداروں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتلایا کہ ان بالوں کی وجہ سے آج وہ کفار سے مشابہ ہو کر شہادت سے محروم رہا اس لیے اب ان بالوں کا رکھنا میں حرام سمجھتا ہوں کہتے ہیں کہ امیر نصیر خان کی یہ باتیں سن کر کئی دوسرے بلوچ سرداروں اور لشکریوں نے اس دن اپنے لمبے لمبے بال منڈوا کر امیر نصیر خان کی تقلید کی۔

امیر نصیر خان کے سر کے بال منڈوانے کے واقعہ پر تبصرہ

تاریخ کی پرانی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانے میں برصغیر ہند و پاکستان کے اکثر بیشتر علاقوں کے باشندے سر کے لمبے لمبے بال رکھتے تھے

سکھ مذہب کے بانی گورو نانک تھے ان کے زمانے میں سکھ سر کے لمبے بال
نہیں رکھتے تھے۔ سکھ مذہب اس لیے وجود میں آیا کہ ہندو مذہب پر برہمنوں
کا غلبہ ختم کیا جا سکے گورو نانک نے اس غلبہ کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا گورو نانک
نے ۱۵۳۹ء میں وفات پائی ہندوستان کے مغل بادشاہ اورنگ زیب کے زمانے
میں سکھوں کا نواں گورو تیغ بہادر سنہ ۱۶۶۳ء میں گدی نشین ہوا یہ شروع سے اورنگ
زیب کا سخت مخالف تھا اس کے دور میں سکھوں نے پنجاب میں لوٹ مار شروع
کردی آخر حکومت نے سرکاری کارروائی کر کے پنجاب میں امن وامان قائم کیا
تیغ بہادر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا جس سے سکھوں اور سلطنت ہندوستان کے
مسلمان مغل بادشاہوں کے درمیان بے اعتمادی پیدا ہوگئی سکھوں کے دسویں
اور آخری گورو گوبند سنگھ نے سنہ ۱۶۷۵ء اور سنہ ۱۷۰۸ء کے مابین پنجاب میں سکھوں
کو بہترین فوجی تربیت دی اس نے ضلع ہوشیار پور میں انندپور کو اپنا صدر مقام
بنایا اسی زمانے میں سکھوں نے موجودہ شکل وصورت اختیار کی خالصہ کہلائے
اور کیس یعنی بال رکھنے کے علاوہ کرپان، کچھا، کنگھا اور لوہے کا کڑا پہننا شروع
کیا اس کے مقابلے میں بلوچ اسلامی دور کے خلفائے راشدین خاندان بنی امیہ
و خاندان بنی عباس کے دور سے سر کے بال لمبے رکھتے چلے آرہے ہیں جس کی
تصدیق ان کے تمام اسلامی ادوار کے مورخین کے تاریخی حوالوں نے کی ہے
معلوم ہوا امیر نصیر خان نے اپنے اجداد کی روایت کو صرف ایک سکھ کی میدان
جنگ میں اس رائے زنی کہ "انکے بال لمبے ہیں یہ ہمارا بھائی ہے۔ اسے
مت مارو" پر جذبہ میں آکر یہ رسم ترک کر کے اپنے بال کیوں کٹوائے مجھے
سمجھ نہیں آتی میں اس تاریخ کا مصنف ہوں اور امیر نصیر کے خاندان سے ہوں۔

Scanned with CamScanner

میں نے بال منڈوانے کا یہ قصہ اپنے بزرگوں سے کبھی نہیں سنا ہے اور نہ ہی مستند تاریخی کتابوں سے اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ مجھے معلوم ایسے ہوتا ہے کہ امیر نصیر خان کے دربار کے کسی خوش فہم ملازم نے یہ قصہ گھڑا ہوگا اور بعد میں لوگوں میں یہ قصہ روایتاً مشہور ہوگیا ہوگا۔

قلعہ گرو چک پر حملہ

سکھوں کے ساتھ پہلی مڈبھیڑ کے بعد احمد شاہ ابدالی اور امیر نصیر خان اب لاہور میں ہی مقیم تھے کہ قلعہ گورو چک میں پھر سکھوں کے جمع ہونے کی اطلاع ملی چنانچہ پانچ ہزار سواروں کا ہراول دستہ قلعہ گورو چک پر چھاپہ مارنے کے لیے احمد شاہ ابدالی نے روانہ کر دیا۔ سکھوں کو اس ہراول دستہ کی روانگی کی بروقت اطلاع پہنچ گئی اور انہوں نے تیار ہو کر چھاپہ مارنے والے دستے کا مستعدی سے مقابلہ کیا لیکن تیس لاشیں میدان میں چھوڑ کر گورو چک سے فرار ہوگئے اور مجاہدین نے گورو چک کو تاخت و تاراج کیا۔

اس حملے کے بارے میں علامہ نور محمد گنجابوی جنگ نامہ میں تفصیلات سے یوں بیان کرتا ہے۔

روان گشت شاہ سپہ شد روان — خوانین افغان عالی مقام

شاہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوا — انکے ساتھ تمام افغان سردار روانہ ہوئے

بلوچان غازی سب فوج فوج — روان شد سپہ فوج خان بلوچ

بلوچ غازیوں کی فوج بھی حرکت میں آگئی — نصیر خان کی راہنمائی میں خان بلوچ نے

سر شب مدد رو افتاد و شب چہارمیں — رسیدند بر چک بصدق و یقین

تین راتیں راستے میں رہیں چوتھی رات — تمام فوج چک میں ... پہنچ گئی

سکاں پیش تر۔ زو خبر یافتند
کہ شیران براں سنگ دلان آمدند

سکھوں کو اس حملے کی پہلے سے ہی اطلاع ملی
کہ بہادر بلوچ افغان اُن پر حملے کرنے آ رہے ہیں

از انجا چک ہم گریزان شدند
گریزان و افتان و خیزاں شدند

چک سے بھی سکھ بھاگ گئے
اور گرتے پڑتے نہایت شتابی کے ساتھ چلے گئے

ز دلشکر شہ بہ چک چون رسید
ازاں کافراں ہیچ کس را ندید

شہ اور بلوچ افغان لشکر جب چک پہنچا
تو وہاں کافروں میں سے کسی کو بھی موجود نہیں پایا

مگر چند کس در حصار اندرون
بماندہ کہ مغروراں بریزند خون

مگر قلعہ میں چند نفر موجود تھے
تاکہ یہ گھمنڈی اپنے خون بہائیں

چو دیدند شاہ و نکو نام را
ہماں لشکر دین اسلام را

جب انہوں نے حکمران عالی کو دیکھا
کہ اُس کے ساتھ اسلامی لشکر آ رہا ہے

برون آمدند جملہ از حصار
کہ سی تن بدند آں سکاں در شمار

وہ قلعے سے باہر نکل آئے
یہ سکھ تعداد میں کل تیس تھے

نکردند یک ذرہ ترس و باک
ز خوف از قتل و بیم از ہلاک

یہ نہ ڈرے اور نہ خوفزدہ ہوئے
اور نہ ہی اپنے قتل اور نہ اپنے ہلاک ہونے پر ڈرے

بآں غازیان چون درآویختند
درآویختن خون خود ریختند

جیسے ہی غازیوں پر حملہ آور ہوئے
حملہ آور ہو کر اپنا خون بہایا

ہمہ قتل گشتند سکاں لعین
بہ رفتند در اسفل السافلین

یہ سارے سکھ مارے گئے
اور یہ دشمن سکھ سب قتل ہوئے

ندیدند اسلامیان راست و چپ
ندیدند کس زاں سکاں بے ادب

اسلامی لشکر نے اِدھر اُدھر تلاش کیا
مگر کوئی سکھ دشمن نظر نہیں آیا

بناچار شاہ جہاں بازگشت　　بفتح و ظفر شاہ دمساز گشت
مجبوراً شاہ نے مراجعت کی　　فتح و کامرانی کے ساتھ (واپس ہوا)

قلعہ گوروچیک پر احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان اور امیر نصیر خان امیر بلوچستان کے حملے کے بارے میں علامہ نور محمد گنج ابوی نے اشعار میں جو منظر کشی کی ہے۔ وہ اشعار ہم نے اوپر اردو ترجمے کے ساتھ قارئین گرامی کی معلومات کے لیے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

دوآبہ کی پہلی لڑائی

قلعہ گروچیک کی تاخت وتاراج کے بعد احمد شاہ نے دوآبہ کے مقام پر پھر سکھوں کو للکارا ایک مختصری لڑائی کے بعد سکھوں نے یہاں سے بھی راہ فرار اختیار کرنے کو مرنے پر ترجیح دی۔

لاہور میں احمد شاہ ابدالی کی اہم کانفرنس

دوآبہ کی پہلی لڑائی کے بعد احمد شاہ ابدالی نے اپنے فوجی سرداروں کی ایک میٹنگ طلب کی اور امیر نصیر خان امیر بلوچستان کو بھی اس میٹنگ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ سوال یہ تھا کہ اسلامی لشکر جہاں جاتا ہے سکھ وہاں سے راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ جم کر مقابلہ نہیں کرتے۔ اس صورت حال میں کیا جنگی حکمت عملی استعمال کی جائے۔ تاکہ سکھوں کو نیست ونابود کیا جا سکے ہر افغان سردار نے اپنی رائے دی مگر جب امیر بلوچستان امیر نصیر خان کی باری آئی تو انہوں نے احمد شاہ ابدالی کو یہ رائے دی۔ آپ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ سرہند جا کر قیام

کریں وہاں آپ کو دہلی اور تمام اطراف کے سکھوں کی جنگی صورت حال پوری طرح حاصل ہوں گی تب اُن حالات میں مصلحت کے مطابق جنگی کارروائی کی جائے چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے امیر بلوچستان کی رائے کو بالکل صحیح قرار دے کر سرہند کی طرف روانہ ہوگئے۔

اس واقعہ کو امیر نصیر خان کے مشیر علامہ نور محمد گنجابوی جنگ نامہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

بہ طلبید نام آوران جہان
خوانین افغان و دتر دران

احمد شاہ ابدالی نے ناموروں اور
اپنے افغان فوجی سرداروں کو طلب کیا

فرستاد آدم بہ خان زمان
گرامی خان ترا خواست شاہ جہاں

اس نے امیر بلوچستان کے پاس قاصد بھیجا
کہ اے خان آپکو شاہ یاد فرماتے ہیں

ہمہ نامور باشند انجمن
بہ پیش شہنشاہ دشمن شکن

جب سب نامور سردار
شاہ کے پاس جمع ہوگئے

بفرمود شاہ جہاں با سران
گرامی نام داران و نام آوران

شاہ نے اُمرائے کرام
سے کہا کہ اے نام وارو

چہ تدبیر سازیم ز سکھ لعین
کہ بر جا شویم از سر خشم و کین

ان دشمن سکھوں کے بارے میں
کیا سرزنش کی راہ اختیار کریں

ہمانند سکھا گریزان شوند
بہ جا کہ تازیم آنجا روند

یہ سکھ ایک جگہ نہیں ٹھہرتے
جدھر ہم جاتے ہیں اُدھر سے بھاگتے

ہر کس ہر آنچہ بدل داشت گفت
شہنشاہ بہ یک یک سخن می شنفت

ہر ایک نے اپنی رائے دی
شاہ نے ہر ایک کی بات سنی

چو نوبت بخان زمان در رسید
جب امیر بلوچستان کی باری آئی
کہ آخر تو ہم گوئی چیزے ازیں
آپ بھی اس بارے میں ارشاد کریں
از ینجا بود مصلحت رفتنت
مصلحت یہ ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں
کسی گر آزان کافران خدنگ
اگر آن بد صورت مرتدوں سے
بہ اقبال تو گردد آن سگ تباہ
آپکی بلندی اقبال سے وہ سگ تباہ ہوگا
دگر یہ سرہند چندین درنگ
دیگر چند روز کے لیے سرہند میں
بسرہند چون رفتہ آوازہ ات
جب آپ کی آنے کی خبر سرہند
فتد لرزہ در کافران لعین
دشمنوں میں کپکپی کی لہر دوڑ جائے گی
چو خان بلوچ این سخن را بگفت
جب خان بلوچ نے اس طرح ارشاد فرمایا
بگفتا کہ اے خان خوش گفتہ
شاہ نے کہا مرحبا اے خان کیا اچھی بات کی

شہنشہ نگہ کرد سوئیش بدید
شاہ اُنکے طرف مخاطب ہو کر کہا
کہ آید بدام آن سگان لعین
کہ یہ بدطینت سکھ کیسے دام میں پھنس گئے
بدنبال سکھائی پہ شیطنت
شیطان صفت سکھوں کے پیچھے
بیاید مقابل بمیدان جنگ
کوئی مقابلہ کے لیے آئے
شود کشتہ یا بستہ آن روسیاہ
یا وہ مارا جائے گا یا قید ہو جائے گا
بکن اے خداوند ناموس و ننگ
اے شاہ عالم پناہ قیام کریں
بدہلی رسد ای فلک مرتبت
سے دہلی پہنچ جائے اے عالی مقام
کہ آمد شہنشاہ رو سے زمین
کہ بادشاہ عالم پناہ پہنچ گئے
پسندیدہ شاہ چون گل شگفت
تو شاہ کو یہ بات بہت پسند آئی
نہ خوش گفتہ بلکہ در سفتہ
اچھی بات کیا بلکہ دانش کی بات کہی

سرہند میں قیام

دوآبہ سے احمد شاہ ابدالی و امیر نصیر خان سرہند پہنچے یہاں آلا جات پٹیالہ ریاست کے بانی احمد شاہ کے سلام کو آیا اور مطیع ہو گیا اُس نے احمد شاہ سے استدعا کی کہ اُسے سرہند کا علاقہ دیا جائے اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس تباہ شدہ شہر کو پھر آباد کرے گا۔ احمد شاہ ابدالی نے سکھوں میں تفرقہ ڈالنے کی غرض سے اُسے راجہ کا خطاب دیا خلعت اور طبل عنایت کئے اور اسے ساڑھے تین لاکھ روپے سالانہ خراج پر سرہند کا گورنر مقرر کیا پھر آلا جات سنگھ نے احمد شاہ ابدالی کی لاہور تک رفاقت کی اور رہنمائی کی۔

علامہ نور محمد گنجابوی آلا جات کے بادشاہ کے حضور میں آنے کے بارے میں جنگ نامہ میں یوں کہتا ہے۔

دراں ملک سرہند بودہ سرے — سری نے کہ بد سروری لشکرے
سرہند کے ملک میں ایک امیر تھا — کافی دبدبے والا امیر تھا
زمیندار بود اندر آں سرزمین — ہم او حاکم و ضابطہ ہم آمین
اس سرزمین کا بڑا زمیندار تھا — زمیندار ہونے کے علاوہ علاقہ کا حاکم بھی تھا
ولی بود آں دگبر زنار دار — شب و روز بد بت پرستش کار
لیکن وہ ہندو تھا — بلکہ رات دن بتوں کی پوجا کیا کرتا تھا
بر شاہ جہاں بود خدمت گزار — بخدمت گری داشتی روز گار
وہ بادشاہ کا فرمان بردار تھا — اُس کا کام خدمت گزاری تھا

دوآبہ کی دوسری لڑائی

احمد شاہ جب سرہند سے واپس ہوا دریا کے اُس پار احمد شاہ کو اطلاع ملی کہ تمام بڑے بڑے سکھ سردار تیس ہزار کی ایک کثیر فوج کے ساتھ دوآبہ میں پھر اُس کا راستہ روکے پڑے ہیں چنانچہ احتیاط سے دریا پار کر کے احمد شاہ نے کنارہ دریا پر کیمپ لگا دیا۔ دوسرے دن علی الصبح دوآبہ کی طرف سے سکھوں کا لشکر نمودار ہوا اس دفعہ تمام بڑے بڑے سکھ سردار مثلاً لہنا سنگھ جھنڈا سنگھ، جے سنگھ، ہری سنگھ، گجر سنگھ، چڑت سنگھ اپنے اپنے دستوں کے ساتھ سکھ لشکر میں شامل تھے۔ احمد شاہ ابدالی نے اپنی فوج کو ترتیب دی۔ بلوچی کے لشکر کو امیر نصیر خان کی سرکردگی میں بائیں بازو پر رکھا دائیں بازو پر شاہ ولی خان جہان خان، شاہ پسند خان، ضابطہ بیگی وغیرہ تھے سکھوں کے دائیں طرف چڑت سنگھ، جھنڈا سنگھ، لہنا سنگھ اور جے سنگھ تھے بائیں طرف رام داس، ہیرا سنگھ بھنگی، گلاب سنگھ اور گجر سنگھ اس دفعہ احمد شاہ نے امیر نصیر خان کو پہلے ہدایت کی کہ اپنی جگہ سے بلا حکم ہرگز آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے چنانچہ جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو چڑت سنگھ دائیں بازو پر امیر نصیر خان کے مقابلہ پر تھا اُس نے بائیں بازو پر سخت دباؤ ڈالا اور بڑھ بڑھ کر حملے کیے لیکن بلوچی لشکر کو متزلزل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ ہر بار منہ کی کھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتا رہا لڑائی عین شباب پر تھی جب امیر نصیر خان کو احمد شاہ کا اشارہ ملا ہمارے دائیں بازو والے اپنی بہادری کے گھمنڈ اور فتح کے غرور میں سکھوں کے مقابلہ میں بہت آگے نکل چکے ہیں اور سکھ جو کہ نہایت سفاکی اور بہادری سے لڑ رہے

ہی جلد میدان چھوڑنے والے نہیں مجھے یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ کہیں ہمارے دائیں بازو کو گھیرے میں لے کر باقی فوج سے کاٹ نہ دیں اس لئے آپ سکھوں کے دائیں بازو پر حملہ کر کے لڑائی کا پانسہ پلٹ دیں چنانچہ امیر نصیر خان نے ایسا پرزور حملہ کیا کہ پہلے ہی ریلے میں سردار چڑتو سنگھ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ قاضی نور محمد لکھتا ہے کہ اس دن امیر بلوچستان نے تلوار میان سے نہیں نکالی بلکہ صرف نیزہ کی اَنی سے دشمنوں کو چھیرتا رہا بلوچوں کے اس بے پناہ حملہ سے سکھوں کی صفوں میں ابتری پھیل گئی اس سے احمد شاہ ابدالی کے دائیں بازو کو سنبھلنے کا موقع مل گیا آخر کار سکھ لشکر کو گروہ گروہ میں بانٹ کر فرار ہونے پر مجبور کر دیا اس لڑائی میں سکھوں کے ایک ہزار چھ سو چوبیں آدمی مارے گئے۔ بقایا لشکر نے راہ فرار اختیار کی۔

دوسرے دن سکھ پھر نمودار ہوئے لیکن ایک مختصر لڑائی کے بعد چار سو لاشیں میدان میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ الغرض سات دن تک سکھ سردار احمد شاہ ابدالی کو اس طرح دق کرتے رہے جمع جمع ہو کر مقابلہ کرتے اور معمولی سی لڑائی لڑ کر پھر فرار ہوتے اور جنگلوں میں چھپ جاتے آخر کار احمد شاہ اور امیر نصیر خان اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھے ساتویں دن سکھوں سے لڑتے بھڑتے اسلامی لشکر دریائے راوی کے کنارے پر جا پہنچا۔

علامہ قاضی نور محمد گنج آبوی اس جنگ میں امیر نصیر خان امیر بلوچستان اور بلوچ قومی فوج کی رزم آرائی کی منظر کشی اس طرح کرتا ہے۔

برآمد بہ زین خان عادل بلوچ	روان شد بہ میدان رزم با فوج
بلوچوں کا عادل امیر گھوڑے پر نکلا	فوج کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچا

بلوچاں ہمہ ہم چو شیر غریں — بگفتند ہاں جنگ دین جنگ دیں

تمام بلوچ غراتے شیر کے مانند — پکارتے رہے کہ یہ دین کی جنگ ہے

اگر کشتہ گردیم جنت رویم — وگر زندہ بیاییم غازی شویم

اگر مارے گئے جنت جائیں گے — اگر واپس زندہ آئے تو غازی ہوں گے

بدست چپ آں نامور پہلواں — سپہ دار دین خان عالی مکاں

دائیں طرف وہ نامور بہادر — فوجوں کا سپہ سالار امیر بلوچستان تھا

بفوج بلوچاں جنگ آزمائے — جواناں چوں پیلاں بہ فولاد خائے

بلوچوں کے جنگ آزمودہ سپاہی — جو ہاتھی کی طرح قوی اور فولاد کی طرح مضبوط تھے

ہمہ با سلاح و ہمہ با تفنگ — ہمہ موینہ پوشش مثل پلنگ

سب بندوق اور ہتھیاروں سے لیس تھے — سب چیتے کی طرح گرم وردی میں ملبوس

بفوج یزداں دیں یکسرہ — بگیرند جا در صف میسرہ

بلوچوں کی فوج کے تمام نوجوان — بائیں بازو پر متعین کر دیئے گئے

اس جنگ میں بلوچ قبائل کے امرا کے بارے میں اُن کے جنگی کارنامے کو علامہ نور محمد گنجابوی اس طرح بیان کرتا ہے۔

یکے میر زرک مبارک سیر — کہ زہری لقب دارد آں نامور

ایک میر زرک نیک خصلت — جو زہری قبیلے کا نامور سردار تھا

کہ با خان خویش ست ہم نوکرش — بصدق و صفا ست فرماں برش

کہ وہ امیر بلوچ کا ملازم اور رشتہ دار ہے — صدق دل سے اس کا فرمان بردار ہے

دوئم میر گوہرام گمشی کہ او — بود پیش خان از وفا سرخرو

دوسرے میر گوہرام گمشی وہ — امیر بلوچستان کے سامنے سرخرو ہوا

دگر میر دوسری ایل رند — ذیک ایل بکر دگر ایل چنہ

میر میرو رند قبیلے کا سردار — جو کئی ایک طائفوں کا سردار ہے

ہماں میر لو میر زہری لقب — ودست اُمدش از حسب و نسب

میر لو میر موسیانی جو میر زہری — کی اولاد ہے اپنے نسب پر پورا اُترا

سر مینگلاں بود میم خان امیر — دگر میر رحمت ایل شیر گیر

مینگل قبیلے کا سردار میر میم خاں — اور میر رحمت شیر افگن ہیں

از رحمت بران میر رحمت بود — سزا دار لطف و عنایت بود

خدا کی رحمتیں اُس میر رحمت پر نازل ہوں — جو عمدگی اور مہربانی کا پیکر ہے

بہر دم بہر ساعت آں شیر جنگ — بہ ہمراہ خان بود و میکرد جنگ

وہ بہادر ہر وقت مسلسل — امیر بلوچان کے ہمراہی میں رہ کر مصروف جنگ تھا

ہماں سرودی ایل محمد حسین — مزار شہید آں جوان قطن

وہ سردار محمد حسین — وہ نوجوان بہادر جو شہید ہو گیا

دگر چاکر میر بازو جنگ — شب و روز بودند در تاخت و تنگ

میر چاکر اور میر بازو جنگ — دن رات پیہم مصروف جنگ تھے

ز ساسولیاں سرورے خوش سیر — بہادر شہید و صفر خان دگر

ساسولیوں کے خوش طبع سردار — بہادر شہید اور صفر خان تھے

ز ہاروناں میر یعقوب خان — کہ دارد دل دوست و بازو تواں

میر یعقوب ہارونی جو — بڑے دل والا اور طاقتور جوان تھا

دگر خان رحیم ست چوں سرخ شیر — بمیدان مردان چو رستم دلیر
دوسرا رحیم خان نڈر ہے — جو میدان کارزار میں رستم کی طرح ہے
بے ڈخان در بزم و در رزم تیز — ندارد مثل آن یل پر تیز
بے ڈخان امن اور جنگ — میں باعمل اور باتدبیر ہے
ز پنجاریاں میر شاہ بیگ دان — علیداد پندرانی آن نوجوان
پنجاریوں میں میر شاہ بیگ نامور رزم آرا — علی داد پندرانی جوان پندرانیوں کا رہبر تھا
امیر کمال خان از خرد باکمال — ز خضرانیاں سرورے خوشخصال
امیر کمال خان ایک ذی ہوش شخص تھا — خو خضرانیوں کا بہادر سردار تھا
قلندرزئی ہم در آن روز جنگ — نکردند تقصیر در نام و ننگ
اس روز کی جنگ میں قلندرزئی — بھی سردھڑ کی بازی لگا کر لڑے
گرگمیں زئی گر بپرسی سخن — ورے شیر اند چون پیلتن
اگر گرگمیں زئی کا حال سنو — تو وہ بھی شیر کی طرح لڑے میدان جنگ میں

یہ تو جھالاوان کے دستے کے فوجی افسر تھے جن کا قاضی علامہ نور محمد گنجابوی نے دوران جنگ بہادری سے لڑنے کی تفصیلات بیان کیں
اب وہ کچھی کے بلوچ قبائل کی جنگی اوصاف کو اس انداز میں بیان کرتا ہے۔

چو بشنیدی اوصاف از جہلیان — کنیم از بلوچی کچھی ہم بیان
آپ نے جھالاوان کے جنگی اوصاف سنے — اب ہم کچھی کے بلوچوں کے کارنامے بیان کریں گے
سر ڈومبکی با امیر جلال — کہ باشد جوان مرد نیکو خصال
ڈومبکی قبیلہ کا سردار میر جلال خان ہے — جو بہت اچھا نیک خصلت شخص ہے

Scanned with CamScanner

قدیمی بود سروری نیک خو
اچھے عادات کا سردار
تخزان بے انجمن میر خان
میر خان جو تیز و طرار سخن دان تھا
دلاور کہ بود از گلمن خان خلف
اس کا بیٹا گلمن خان بہت دلاور تھا
زمرانیاں میر فاضل نبرد
میر فاضل زمرانیوں کا جنگجو تھا
قلاتی جتوئی و گورام نیز
قلاتی جتوئی اور گورام بھی
موگراشہ سرکردہ اژدہا
موگراشہ قبیلہ کا سردار تھا
عمر خان شیخ و دگر جندے
عمر خان شیخ بھی ایک بہادر جوان ہے
سکان بارہا بر سر شیرہا
سکھوں نے کئی بار ان شیروں پر سخت حملے کئے
بلوچان غازی فشردند پا
غازی بلوچ جمع ہو کر اپنے مقام
پر ڈٹے رہے

محب علی الشجیع نامجو
محب علی جو بہت نامور بہادر تھا
کہ سرکردہ او دہ ز دنیاریان
دنیاری قبیلہ کا سردار تھا
ہمے آختے در جنگ خنجر بکف
جنگ میں خنجر کے ساتھ دشمن پر وار کرتا تھا
غلام علی نامجو نیک مرد
غلام علی بھی بہت بہادر نیک نام تھا
برادرے ہم بُد بہوش و تمیز
جنگ میں مردانہ وار پیش پیش تھے
دران رزمگاہ بدچو تند اژدہا
وہ میدان جنگ میں پھنکارتے سانپ کی طرح تھا
زیک دیگر افزون از پردئے
جو بہت بہادر اور نڈر ہے
زوندی بمیدان چو تند اژدہا
اژدہا کی طرح پھنکارتے ہوئے حملے کئے
ز فتنہ چو آن کوہ آہن زجا
لوہے کے پہاڑ کی طرح اپنی جگہ
سے نہ ہلے۔

دریائے راوی کی لڑائی

دوسرے دن جب احمد شاہ نے دریائے راوی کو پار کرنا چاہا سکھوں نے پھر مبازرت پیش کی اس دفعہ معلوم ہوتا تھا کہ سکھوں کا ارادہ جم کر فیصلہ کن جنگ لڑنے کا ہے سکھوں کی تعداد بہت زیادہ تھی دونوں لشکر آن کی آن میں صف آرا ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ گتھ گئے گھمسان کا رن پڑا سکھ نہایت تہور اور بہادری سے لڑے لیکن بہادر بلوچوں اور غیور افغانوں کے ساتھ ان کا بس نہیں چل سکا۔ آخر کار ہزاروں لاشیں میدان میں چھوڑ کر فرار ہو گئے اس دفعہ سکھوں کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ پھر ان کو احمد شاہ کے مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہو سکی احمد شاہ لاہور میں فتح کے شادیانے بجاتا ہوا داخل ہو گیا اور چند دنوں میں قیام کرنے کے بعد براستہ پشاور عازم کابل ہوا۔

اس جنگ میں قاضی نور محمد گنجابوی بلوچ زعما کے میدان جنگ میں شمشیر زنی کے کمالات کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

سروران ز رندیانی ل — جوانے دلاور بہ نام و نشان
رندیانیوں کے زعما — جو بہادری میں یکتا تھے
یکے میر عبدالنبی پر شرف — دگر میر جنگی تیغی بکف
ایک محترم عبدالنبی تھا — دوسرا امیر جنگی شمشیر زن تھا
مراد علی چون علی پہلوان — ز رو رستم فیروں بود تاب و توان
مراد علی علی پہلوان کی طرح — رو رستم سے بہادری میں بڑھ چڑھ کر تھا

چو حاجی محمد مجاہد دین — ز شہوانیاں سرور بے یقین

حاجی محمد خان مجاہد دین — جو قبیلہ شہوانی کا معزز سردار تھا

ز بنگلزئی خان بہادر امیر — تگ و تاز میکرد در دار و گیر

امیر بہادر خان بنگلزئی — میدان جنگ میں سرفروشانہ حملہ آور تھا

ز سلطان قائم خلعت یادگار — بدہ میر فاضل یل نامدار

سلطان قائم خان کا فرزند — میر فاضل بہت مشہور زمانہ جوان تھا

شد از میر جنگزو در آن جایگاہ — بروے سگان روز روشن سیاہ

میر جنگزو نے میدان جنگ میں — سکھوں پر روز روشن کو اندھیرا کر دیا

بشمشیر آن میر جنگی نبرد — ز سکھا بمیدان آورد گرد

میر جنگی کے تلوار کے کمالات سے — سکھوں کے فرار سے میدان گرد آلود ہوا

ز گرانیاں خان کریم — ہمے تاخت بر کافران رجیم

گرانیوں کا کریم خان — مردود کافروں پر متواتر حملے کرتا تھا

ز کردہا میر خداداد خان — دگر مارسنگ آن یل پہلوان

قبیلہ کرد کا سردار میر خداداد خان — اور اسکا ساتھی مارسنگ بہادر

محمد خان است از لہڑیاں — برائے غزا سخت بستہ میاں

محمد خان قبیلہ لہڑی کا سردار ہے — یہ سب غزا کے لیے تیار کھڑے ہیں

ہمان میر حیدر محمد شہی — بگویم کہ دارم ازو آگہی

وہ میر حیدر محمد شہی — جس کے متعلق مجھے معلوم ہے

نصورے ز کردہ از ایشان کسے — ہزار آفرین باد بہ ہر یکی

یہ سب مستعد ہوئے لڑنے جنگ میں — ہم ہر ایک کو ہزار آفرین کہتے ہیں

دریائے چناب کی طغیانی میں احمد شاہ کی افواج کا نقصان

جب احمد شاہ دریائے چناب کے کنارے پہنچا اس وقت موسم گرما تھا دریائے چناب پوری طغیانی پر تھا۔ دریا پر نہ کوئی پل تھا اور نہ ہی کشتیوں کا انتظام احمد شاہ نے دریا کی تیز روانی اور گہرائی کا غلط اندازہ لگایا اُس کا خیال تھا کہ جمنا کی طرح چناب کو بھی اسی طرح پار کیا جا سکے گا احمد شاہ نے سمجھ بوجھ سے کام نہ لیتے ہوئے سپاہ کو دریا میں گھوڑے ڈال کر پار ہو جانے کا حکم دیا قدم قدم پر دریا کی گہرائی اور روانی میں اضافہ ہو گیا یہاں تک کہ دریا کے وسط تک پہنچنے قبل ہی پانی سواروں کی گردنوں تک آ پہنچا اُونٹ اور گھوڑے پانی میں ڈھلکنے لگے جانور تھک کر پانی کے دھارے کے ساتھ ساتھ پلٹیاں کھانے اور بہنے لگے بقول قاضی نور محمد گنجابوی۔ سپاہ میں ابتری اور نفسا نفسی پھیل گئی عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار سے ہنگامہ محشر برپا ہو گیا ہزاروں مرد، عورتیں، بچے، اونٹ، گھوڑے اور گدھے غرقاب ہو کر دریا میں بہہ گئے، اشیائے خورد و نوش اور سامان حرب کا بے شمار نقصان ہوا۔ بہرحال نقصانات عظیم کے بعد احمد شاہ نے دریا کو پار کیا۔ قاضی نور محمد لکھتا ہے کہ سکھوں کے ساتھ دس مہینوں کی لڑائی میں سپاہ کا اس قدر شدید نقصان نہیں ہوا تھا کہ جتنا دریائے چناب کی طغیانی سے ہوا۔ آگے جا کر دریائے جہلم بھی راستے میں پڑتا تھا مگر اب چوٹ کھا کر احمد شاہ سنبھل چکا تھا۔ طے یہ ہوا کہ امیر بلوچستان امیر نصیر خان پہلے روانہ ہو کر دریائے جہلم پر کشتیوں کا پل بندھوائے چنانچہ امیر نصیر خان روانہ ہوئے امیر نصیر کی طرف سے اطلاع آنے پر احمد شاہ نے

Scanned with CamScanner

روانہ ہو کر دریائے جہلم کو کشتیوں کے پل کے ذریعے عبور کرلیا۔

دریائے چناب کی طغیانی کے نظارہ کو قاضی نور محمد گنجابوی جنگ نامہ میں اس طرح بیان کرتا ہے۔

تمامی خلائق ز نزدیک و دور — درآمد در آب بہرے عبور
فوجی کیمپ کے تمام لوگ — دریا کو عبور کرنے کیلئے پانی میں کود پڑے
پدیا بہم گروہے زدند — چو نیمہ انسان یا کم رہ زدند
لوگوں اور جانوروں نے آدھا راستہ — سے کم راستہ طے کیا ہوا تھا
چنان زور آورد آن نہر آب — گرشد مضطرب مردم ہم دواب
دریا کے پانی میں تیزی پیدا ہوگئی — جس کی وجہ سے لوگ جانور مضطرب ہوگئے
زبر گو شد آن ہمہ غرق آب — نگوں کا سر شد بخت شان چوں حباب
سب غرقاب ہوگئے — ببلی کی طرح سب الٹے ہوگئے
ہم از مرد از، زکودک و نسا — ہم از راجل و راکب و دابہا
انسانوں میں مرد عورتیں — پیادہ سوار اور چوپائے
ز مال و زر و سیم و رخت و ثیاب — ز خرگاہ، خیمہ نبودہ حساب
مال دولت کپڑے پارچات — خرگاہ خیموں کا حساب نہ تھا
بہر فرق و بہر سو بدیا روان — خدایا ز روزی چنین الامان
ہر چیز ہر طرف دریا میں بہتی جارہی تھی — میں خدا سے ایسے دن کی پناہ مانگتا ہوں
درآمد بدریا یکے رستخیز — نہ روئی رہائی نہ راہی گریز
دریا میں روز قیامت برپا ہوگیا — نہ خلاصی کا تدبیر نہ بھاگنے کا راستہ

در آن روز نشناختہ کس بہ کس	پدر از پسر بود بیزار بس
اُس دن کوئی کسی کو پہچانتا نہیں تھا	باپ بیٹے سے بیزار تھا
بسا مادر آن طفل خود را در آب	بیفگند در موج از اضطراب
بہت سی ماؤں نے بچوں کو	پریشانی کی وجہ سے پانی میں پھینک دیا

قاضی نور محمد گنجابوی کی داستان۔ دریائے چناب میں غرق آبی کے متعلق بہت طویل ہے۔ لہٰذا ہم نے اُس داستان سے چند اشعار سیلاب کی طوفانی صورت حال کے متعلق بیان کیا۔

اُمیر نصیر خان کی مراجعت بطرف بلوچستان

رہتاس کے مقام پر احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان نے اُمیر نصیر خان کی بلوچستان کے بطور حلیف کے سکھوں کے خلاف جہاد میں کمک تعاون کی شکریہ ادا کرتے ہوئے اُنہیں اور ان کے تمام بلوچ اُمراؔ و وزراؔ کو خلعت فاخرہ دے کر اُن کو الوداع کہا۔ اُمیر نصیر خان اپنے بلوچی لاؤ لشکر کے ساتھ ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان سے ہوتا ہوا بطرف قلات روانہ ہوا سکھوں کے خلاف جہاد میں اُن کو گیارہ مہینے لگے اُمیر موصوف ماہ ستمبر ۱۷۶۵ء میں احمد شاہ ابدالی کے ساتھ روہتاس پہنچے۔ وہاں سے قلات روانہ ہوئے اور منازل طے کرتے ہوئے ۸، اکتوبر ۱۷۶۵ء کو قلات پہنچے۔

اُمیر نصیر خان کا پنجاب کے علاقوں کی عمل داری سے انکار

بہ مقام روہتاس جب احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان اُمیر نصیر خان اُمیر

بلوچستان کو الوداع کہہ رہے تھے تو انہوں نے پنجاب کے علاقہ جات ملتان ڈیرہ جات و جھنگ امیر نصیر خان کو ہمیشہ کے لیے حوالے کرنا چاہے مگر امیر نصیر خان نے اپنے دور کے سیاسی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے احمد شاہ ابدالی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان علاقوں کے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ اتنے وسیع علاقے کی انتظامیہ جو جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے بلوچستان سے متصل نہ تھی حکومت سنبھالنا ہے جو مشکل اور ناممکن ہے۔

امیر نصیر خان کو ان کے عم گرامی کی وفات کی اطلاع

امیر نصیر خان علاقہ پنجاب میں سکھوں کے جہاد کے سلسلے میں قیام پذیر تھا انہیں قلات سے ایک روان کردہ قاصد نے بلوچستان انتظامیہ کی طرف سے اطلاع دی کہ اُن کے عم بزرگوار امیر احمد خان اس دار فانی سے کوچ کر گئے امیر احمد خان، امیر محبت خان کی وفات کے بعد مسند حکمرانی بلوچستان پر ۱۰ دسمبر ۱۷۴۶ء میں بیٹھے دو سال بعد دنیا میں ایسے سیاسی بین الاقوامی حالات پیدا ہو گئے کہ امیر احمد خان کو ۲۰ دسمبر ۱۷۴۹ء میں بلوچستان کی حکمرانی سے معزول کر دیا گیا اور ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی امیر عبداللہ خان کو حکمران بلوچستان منتخب کیا گیا لہٰذا بعد میں مورخین نے لکھا کہ امیر احمد خان کو تخت سے معزول کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا لیکن مصنف جنگ نامہ تحفۃ النصیر نے مورخین کی اس رائے کو رد کیا ہے۔ علامہ نور محمد گنجابوی مصنف جنگ نامہ کہتے ہیں کہ امیر احمد خان کو معزول کرنے کے بعد اُن کے چھوٹے بھائی امیر عبداللہ خان نے نظر بند کیا اور وہ امیر نصیر خان اول اپنے بھتیجے کے دور حکمرانی میں ۱۷۶۳ء

میں ۲۳ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ امیر احمد خان چہارم خود
۵۵ سال کی عمر میں ۱۰ دسمبر ۱۷۱۴ء میں امیر بلوچستان منتخب ہوئے اور دو سال بعد
۲۰ دسمبر ۱۷۱۶ء میں تخت سے معزول کر دیئے گئے معزولی کے بعد اپنے چھوٹے
بھائی امیر عبداللہ خان اور اُن کے تینوں بیٹوں امیر محبت خان، امیر الٰہ زمان
و امیر نصیر خان اول کی دورِ حکمرانیوں میں بقیدِ حیات تھے امیر نصیر خان اول کے
دورِ حکمرانی میں ۱۷۶۳ء میں قلات میں فوت ہوئے لہٰذا انہوں نے لمبی عمر پائی
ساری تفصیلات باب سوئم میں امیر احمد چہارم کی مسند نشینی میں تفصیل سے
بیان کی گئی ہیں۔

امیر نصیر خان کے دربار کے بلوچ شاعر جام درک

جام درک، کرمو ڈومبکی کا بیٹا تھا اور امیر نصیر خان اول کا ہم عصر اور دربار کا
شاعر تھا اس زمانے میں برصغیر کے تمام علاقوں میں حکومتی زبان فارسی تھی لہٰذا اُس
دور میں بلوچستان کی سرکاری زبان بھی فارسی تھی۔ مگر جام درک اُس دور کا بلوچی زبان
کا بلند پایہ شاعر تھا۔ ڈومبکی قبیلہ کا ایک طائفہ جام ہے اور درک اسی طائفے سے
تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا اسی مناسبت سے وہ اپنے کو جام درک کہتا ہے جام درک
کے بلوچی اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ امیر نصیر خان کے ساتھ اُس کے جنگی
مہمات میں بھی حصہ لیتا رہا ہے اور باقاعدہ بڑے جھڑپوں میں بطور سپاہی بھی شریک
رہا ہے گویا وہ صرف شاعر نہیں تھا۔ بلکہ ایک جنگی جوان بھی تھا۔

اس دور کی ایک رزمیہ نظم امیر نصیر خان نوری اور احمد شاہ ابدالی حکمران
افغان کے درمیان لڑائی سے متعلق ہے۔ اس نظم کا مصنف امیر نصیر خان نوری کا

کے دربار کا ملک الشعرا جام درک ہے۔

بلوچستان کی تاریخ مظہر ہے کہ ملک دینار گچکی کے ہاتھوں شکست کھا کر شے بلال کے بیٹے گوادر سے امیر نصیر خان نوری کے پاس فریادی قلات چلے گئے۔ امیر نصیر خان نے ان کی امداد کو ایک لشکر سے کیچ مکران پر حملہ کر دیا ملک دینار شکست کھا کر گرفتار ہوا ملک دینار اب تک امیر نصیر خان نوری کی قید میں تھا ایک بلیدی نے شے بلال کے خون کے عوض میں اُسے قتل کر دیا ملک دینار کے ورثا کیچ سے فرار ہو کر احمد شاہ ابدالی کے پاس فریادی قندھار چلے گئے۔ احمد شاہ ابدالی نے امیر نصیر خان نوری کو ایک خاص قاصد کے ذریعے ایک تحریری حکم بھیجا کہ وہ فوراً کیچ کے علاقے کو خالی کر دے امیر نصیر خان نے حکم کی تعمیل کی کیونکہ وہ اس وقت اپنے دارالحکومت سے پانچ سو میل دور تھا جب کہ قلات احمد شاہ ابدالی کی دسترس میں تھا لہٰذا اس بارے میں جام درک یوں کہتا ہے۔

سَرِیْں¹ ءَ جابریں قندھار ءِ اوگان
شمال سے قندھار کے جابر افغان
عجبیں قدلی ءُ گپتی ءِ کیچ ءُ مکران
دہلی کو لوٹنے، مکران پر قبضہ کرنے
گیا ہیں آگرہ و داں شہر ملتان
آگرہ کی سرسبز و شاداب وادی اور لکھنؤ
کے شہر وامرتسر کو پائمال کرنے کے بعد

۱۔ سریں: شمال

بیانت بادشاہی اَمر و فرمان

(نصیر خان نوری) کو ایک شاہی اَمر و فرمان بھیجا.

پڑھتی خط و دیتگ ءُ پہ دل و جان

انہوں نے خط کو پڑھا.

سر و چشم و دیر گانی داشتہ فرمان

اور سر آنکھوں پر رکھکر دل و جان سے تسلیم کیا.

جام درک پیچ سے امیر نصیر خان نوری کی روانگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے

یوں کہتا ہے.

نگیاں پیچ تُرتنت اسپ کمیر

(نوکروں نے (امیر کے) کنگ گھوڑے

پر زین ڈال دی.

وجہ منزل بہ منزل روچ و شپگیر

اور پھر رات دن ایک کر کے اپنی

منزل کی طرف روانہ ہوا.

خدائے حکم ءَ گوں بستہ میاں ءَ زہیر

اور اس نے خدا کے حکم سے اپنی

مقناطیسی تلوار کمر میں باندھ لی

شتہ من حلکوان در کپتگنت دیر

یہاں تک کہ کمران کے علاقے

بہت دور نکل گئے

قلات پہنچکر امیر نصیر خان نے احمد شاہ ابدالی سے اپنے تمام تعلقات منقطع کرلئے اور افغان باشندوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دیا. احمد شاہ ابدالی کے جاسوس بھاگ بھاگ کر قندھار پہنچے اور اسے امیر نصیر خان کے اس اقدام کی اطلاع دی. شاعر نے جاسوسوں کی اس کیفیت کو مہارت سے بیان کیا ہے.

دیکھیں شاتران آ۔ رستر سیاوا
تیز دوڑنے والے جاسوس بھیج وہاں پہنچے
و دو، دستی پیشی ء گون قل اللہؑ
قل اللہ (بادشاہ) کے سامنے جاکر
دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹا۔

ولیش تز تت ذات آواز و آہ ء
منہ سے آواز اُن کی نہیں نکلتی تھی
نصیرخان ءِ زہیت کے نگاہ ء
اور رو رو کر کہا نصیرخان کسی کو خاطر
میں نہیں لاتا۔

ء نصیرخان ءِ دل اِنت گون جنگ جاہ ء
نصیرخان آپ سے لڑنا چاہتا ہے
و سرپچے گوں توپک و جنگی جزاءِ اِنت
جن کا ایک حصہ بندوقوں اور جنگی
جزاروں سے مسلح ہے۔

جمع کل لیکسوی فوج چل ہزار اِنت
اس کی کل چالیس ہزار فوج جمع ہے
سرپچے گوں ریکلاں اِنت و گبارِنت
ایک حصے کے پاس ریکلؑ اور
غبارے ہیں۔

ء سرپچے گوں حمل پوش و نیزہ دار اِنت
ایک حصہ زرہ پوش نیزہ دار گھوڑے
سوار ہیں۔

سرپچے گوں اسپر و سبزیں سگھارِنت
ایک حصے کے پاس ڈھالیں اور
سبز تلواریں ہیں۔

احمد شاہ کی سپاہ کے متعلق صرف ایک بیت ہے۔ اُسی ایک ہی مصرعے میں وہ سب کچھ بیان ہوا ہے۔ جسے بیان کرنے کی ضرورت تھی۔

مگی فوجی کا تنت جسل جار ءُ

اُسکی فوج ٹڈیوں کے دل اور چڑیوں کے جھنڈ کی طرح چلی آرہی تھی۔ امیر نصیرخان اور احمد شاہ ابدالی کی افواج کی تعداد اور ساز و سامان کے بیان کے

ا: ریکل: ایک قسم کی بڑی بندوق۔ ۲: ایک قسم کی چھوٹی توپ جو قلعوں پر گولے پھینکتی ہے

بعد شاعر سراوان اور جھالاوان کے اُن قبائل کی بھی تعریف کرتا ہے جنہوں نے
امیر نصیر خان نوری کا ساتھ دیا۔

ہزار بخش اِت سراوان و جہلوان ءَ
حلالنت نمکش وارتنت گوں خان ءَ

سراوان اور جھالاوان کے لوگوں کو
خان کے ۔ انہوں نے جو نمک
کھایا وہ اُن پر حلال ہے۔
ہزار آفرین ہے۔

بالآخر لڑائی کے میدان میں دونوں سپاہ صف آرا ہوتی ہیں اُس وقت امیر
نصیر خان پر جو کیفیت گزرتی ہے۔ وہ شاعر کی عقابی نظروں سے پوشیدہ نہیں
رہ سکتی شاعر یوں کہتا ہے۔

رمواسی گِرتَہ ءِ خان و ھیبیر
قلات ءِ نام ءَ دیتی جیل ءُ زنزیر

میدان جنگ میں ہمارا خان سب
اس نے انجام دیکھ لیا تھا کہ شکست
سے بڑا میر ہے۔ وہ ہشوں کی طرح
کی صورت میں قلات کے لیے جیل
غضبناک ہو گیا۔
اور غلامی کی زنجیریں ہوں گی۔

و سر و تی قبول اَنت موت و تقدیر
غلامی کی زنجیریں پہننے اور زندہ رہ
کر اپنا ننگ و ناموس دشمن کے حوالے
کرنے سے موت انہیں منظور ہے
جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے۔ وہی ہوگا۔

جام درک کہتا ہے۔ کہ لڑائی میں پہل امیر نصیر خان نے کی اُس کے حملے اور
دونوں طرف کے فوجوں کی شمشیر زنی کا نقشہ شاعر اس طرح کھینچتا ہے۔

بلوچ جنگی بُرتہ خان قہارءَ
خان نے غضبناک حملہ کر دیا
بلوچانی سر و ڈھال و کپاران
بلوچیوں کے سروں ڈھالوں اور
پہلوؤں پہ

گروکی بُجکتنت سبزیں سگاران
سبز تلواریں بجلی کی طرح کوندنے لگیں
لوبتی زر تگنت خان و مزاران
خان اور اُس کے شیروں نے دشمن
کو پیچھے دھکیل دیا۔

یہ لڑائی ۱۷۵۸ء میں قلات شہر کے قریب کوہنگ کے مقام پر لڑی گئی۔ ایک شدید مقابلے کے بعد امیر نصیر خان نوری کو پسپا ہونا پڑا۔ بلوچ لشکر قلات کے قلعہ میں محصور ہوگیا۔ یہ محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا۔ احمد شاہ ابدالی نے اپنے خیمے کے سامنے ٹہل رہا تھا کہ قلات کے قلعہ سے امیر نصیر خان نے اسے دیکھ لیا اپنی شاہی نامی بندوق سے اس پر گولی چلا دی شاعر جام درک اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔

خدائی بانگرءَ باتے نصیر خان
نصیر خان تم پر خدا کی رحمت ہو
جتی پہ بادشاہءَ نپت پیکان
بادشاہ پر اپنی بندوق چلا دی
شاہی داغی شاہی پہ رندءَ
شاہی سے جلدی دوسری گولی بھی اُس کے
پیچھے چلا دی جو اس کے قریب لگی
گڈتی پُتی تمبو و کھنڈءَ
اور خیمے کی کیلیں اکھاڑ دیں۔

وتی دوربین داشتئی دیگان جوان
اپنی دوربین سے اچھی طرح دیکھ کر
قبائی سوختگ و دوہاڑگی جسان
جو اس کی قبا اور جسم کو جھلستی ہوئی نکل گئی
نقیبان بادکرتہ سلطان چہ ہندءَ
نقیبوں نے بادشاہ کو فوراً وہاں
سے ہٹا دیا۔

انجام کار بلوچستان اور افغانستان کے علمائے دین اور سادات درمیان میں
آئے انہوں نے احمد شاہ ابدالی اور امیر نصیر خان نوری کے درمیان صلح کرا دی
فریقین کے درمیان ایک عہد نامہ تحریر ہوا جس پر فریقین نہایت سختی سے انگریزوں
کی آمد تک پابندی کرتے رہے۔

تمہید دربارہ رزمیہ شاعری مہمات مشہد

جب امیر نصیر خان امیر بلوچستان اور احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کے
سیاسی تعلقات کشیدہ ہوگئے نوبت جنگ کو پہنچی، احمد شاہ ابدالی ۲۰ جون [illegible]
کو قلات پر حملہ آور ہوا چالیس دن تک اُس کی افواج نے قلات شہر اور قلعہ کا
محاصرہ کیا مگر بارہا انہوں نے کوشش کی قلعہ کو فتح نہ کر سکے بعد میں بلوچستان
اور افغانستان کے علمائے دین اور سادات نے ان دونوں کے درمیان
صلح کرائی۔ چنانچہ فریقین کے درمیان ایک عہد نامہ تحریر ہوا فریقین آخری دم
تک اس کی نہایت سختی سے پابندی کرتے رہے اس جنگ کی تفصیلات امیر
نصیر خان کے درباری شاعر جام درک نے رزمیہ شاعری میں وضاحت سے بیان
کی ہیں کہتے ہیں کہ جام درک امیر نصیر خان کے مشہد کی مہمات میں بھی ان کے ساتھ
تھے مگر اُن کی شاعری کے دیوان میں مشہد کی مہمات کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا
ہے۔ مشہد کی جنگی مہمات کے تذکرے کی کمی جام درک کی بجائے ہماری بیسویں
صدی کے بلوچی زبان کے نامور ملک الشعراء مرحوم میر گل خان نصیر نے پوری
کی ہے اس کے لیے ہم ان کے مشکور ہیں نصیر مرحوم کی مہمات مشہد کے
رزمیہ شاعری کو بیان کرنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ ہم اُس کی شخصیت کا تعارف کرا

پیش کریں، اور بعد میں ان کی مہمات مشہر کے بارے میں ان کی رزمیہ اشعار کی تفصیلات بیان کریں۔

تعارف نامہ میر گل خان نصیر

مرحوم میر گل خان نصیر قبیلہ ذگر مینگل کے سردار خیل کے گھرانے کے فرد تھے۔ وہ شہر نوشکی میں ۱۴ مئی ۱۹۱۴ء کو تولد ہوئے۔ پرائمری کی تعلیم انہوں نے نوشکی کے پرائمری سکول سے حاصل کی پھر کوئٹہ کے سنڈیمن ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا۔ اس زمانے میں بلوچستان میں کالج نہیں ہوتے تھے بلوچستان کے طالب علم اعلیٰ تعلیم کے لیے یا تو لاہور جاتے تھے یا علی گڑھ۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور کے اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) میں داخلہ لیا۔ مگر تعلیم ادھوری چھوڑ کر ۱۹۳۳ء میں "قلات نیشنل پارٹی" کی سیاسی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اس سے پہلے ریاستی بلوچستان میں ملازمت اختیار کی اور کئی ایک بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ بعد میں نوکری چھوڑ کر سیاست کرنے لگے۔ مگر نہ نوکری کے دوران اور نہ ہی سیاست کے دوران وہ شاعری سے دست بردار ہوئے ابتداً میں وہ اُردو اور فارسی زبان میں شعر کہتے تھے اور اپنے دل کے غبار کو ہلکا کرتے تھے۔ بعد میں وہ کوردگالی¹ زبان اور بلوچی زبان میں بھی شعر کہنے لگے آخر کار انہوں نے اپنی شاعری کے لیے صرف بلوچی زبان کو منتخب کیا اور وہ بلوچی زبان کے ادب میں پہلے شاعر ہیں۔ جن کی شاعری ترقی پسندانہ خیالات

¹ براہوئی زبان کا اصل نام کوردگالی ہے۔

سے لبریز ہے۔ اور بلوچی ادب میں یہ اُن کا منفرد مقام ہے۔ ان کے بعد دیگر
نوجوان بلوچ شاعروں نے اُن کی تقلید کر کے شاعری کی اس صنف کو آگے بڑھایا
بہر حال اُن کو چار زبانوں بلوچی، کُورد گالی فارسی، اُردو میں شعر کہنے کا شرف حاصل
ہے۔ گویا وہ ان چاروں زبانوں کے شاعر تھے۔ ہر زبان کی شاعری میں انکی سیاست
کی جھلک نمایاں ہے۔ وہ شاعر کے علاوہ مورخ بھی تھے انہوں نے بلوچستان
کی تاریخ دو جلدوں میں لکھی ہے۔ جو بلوچ قوم کی اصل تاریخ کا آئینہ دار ہے جو کہ
مجھے ایک طویل عرصے سے مرحوم میر گل نصیر خان کے ساتھ بحیثیت ایک دوست
ملازمت کے دوران قربت حاصل رہی ہے اس لیے ان کے بارے میں یہ
میری ذاتی رائے جس میں اختلاف کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اگر میں مرحوم میر گل خان
نصیر کا مکمل تعارف کروں۔ تو مجھے ایک علیحدہ کتاب تصنیف کرنے کی ضرورت
ہوگی لہٰذا میں یہاں ان کی زندگی کے مختصر حالات بلوچی زبان میں شاعری کے
دیوانوں اور چند تاریخی کتابوں کا تذکرہ کر کے جنگ نامہ مشہد کی طرف رجوع
کروں گا۔ میر گل خان نصیر مرحوم امیر نصیر خان نوری امیر بلوچستان کے فنا فی اللہ درجہ کے
تک معتقدین شہیدوں میں سے تھے۔ اسی اعتقاد کی بنا پر انہوں نے اپنا تخلص
نصیر رکھا چونکہ وہ سیاست سے منسلک تھے لہٰذا ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جیلوں
میں گزرا ایک تھوڑے عرصے کے لیے اُنہیں ذرا کچھ سکھ چین نصیب ہوا جب کہ
۱۹۷۲ء میں صوبہ بلوچستان میں کالعدم نیپ اور جمعیت علمائے اسلام کی مخلوط
حکومت بنی تو اس میں مرحوم میر گل خان نصیر صوبہ بلوچستان کے وزیر تعلیم تھے
مگر بد قسمتی سے ۱۹۷۳ء میں پیپلز پارٹی جو مرکز پنجاب اور سندھ میں بلا شرکت غیرے
بر سر اقتدار تھی سیاسی چپقلش کی بنا پر بلوچستان کی نمائندہ حکومت کو برخاست

کر دیا۔ جس پر بطور احتجاج صوبہ سرحد کی حکومت بھی مستعفی ہو گئی اور میر گل خان نصیر مرحوم کو ۹ جون ۱۹۷۳ء میں بعض سیاسی الزامات کے تحت گرفتار کیا گیا اور ۱۹۷۷ء میں جب مرحوم ضیاء الحق برسر اقتدار آئے تو انہیں رہائی نصیب ہوئی۔

اُن کی بلوچی شاعری کا پہلا بلوچی مجموعہ (گلبانگ) ہے جو ۱۹۵۱ء میں چھپا دوسرا دیوان (شپ گروک) ہے جو ۱۹۶۳ء میں چھپا ہے۔ تیسرا دیوان (ہمل جیئند) ہے جو ۱۹۶۹ء میں کراچی سے چھپی۔ شیریں و دستین غوث بخش صابر کے اردو منظوم ترجمہ کے ساتھ ادارہ ثقافت بلوچستان نے چھاپا ہے۔ گرند، بلوچستان کی کہانی شاعروں کی زبانی، بلوچی رزمیہ شاعری، بلوچی عشقیہ شاعری، سنیائی کیچگ، شاہ لطیف ایچ گشت، پر نگ، حمل و گوہر انگ یہ سب دیوان بلوچی زبان میں ہیں جنگ نامہ مشہد، کوردگالی زبان میں ہے میر صاحب موصوف کی تاریخی کتب حسب ذیل ہیں۔

تاریخ بلوچستان دو جلدوں میں، بلوچستان قدیم اور جدید تاریخ کی روشنی میں بلوچستان کے سرحدی چھاپہ مار، کوچ و بلوچ۔ جیسے پہلے ہم نے گزارش کی تھی کہ جب ہم مرحوم میر گل خان نصیر کی شاعری اور نثری کتابوں کی تفصیلات بیان کر دیں گے تب ہم مشہد کی جنگ نامہ کی طرف رجوع کریں گے جو میر صاحب کے تعارف کے بعد ہمارا اصل موضوع ہے۔

مہمات مشہد کا آغاز

میر عالم خان مشہد میں بیٹھ کر تمام خراسان پر حکومت کر رہا تھا وہ ایک طرف سے احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کی حکومت سے باغی چلا آرہا تھا اگرچہ

احمد شاہ ابدالی کی افواج کئی بار اس پر حملہ کر چکی تھی مگر وہ اتنا طاقتور تھا کہ ابدالی افواج ہر بار ناکامی سے دوچار ہوتا رہا۔ آخر کار احمد شاہ ابدالی نے میر عالم خان کی سرکوبی کے لیے مکمل تیاریاں کیں اور اپنے بلوچ حلیف امیر نصیر خان امیر بلوچستان سے امداد کی درخواست کی لہٰذا امیر نصیر خان امیر بلوچستان ۹ جنوری ۱۷۵۲ء کو قلات سے بطرف مشہد روانہ ہوئے۔ مشہد کی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے اپنی والدہ سے مشورہ کیا۔ لہٰذا اس واقعہ کو میر گل خان نصیر مرحوم یوں بیان کرتا ہے۔

نصیرنا اُستکا مہ مدگار
نصیر خان کی والدہ اس کی مددگار تھی
نا بی بی اٹ ایک عقلس دونو
ہماری بیگم صاحبہ ایسی عقل مند تھیں
نصیحت او نصیر خانے کریکا
وہ ہمیشہ نصیر خان کو نصیحت کرتی تھیں
حکومت نا دڑاتیٹ پوہ کریکا
انکو حکومتی طریقے بتاتی تھی

صلاح تین تون کریا کنہ دومار
مشہد جانے کیلئے ماں بیٹے نے آپس میں مشورہ کیا
نا نیاڑی تون خنپسہ اینو
آج بھی کوئی خاتون ان جیسی عقلمند نہیں
طریقت دین نا او دے دریکا
دنیاداری کے کاموں میں انکی رہبری کرتی تھیں
بلوچیاتا رواجت او دے دریکا
ہر مسئلہ بلوچی رواج کے مطابق طے کراتی تھی

۲۔ احمد شاہ نے مشہد کے حکمران مراد علی پر کئی حملے کیے مگر ہر بار اس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا آخر کار اُسے یہ خیال آیا کہ میں اپنے بلوچ حلیف امیر بلوچستان سے کیوں کمک طلب نہ کروں۔ اس واقعہ کی منظر کشی میر گل خان نصیر کوردگالی زبان کے اشعار میں یوں کرتا ہے۔

بزرگ غفور نی داد سے کن لال — گراس ادغا نا آ اسے وخت نت حال
آؤ بھائی یہ قصہ سنو — کہ افغانوں کا یہ حال تھا
ای احمد شاہ ابدالی بادشاہ آ — نگہبان و مددگار و رہنما آ
اُن کا حکمران احمد شاہ ابدالی تھا — جوان کا نگہبان مددگار اور رہنما تھا
علی مراد مشہد نا بادشاہ اس — اسے دے اُستی خواہش ئس
علی مراد مشہد کا بادشاہ تھا — اُس کے دل میں یہ خواہش تھی
کہ ادغان تا ان ئی فتح کاسے کیو — پدائی مرنے تینا ہندا آرسیو
کہ افغانوں کا ملک کابل فتح کروں — پھر رخ کروں ہندوستان کی طرف
خبر وختس کہ مس حالت تا ابدال — تیار تینا کرے لشکرے درحال
جب احمد شاہ ابدالی کو علم ہوا — فوراً اُس نے لشکر کشی کی تیاری کی
تباہ کل مُشکر ِ شنگک اونا — مشکو کا تو کل اودے کاٹے مونا
اُسکی تمام فوج حملے میں تباہ ہوگئی تھی — اُسے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی
بس اونا اُستی دے اس خیال دا — کہ اینوٹی بلوچ نا آن مدد خوا
اُسکے دل میں یہ خیال آیا — آج آپ بلوچوں سے مدد طلب کریں

مراحمد شاہ ابدالی نے جب یہ فیصلہ کر دیا کہ امیر بلوچستان سے بہر قیمت مدد کی درخواست کی جائے تو اُس نے ایک خط لکھ کر قاصد کے ذریعے قلات روانہ کیا جو بلوچستان کا دارالخلافہ تھا۔ قاصد قلات پہنچتا ہے شاعر اس منظر کو یوں بیان کرتا ہے۔

بلبہ ورگر دربار نا ملنگا — ادغانا آ اسے قاصد بس خنگا
جیسے دربار کے کھلنے کا آغاز ہوا — اُسی وقت افغان قاصد بھی پہنچا

تفے دوتے او مونا خواجہ نا بس
ہاتھ باندھ کر حکمران کے سامنے آیا
داقاصد بنتے اوغان نا ملکان
یہ قاصد افغانوں کا آیا ہے
مشہد نا قوم او فتے جنگ کرینے
مشہد کے بادشاہ نے انکو بہت ستایا ہے
مدت خواہینو دا دار نمے آن
افغان حکمران نے آپ سے مدد طلب کی ہے
مرے انت حکم نن تسلیم کینا
تمام بلوچ امرا نے کہا

کرے پیش کاغذے ایلان کا بس
جہاں سے خط لایا تھا وہ پیش کردیا
نا ہمسایہ نا روشنا ا ملکان
ہمارے ہمسایہ ملک سے آیا ہے
شروار مست ام او فتوں حملہ کرینے
تین دفعہ پہلے ان سے لڑا ہے
نما بلا اُٹ ئی حب بوگے ان
میں تمہارا امیر ہوں بتاؤ کیا کریں
برابر خواجہ نا فرمانے دُو
آپ ہمارے امیر ہیں آپکا حکم بسر وچشم بجالائیں گے

لہٰذا بلوچ زعما کے اس فیصلے کے بعد امیر نصیر خان ایک بڑے جرار لشکر کے ساتھ قلات سے بطرف مشہد روانہ ہوا اور مشہد پہنچ کر مشہد کی مہمات میں اپنی بلوچ قوم کے ساتھ احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کی کمک کرکے اُسے فتح و کامرانی سے دوچار کروایا۔ امیر نصیر خان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ٧ اپریل ١٧٥٢ء کو مشہد سے واپس بہ طرف قلات روانہ ہوا۔ اور ٢٠ مئی ١٧٥٢ء کو قلات پہنچا۔ جنگ نامہ مشہد کی مثنوی بہت طویل ہے لہٰذا اُس کے چند بابوں سے مختصراً کچھ اشعار بیان کردیئے گئے تاکہ قارئین گرامی کو معلوم ہوکر آڑے وقت میں بلوچ قوم نے اور اُن کے امیر نے کیسے موقع پر حکمران افغانستان اور افغان قوم کی مدد کی ہے اور انہیں اُن کے دشمن سے نجات دے کر ہمسائیگی کا حق ادا کیا ہے۔

امیر نصیر خان کے دورِ حکمرانی میں اسلامی قوانین کی پابندی کا فرمان

امیر نصیر خان کا دورِ حکمرانی بلوچستان میں بلوچوں کی تاریخ کا زریں دور کہلاتا ہے۔ بلوچی حکومت کی مرکزیت انتہائی طور پر مضبوط تھی رزق کی فراوانی تھی معاشرتی امن و سکون قائم تھا جس کی وجہ سے لوگوں میں خوشحالی پائی جاتی تھی عدل و انصاف کا دور دورہ تھا سماجی برائیوں کا تقریباً خاتمہ کر دیا گیا تھا ملک میں شرعی نظام رائج تھا جس کی وجہ سے مذہب کے قوانین کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی لہٰذا اس سلسلے میں امیر نصیر خان نوری نے اسلامی قوانین کی پابندی کرنے کی غرض سے ۱۱۵۹ھ بہ مطابق ۱۷۴۶ء میں ایک فرمان جاری کر دیا تھا تفصیلات نیچے بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ اس دور میں بلوچستان کی حکومت کی دفتری زبان فارسی تھی لہٰذا فرمان بھی فارسی میں تحریر ہے۔

فرمان ہدایت درباره قوانین اسلامی از جانب امیر بلوچستان

حکم عالی شد۔ آنکہ سرگردگان۔ و سائر مردمان ایلایت براہوئی جہلاوان و مردم سکنائے رودین جو و سوراب، و گدر و مشکے و نال و وڈھ و خضدار و زہری و فرخ و چکو و باغبانہ و زہری و چندران وغیرہ بتوجہات خاطر عالی متکال بوده بدانند کہ دریں وقت فضیلت و بلاغت پناہ قاضی ملا غلام محمد محتسب در رفعت نشانچند مرخ، چہ بار برائے اجرائے امر معروف[1] و نہی عن المنکر[2]

ط۱ اچھی باتوں کی تلقین ط۲ وہ بات جس کے نہ کرنے کو شرعی حکم ہو

روانہ آن طرف ہا فرمودہ شد کہ جا بجا گشتہ امر معروف و نہی عن المنکر محکما دیار
واستمالت اجرا نمایند سعی باید کہ ہر احدے ایشان موجب ہدایت
واستمالت محتسب مذبور از قرار تفصیل ذیل.

۱ سرود. و طنبور و نے. و. چنگ. و. دف وغیرہ سرودہا در بدعت[1]
خانہائے فقیران. و شادی و ختنت نہ شود.

۲ مردان و زنان. در عروسی بازی رقص نہ کنند.

۳ بنگ و چرس وغیرہ مسکرات نہ خورند و زراعت بنگ ہم نہ کنند

۴ ضعیف ہا (زنان) رو برہنہ در بازار و کوچہ ہا نہ گردند

۵ سیر و صحبت کہ جوانان جمع شدہ در تکیہ ہا وغیرہ جا ہا گوسفند کشتہ جشنی
کنند سر بدعت آن است احدے نہ کنند

۶ سودائے بیع کہ بیع سَلَم[2] است بغیر از ہفت شرط شریعت نہ کنند

۷ مردان و زنان مسلمانان در ماتم ہا سر برہنہ کردہ. روی و جان خراشیدہ
خون نہ کردہ نوحہ نہ نمایند.

۸ در دائرہ فقیران. مسلمانان زلف نشتن نہ گزارند و مردمان مسلمان
زلف نہ گزارند.

۹ نماز جمعہ را استوار داشتہ. در شہرہا ناغہ نہ کنند و ہر کس بہ مسجد ہائے پنجگانہ
ہر محلہ ملاہائے مساجد خود را بہ جہت نماز ہا در اول وقت خواندہ بہ تنگ وقت

۱۔ محفل وسیع۔ روضہ خوانی و عزاداری کے لیے۔

۲۔ کھڑی فصل کو خریدنا جو ابھی تک پکا نہیں ہے۔

و نگزارند.

۱۰۔ مردان و زنان را تهمت ناحق به زنانه ندهند. هشتاد دره بر تهمت دهنده
زده به بخشش باور نکنند. پسر و دختر را بے گناه ایذا نرسانند.

۱۱۔ شیخ ها که بر سر موئی نگزارند و بر سر بیمار ایشان را مے برند و سر موئی
از انها تراشیده و بر سر بیمار بیرون نگزارند و به گفته ایشان باور نکنند.

۱۲۔ گوسفند بر سر قبرستان و سنگ و آستانه نکشند. وردی خونی فرزند
وردی و اسپ و غیره نکنند و گوشت آن حرام مطلق است.

۱۳۔ از مال زکوٰة چهل یک بدهند و در زمینهار کسی خراج نمی دهند ده یک
بدهند.

۱۴۔ مسلمان و هندوان را سود گرفتن نگزارند.

۱۵۔ در خیلات هر یک ملّا نگاه داشته به او خیرات داده نماز با جماعت بکنند
استوار بوده. احدے و فردے قدم از دایره شریعت بیرون نگزارند حسب
دلالت و منبع فضیلت پناه مشار الیه به عمل آورده هیچ تخلف و انحراف نه
ورزیده درین باب تاکید اکید و قدغن بلیغ دانسته حسب المقرری داشته
در عهده شناسند.

تحریر فی التاریخ ۲۵ جمادی الثانی سنه ۱۱۵۹ھ نبویہ

پروانگی مرزا دین محمد

مهر امیر نصیر خان امیر بلوچستان

حسبنا الله و نعم الوکیل
نعم المولیٰ و نعم النصیر

امیر نصیر خان نوری کی خاندانی کیفیت

امیر نصیر خان نوری خود آمیر عبداللہ خان امیر بلوچستان کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آمیر التاز خان ان کا حقیقی بھائی تھا۔ جو لاولد فوت ہوئے ان کے بڑے بھائی امیر محبت خان جو ان کے سوتیلے بھائی تھے ان کی اولاد کی تفصیلات علیحدہ بیان کی جائے گی۔ آمیر نصیر خان نوری کی دو اہلیہ تھیں بڑی اہلیہ سردار میر ریکی خان قبیلہ ریکی کے سردار کی لڑکی تھیں جن کا اسم گرامی بی بی دریا ملک تھا۔ ان کے بطن سے آمیر نصیر خان نوری کے دو صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن کے نام اس طرح ہیں میر محمود خان اور میر مصطفےٰ خان سات صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں بی بی سلطان خاتون، بی بی زینب، بی بی بانو بی بی شرف خاتون، بی بی مراد خاتون، بی بی ماہ گنج، بی بی شر خاتون۔

امیر نصیر خان نوری کی دوسری اہلیہ بی بی لال بھائی سردار حاجی محمد خان قبیلہ کے سردار کی لڑکی تھی ان کے بطن سے صرف ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام میر محمد رحیم خان تھا۔

امیر نصیر خان نے اپنی بڑی لڑکی بی بی سلطان خاتون کا رشتہ جام لس بیلہ میر غلام شاہ سے کیا۔ باقی دیگر چار صاحبزادیوں کا رشتہ اپنے ذیلی طائفہ التازئی کے سردار التاز خان التازئی کے چار صاحبزادوں سے کیا جن کی تفصیل اس طرح ہے۔ بی بی زینب کا رشتہ میر کیچی التازئی، بی بی بانو کا رشتہ میر سید خان التازئی، بی بی شرف خاتون کا رشتہ میر مراد علی خان التازئی، بی بی ماہ گنج کا رشتہ میر چیچر خان التازئی سے ہوا۔ بی بی مراد خاتون کا رشتہ خدا یار خان باروزئی سے ہوا۔ امیر نصیر خان کی سب سے چھوٹی لڑکی

و خاتون ہمیشہ مریضہ رہتی تھیں۔ اُن کا رشتہ کسی سے نہیں ہوا۔

امیر محبت خان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام میر حاجی خان تھا۔ دیگر امیر محبت خان کی چار صاحبزادیاں تھیں جن کے نام اس طرح ہیں۔ بی بی شاہ بی بی، بی بی گوہر، بی بی صاحب خاتون، در بی بی۔

۱۔ بی بی شاہ بی بی کا رشتہ بختیار خان اروزئی سے ہوا۔

۲۔ بی بی گوہر کا رشتہ احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان سے ہوا۔

۳۔ بی بی صاحب خاتون کا رشتہ تیمور شاہ ولی عہد احمد شاہ ابدالی سے ہوا۔

۴۔ بی بی در بی بی کا رشتہ بعد فوتیدگی بی بی شاہ بی بی ہمراہ بختیار خان اروزئی سے ہوا۔

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۹ جنوری ۱۷۵۸ء کو جب امیر نصیر خان کران کی مہم پر روانہ ہوا تو اُس کے بعد میر حاجی خان نے علم بغاوت بلند کیا ہے کمران کی مہم سے واپسی پر امیر نصیر خان نے فرو کیا۔ اور میر حاجی خان بھاگ کر قندھار احمد شاہ ابدالی کے پاس چلا گیا اور جب امیر نصیر خان سکھوں کے خلاف جہاد کے سلسلے میں پنجاب ۱۷۶۳ء میں گیا تو جنگ نامہ میں قاضی نور محمد گنجابوی میر حاجی خان کی امیر نصیر خان امیر بلوچستان سے ملاقات کا تذکرہ کرتا ہے۔ غالباً ڈیرہ غازی میں میر حاجی خان امیر نصیر خان سے ملاقات کے لیے آیا اور اس ملاقات کو قاضی نور محمد گنجابوی جنگ نامہ میں یوں بیان کرتا ہے۔

جوان خان حاجی بن الاخ خان — بن الاخ گمو بلکہ فرزند خان

حاجی خان - خان کے بھائی کا لڑکا — اسے خان کا بھتیجا مت کہو بلکہ فرزند خان کہو

خبر شد کہ خان زمان در رسید — ز بہر ملاقات او بر دوید

اُسے معلوم ہوا کہ خان آ گئے — اُس سے ملاقات کو فوراً حاضر ہوا

دو دید آن پسر شد نگون بر زمین — کہ بوسہ زند بر قدم خان دین

بیٹا باپ کو دیکھ کر قدم بوس ہوا — قدم بوسی کرنے والا تھا

بپا خواست خان نیز بے اختیار — کہ فرزند را کرد اندر کنار

خان انہیں دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے — اور اپنے فرزند سے بغلگیر ہوا۔

یہ چند اشعار میں نے امیر نصیر خان اُمیر بلوچستان اور اُس کے بھتیجے حاجی خان کی ملاقات کے جنگ نامہ سے نقل کئے ہیں

اُمیر نصیر خان کے متعلق دو عجیب روایات

جب اُمیر نصیر خان کو اُس کے بھائی اُمیر محبت خان نے سلطنت ایران کے اولوالعزم بادشاہ نادر شاہ افشار کے پاس بطور یرغمال رکھا اُمیر نصیر خان تقریباً ۸ سال تک نادر شاہ کے پاس بطور یرغمال رہا۔ وہ اُس وقت صغیر سن تھے روایت ہے کہ نادر شاہ ایک دن اپنے فوجی جرنیلوں سے محو گفتگو تھے اور کہیں قریب صغیر سن اُمیر نصیر خان بھی بیٹھا ہوا تھا نادر شاہ اُمیر نصیر خان کو اُسیرا کہا کرتا تھا نادر شاہ کو پیاس لگی اس نے اُمیر نصیر خان کو مخاطب کر کے کہا۔

اُسیر آب بیار۔ یعنی اسیر پانی لاؤ۔

نادر شاہ کا خاص مشکیزہ اس کے قریب اونچائی پر لٹکا ہوا تھا کم سن نصیر خان نے دیکھا۔ مشکیزہ تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ہے وہ بے دھڑک اُسکے تخت کے اوپر جوتوں سمیت چڑھا۔ اور مشکیزہ کو اتار لایا۔

نادر شاہ کو اپنے تخت کی بے حرمتی دیکھ کر بڑا غصہ آیا۔ وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ چاہتا تھا کہ امیر نصیر کو سزا دے۔

جرنیلوں نے نادر شاہ سے گزارش کی کہ نصیر بلوچ کمسن ہے۔ اور اسی وجہ سے ناداں ہے۔ اور آپ کا یرغمال ہے۔ اُسے سزا دینا آپ کے وقار کے خلاف ہے۔ نادر شاہ کا غصہ قدرے ٹھنڈا ہوا۔ امیر نصیر خان سے سخت لہجہ میں پوچھا۔

"امیر این چہ کردی" یعنی امیر تم نے یہ کیا کیا۔

امیر نصیر خان نے برجستہ جواب دیا۔

"از این سبب کہ حکم نادری بود" یعنی اس وجہ سے کہ نادر کا حکم تھا۔

امیر نصیر خان کے اس جواب پر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اپنے جرنیلوں سے کہا کہ اس بلوچ شہزادہ کے اس برجستہ جواب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مستقبل میں ایک جلیل القدر بادشاہ بنے گا۔

دوسری روایت

جب امیر نصیر خان امیر بلوچستان احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کی اپیل پر ۱۷۵۱ء میں مشہد کے مقام پر اُس کی مدد کے لیے پہنچا۔ تو امیر بلوچستان کے ذمہ طون و طبس کے علاقہ کو فتح کرنے کی مہم سپرد ہوئی۔ امیر نصیر خان اپنی بلوچ افواج کے ساتھ گورنر طون و طبس علی مراد خان (جو محصور تھا) پر حملہ آور ہوا دشمن قوی تھا کافی وقت گزرنے کے بعد جنگ کے نتیجہ کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ احمد شاہ ابدالی بہت پریشان تھا۔ اس مہم کے دوران امیر نصیر خان

کی والدہ محترمہ بھی ساتھ تھیں. لہٰذا امیر نصیر خان کی والدہ عفت و عصمت پناہ بی بی مریم نے امیر افغانستان کو پیغام بھجوا کر تسلی دی کہ آپ بالکل فکر نہ کریں امیر نصیر خان فتح کر کے آئے گا یا میدان جنگ میں مارا جائے گا بہر حال بھاگ کر واپس نہیں آئے گا. تھوڑی دیر بعد محاذ جنگ سے اطلاع آئی کہ امیر نصیر خان اور اس کے بلوچ افواج کو فتح نصرت حاصل ہوئی گورنر طوس دلیر علی مراد خان مارا گیا. اس کا بیٹا گرفتار ہوا لہٰذا اس خوشخبری کے بعد امیر افغانستان نے امیر نصیر خان کی والدہ کو مبارک باد کے پیغامات بھجوائے اور ساتھ یہ بھی استفسار کیا کہ آپ نے کیسے یہ اندازہ لگایا. کہ امیر نصیر خان یا تو فتح کر کے آئے گا. یا مارا جائے گا. بہر حال بھگوڑا ہو کر واپس نہیں آئے گا. چنانچہ عفت و عصمت پناہ والدہ امیر نصیر خان نوری نے امیر افغانستان کو یہ جواب بھیجا کہ امیر نصیر خان ان کا لاڈلا بیٹا رہا ہے انہوں نے اُن کی پرورش کچھ اصول کے تحت کی ہے.

ا. انہوں نے کبھی بغیر وضو کے اُنہیں دودھ نہیں پلائی ہے.

۲. تمام بچپن میں اُن کی والدہ نے یہ خیال رکھا ہے کہ اُسے کوئی کنیز دودھ نہ پلائے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ وہ گھر میں موجود نہ تھیں کسی لونڈی نے اُنہیں دودھ پلائی. جب وہ گھر آگئی تو بچے کے پیٹ سے دودھ نکلوائی یعنی ایسا طریقہ اختیار کیا کہ بچے نے لونڈی کے دودھ کو الٹی کیا.

۳. بچے کے بچپن کے دور میں. میں نے کبھی سوتے وقت بچے کی طرف پیٹھ کر کے نہیں سوئی ہوں. لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر میں نے امیر نصیر خان کے بارے میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ وہ فتح مند ہو کر آئے گا یا مارا جائے گا.

مشہد کے جنگ نامے کا مصنف ملک الشعراء مرحوم میر گل خان نصیر کورد گالی زبان میں اس واقعہ کو اشعار میں اس طرح بیان کرتا ہے ۔

احمد شاہ ہو رسینگا حال دے اس ۔ نا گودی نا تینٹ جاگہٹ کس
جب اس فتح کی خبر احمد شاہ کو ملی ۔ وہ ہماری محترمہ بیگم کے پاس آئے
پارے تمہ مبارک ۔ نے مبارک ۔ نصیر خان سوب کرے نے مد مبارک
کہا والدہ محترمہ آپکو مبارک ہو ۔ نصیر خان نے فتح حاصل کی آپ کو مبارک ہو
آمرنی چائے سُس دادے کنے پا ۔ نی حیران اُٹ کنیاں ڈکیس نا
مجھے بتائیں آپ یہ کیسے جانیں ۔ میں آپکی پیش گوئی پر حیران ہوں
نصیر خان کنگنے یا سوب کرینے ۔ آمرنی چائے سُس رحمت سرینے
کہ نصیر خان کو فتح ہوگی یا شہید ہوگا ۔ آپ پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں آپکو پتہ چلا
اول چاودا حلال اس اسے او ۔ حلالو نطفہ اس دادے مرک پہ
اول تو وہ ایک حلال زادہ فرزند ہے ۔ حلال زادہ ہمیشہ حلال زادہ ہوتا ہے
دوئم پاُل اُٹ کنا او مس بلبن ۔ دہ پینیاں بار دائی چوکری توٹ
اُنہوں نے صرف میرا ہی دودھ پیا ہے ۔ اُس نے کبھی کسی کنیز کا دودھ نہیں پیا ہے
سوئم پارے دُون لمہ اولیانا ۔ نصیر خان ولی و بادشاہ نا
تیسری بات والی نصیر خان کی والدہ نے یہ کہدی ۔ نصیر ولی اور بادشاہ کے بارے میں
بغلٹی منے خا چوک کنا رمانڈ ۔ ای اوڈا کتنٹ خیرے سالے دار
جب بھی بچہ میرے ساتھ سویا رہا ہے ۔ میں نے سوتے وقت کبھی بھی بچے کو اکیلا نہیں چھوڑا ہے

لہٰذا ان اشعار میں شاعر نے ان تینوں اصولوں کو بیان کیا ہے جنکے تحت امیر نصیر خان کی والدہ محترمہ نے انہیں پرورش کرتے وقت ملحوظ خاطر رکھی رکھا ۔

باب یازدہم

سندھ کی سیاسی صورت حال

امیر نصیر خان نوری کے دور (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۳ء) حکمرانی میں سندھ کا حکمران میاں نور محمد کلہوڑہ تھا ۱۷۵۲ء میں جب میاں نور محمد کو خبر ملی کہ احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان بطرف سندھ آرہا ہے۔ تو وہ محمد آباد سے تھار چلا گیا گدو مل کو اظہار دوستی اور فرمانبرداری کے لیے احمد شاہ کی لشکرگاہ بھیجا خود جیسلمیر کی مشرقی جانب روانہ ہوگیا۔ وہ خود خناق کے مرض میں مبتلا تھا راستے میں کوہ پارو کے گھاٹ کے قریب ۹ دسمبر ۱۷۵۳ء میں وفات پاگیا اور اس کی لاش محمد آباد لاکر دفن کی گئی

میاں نور محمد کے سات بیٹے تھے۔

۱۔ میاں محمد مراد یاب خان ۲۔ میاں عطر خان ۳۔ میاں خداداد خان
۴۔ میاں احمد یار خان ۵۔ میاں غلام شاہ ۶۔ میاں غلام نبی خان
۷۔ میاں عبدالنبی۔

میاں مرادیاب خان کی مسند نشینی

۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۷ء

میاں نور محمد کے وفات پا جانے کے بعد تمام اُمرا نے متفقہ طور پر ۱۷۵۴ء میں میاں محمد مرادیاب خان کو سندھ کا حکمران منتخب کیا اُس نے دو سال تک صحیح طور پر حکومت چلائی مگر بعد میں اُس نے حکومت میں بے راہ روی کا طریقہ کار اختیار کیا جس سے ملک میں بدنظمی پیدا ہوگئی۔ لوگ اُس سے بدظن ہو گئے اُمرا نے انکی حویلی کو گھیر کر اُسے گرفتار کر کے قید کیا۔ وہ کچھ عرصہ قید میں رہا پھر رہا کر دیا گیا۔ خداآباد کہنہ میں ۱۲ جون ۱۷۵۷ء میں وفات پائی اس کے دو بیٹے تھے حسن علی اور عباس علی۔

میاں غلام شاہ کی مسند نشینی

۱۷۵۷ء تا ۱۷۷۲ء

میاں مرادیاب خان کی معزولی کے بعد سندھ کے تمام فقرا بلوچ زعماء اور جاٹ سرداروں نے متفقہ طور پر میاں غلام شاہ کو جو میاں نور محمد کے سات بیٹوں میں سے ایک لائق بیٹا تھا۔ سندھ کی مسند امارت پر بٹھایا اس انتخاب سے میاں مرادیاب خان کا حقیقی بھائی احمد یار خان ناراض ہوا اور علم بغاوت بلند کیا۔ جس سے کہ ملک میں انتشار کی کیفیت پیدا ہوگئی۔

میاں محمد عطر خان کی افغانستان سے واپسی

میاں نور محمد کا ایک بیٹا جس کا نام میاں محمد عطر خان تھا وہ میاں نور محمد کے دور میں بطور یرغمال افغانستان کی حکومت کے پاس تھا مراد یاب خان کی معزولی اور غلام شاہ کی مسند نشینی کی خبر سنتے ہی احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان سے حکومت سندھ کا پروانہ حاصل کر کے سندھ آیا اس وقت میاں مرادیاب خان زندہ تھا مگر عطر خان نے خود حکومت پر قبضہ کیا اُسے حکومت نہیں دی جب میاں غلام شاہ کو معلوم ہوا کہ میاں عطر خان پروانہ حکومت سندھ حاصل کر کے سندھ آ رہا ہے تو میاں غلام شاہ بیکانیر چلا گیا۔ چند مدت بیکانیر میں رہا پھر محمد مبارک خان ثانی والی بہاولپور کے دعوت نامے پر بہاولپور چلا گیا۔

میاں غلام شاہ کی واپسی

میاں عطر خان مسند امارت سندھ پر بیٹھا وہ اتنا بدمزاج اور ظالم تھا کہ لوگ اُس سے بیزار ہو گئے۔ لوگوں نے خفیہ طور پر میاں غلام شاہ سے رابطہ قائم کیا اور اُسے گزارش کی کہ وہ آکر دوبارہ مسند امارت سندھ کو سنبھالے۔ میاں غلام شاہ، امیر بہاولپور محمد مبارک خان کے امدادی لشکر کے ساتھ سندھ پہنچا اس لڑائی میں میاں احمد یار خان نے میاں عطر خان کا ساتھ دیا چنانچہ روہڑی کے باہر نہر آمرکس کے کنارے ۱۱ جون ۱۷۵۸ء میں دونوں فریقین کے لشکروں کا آمنا سامنا ہوا ایک خونریز جنگ کے بعد یہ دونوں متفق بھائی میاں عطر خان اور میاں احمد یار خان کی افواج نے مخالف بھائی میاں غلام شاہ کی افواج سے

شکست فاش کھائی اور راہ فرار اختیار کی۔

میاں عطر خان اور میاں احمد یار خان قلات میں

جب میاں عطر خان اور احمد یار خان شکست کھا گئے تو انہوں نے سندھ میں حالات کو اپنے حق میں سازگار نہ پاکر بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں امیر نصیر خان کے پاس آکر پناہ لینے کی کوشش کی امیر نصیر خان نوری میاں غلام شاہ کا دوست اور طرفدار تھا لہذا انہوں نے ان دونوں کو قید کر لیا ان دنوں میں افغانستان کے حکمران کے دربار میں دیوان گدومل جو سندھ کے حکمران کی طرف سے سفیر تھا، قندھار میں موجود تھا۔ اُس نے احمد شاہ ابدالی سے گزارش کی کہ وہ میاں عطر خان اور میاں احمد یار خان کو امیر بلوچستان امیر نصیر خان کی قید سے چھڑانے کی کوشش کریں بلکہ انہوں نے حکمران موصوف کو اشتعال دیا کہ امیر بلوچستان ان کے حکومتی معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں اس کا بھی فوری طور پر تدارک کیا جائے چنانچہ احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان نے ۲۰ جون ۱۷۵۸ء میں قلات پر حملہ بول دیا اور بلوچستان کے دارالخلافہ قلات کو چالیس دنوں تک محاصرہ میں رکھا مگر شہر کو نہ لے سکا علمائے دین اور سادات نے بعد میں دونوں فریقین کے درمیان صلح کرائی جس کی تفصیلات باب ہشتم میں وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ لہذا اُن کے دوبارہ بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں میاں عطر خان اور میاں احمد یار خان نے اس طرح امیر بلوچستان کی قید سے رہائی حاصل کی احمد شاہ ابدالی نے دوبارہ سندھ کی حکومت کا پروانہ عطر خان کو دیا اور احمد یار خان کو اپنے پاس بطور یرغمال رکھا۔

سندھ کی تقسیم

اب کی دفعہ میاں عطر خان نے افغان لشکر کے ساتھ سندھ پہنچا اس نے جب یہ محسوس کیا کہ میاں غلام شاہ کے خلاف لڑائی میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتا آخر اس نے میاں غلام شاہ سے صلح کی جس کے نتیجے میں ملک سندھ کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ ہوا شاہ گڑھ سے نصرپور بہ شمول ٹھٹھہ میاں غلام شاہ کے حصہ میں آیا بقایا سندھ اس کے دو بھائی عطر خان اور احمد یار خان کو ملا۔ یہ میاں غلام شاہ کی حکومت کا دوسرا دور تھا جس میں وہ ایک تہائی سندھ پر حکمران ہوا۔

میاں غلام شاہ کا سندھ پر قبضہ

اس تقسیم کے بعد میاں عطر خان اور میاں احمد یار خان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ احمد یار خان نے حکومت افغانستان سے جا کر پروانہ حکومت سندھ حاصل کیا مگر اسی دوران میں میاں غلام شاہ نے سارے سندھ پر قبضہ کیا جس کے نتیجے میں عطر خان اور احمد یار خان، بہادر خان علانی، اور اختیار خان منہانی جو خوانین داؤد پوترے تھے ان کے پاس پناہ گزین ہو گئے۔

میاں عطر خان کی شورش

بہادر خان علانی نے عطر خان کی مدد کی۔ اور اپنے قوم کے دیگر سرآوردہ لوگوں کو ترغیب دیا کہ وہ عطر خان کی مدد کریں لیکن ان زعما نے یہ کہہ کر عطر خان کی امداد سے انکار کیا کہ بہادر خان علانی عطر خان سے بے شمار روپیہ لے چکا تھا

لہٰذا انہوں نے کہا کہ ہم کیوں غلام شاہ کے خلاف عطر خان کو امداد دیں پہلے تم نے یہ جنگ ہم کریں۔

اوباڑو کی جنگ

محمد مبارک خان امیر بہاولپور ہر صورت میں عطر خان کو سندھ کا حکمران بنانا چاہتا تھا لہٰذا غلام شاہ کی صلح کی کوششیں ناکام ہوگئیں۔ دونوں فریقین کی افواج اوباڑو کے مقام پر آمنے سامنے ہوگئیں۔ بہادر خان اپنے کمین گاہ سے نکلا سامنے آیا۔ غلام شاہ کی فوج نے اس پر گولیوں کی بارش کی دہ اور اس کا گھوڑا مارا گیا ایک شخص مبارک خان کا سر کاٹ کر غلام شاہ کے پاس لایا بہادر خان کے قتل کے بعد اس کا بھائی قائم خان یہ صورت حال دیکھ کر عطر خان کو ساتھ لے کر فرار ہوگیا۔

حکومت افغانستان کا پروانہ حکومت غلام شاہ کو دینا

چنانچہ سندھ میں سیاسی حالات نے ایسی صورت اختیار کی حکومت افغانستان کو مجبوراً پروانہ حکومت سندھ میاں غلام شاہ کو دینا پڑی۔ چنانچہ ۱۷۶۱ء میں حکومت افغانستان نے ان کو رہبر جنگ شاہ وردی خان کا خطاب عطا کیا اس دوران میں غلام شاہ علاقہ کچھ کی مہمات پر نکلا اور ہر جگہ اس کو فتح مندی حاصل ہوئی۔

سندھ میں انگریزوں کا قدم

میاں غلام شاہ کے دور حکمرانی سے بہت پہلے ۲۶ ستمبر ۱۶۱۳ء میں پہلی بار

انگریز جہازران سندھ کی مشہور بندرگاہ دیبل میں آیا جب کہ انگلستان میں جیمز اول حکمران تھا۔ اُس کا سفیر (سر ٹامس رو) پہلی بار سندھ آیا۔ اور یہ زمانہ ہندوستان میں مغل شہنشاہ شاہ جہاں کے دور حکمرانی کا تھا۔ انگریزوں نے ۱۶۳۵ء میں ٹھٹھے میں پہلی بار تجارتی کوٹھی قائم کی اس کوٹھی کا مقصد تھا سندھ سے قلمی شورہ خرید کر یورپ بھیجنا تھا لیکن نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ کوٹھی ۱۶۶۲ء میں بند کرنی پڑی بعد ازاں بچانوے سال گزرنے پر میاں غلام شاہ کے دور حکمرانی میں انگریزوں نے سندھ میں تجارت کرنے کی غرض سے دوبارہ کوٹھی کھولنے کا ارادہ کیا۔ انگریز نمائندہ رابرٹ سمپٹن کو میاں غلام شاہ نے ۲۲ ستمبر ۱۷۵۸ء میں کوٹھی قائم کرنے کا اجازت نامہ دے دیا۔ اس وقت بھی انگریزوں کا مقصد اسی کوٹھی کے ذریعے قلمی شورہ کی تجارت کرنا تھا جو سندھ میں بکثرت پیدا ہوتا تھا مختلف ممالک میں بارود سازی میں اس کی ضرورت تھی۔

افغانستان کی حکومت کا نظام دیرہ جات کی حوالگی

۱۷۶۲ء میں حکومت افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالی نے میاں غلام شاہ کی حکومت کے حسن انتظام سے خوش ہو کر ڈیرہ غازی خان اور ڈیرہ اسماعیل خان کی حکومت بھی ان کے سپرد کر دی۔

شہر حیدر آباد کا بسانا

میاں غلام شاہ کلہوڑہ نے اپنے دور حکومت میں مختلف مرکز بدلے آخر کار دریائے سندھ کے کنارے قدیم زمانہ میں نیرون کوٹ (حیدر آباد)

کے شہر کو اپنا دار الخلافہ بنانا چاہا مارچ ۱۷۶۹ء میں اس نے اس شہر کو دوبارہ بسایا اور اس کا نام حیدرآباد رکھا میاں غلام شاہ نے سولہ سال حکومت کرنے کے بعد ۲۰ اگست ۱۷۷۲ء میں وفات پائی اس کے دو بیٹے تھے سرفراز خان اور محمود خان لہٰذا اُمراء نے اس کے بڑے بیٹے میاں سرفراز خان کو اُس کا جانشین منتخب کیا۔

میاں محمد سرفراز خان کی مسند نشینی
۱۷۷۲ء تا ۱۷۷۵ء

میاں غلام شاہ کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا میاں محمد سرفراز خان ۱۷۷۲ء میں اس کا جانشین بنا اس کی مسند نشینی کے دو ماہ بعد احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان نے ۲۳ اکتوبر ۱۷۷۲ء کو وفات پائی اس کی جگہ اس کا بیٹا تیمور شاہ افغانستان کی مسند حکمرانی پر بیٹھا اور میاں سرفراز خان نے اپنی طرف سے میر بہرام خان کو تعزیت کے لیے تیمور شاہ امیر افغانستان کے پاس بھیجا اس نے قندھار جا کر امیر سندھ کی طرف سے احمد شاہ ابدالی کی وفات پر تعزیت کی

کلہوڑہ حکمرانوں کے دربار میں ٹالپر بلوچوں کے اثر و رسوخ

جب سندھ میں کلہوڑہ خاندان کی حکومت قائم ہوگئی تو ٹالپر بلوچوں کے ابتداء سے ان سے دوستانہ مراسم قائم تھے اور ان کو کلہوڑہ دربار میں اثر و رسوخ حاصل تھا اور کلہوڑہ امیر ٹالپر بلوچوں کے زعما پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ پہلا شخص جس نے میاں یار محمد کلہوڑہ کی نظر میں بڑا اعتماد اور رسوخ حاصل کیا۔ وہ

میر شہداد خان ٹالپر بلوچ تھا میر شہداد خان نے ١٨ نومبر ١٧٣٢ء میں وفات پائی
اس کے تین فرزند تھے (١) میر جام سندو (٢) میر چاکر (٣) میر بہرام ان تینوں بھائیوں
میں خصوصاً میر بہرام خان نے اپنی نمایاں خدمات کی وجہ سے کلہوڑہ دربار میں
ممتاز مقام حاصل کیا وہ میاں غلام شاہ حکمران سندھ کا معتمد مشیر تھا اس خصوصیت
اور تقرب کی وجہ سے درباری اس سے حسد کرتے تھے۔ جب میاں سرفراز
مسند نشین ہوا تو ایک درباری امیر راجا لیکھی نے میر بہرام خان ٹالپر کی جھوٹی شکایتیں
میاں سرفراز خان سے شروع کر دیں۔ میاں سرفراز خان میر بہرام خان سے بدظن
ہو گیا۔ گو کہ دیوان گیدومل نے میاں سرفراز کو میر بہرام کے متعلق بہت سمجھایا
کہ وہ اس کا دوست ہے۔ دشمن نہیں وہ دیگر دربار کے حاسدین کی باتوں میں
نہ آجائیں۔ مگر ان نصیحتوں کا سرفراز خان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

میر بہرام خان ٹالپر کی شہادت

١٢ اگست ١٧٧٥ء میں میر بہرام خان اور اس کا بیٹا میر صوبیدار خان میاں
سرفراز خان حکمران سندھ کے سلام کو گئے۔ ان کے آتے ہی میاں سرفراز خان
حکمران سندھ اٹھا اس نے اس کے درباری راجا لیکھی، اللہ بخش جنجن اور جام
فیروز اس کے ساتھ تھے وہ بھی اٹھے ایک علیحدہ مقام پر گئے اسی دوران میں
ایک شخص نے جس کا نام حسین تھا۔ میر بہرام خان پر حملہ کر کے اس کا سر قلم کر دیا
جب میر صوبیدار کو معلوم ہوا اس نے اللہ بخش لیکھی کا اسی وقت پیٹ چاک
کر دیا۔ اس پر ہر طرف سے میر صوبیدار خان پر تلواریں برسنے لگیں۔

Scanned with CamScanner

ٹالپر بلوچوں کا ردِ عمل

میر بہرام خان کے قتل کے واقعہ کے بعد تمام ٹالپر بلوچوں نے یکجا ہو کر میاں سرفراز خان کی قیام گاہ خدا آباد پر حملہ بول دیا۔ ان کا سرغنہ میر بہرام کا بھیرا بھائی میر فتح خان تھا۔ میاں سرفراز اس حملے سے بدحواس ہو کر چند ساتھیوں کے ساتھ فرار ہو کر حیدرآباد پہنچا۔ میر فتح خان نے حیدرآباد بھی فتح کیا تو راجا لیکھی، اللہ بخش جتنی، محراب جتوئی جو میر بہرام کے قتل کے سب سے بڑے محرک تھے سرفراز خان کو چھوڑ کر میر فتح خان ٹالپر سے مل گئے۔

میاں محمود خان کی مسند نشینی ۱۷۷۵ء

میر فتح خان ٹالپر نے میاں سرفراز خان کے چھوٹے بھائی میاں محمود خان کو سندھ کی مسند حکمرانی پر بٹھایا۔ میر فتح خان نے قلعہ کی کنجیاں اور خزانہ کے لینے سے انکار کر دیا اور میاں محمود خان کو کہا ہمارا سردار میر بجار ٹالپر جو حج پر گیا ہے۔ حج سے آئے گا۔ جو چاہیے گا کرے گا ہم نے یہ کام صرف انتقام کی آگ بجھانے کی خاطر کیا ہے۔

میاں غلام نبی کی مسند نشینی

۱۷۷۵ء تا ۱۷۷۶ء

راجا لیکھی میر فتح خان کے قلعہ اور خزانے کی کنجیاں لینے کے انکار پر بہت خوش ہوا اس کا بیٹا آجر میاں محمود کے دربار میں تھا اس نے کوشش کر کے

دربار میں مختار المہام بنا دیا تاجہ لیکھی نے اللہ بخش جھنجھن پیروز پتافی کھوسہ امراء کو اپنا ہم خیال بنا کر ایک رات میاں محمود خان کو اٹھایا ایک ایسی جگہ لے گیا جس کے چاروں طرف پانی تھا اور دوسرے دن میاں عبدالنبی ولد میاں نور محمد کلہوڑہ کو مسند حکمرانی سندھ پہ بٹھایا چونکہ عبدالنبی ماں کی طرف سے جوکھیو قبیلے سے تھا تاجہ لیکھی جانتا تھا اُسے حکمرانی سے کوئی اور درباری نہیں ہٹا سکے گا

میر بجار ٹالپر کی حج سے آمد

اسی زمانے میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ میر بجار ٹالپر حج سے واپس سندھ پہنچ رہے ہیں۔ راجا لیکھی کو اپنا انجام بد نظر آیا وہ اسی دہشت میں مر گیا میاں غلام نبی بڑا مدبر اور عقلمند آدمی تھا اُسے تاجہ لیکھی اور اس کے باپ راجا لیکھی سے بہت نفرت تھی۔ وہ تاجہ لیکھی کو صرف فروری احکام کے لیے بلاتا تھا۔

میر بجار ٹالپر قلات میں

میر بجار حج سے واپسی میں جہاز پر کراچی آیا۔ اُس زمانے میں کراچی بلوچستان میں شامل تھا جسے اورنگزیب نے اپنے دور (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) حکومت میں امیر سمندر خان امیر بلوچستان کو امیر محراب خان اول کے خون بہا میں سندھ کے کلہوڑہ حکمرانوں سے لے کر دیا تھا امیر نصیر خان نوری نے میر بجار خان ٹالپر کا شاندار استقبال کیا۔ اور اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ بلوچی رشتہ اخوت کو مستحکم کرنے کے لیے دونوں نے آپس میں پگڑیاں بدل لیں۔ امیر نصیر خان نوری نے ان کی اعانت کے لیے ایک فوج تیار کی۔ اور کلہوڑوں سے اُن کے

والد میر بہرام خان کے ناحق قتل کا بدلہ لینا چاہا۔ لیکن میر بجار خان بلوچستان سے بلوچوں کا لشکر لے کر سندھ پر حملہ کرنے کو سندھی ہونے کی حیثیت سے نامناسب سمجھ کر امیر نصیر خان نوری کا تہہ دل سے ہمدرد جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں کہا کر آپ صرف میرے لیے دعا کریں۔ اور مجھے خدا کے حوالے کریں۔

میر بجار خان ٹالپر کا سندھ میں استقبال

جب میر بجار خان ٹالپر نے قلات دارالخلافہ بلوچستان سے امیر نصیر خان نوری کو الوداع کہہ کر بطرف سندھ روانہ ہوا۔ سندھ پہنچا تو تمام ٹالپر سردار
۱ میر عبداللہ خان ولد میر بجار خان ۲ میر فتح علی خان ۳ میر فتح خان
۴ میر غلام علی ۵ میر سہراب خان ۶ میر محمود خاں ۷ میر اللہ یار خان ،
اور میر ٹھارہ خاں نے پرجوش استقبال کیا۔
اور بعد استقبال اُس کے باپ میر بہرام خاں کی تعزیت کی۔

میر بجار ٹالپر کا جنگ میں توقف

میر بجار خان جب حج سے واپس آیا تو سب ٹالپر برافروختہ تھے کلہوڑہ حکمران سے جنگ چاہتے تھے میر بجار نے حیدرآباد سے چھ کوس دور ڈیرہ ڈالا تھا حکمران سندھ میاں غلام نبی اس کے پاس تعزیت کے لیے نہیں آیا بلکہ میر بجار خان کو خط لکھا کہ تم نے جو حیدرآباد کے قریب ڈیرہ ڈالا ہے۔ اگر مقصد جنگ کا ہے ہم حاضر ہیں اگر یہ ارادہ نہیں تو یہاں سے چلے جاؤ دوسرے

دن میر بجار عمرکوٹ چلاگیا۔ عمرکوٹ کے قلعہ پر کھوسہ قبیلہ قابض تھا انہوں نے جب میر بجار کی آمد کی خبر سنی تو قلعہ خالی کر کے فرار ہوگئے میر بجار قلعہ پر قابض ہوگیا۔

میر بجار کو قلعہ عمرکوٹ سے نکالنے کی تدبیر

میاں غلام نبی حکمران سندھ کے درباری میر بجار تالپر کے عمرکوٹ کے قلعہ پر قبضے سے بہت گھبراگئے اب انہوں نے ایسی ترکیب سوچی کہ بغیر جنگ کے قلعہ ان سے خالی کرایا جائے۔ اللہ بخش جھنجن نے میاں عبدالنبی حکمران سندھ کو یہ تجویز پیش کر دی کہ وہ عمرکوٹ میر بجار کے پاس تعزیت کے لیے جائے اور اُن سے اتنے عرصہ تعزیت نہ کرنے کا افسوس ظاہر کرے۔ جب میاں عبدالنبی نے پروگرام کے مطابق ایسا کیا تو اللہ بخش جھنجن نے میر بجار سے کہا کہ میاں غلام نبی ہمارا آقا ہے۔ ان کے اعزاز میں آپ قلعہ سے باہر آکر رہیں لہٰذا میر بجار نے اس مشورے پر عمل کیا تو اللہ بخش نے اپنے دو ہزار سپاہی قلعہ میں بٹھادیئے اور اس طرح اس کا منصوبہ کامیاب ہوگیا۔

لانیاری کی جنگ

جب میر بجار عمرکوٹ کے قلعہ کو خالی کرانے کی سازش سے باخبر ہوا تو اُس نے سمجھ لیا کہ اسوائے جنگ کے دیگر کوئی چارہ نہیں اس نے تاجر لیکھی کو خط لکھا کہ ان روباہ بازیوں کی بجائے مرد میدان کی طرح میدان میں آکر مردوں کی طرح لڑنا بہتر ہے۔ چنانچہ تعلقہ شہدادپور کے مقام لانیاری کے مقام

پر دونوں فریقین کی افواج کی مڈبھیڑ ہوئی میر بجار خان تالپر کے ساتھ چھ ہزار بلوچ فوجی تھے اور میاں عبدالنبی حکمران سندھ کی فوج کی تعداد تیس ہزار تھی دونوں فریقوں میں خونریز جنگ ہوئی میاں عبدالنبی نے جب جنگ میں اپنی شکست کے آثار نمایاں دیکھے۔ تو اُس نے خفیہ طور پر اپنے ایک ساتھی کو قرآن مجید دے کر میر بجار کے پاس بھیجا کہ میں آپ سے جنگ نہیں چاہتا تھا مگر ان ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہوں۔ وہ مجھے زبردستی میدان جنگ میں لائے ہیں تاجہ لیکن کو کسی طرح اس خفیہ پیغام کا پتہ چلا اُس نے فوراً موقع پا کر میاں غلام نبی کو قتل کر دیا اور خود فرار ہو کر شاہ گڑھ پہنچ گیا۔

میر بجار کا دشمنوں سے حُسن سلوک

میر بجار تالپر نے فتح کے بعد میاں غلام نبی کی لاش کو احترام کے ساتھ تابوت میں بند کر کے حیدرآباد روانہ کر دیا جہاں اُسے دفنایا گیا پھر میر بجار نے میاں کے قاتلوں کے تعاقب میں فوج روانہ کر دی اس عرصہ میں اُن سب نے یعنی اللہ بخش جھنجن، محمد حسن محراب جتوئی، میر بجار خان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لی۔ اُنہوں نے ان سب کو معاف کر دیا۔

میاں عبدالنبی کی مسند نشینی
۱۷۷۶ء تا ۱۷۹۹ء

میر بجار تالپر نے میاں عبدالنبی کلہوڑہ میاں نور محمد کے بیٹے کو مسند حکمرانی سندھ پر بٹھایا جب میاں عبدالنبی اپنے بھائی غلام نبی کی تجہیز و تکفین

سے فارغ ہوا۔ عبدالنبی حیدرآباد میں تھا اُس کے خاندان کے یہ افراد میاں سرفراز خان، اُس کا بیٹا محمد خان اور اس کا بھائی میاں عطر خان، سرفراز خان اور محمود خان سب حیدرآباد کے قلعے میں قید تھے۔ میاں عبدالنبی نے سوچا کہ اگر ان کو زندہ چھوڑ گیا تو وہ ان کے مقابلے میں سندھ میں حکمران نہیں رہ سکتا ہے پہلے زمانے کے بادشاہوں نے بھی مصلحت کی بنا پر اپنے بھائیوں کو قتل کیا ہے لہٰذا اُس نے ان سب کو قید خانے میں قتل کروا دیا۔

میر بجار ٹالپر کا حکومت کو سنبھالنا

میاں عبدالنبی کے حکمران ہونے کے بعد میر بجار ٹالپر نے ملک کے انتظامات خود سنبھال لئے اور میاں عبدالنبی کے حکم سے اللہ بخش جھنجن اور لیکھی اور اُس کے خاندان کو گرفتار کیا عبدالنبی حکمران سندھ نے اپنے بھائی میاں غلام نبی کے قتل کی پاداش میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیا مگر میر بجار کی سفارش پر ان سب کو حکمران نے معاف کر دیا۔

عزت یار خان کلھوڑہ کی ہنگامہ آرائی

احمد یار خان کلھوڑہ کا بیٹا عزت یار خان افغانستان کے دربار میں موجود تھا چونکہ سندھ میں کوئی مستحکم حکومت نہ تھی افراتفری کا عام تھا حکمران افغانستان تیمور شاہ نے عزت یار خان کلھوڑہ کو سندھ کی حکومت کا پروانہ دے کر اسے دس ہزار کا لشکر اور ایک ہزار ترک سواروں کے ساتھ سندھ روانہ کر دیا اور قمرالدین خان نائب ڈیرہ جات کو لکھا کہ عزت یار خان کی کمک کریں اکا

طرح امیر بلوچستان امیر نصیر خان نوری سے بھی بطور اپنے حلیف کی خواہش ظاہر کی کہ وہ عزت یار خان کو سندھ کی حکومت حاصل کرنے میں مدد دیں۔

عزت یار خان نے سندھ پہنچ کر میر بجار خان تالپر کو بذریعہ خط مطلع کیا کہ وہ اس کی کمک کرے۔ تو وہ اُن کو اپنا مدارالمہام بنائے گا۔ کیونکہ خواہ مخواہ خونریزی سے کوئی فائدہ نہیں مگر میر بجار خان نے جواب دیا کہ وہ اُس کے چچا عبدالنبی کا وفادار ہے ان سے عزت یار خان کی جنگ ایسی ہے۔ جیسے کہ کوئی اپنے باپ سے جنگ کرے۔

شکارپور کی جنگ

اس کے بعد میر بجار خان اٹھارہ ہزار کا لشکر لے کر روہڑی پہنچا وہاں سے دریا عبور کر کے شکارپور پہنچا۔ لکھی اور شکارپور کے درمیان دونوں لشکروں میں خونریز جنگ ہوئی۔ عزت یار خان کو شکست فاش ہوئی اُس کا سارا جنگی سازو سامان بلوچوں کے ہاتھ آیا عزت یار خان کی شکست خوردہ فوج قلعہ شکارپور میں محصور ہوگئی۔ میر بجار خان تالپر نے قلعہ کا محاصرہ کیا آخر کار افغان فوج نے قلعے کے دروازے کھول دیئے۔ ان سب کو میاں عبدالنبی حکمران سندھ کے سامنے پیش کیا گیا انہوں نے افغان فوجوں کے سرداروں کو خلعت و انعام دے کر رخصت کر دیا عزت یار خان کلھوڑہ کی مہم ناکام ہوگئی۔

تیمور شاہ حکمران افغانستان کا حملہ

تیمور شاہ کو جب عزت یار خان کلھوڑہ کی مہم کی ناکامی کی اطلاع ملی وہ ایک بڑا لشکر

لے کر سندھ کی طرف روانہ ہوا محفوظ خان فوجی افسر جو میر بجار کے حسن سلوک سے متاثر تھا اُس کو خبر دی کہ حکمران افغانستان ایک جرار لشکر کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ ہوا ہے. میں نے حالات درست کرنے کی کوشش کی مگر حکمران نے میری باتوں کو نہیں مانا بہرحال اس جنگ کو ٹالنے کی ہر صورت سے کوشش کی جائے تو بہتر ہوگا. میر بجار خان کو جب یہ اطلاع ملی وہ میاں عبدالنبی حکمران سندھ کو لے کر روہڑی کی طرف روانہ ہوا روہڑی پہنچ کر دریا پر کشتیوں کا پل باندھ لیا. چند منزل آگے جاکر تیمور شاہ کو ایک خط بھیجا اور اُن کو یاد دلانے کی کوشش کی کہ بعض مخالفین نے آپ کو غلط باتیں بتائیں ہیں. اگر اجازت دیں میں آپ کے سامنے پیش ہو کر سارے کوائف جو درست ہیں بیان کروں. میر بجار خان کا یہ خط تیمور شاہ کو اُس وقت ملا جب کہ وہ شکارپور سے دو منزل کے فاصلے پر تھا میر بجار خان کے اس خط سے امیر افغانستان کا غصہ ٹھنڈا ہوا امیر افغانستان نے سندھ کی حکومت کا پروانہ میاں عبدالنبی کلہوڑہ کو دیا اس فوج کشی کے اخراجات کا اُن سے مطالبہ کیا جسے عبدالنبی اور میر بجار خان نے مان لیا کہ وہ یہ اخراجات ادا کریں گے.

میر بجار خان ٹالپر کی شہادت

میاں عبدالنبی حکمران سندھ نے جب میر بجار ٹالپر کی ہردلعزیزی اور مقبولیت دیکھی تو اس کو بڑا خطرہ پیدا ہوگیا کہ اسے کسی طرح سے راستے سے ہٹایا جائے چنانچہ میر بجار خان ٹالپر کے قتل کے مختلف قصے مشہور ہوئے ہیں مگر درحقیقت اسے میاں عبدالنبی حکمران سندھ نے قتل کروایا اس سے اس کی بیٹی کا رشتہ

ہاتھ جب رشتہ دینے سے میر بجار خان نے انکار کر دیا تو اس کے سے قتل کرنے کا جواز پیدا ہو گیا لہٰذا میاں عبدالنبی حکمران سندھ نے میر بجار خان کو قتل کرا دیا۔ میر بجار خان کے قتل کے بعد تمام بلوچوں نے اس کے بیٹے میر عبداللہ خان کو اپنا سردار منتخب کیا قتل کے وقت عبداللہ خان موجود نہ تھا میر فتح خان نے میر بجار خان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا۔

میاں عبدالنبی کا فرار بطرف قلات

جب میاں عبدالنبی حکمران سندھ کو اطلاع ملی کہ میر عبداللہ واپس آ گیا ہے وہ اپنے دل میں چور تھا۔ اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ سندھ سے فرار ہو جائے وہ قبیلہ جھنجھن اور جتوئی سے اپنے خیر خواہ لوگوں کے ساتھ۔ اپنے خاندان کے افراد کو لے کر راتوں رات دریا عبور کر کے قلات کی طرف روانہ ہوا منازل طے کرتا ہوا بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پہنچا میر عبداللہ خان نے اپنے دو معتمد قاصدوں کے ساتھ قرآن بھیج کر میاں عبدالنبی حکمران سندھ کو اپنی وفاداری کی یقین دہانی کرائی اور اُسے پیغام بھیجا کہ آپ قلات سے آ کر اپنی سندھ کی مسند حکمرانی کو سنبھالیں اور اپنے مشیروں کے مشوروں پر عمل نہ کریں مگر میر عبداللہ کو ناکامی ہوئی میاں عبدالنبی نے آنے سے انکار کر دیا۔

صادق علی خان کی مسند نشینی

میر عبداللہ خان تالپر کو سندھ کے حکمرانی کے لیے کلہوڑہ خاندان کے کسی فرد کو تلاش کرنا پڑا کیونکہ میاں عبدالنبی کلہوڑہ نے اپنے دور حکمرانی میں تمام افراد

خاندان کلہوڑہ کو قتل کر دیا تھا بہر حال صادق علی خان کلہوڑہ خاندان کا ایک فرد تھا جو سندھ میں گوشہ نشینی اختیار کیے ہوا تھا۔ اُسے میر عبداللہ نے تلاش کر کے مسند حکمرانی سندھ پر بیٹھایا وہ فقر اور تجربہ کی طرف مائل تھا اس نے تمام دنیاوی امور کا مدار میر عبداللہ پر تھا اور وہ ہی سندھ کی حکومت کے نظم و نسق کو چلاتا تھا۔

مہاراجہ جودھپور کا سندھ پر حملہ

جب صادق علی خان کلہوڑہ مسند حکمرانی سندھ پر بیٹھا تو چند مدت بعد جے سنگھ والی جودھپور ایک کثیر فوج کے ساتھ سندھ پر حملہ آور ہوا میر عبداللہ اپنی فوج کو لے کر جودھپور کی طرف بڑھا اُس نے ایک صحرا سے گزر کر ایک ٹیلے پر جودھپور کی فوج کو پایا جس پر میر عبداللہ کے لشکر نے ہر طرف سے حملہ کیا جودھپور کی افواج کو شکست فاش ہوئی۔ وہ راہ فرار اختیار کر گئے اُن کے فوجی ساز و سامان خیمے ہتھیار، جانوروں پر میر عبداللہ تالپر اور اُس کی بلوچ افواج کا قبضہ ہو گیا اس فتح سے سندھی فوج کے حوصلے بلند ہوئے۔

سندھ پر میاں عبدالنبی کا دوبارہ حملہ

جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ میر بجار کے قتل کے بعد میاں عبدالنبی حکمران سندھ بطرف قلات فرار ہوا وہ اُمیر بلوچستان اُمیر نصیر خان سے فوجی کمک لے کر سندھ پر حملہ آور ہوا اس بڑا خونی بلوچ فوج کی کمان افسر میر زرک قبیلہ زہری کا سردار تھا۔ اس لشکر نے سندھ پر چڑھائی کی لاڑکانہ پہنچا اور ہالا کے قریب اس کا مقابلہ میر عبداللہ تالپر کے لشکر سے ہوا ایک خون ریز جنگ

کے بعد میاں عبدالنبی کلہوڑہ کو شکست ہوئی امیر بلوچستان کی فوج کے کمان افسر میر زرک اس لڑائی میں اپنے دیگر سرداروں کے ساتھ کام آیا اس فتح سے میر عبداللہ تالپر کی شہرت اور بھی بڑھ گئی۔ چانڈک کے جنگ کی شکست کے بعد میاں عبدالنبی کلہوڑہ قلات پہنچا امیر بلوچستان امیر نصیر خان نے اُسے تعلقہ حاجی پور کی نصف مالگزاری مقرر کر دی وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ حاجی پور میں مقیم ہو گیا کچھ مدت بعد وہ یہاں سے افغانستان جا کر حکمران افغانستان تیمور شاہ سے مدد کا طلب گار ہوا۔

بیان میر گل خان نصیر مصنف تاریخ بلوچستان

اس واقعہ کو تاریخ بلوچستان کا مصنف ملک الشعرا میر گل خان نصیر مرحوم یوں بیان کرتا ہے۔

تالپروں کی لڑائی اور سردار میر زرک کی موت

۱۷۸۱ء میں سندھ کے تالپر بلوچوں نے میر عبدالنبی کلہوڑہ حاکم سندھ کو شکست دے کر سندھ کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ میر عبدالنبی سندھ سے فرار ہو کر قلات پہنچا اور امیر نصیر خان سے مدد مانگی کلہوڑہ حکومت چونکہ خان قلات کی باجگزار تھی اس لیے امیر نصیر خان نے سردار زرک زہری کو دستہ زہری کے پانچ سو آدمیوں کا ایک مختصر لشکر دے کر میر عبدالنبی کے ساتھ تالپروں کی سرکوبی کو روانہ کر دیا (سرکند) کے مقام پر تالپروں نے سردار زرک کا مقابلہ کیا سردار زرک کے آدمی جان توڑ کر لڑے مگر تالپروں کی کثرت تعداد

کی وجہ سے ان کو شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا سردار زرک اپنے قابل قدر معتبرین مثلاً میر ولی محمد کہور زئی، جام خداداد موسیانی اور میر بازید جنگ کے ساتھ لڑائی میں کام آیا اور اس کے آدمی منتشر ہو کر فرار ہو گئے میر عبدالنبی کلہوڑہ بھی میدان جنگ سے جان بچا کر تیمور شاہ حکمران افغانستان کے پاس پہنچا۔

مدد خان اسحاق زئی کا سندھ پر حملہ

جب میاں عبدالنبی کلہوڑہ قندھار میں امیر افغانستان کے پاس برائے کمک پہنچا تو تیمور شاہ نے مدد خان اسحاق زئی کو میاں عبدالنبی کلہوڑہ کے ساتھ سندھ روانہ کر دیا نیز امیر بلوچستان سے بھی خواہش کی کہ وہ مدد خان کی امداد کرے چونکہ امیر نصیر خان کی طبیعت ناساز تھی انہوں نے اخوند فتح محمد کے ساتھ بلوچستان کی افواج روانہ کر کے ہدایت کی کہ وہ سندھ جا کر مدد خان کی کمک کریں۔ جب مدد خان سندھ پہنچا تو اس نے عبدالنبی سے فوج کے اخراجات کا مطالبہ کیا اس نے کہا میرا خزانہ قلعہ میں مدفون ہے جب ہم قلعہ فتح کریں گے تب آپ کو موعودہ رقم ادا کر دی جائے گی اس وقت لوٹ مار سے اپنی ضرورتیں پوری کریں اس دوران میں مدد خان اسحاق زئی اور میر عبداللہ تالپر کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا اور میر عبداللہ نے مدد خان کو پیغام بھیجا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کتنی بڑی فوج سے مقابلہ کیوں نہ ہو میں منہ نہیں موڑوں گا اس قسم کو توڑ نہیں سکتا اگر آپ خدا آباد جانا چاہتے ہیں تو دریا کے راستے چلے جائیں جب آپ کی

فوج گزر جائے گی تو میری قسم پوری ہو جائے گی میں آپ کی مرضی کے مطابق اپنی فوج نے کر عمر کوٹ جاؤں گا۔ چونکہ ہمارا سازو سامان وہاں پر ہے۔

دوسرے دن مدد خان خدا آباد پہنچا میاں عبدالنبی سے مدفون خزانے کا تقاضا کیا اس کے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ شہر کے لوگوں سے جس طرح بھی ہو سونا چاندی اکٹھا کیا جائے لہٰذا مدد خان جتنا ظلم سندھ کے لوگوں پر کر سکتا تھا کر کے کچھ عرصے بعد افغانستان کی طرف روانہ ہوا اور میاں عبدالنبی کو بے یارو مددگار سندھ میں چھوڑ دیا۔

بیان میر گل خان نصیر مصنف تاریخ بلوچستان

میر گل خان نصیر مصنف تاریخ بلوچستان مدد خان اسحاق زئی کے اس مہم کا یوں تذکرہ اپنی تاریخ میں کرتا ہے۔

سردار زرک کا انتقام

امیر نصیر خان امیر بلوچستان کو میاں عبدالنبی کلہوڑہ کے تخت سے زیادہ میر زرک کی موت کا افسوس ہوا جب حکمران افغانستان نے ۱۱۹۶ھ میں سردار مدد خان اسحاق زئی کو کوئی چھ ہزار سواروں کا ایک لشکر دے کر تالپوروں کی سرکوبی کو روانہ کیا تو امیر افغانستان تیمور شاہ نے امیر بلوچستان امیر نصیر خان سے بھی امداد کی خواہش ظاہر کی امیر نصیر خان پر ان دنوں فالج کا حملہ ہو چکا تھا اس لیے خود لشکر کے ساتھ نہ جا سکا لیکن اپنے مندرجہ ذیل قبائلی سرداروں یعنی میر عبدالنبی رئیسانی، میر حاجی محمد خان شادانی، میر جنگی خان سرپرہ، میر الہ خان

زگر مینگل وڈیرہ بہادر خان جنگل زئی' میر احمد خان محمد شہی میر دینار خان کرد میر جلال خان محمد حسنی' میر جلال خان مگسی' میر غلام علی بلیدی' میر یوسف خان زہری میر نور محمد خان موسیانی' میر ولی محمد خان شاہی زئی مینگل' میر شہباز خان محمد حسنی میر فقیر محمد بزنجو' وڈیرہ قیصر خان مگسی کے ہمراہی اور اخوند فتح محمد کی سرکردگی میں آٹھ ہزار بلوچوں کا ایک منظم لشکر سردار مدد خان کی امداد کو ٹالپروں کے خلاف روانہ کر دیا۔

سیلانی بیلانی کی لڑائی

ٹالپروں نے افغانوں اور بلوچوں کے اس مشترکہ اور جنگ آزما لشکر کا سیلانی بیلانی کے مقام پر جو حیدرآباد سے روہڑی جاتے ہوئے بڑی سڑک پر پڑتا ہے ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا لڑائی اب تک پورے عروج پر نہیں پہنچی تھی کہ ٹالپروں کی صفوں میں شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے اور بہت جلد ایک سو چالیس لاشیں میدان میں چھوڑ کر ٹالپر پسپا ہو گئے ٹالپروں نے اپنے بال بچے لڑائی سے پہلے قلعہ عمر کوٹ میں پہنچا دیئے تھے اس لیے سیلانی بیلانی کے مقام پر شکست کھا کر ٹالپروں کا تمام لشکر قلعہ عمر کوٹ میں داخل ہو کر محصور ہو گیا۔

عمر کوٹ کا فتح کرنا

حملہ آوروں نے سات مہینے تک قلعہ عمر کوٹ کا محاصرہ جاری رکھا ٹالپروں کو اس قدر طویل محاصرے کی اُمید نہ تھی رفتہ رفتہ جب ان کے

ذخیرے جواب دینے لگے تو مجبور ہو کر انہوں نے بلوچ سرداروں کے ساتھ گفت و شنید کا سلسلہ شروع کر دیا اور اخوند فتح محمد کو انہوں نے پیغام دیا کہ ہم بلوچ ہیں افغانوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے ہمیں عار معلوم ہوتی ہے ہم جانتے ہیں کہ ان کے ہاتھوں سے ہمارا ننگ اور ہمارے بیوی بچوں کی آبرو محفوظ نہیں رہ سکے گی تم بلوچ ہو اس لیے ہم تم سے استدعا کرتے ہیں کہ ہماری لاج رکھو تو ہم تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے ٹالپروں کے اس غیرت مندانہ پیغام سے تمام بلوچ سردار متاثر ہو گئے اور اخوند فتح محمد نے تمام بلوچ سرداروں کی طرف سے جا کر سردار مدد خان کو ٹالپروں کی جان بخشی کے لیے کہا سردار مدد خان نے مندرجہ ذیل شرائط پر ٹالپروں کی جان بخشی کا وعدہ کیا۔

۱۔ ٹالپر فاتحین کو ایک لاکھ روپے تاوان جنگ دیں گے۔

۲۔ ٹالپر سردار میر زرک اور اس کے ساتھیوں کا خون بہا امیر نصیر خان امیر بلوچستان کی منشا کے مطابق ادا کریں گے۔

۳۔ ٹالپر یہ اقرار کریں گے کہ آئندہ وہ کلہوڑوں کی حدود حکومت میں دست درازی اور تصرف نہیں کیا کریں گے۔

ٹالپروں نے یہ شرائط مان لئے بس امیر نصیر خان کی افواج کے بلوچ سرداروں نے ٹالپروں کو حفاظت کے ساتھ قلعہ سے باہر نکالا اور ان کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ اپنا تمام سامان و مال و دولت بے خوف قلعہ سے باہر نکال کر لے جائیں جب ٹالپروں نے قلعہ عمر کوٹ کو مکمل طور پہ خالی کر دیا تب سردار مدد خان نے قلعہ عمر کوٹ کو میاں عبدالنبی کلہوڑہ کے حوالے کر دیا

اور خود افغانستان کی طرف واپس ہوا۔

میاں عبدالنبی کی سندھ واپسی

جب سردار مدد خان اسحاق زئی میاں عبدالنبی کو خدا آباد پہنچا کر واپس بطرف افغانستان روانہ ہوا۔ تو میاں عبدالنبی نے میر عبداللہ تالپر کو قرآن کا واسطہ دے کر اس سے صلح کر لی اور دونوں کبھی خدا آباد میں مقیم ہوگئے اور ایک دوسرے کے پاس آنے جانے لگے۔

میر عبداللہ خان اور میر فتح خان کی گرفتاری وقتل

جب میاں عبدالنبی نے اپنی فتنہ بازیوں سے اپنے لیے ایک سازگار فضا پیدا کر لی میر عبداللہ اور میر فتح خان اس کے پاس آنے جانے لگے ایک دن علی الصباح اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ مسلح ہو کر آئیں جب وہ آئے تو اس نے ان کو پہرہ پر لگا دیا اور اُن سے کہا جب میر عبداللہ اور میر فتح خان دربار آئیں تو ان کے ہتھیار اُن سے لے کر اُن کو اندر آنے دیا جائے لہٰذا جب وہ آئے۔ تو پروگرام کے مطابق اُن سے ہتھیار لے گئے اور ان کو قید کر دیا گیا جب عبدالنبی کے آدمی میر عبداللہ کے خیمہ گاہ میں گئے وہاں سو بلوچ تھے جن پر انہوں نے حملہ کیا ان بلوچوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سب مارے گئے۔ اسی دوران جلاد نے میر عبداللہ خان اور میر فتح خان کے سر قلم کر دیئے۔

بالانی کی جنگ

میر عبداللہ خان اور میر فتح خان کے قتل کے بعد ٹالپر امیروں نے اپنے اہل و عیال کو دین گڑھ پہنچایا۔ میر فتح علی خان اپنے قبیلہ ٹالپروں کے باہور سرداروں میر غلام علی' ہاتو خان' شہارہ خان' اصیار خان کے ساتھ مل کر سہراب خان کی کمک کرنے کا بھی انتظار نہیں کیا میاں عبدالنبی حکمران سندھ پر حملہ کیا اگرچہ میاں کی فوج تعداد میں زیادہ تھی لیکن اس کے باوجود اُسے شکست ہوئی اور اس کی فوج پسپا ہو گئی۔

میاں عبدالنبی کا دوبارہ فرار بطرف قلات

اس سخت لڑائی کے بعد میاں عبدالنبی کلھوڑہ پریشانی کے عالم میں دریا عبور کر کے قلات پہنچا امیر نصیر خان امیر بلوچستان سے مدد کا ملتجی ہوا امیر نصیر خان نے اسے کہا کہ میں نے تمہیں مدد دی لیکن تم سے کچھ نہ ہو سکا امیر جو دھپور نے تمہیں مدد دی پھر بھی تم ناکام رہے تم میں استعداد نہیں کہ تم اپنے منصب کو سنبھال سکو۔

امیر نصیر خان کا خفیہ خط بنام میر فتح علی خان ٹالپر

امیر بلوچستان امیر نصیر خان نے ایک خفیہ خط میر فتح علی خان ٹالپر کو بھیجا جس میں لکھا کہ آپ اپنے کسی معتبر آدمی کو میرے پاس برائے مشورہ بھیج دو۔ میر موصوف نے قیصر فقیر کو روانہ کر دیا۔ امیر نصیر خان نے قیصر فقیر

سے کہا کہ انہیں میاں عبدالنبی کی مدد سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن اس کو یہ احساس
نہیں ہوتا کہ وہ اپنے منصب کو سنبھالنے کا اہل نہیں اور اب میرے دامن سے
کانٹے کی طرح الجھا ہوا ہے کہ میری مدد کرو اور میں نے اس سے کہا ہے
کہ میں تجھے اس شرط پہ مدد دیتا ہوں کہ میری فوج تمہیں خدا آباد کے مجبوراً
آگے تم جانو اور تمہارا کام میری طرف سے میر فتح علی خان سے کہہ دینا کہ وہ ہماری
فوج سے جنگ نہ کرے اس لئے کہ وہ لڑائی کے ارادے سے نہیں آرہی
ہے جب میری فوج وہاں پہنچے تو آپ شکار میں وقت گزار دیں چنانچہ یہ
پیغام قیصر فقیر من وعن اپنے امیر میر فتح علی خان کو پہنچا دیا۔

میاں عبدالنبی کلھوڑہ کی ناکامی

چنانچہ امیر بلوچستان کی امدادی فوج میاں عبدالنبی کلھوڑہ کو لے کر بطرف
سندھ روانہ ہوئی جب یہ لوگ بہ مقام حصہ ضلع سیوستان پہنچے تو بلوچ
فوج نے آگے جانے سے انکار کر دیا بلوچ فوج نے اپنے اخراجات کا مطالبہ
میاں غلام نبی کے پاس کچھ نہ تھا لہٰذا انہوں نے اس کے اہل و اسباب
کو لوٹ کر بطرف بلوچستان روانہ ہو گئے۔

حیدرآباد کی فتح

میر فتح علی خان دشمن کی ناکامی کے بعد خدا آباد پہنچا اور حاجی احمد کو ایک
بڑا فوجی لشکر دے کر حیدرآباد کی طرف بھیج دیا اس نے حیدرآباد فتح کیا اور وہ
درحقیقت سندھ کا حکمران بن چکا تھا۔

افغانستان کے حکمران تیمور شاہ کا فیصلہ

تیمور شاہ نے فیصلہ کیا تھا کہ سندھ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ پر ٹالپر حکمرانی کریں دوسرے حصے پر کلھوڑہ بعد میں میر فتح علی خان نے ابراہیم شاہ، قیصر فقیر، اور مرزا غلام علی کو اپنا نمائندہ بنا کر افغانستان بھیجا جنہوں نے تیمور شاہ امیر افغانستان کے اس فیصلہ کو جو سندھ کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا کہ ایک حصہ پر ٹالپر قابض ہوں، اور دوسرے حصے پر کلھوڑہ حکمرانی کریں، منسوخ کرانے میں کامیاب ہو گیا۔

ٹالپروں میں پھوٹ

میر فتح علی خان ٹالپر نے، ٹالپروں کو آپس میں متفق رہنے کی خاطر سندھ کو آمدنی کے لحاظ سے ملک کے سات حصے کئے۔ چار حصے اپنے اور اپنے تین بھائیوں کے لیے رکھے دو حصے میر سہراب خان کو دیئے ایک حصہ میر ٹھارہ خان کو دیا مگر اس تقسیم کے ساتھ سہراب خان اور ٹھارہ خان نے اتفاق نہیں کیا۔ سہراب خان روہڑی پہنچا اور وہاں اس نے اقتدار حاصل کر کے بعد میں اس اقتدار سے اس نے ریاست خیر پور کی بنیاد رکھی ٹھارہ خان نے شاہ بندر پہنچ کر اپنی آزادی کا اعلان کیا اس طرح سندھ میں تین مرکز قائم ہوئے۔ افغانستان کی حکومت کو ہر ایک طرف سے علیحدہ علیحدہ خراج کی رقمیں پیش کی جانے لگیں۔

میاں عبدالنبی کلہوڑہ کی جدوجہد

اس دوران میں میاں عبدالنبی ڈیرہ جات کے علاقوں میں منتقل ہوا پانچ چھ سال وہاں مارا مارا پھرتا رہا۔ تالپروں کی بے اتفاقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوبارہ افغانستان کی حکومت سے سندھ کی حکومت کا پروانہ اپنے نام پر حاصل کیا تیمور شاہ نے سردار احمد خان نورزئی اور بوستان خان کے ساتھ ایک بڑے لشکر کو میاں عبدالنبی کی مدد کے لیے روانہ کر دیا سہراب خان تالپر بھی اس لشکر کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یہ افغان لشکر روہڑی سے ہالہ کنڈی پہنچ گیا۔

افغان فوج کی شکست

میر فتح علی خان تالپر نے پہلا کام یہ کیا کہ جا بجا راستوں کو عبور کرنے کے لیے جو پل بنائے گئے تھے۔ سب توڑ دیئے گئے بعد میں میر سہراب خان نے جب سیاسی صورت حال کو دیکھا وہ افغان فوج سے علیحدہ ہو گیا اُسے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر فتح علی خان شکست کھا گیا تو اس کی ریاست بھی چھینی جائے گی فریقین کی فوجوں کے درمیان ایک نالا حائل تھا میر فتح علی خان کے پاس دس ہزار فوج تھی اور احمد خان نورزئی کی فوج چالیس ہزار تھی۔ احمد خان نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ دشمن کی فوج پر صف بندی کر کے بندوقوں سے فائر کریں تاکہ وہ نہر عبور نہ کر سکیں جب میر فتح علی خان نے یہ صورت حال دیکھی تو اُس نے اپنی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ نہر میں کود کر دشمن پر تلواروں سے حملہ کریں سندھی نہر میں کود کر دشمن پر تلواروں سے حملہ کیا۔ افغان فوج تتر بتر ہو کر بھاگ گئی

تیمور شاہ کی نئی تدبیر

تیمور شاہ امیر افغانستان اپنی فوج کی شکست سے برہم ہوا سردار پائندہ خان کو ایک بڑا لشکر دے کر میاں عبدالنبی کلھوڑہ کی امداد کے لیے بھیجا میاں عبدالنبی اس لشکر کے ساتھ بہاولپور میں ملا تیمور شاہ امیر بلوچستان امیر نصیر خان سے بھی خواہش ظاہر کی کہ پائندہ خان کی کمک کریں۔

امیر نصیر خان اپنے لشکر کے ساتھ ۲۲ فروری ۱۷۹۲ء بہاولپور میں سردار پائندہ خان سے ملے۔ یہ لشکر لاڑکانہ پہنچا اُدھر افغانستان نے اپنا فیصلہ بدلا! سندھ کی حکومت کا پروانہ تالپروں کے حق میں جاری کر دیا لہٰذا اس فیصلے کی رو سے افغان فوج بطرف افغانستان روانہ ہوئی اور بلوچ فوج بطرف بلوچستان روانہ ہوئی۔ میاں عبدالنبی نے جب یہ رنگ دیکھا تو وہ بہاولپور آیا۔ نواب امین الملک کی سفارش پر بھکر اور لیہ کے علاقے اُسے بطور جاگیر دیئے گئے ۱۷۹۳ء میں تیمور شاہ آمیر افغانستان فوت ہوا اس کا بیٹا زمان شاہ افغانستان کی مسند حکمرانی پر بیٹھا میاں عبدالنبی کلھوڑہ نے ۱۸۰۵ء میں راجن پور میں وفات پائی۔ اس پر خاندان کلھوڑہ کا اسی سالہ دور حکومت سندھ پر ختم ہو گیا۔

جام لس بیلہ سے رشتہ و عطیہ اور مالڑہ بندر

۱۷۷۶ء میں جام عالی خان جام لس بیلہ فوت ہوا تو اس کا بڑا بیٹا جام غلام شاہ لس بیلہ کی مسند امارت پر بیٹھا۔ جام غلام شاہ امیر بلوچستان امیر نصیر خان نوری سے رشتہ کرنے کی خواہش کی اور استدعا کی چنانچہ امیر نصیر خان نوری نے اپنی

Scanned with CamScanner

بیٹی بی بی سلطان خاتون کا رشتہ جام غلام شاہ سے کیا بعد میں امیر موصوف نے لس بیلہ کی نصف آمدنی اور بندر اور ماڑہ بی بی سلطان خاتون کے جہیز میں دی اس طرح بندر اور ماڑہ جام لس بیلہ کے قبضہ میں چلی گئی ۱۷۶۵ء میں جام غلام شاہ بہ عارضہ چیچک قلات میں فوت ہوا اُس کی کوئی اولاد نہ تھی لہٰذا بلوچی دستور کے مطابق امیر نصیر خان نے اُس کے بھائی جام میر خان کو اُس کی جگہ بیلہ کا جام مقرر کیا میر خان نے پھر بلوچی دستور کے مطابق غلام شاہ کی بیوہ بی بی سلطان خاتون سے شادی کی۔

جام لس بیلہ کا بلوچی فوج میں غم لشکر دینا

چونکہ جام لس بیلہ بلوچ برادری کا ایک رکن تھا وہ جنگوں کے دوران باقاعدگی سے غم لشکر نہیں دیتا تھا عالیانی قبیلہ سے پہلے لس بیلہ کے منصب جامی پر رونجھو، گنگو اور بلفت قبیلوں کے سردار فائز تھے اور وہ امیر میر ویوانی بلوچ کی بنائی ہوئی بلوچ برادری کے باقاعدہ رکن تھے۔ لہٰذا بلوچ برادری کی مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق وہ باقاعدگی سے جنگوں کے دوران بلوچ قومی فوج میں اپنے حصے کے جنگی افراد مہیا کرتے تھے نہ معلوم عالیانی خاندان کے جام جنگی افراد مہیا کرنے سے کیوں گریز کرتے تھے۔ لہٰذا میر خان اول جام ہوتے ہی غم لشکر دینے سے انکار کیا چنانچہ امیر نصیر خان نوری نے سردار میر زرک زہری کو دستہ مجاہدان کے ساتھ لس بیلہ پر حملہ کرنے کے لیے ۲ جنوری ۱۷۶۹ء کو روانہ کر دیا جام میر خان کو مقابلے کی طاقت نہ تھی اس لیے وہ پشیمان ہو کر قلات پہنچا اور امیر نصیر خان سے معذرت کی آخر اس نے بوقت جنگ ساڑھے چار ہزار نفری بطور غم لشکر دینا

Scanned with CamScanner

منظور کیا۔

تسخیر بہاولپور

احمد شاہ ابدالی چوبیس سال حکمرانی کرنے کے بعد ۱۷۷۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اس کا وارث تیمور شاہ افغانستان کا حکمران بنا ۱۷۷۲ء میں شجاع خان حاکم ملتان نے تیمور شاہ کو اطلاع دی کہ بہاول خان امیر بہاولپور حکومت افغانستان سے باغی ہو کر نواحی سندھ و ملتان پر دست تصرف دراز کر رہا ہے اور خراج دینے سے انکار کر رہا ہے۔ چنانچہ ماہ ستمبر ۱۷۸۸ء میں تیمور شاہ کابل سے روانہ ہو کر ملتان پہنچا تیمور شاہ نے امیر بلوچستان امیر نصیر خان کو بھی اپنی کمک کے لیے بلایا لہٰذا امیر نصیر خان تیمور شاہ سے ملتان میں ملا۔ بہاول خان تیمور شاہ کی آمد سے پہلے بہاولپور خالی کر کے مع اہل و عیال ریگستان کی طرف فرار ہوا بہاولپور سے تین روز کی مسافت پر جو ایک مضبوط قلعہ واقع تھا اس میں جا کر پناہ گزین ہوا بہاولپور سے امیر نصیر خان اور سردار مدد خان اسحاق زئی کل بیس ہزار افراد کے ساتھ۔ بہاولپور کے ریگستانی قلعہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے حملہ آور سالاروں نے اپنے کل لشکر کے لیے دس دن کا پانی ساتھ اٹھا کر اس لق و دق صحرا میں اپنا سفر جاری رکھا چوتھے دن حملہ آوروں نے بہاول خان کے ریگستانی قلعہ کو گھیر لیا اور زیادہ پانی حاصل کرنے کے لیے دو تین بہت گہرے کنوئیں کھدوا ڈالے۔ محاصرہ کئی دن جاری رہا قلعہ پر شدید گولہ باری کی گئی اور فصیلوں کو توڑنے کی انتہائی کوششیں بروئے کار لائی گئیں لیکن کامیابی نصیب نہ ہوئی ایک دن جب قلعہ پر گولہ باری بدستور جاری تھی توپ کا ایک گولہ

اتفاقاً قلعہ کے اندر جا کر بارود کے ذخیرے پر پہنچا اس سے بارود خانے میں آگ
لگ گئی اور شدید دھماکے ساتھ بارود خانہ اُڑ گیا جس سے قلعہ کی دیوار کئی جگہوں
سے گر گئی اور عمارتیں بھی منہدم ہو گئیں اور بہت سے آدمی ملبے کے نیچے دب
کر مر گئے۔ حملہ آور فوجوں نے اس حالت سے فائدہ اٹھا کر قلعہ پر دھاوا بول دیا
بہاول خان نے بلا مقابلہ ہتھیار ڈال دیئے اور گرفتار ہو گیا۔

امیر نصیر خان اور سردار مدد خان مظفر و منصور بہاولپور پہنچے بہاول خان کو اہوں
نے تیمور شاہ کے سامنے پیش کیا۔ اُس نے سابقہ خراج اور تاوان جنگ ادا کرکے
مخلصی حاصل کر لی اور نیز آئندہ باقاعدہ خراج دینے کا قول و اقرار کیا۔

سلطان مسقط کو عطیہ گوادر

۱۷۸۴ء میں سید سلطان والی مسقط اپنے بھائی سے شکست کھا کر بلوچستان
کی طرف فرار ہوا اور امیر نصیر خان کی خدمت میں پہنچ کر امداد کا طالب ہوا
امیر نصیر خان نے اگرچہ اُسے فوجی امداد نہ دی لیکن گوادر کی نصف آمدنی جو ان
دنوں میں تین سو ڈالر سالانہ کے قریب تھی۔ سید سلطان کو اس کے اخراجات
کے لیے عارضتاً عنایت فرمائی۔

اُس زمانے میں گوادر کی کل آمدنی سات سو ڈالر سالانہ کے قریب تھی جس میں
سے تین سو ڈالر کچکی سے جاتے تھے اور چار سو ڈالر امیر بلوچستان المعروف
خان قلات کو ملتے تھے اگرچہ گوادر کی آمدنی خان قلات اور کچکیوں کے
درمیان نصف نصف تقسیم تھی لیکن گوادر کی حکومت امیر بلوچستان کے ہاتھوں
میں تھی۔ اس لیے قیام امن و دیگر انتظامی امور کے لیے امیر بلوچستان کو ایک

سو ڈالر زائد ملا کرتے تھے ۔

مکران گزیٹیر میں گوادر کے اس مسئلہ کے متعلق ایک دلچسپ خط شائع ہوا ہے جو گزیٹیر والوں کو میر مزار میروانی سکنہ مالار (تحصیل کولواہ) سے ملا ہے اس خط سے گوادر کے معاملہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ یہ خط باپ کی طرف سے بیٹے کے نام پر اس طرح تحریر ہے۔

"اگر تم سے کوئی پوچھے، کہ گوادر تو کیچ میں ہے۔ بوسعیدیوں کے قبضہ میں کس طرح گیا اُسے جواب میں کہہ دو کہ سید سلطان جو بوسعیدیوں کا دادا تھا مسقط سے اپنے رشتہ داروں کے ہاتھوں فرار ہو کر بہ مقام زیک آیا۔ زیک کولواہ میں ایک قلعہ بند گاؤں ہے۔ جو میرواڑیوں (میروانیوں) کی ملکیت تھی یہاں سے میر داد کریم میرواڑی (میروانی) اس کے ساتھ ہو کر اُسے میر جہانگیر خان نوشیروانی کے پاس خاران لے گیا میر جہانگیر کو انہوں نے کہا کہ ان کا ساتھ دے میر جہانگیر خان بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا پھر تینوں شاہ نصیر خان حکمران قلات کی خدمت میں گئے میر نصیر خان نے کہا کہ براہوئی بلوچوں کی فوج سید سلطان کی امداد کے لیے مسقط نہیں جا سکتی البتہ امیر نصیر خان نے اُسے بندرگاہ گوادر کفایت اخراجات کے لیے بطور قرض دیا، اور امیر نصیر خان نے اس سے کہا کہ جب آپ مسقط واپس فتح کریں گوادر مجھے واپس کر دینا جو انہوں نے اب تک واپس نہیں کیا۔"

یہ تھا وہ خط جو باپ نے بیٹے کو لکھا ہے۔

کوہستان مری کے حسنی قبیلہ کی سرکوبی

کوہستان مری میں بلوچوں کا حسنی قبیلہ کافی زور پکڑ چکا تھا۔ سندھ اور کچھی کے میدانوں میں حسنی لیٹروں سے کسی کو امان نہ تھی میر صادق سردار حسنی تل کے مقام پر کچھی کو تاخت و تاراج کرانے کے لیے علی الاعلان ڈیرہ ڈالے پڑا تھا مری، بگٹی، کھیتران اور دیگر بلوچ سکنائے کچھی ڈیرہ غازی حسنیوں کے ہاتھوں نالاں تھے آخر کار حسنیوں کے شب روز کے دستبرد سے تنگ آکر میر نصیر خان بذات خود ان کی سرکوبی کو نکلا۔

کوہلو کی لڑائی

چنانچہ امیر نصیر خان ایک جرار لشکر کے ساتھ ۲۷ فروری ۱۷۸۳ء کو قلات سے حسنی قبیلہ کی سرکوبی کے لیے نکلا۔ جب سردار میر صادق حسنی کو پتہ چلا تو وہ اپنے قبیلہ کو جمع کر کے کوہلو کے مقام پر امیر نصیر خان سے ۱۱ مارچ ۱۷۸۳ء میں مقابلہ کیا اور لڑائی ہوئی سردار میر صادق لڑائی میں کام آیا جس سے حسنی قبیلہ کی کمر ہمت ٹوٹ گئی حسنی قبیلہ شکست کھا کر کوہستان میں منتشر ہو گیا امیر نصیر خان نے ان کا تعاقب کیا اس کا لشکر تمام کوہستان پر چھا گیا اور حسنیوں کو تاخت و تاراج کر کے ان کے معتبرین اور دیگر جرائم پیشہ افراد کو چن چن کر قتل کر دیا گیا اس یلغار میں حسنی اس طرح نیست و نابود ہو گئے پھر کبھی ان میں سر اٹھانے کی ہمت پیدا نہیں ہوئی حسنیوں کو دائمی طور پر مطیع کرنے کے لیے امیر نصیر خان نے مری قبیلہ کو ان کے مقابلہ میں تقویت دی سردار مری کو اس تمام کوہستان کا سردار اعلیٰ

Scanned with CamScanner

مقرر کر کے خلعت سے نوازا اور اسے کوہستان کے تمام راستوں کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

گچکیوں کی تیسری سرداری

امیر نصیر خان اول کے دور حکمرانی میں مکران کے علاقے دو گچکی سرداروں میں منقسم تھا سردار پنجگور و سردار کیچ سرداران پنجگور کا امیر احمد خان ثالث ملقب بہ احمد گچکی کے عہد حکمرانی (۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء) سے امیران بلوچستان المعروف بہ خوانین قلات سے رشتہ چلا آتا تھا اس لیے سردار پنجگور عموماً امیر بلوچستان کا دوست اور طرفدار ہوتا تھا لیکن سرداران کیچ کسی وقت میں بھی امیران بلوچستان سے مطمئن نہیں رہے سرداران کیچ عموماً امیر بلوچستان کے خلاف سازشوں اور بغاوتوں کو ہوا دیا کرتے تھے اس کی دو بڑی وجوہات تھیں پہلی وجہ یہ تھی کہ سرداران کیچ میں قدیم سے خاندانی رقابت اور دشمنی چلی آرہی تھی سرداران پنجگور نے اپنے حریف سرداران کیچ کو نیچا دکھانے کے لیے امیر بلوچستان المعروف بہ خوانین قلات کے ساتھ اپنے تعلقات جوڑ لئے تھے اور امیر بلوچستان ہر موقع پر سردار کیچ کے مقابلے میں سردار پنجگور کی امداد کرتے رہے ہیں سرداران کیچ کی مخالفت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ قلات میں بلوچوں کی ایک مستقل حکومت بننے سے قبل کیچ مکران پر بلیدیوں کے بعد گچکیوں کی مطلق العنان سرداری قائم تھی مگر قلات کی حکومت میں مدغم ہونے سے سرداران کیچ کی یہ مطلق العنانی ختم ہو گئی تھی مکران کے بلوچوں سے گچکیوں کا ملا اقتدار اٹھ گیا تھا اس لیے اپنے گذشتہ مطلق العنان سرداری اور اقتدار کو پھر حاصل کرنے کے لیے کیچ کے سردار امیر بلوچستان کی مخالفت کیا کرتے تھے

امیر نصیر خان سرداران کیچ کی ان حرکتوں سے غافل نہ تھا۔ اور وہ اسی کوشش میں تھا کہ کسی نہ کسی طرح سردار کیچ کے لیے مقامی طور پر ایک اور حریف پیدا کر کے اس کی طاقت کو کمزور کرے چنانچہ ۱۷۹۱ء میں میر شہ محمد گچکی تقسیم وراثت کے سلسلے میں اپنے چچا سردار بائیان سے ناراض ہو کر اپنی حق رسی کے لیے امیر نصیر خان کی خدمت میں قلات آیا۔ امیر نصیر خان نے شریعت کے مطابق فیصلہ صادر کرا کے تمپ کا علاقہ شہ محمد کے سپرد کیا سردار بائیان بھی اس فیصلہ پر رضامند ہو گیا لیکن کچھ عرصہ بعد امیر نصیر خان نے شہ محمد کو سردار تمپ مقرر کر کے اس کے علاقہ کو سردار کیچ کے اختیار سے علیحدہ کر دیا اس طرح گچکیان کی یہ تیسری سرداری اسی دن سے وجود میں آ گئی تمپ کے سرداری کے قیام سے پہلے مکران میں صرف دو گچکی سردار تھے سردار پنجگور و سردار کیچ امیر بلوچستان کے دربار میں ان دونوں سرداروں کے مساوی حیثیت تھی ان کے علاقے بھی وسعت کے لحاظ سے برابر تھے مگر جب تیسری سرداری تمپ کی قائم ہو گئی تو سردار کیچ کا علاقہ دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک حصہ سردار تمپ کو ملا اور سردار پنجگور کی علاقائی حیثیت بحال رہی جس کے معنی یہ ہوئے کہ سردار پنجگور مکران کا طاقتور سردار بن گیا۔

باب دوازدہم

جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں امیر نصیر خان پہلے امیر بلوچستان ہیں جس نے قبائلی جمہوریت کی بنیاد پر بلوچوں کی ایک مملکت قائم کی اس بلوچی مملکت کے حالات کو زیادہ آسان طریقہ پر پیش کرنے کے لیے ہم امیر نصیر خان کے عہد حکومت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا فوجی تنظیم اور لڑائیاں اور فتوحات جن کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دوسرا حصہ ملکی اور فوجی تنظیم کا ہے جسے ہم اب تفصیل سے بیان کریں گے۔

حکومت کی تشکیل

امیر نصیر خان امیر بلوچستان ہوتے ہی اپنے نظام اور شاہ افشار بادشاہ سلطنت ایران کی طرز حکومت کو نمونہ بنا کر اپنی بلوچی حکومت کی داغ بیل ڈالی اسے ایک بلوچی مملکت کے طور پر استوار کیا۔

عہدہ وزارت عظمیٰ

جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اخوند محمد صالح امیر التاز خان سوئم

کے دور (۱۷۳۳ء تا ۱۷۳۶ء) حکمرانی میں ۲ مئی ۱۷۳۳ء میں وفات پائی تو اخوند محمد صالح، جو لاولد تھے۔ لہٰذا امیر موصوف نے ان کے بھتیجے اخوند محمد حیات ولد اخوند شاہداد کو ۵ مئی ۱۷۳۳ء میں ان کی جگہ وزیر کے منصب پر فائز کیا۔ امیر الٹاز خان کی ۱۷۳۶ء میں معزولی کے بعد اخوند محمد حیات بدستور سابق امیر محبت خان کے دور حکمرانی (۱۷۳۶ء تا ۱۷۴۹ء) میں عہدہ وزارت پر فائز رہا۔ اور جب امیر محبت خان ۱۷۴۹ء میں معزول کر دیئے گئے۔ اور امیر نصیر خان نوری امیر بلوچستان منتخب کئے گئے تو امیر نصیر خان نوری نے اخوند محمد حیات کو اپنے دور حکمرانی میں دوبارہ منصب وزارت پر فائز رکھا اور ان کی ملازمت کی توسیع کر دی کیونکہ اُسے کافی تجربہ حاصل تھا لہٰذا امیر موصوف نے اسے اس کے عہدہ پر بحال رکھا۔ حکومت بلوچستان کے تمام ملکی اور خارجی معاملات کو اس کے سپرد کر دیا۔

عہدہ مستوفی مال

مستوفی مال کا کام تمام حکومت بلوچستان کے مالی نظام کی وصولی اور نگرانی کرنا تھا۔ لہٰذا امیر نصیر خان نے اخوند محمد حیات کے بڑے بیٹے اخوند فتح محمد کو اس منصب پر مقرر کیا مالیہ، خراج اور دیگر متفرق شعبہ جات مال کا کام اس کے سپرد کیا۔

نگران اعلیٰ صوبہ جات

ملا مہر علی اور اُس کے بیٹے صالح محمد کو مملکت بلوچستان کے تمام صوبہ جات

سرادان، جھالاوان، مکران، خاران، کچھی، لس بیلہ، شیرز دا جل کا نگران اعلیٰ مقرر کیا

شاہ خاشی کا عہدہ

امیر نصیر خان نے ملا بزنی کو شاہ خاصی کے عہدہ پر مامور کیا۔ دربار مملکت کے تمام کام شاہ خاصی کے ذمہ ہوا کرتے تھے۔ دار بار میں سرداروں اور باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کو امیر بلوچستان کے سامنے پیش کرنا۔ دربار میں بٹھانا۔ ان کی رہائش و خورد و نوش کا انتظام کرنا بوقت ضرورت قبائل سے لشکر جمع کرنا یہ سب کام شاہ خاصی کے ذمہ ہوتے تھے شاہ خاصی کا عہدہ موجودہ دور کے حکمرانوں کے یا صوبوں کے چیف سیکرٹری کے عہدہ کا ہم پلہ ہوا کرتا تھا۔ ان سب ملازمین کو حکومت کی طرف سے تنخواہ ملتی تھی۔

مجلس مصاحبین

امیر نصیر خان کے دربار میں ایک مجلس مصاحبین ہوا کرتا تھا۔ جس کے پانچ نامزد ممبر تھے۔ اس مجلس کے ممبر ہر وقت امیر بلوچستان کے حضور میں رہتے تھے حکومت کے تمام کاروبار، سیاسی، مالی، اقتصادی انہی مصاحبین کے صلاح و مشورہ سے طے پاتے تھے۔ مملکت کے سیاہ و سفید کی مالک یہی مجلس کے رکن تھے۔ امیر بلوچستان ان کا صدر ہوتا تھا۔ امیر نصیر خان کے دور حکمرانی میں اس مجلس مصاحبین کے اراکین حسب ذیل حضرات تھے۔

۱ میر مراد علی خان الٹازئی ۲ میر سعید خان الٹازئی ۳ میر چھپر خان الٹازئی یہ تینوں امیر الٹاز خان الٹازئی کے صاحبزادے تھے جو امیر نصیر خان نوری کے

ماموں کے لڑکے ہوتے تھے۔ امیر نصیر خان نوری کی والدہ محترمہ بی بی مریم امیر اناز خان کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے علاوہ سردار عبدالنبی رئیسانی سر سرداران سراوان اور میر زرک زہری سر سرداران جھالاوان بھی اس مجلس مصاحبین کے نامزد ممبر تھے۔

مجلس مشاورت

امیر نصیر خان کے عہد میں بلوچستان کی قومی فوج کا تیسرا حصہ دستور کے مطابق بارہ مہینے باری باری آکر پائے تخت قلات میں فوجی پولیس اور سماجی خدمات سرانجام دیتا تھا۔ چنانچہ تمام قبائلی سردار یا اُن کے نمائندے اپنی اپنی مقررہ تعداد لشکر کے ساتھ ہر وقت بلوچستان کے پائے تخت میں موجود رہتے تھے۔ ان کو خرچ و خوراک کے لیے حکومت کی طرف سے جیرا ملتا تھا۔ زیر سواری جانوروں کے لیے دانہ بھوسہ بھی حکومت دیتی تھی۔ حکومت کا عہدہ دار شاہ غاسی ان تمام اقسام کے اخراجات کا باضابطہ حساب رکھتا تھا۔

سرداروں کے اس اجتماع کا ہنگامی ضرورتوں کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اگر مصاحبین کے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش ہو جاتا جس کے متعلق تمام قوم سے رائے لینی ضروری ہوتی تب ان تمام قبائلی سرداروں یا اُن کے نمائندوں کو جو قلات میں موجود تھے اور جن کی تعداد چالیس کے قریب ہوتی تھی طلب کر کے ان سے رائے لی جاتی تھی اور عموماً کثرت رائے سے معاملہ طے پاتا۔ اس مجلس کو مجلس مشاورت کہتے تھے۔ اور اس مجلس کا فیصلہ تمام بلوچ قوم کو بلا چون و چرا منظور کرنا پڑتا تھا۔ چونکہ امیر نصیر خان کا نظام حکومت جمہوری

تھا اس لیے وزیر' وکیل شاہ' قاضی اور دارو غہ سرکاری ملازمین کے علاوہ جو معاملات ملکی' خارجی' مالی' عدل و انصاف' لشکر اور ترقیات کے محکموں کے قلمبند وزارت سنبھالے ہوئے تھے۔ مجلس مصاحبین و مجلس مشاورت کے نام سے قبائلی سرداروں کی دو مجالس بھی قائم کر دی گئیں تھیں حکومت کا نظم و نسق صلح و جنگ اور دیگر تمام اندرونی و خارجی معاملات کا تصفیہ سرداروں کی رضامندی اور منظوری سے ہی ہوتا تھا گویا حکومت کے ہر ایک معاملہ میں تمام قبائل کی رائے شامل تھی اور یہ کہ قبائل کے مشورے سے صلح اور جنگ ہوتی تھی اور قبائل کی رائے سے قواعد ملک داری مرتب کئے جاتے تھے قبائل ہی امیر بلوچستان کی فوج تھی۔ اور قبائلی افراد ہی اس کی مجالس کے ممبر وزیر وکیل تھے

محکمہ عدل و انصاف

امیر نصیر خان نے اپنی حکومت میں اسلامی شریعت جاری کر دیا تھا تمام جوڈیشل اور دیوانی معاملات شریعت کے ذریعے تصفیہ پاتے تھے ہر قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ میں جوڈیشل اختیارات رکھتا تھا ہر ایک سردار کا اپنا علیحدہ قاضی ہوتا تھا جس کے ذریعے قبائلی سردار اپنے قبیلہ کے جوڈیشل اور دیوانی معاملات کو شریعت کی روشنی میں فیصلہ کیا کرتے تھے لیکن حق اپیل امیر بلوچستان کے لیے محفوظ تھا کسی سردار یا سرداران کے فیصلہ کے خلاف امیر بلوچستان کی عدالت میں ہر شخص اپیل کر سکتا تھا۔

رواج

اگرچہ امیر نصیر خان کے عہد حکومت میں جوڈیشل معاملات کا فیصلہ اسلامی

شریعت کی رُو سے ہوا کرتا تھا۔ بعض معاملات میں اور بالخصوص سیاسی ضروریات کے پیش نظر رواج کا قانون بھی قائم تھا جس کی رُو سے سیاہکاری کے معاملے میں سیاہکاران کے قتل کو جائز قرار دیا گیا اور شرعی قوانین کے مطابق چار عینی شاہدین کو پیش کرنے کا حکم ہے۔ اسے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ قتل کے معاملات میں شرعی قصاص کو ترک کر کے عوضانہ اور دیت بطور خون بہا مقرر کرنے کے رواج کو اپنایا گیا تھا۔ اُمرا کا خون بہا اور جرمانہ عام قبائلی افراد کے خون بہا اور جرمانے سے کئی گنا زیادہ مقرر کیا گیا تاکہ کسی قبائلی فرد کو اپنے امیر کو قتل کرنے کی جرأت نہ ہو علیٰ ہٰذالقیاس خون بہا اور جرمانے کے تناسب سے ہر عضو بدن کے لیے کسی تنازعہ میں ناکارہ ہونے کی صورت میں علیحدہ علیحدہ عوضانہ اور جرمانہ مقرر کیا گیا تھا۔

لڑکیوں کا غمی میراث میں حصہ نہ دینا

وہ اراضیات جن پر قبائل غم لشکر دیتا تھا قبائل کی میراث نہیں ہوتی تھیں۔ یہ اراضیات حکومت کی طرف سے فوجی خدمات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے قبائل میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ اگر کوئی قبیلہ فراہمی لشکر فوجی خدمات کے سرانجام دہی میں غفلت کرتا تو اس قبیلہ کی غمی اراضیات کو حکومت ضبط کر لیتی تھی غمی اراضیات کی اصل مالک حکومت تھی اس لئے امیر نصیر خان نے غمی اراضیات کو پدری میراث کے طور پر لڑکیوں کو بروئے شریعت حصہ میں دینا حکماً بند کر دیا گیا تھا کیونکہ لڑکیوں کے والدین ان کے مالک نہ تھے بلکہ ان اراضیات کی مالک حکومت تھی۔ اور اگر یہ پابندی غمی اراضیات پر نہ لگایا جاتا تو غمی اراضیات کو

بطور موروثی اراضیات کے تقسیم کرنے سے قبائلی نظام لشکر کشی میں خلل پڑنے کا امکان تھا کیونکہ قبائلی نظام میں مخلوط شادیاں ہوا کرتی تھیں امیر نصیر خان نوری کا یہ جائز حکم تھا اسے کسی صورت میں بھی شریعت کے خلاف نہیں کہا جا سکتا لیکن بعد میں قبائلی سرداروں نے امیر نصیر خان نوری کے اس جائز فرمان کی ناجائز تاویل کر کے اسے تمام پدری میراثوں پر حاوی کر کے لڑکیوں کو حق وراثت سے محروم کر دیا۔ حالانکہ امیر نصیر خان نوری کا حکم صرف غنمی اراضیات کے لیے تھا نہ کہ میراثی اراضیات کے لیئے لہذا بعد میں سرداروں اور اُمراء نے بلوچ عورتوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کر کے تمام پدری اور شوہری میراث سے ان کو یک قلم بے دخل کر دیا ہے۔ اور اس خلاف شریعت و خلاف انسانیت فعل کو امیر نصیر خان نوری سے منسوب کر کے ان کے روشن نام پر ایک بدنما دھبہ لگایا ہے۔

سردار کا انتخاب

امیر نصیر خان کے عہد میں امیر میرو میروانی بلوچ کے دستور کے مطابق سرداروں کا انتخاب قبیلہ کرتا تھا۔ سردار عموماً اسی ایک خاندان کے افراد سے منتخب کیا جاتا تھا اور قابلیت کی بنیاد پر خاندان کے قابل ترین فرد کو سردار بنا لیا جاتا تھا۔ قبیلے کی درخواست پر امیر بلوچستان قبیلے کے سردار کو معزول کرتا تھا۔

ہندو رعایا کے ساتھ حسن سلوک

امیر نصیر خان اپنی ہندو رعایا کے ساتھ ہمدردانہ اور نرم برتاؤ کیا کرتا تھا جب

وہ مسند حکمرانی پر آئے تو ہندوؤں پر امیر محبت خان کے دور کے عائد کردہ ٹیکس معاف کر دیئے اور انہوں نے ہندوؤں کو اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے کی عام اجازت دے دی تھی۔ ہندو پنچایت کو مندروں کی مرمت اور پنڈتوں کے اخراجات کے لیے ہندو دکانداروں سے بجار آنے فی بار شتر ٹیکس لینے کی اجازت حاصل تھی۔ امیر نصیر خان مسلمان درویشوں اور فقیروں کی طرح ہندو پنڈتوں اور سادھوؤں کے لیے بھی وظائف مقرر کئے تھے ہندوؤں اور مسلمانوں کی شناخت کے لیے انہوں نے یہ احکام بھی صادر فرمائے تھے کہ ہندو زرد رنگ کی پگڑی باندھیں اور ماتھے پر تلک لگائیں۔

تجارت

امیر نصیر خان کے دور حکمرانی میں بلوچستان میں تجارت کو کافی فروغ حاصل ہوا اس کی کئی ایک وجوہات ہیں ایک تو امیر نصیر خان نے تاجروں سے معقول ٹیکس لینے کا حکم دیا۔ دوم قافلوں کے آنے جانے کے لیے کافی حفاظتی انتظامات تھے لہذا بلوچستان کی تمام حدود میں قافلے بغیر خطرہ کے سفر کرتے تھے سوم کاروانوں کی حفاظت کے لیے شالکوٹ، نوشکی سے لے کر سونمیانی بندر تک جابجا حفاظتی چوکیاں قائم کیں۔ چہارم ہر علاقے کے قبیلے اپنے علاقوں میں قافلوں کی حفاظت کے ذمہ دار تھے۔

عالموں کی قدردانی

امیر نصیر خان بہت پکا مسلمان تھا۔ عالموں کی صحبت ان کو بہت پسند تھی

بڑے بڑے علماء و مشائخ ان کے دربار میں پہنچتے تھے اور نہایت عزت و احترام کی جگہ پاتے تھے۔ امیر نصیر خان اہل علم کا قدردان تھا۔ اُن کی عالموں کی قدردانی کو مصنف جنگ نامہ علامہ نور محمد گنجابوی اپنی کتاب میں یوں بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب امیر نصیر خان نوری [illegible] میں سکھوں کے خلاف جہاد کے سلسلے میں پنجاب جا رہے تھے، تو ہم جب علاقہ سندھ میں شکارپور کے شہر پہنچے تو یہاں ایک بہت بزرگ و عالم رہتے تھے۔ تو امیر نصیر خان ان سے ملاقات کے لیے گئے اس واقعہ کو علامہ نور محمد اشعار میں یوں بیان کرتا ہے۔

ز نور الٰہی منور دلیش ‎ ‎ ‎ ‎ ز اسرار مخفی بود آگہش

اس بزرگ کا دل نور الٰہی سے روشن تھا ‎ ‎ ‎ ‎ وہ تمام مخفی رازوں سے آگاہ تھا

ہمیشہ بود۔ در رکوع و سجود ‎ ‎ ‎ ‎ ہمہ فکر او در قیام و قعود

وہ ہمیشہ عبادت میں مصروف تھا ‎ ‎ ‎ ‎ اور ذکر الٰہی میں مشغول تھا

ز بہر زیارت ولی خدا ‎ ‎ ‎ ‎ روان شد بہ شہر آن سحاب سخا

اس اولیاء کے ملنے کے لیے ‎ ‎ ‎ ‎ امیر موصوف اُسی شہر کی طرف روانہ ہوا

بدیدار او دیدہ روشن نمود ‎ ‎ ‎ ‎ دعا خواست زان سرور اہل جود

اُن سے مل کر وہ خوش ہوئے ‎ ‎ ‎ ‎ اس بزرگ سے وہ دعا کا طلب گار ہوا

دعا کرد وش آن زاہد پاک دین ‎ ‎ ‎ ‎ کہ بادا خدایت ظہیر و معین

اس بزرگ نے ان کے حق میں دعا کی ‎ ‎ ‎ ‎ خدا آپ کا معاون و مددگار رہے

اسی سفر کے دوران امیر نصیر خان نوری۔ سید میاں عنایت اللہ شاہ سے بھی ملے۔ سید موصوف کے بارے میں مصنف جنگ نامہ نور محمد گنجابوی تعارفی اشعار کہتا ہے۔

ولے بود سرے دفترے ایشان یکے — امام اماماں دین ہمیشگی
ان کا سردار ایک شخص ہے — وہ بے شک اماموں کا امام ہے
حسب از نبی و نسب از علی — ہمیداشت آں دین حق را دلی
وہ نسلاً سید ہے — اور یقیناً صاحب ولایت ہے
دلش مخزن علم و علم و حیا — شدید دست در سنگ او کیمیا
وہ پایۂ کا عالم ہے — اُنکے علم سے ہر ایک فیض یاب ہے
بنام مکرم عنایت اللہ — کہ عون الٰہی است ہادی ش راہ
ان کا اسم گرامی عنایت اللہ ہے — اور ان کو خدا کی ہدایت حاصل ہے

ذرائع آمدنی کی ترقی

امیر نصیر خان نے ملک کی زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لیے کچھی میں پہاڑی نالوں پر مختلف مقامات پہ بند بندھوائے۔ جھالاوان، سراوان، گنداوہ ڈھاڈر میں جہاں جہاں سیاہ آب کی فراوانی تھی میوہ دار باغ لگوائے قندھار، مشہد، کشمیر سے سیب کے اور دیگر پھلدار درختوں کے پودے منگوا کر مستونگ، شال کوٹ، قلات میں لگوائے۔ گنداوہ گرم علاقہ تھا یہاں گرم موسم کے پھل کے پودے از قسم آم، اور لیمو ہندوستان سے منگوا کر باغوں میں لگائے۔ خضدار میں انگور، انار، کھجور کے پودے لگائے ڈھاڈر میں جس جگہ امیر عبداللہ خان میاں نور محمد حکمران سندھ کی افواج کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا وہاں ایک بہت بڑا باغ بطور یادگار لگوایا اس کا نام میر باغ رکھا۔ تمام قبائلی سرداروں کو اپنے علاقوں میں زراعت کی ترقی دینے

کا ترتیب دی ان کو جنگلوں اور چراگاہوں کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرایا اجناس کی پیداوار میں بلوچستان کو خودکفیل بنانے کی بڑی کوشش کی امیر نصیر خان نے وصولی مالیہ کا باقاعدہ انتظام قائم کیا۔ محکمہ مال کو ایک علیحدہ افسر کے حوالے کیا۔ جسے وکیل مال کہتے تھے۔ تمام خطہ بلوچستان کو   یعنی تحصیلوں میں تقسیم کر دیا ہر تحصیل کا ایک نائب مال ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھ کے نیچے ایک داروغہ مال ہوتا تھا۔ جو مالیہ وصول کرتا تھا۔ اور نائب مال وصولی مالیہ کا باضابطہ بہی اور کھاتے رکھتے تھے جن جن علاقوں میں زیر زمین پانی کے امکانات تھے وہاں کاریزیں احداث کروائی گئیں جس سے ویران علاقے زیر کاشت لائے گئے۔

علاقوں میں مسلسل دورے

امیر نصیر خان نوری کو جب بھی بیرونی مہمات سے فرصت ملتی تھی وہ اپنے دور حکومت میں بلوچستان کے کونے کونے اور گوشے گوشے میں دورہ کرتے تھے علاقوں میں گھومتے تھے۔ گدان[1] نشینوں کے خلکوں[2] میں جا کر ان کے ساتھ رہتے تھے۔ اور ان کی خیریت کا حال پوچھتے تھے۔ پہاڑوں پہ چڑھتے تھے شکار کھیلتے تھے۔ پہاڑی باشندوں کے ساتھ مل جل کر ان کے دکھ اور درد کی داستانیں سنتے تھے۔ اور ان کی تکلیف رفع کرتے تھے ہر قبیلے کے

---

(۱) گدان: بلوچی خیمہ جو بکری کے بالوں سے بنایا جاتا ہے۔

(۲) خلک: بلوچی خانہ بدوشوں کے کیمپ جہاں ایک ساتھ سو دو سو خیمے نصب ہوتے ہیں۔

علاقوں میں جاتے تھے. ان کے جوانوں اور بوڑھوں سے ملتے تھے بیوہ اور یتیموں کے نان و نفقہ کا بندوبست کرتے تھے ہر بلوچ ان کو جانتا تھا اور اس سے انتہائی طور پر محبت کرتے تھے. اُن کے اس مسلسل قومی رابطہ و عوام خدمات کی وجہ سے اس کی قوم نے اسے ولی اللہ کا خطاب دیا. اور دنیوی حیثیت سے وہ اپنے ملک کا بادشاہ تھا. اور دینی حیثیت سے ولی اللہ تھا اپنے ان دوروں میں جہاں وہ ایک وقت کی نماز ادا کرتے تھے. وہ بلوچوں میں اس قدر ہر دلعزیز تھے. کہ وہ فرط عقیدت سے وہاں پتھروں کی مسجد تعمیر کرتے تھے. اور وہ جگہ زیارت گاہ خلائق بنتی تھی. لوگ بعد میں وہاں جا کر مرادیں مانگتے تھے اور اس جگہ سے مٹی اُٹھا کر اپنے بیماروں پر ملتے تھے: اسی مٹی کو خاک شفا سمجھتے تھے. بلوچستان کے کونے کونے میں آج تک اس قسم کی پتھروں کی مسجدیں موجود ہیں اور آج تک یہی مسجد امام نوری نصیر خان کے نام سے مشہور ہیں اور منسوب ہیں. جہاں آج تک بلوچ خانہ بدوش بھیڑ بکریوں کی قربانی کرتے ہیں اور زائرین کا جمگھٹ لگا رہتا ہے. اور اندرون بلوچستان میں اب تک یہ دستور چلا آ رہا ہے جو بھی وہاں سے گزرے گا. فاتحہ پڑھ کر چند پتھروں کا اس ڈھیر میں اضافہ کرے گا اور گزر جائے گا. تاکہ امیر نصیر خان نوری ولی کی یادگار تا قیامت اسی طرح قائم رہ سکے. اس قسم کی مسجدیں اندرون بلوچستان میں آج تک ہر پہاڑ کی چوٹی ہر وادی کے گزرگاہوں پر آپ کو ملے گی اور ان مسجدوں کے ساتھ پتھروں کا ایک چیدگ (۱) بھی ملے گا.

(۱) پتھروں کا ڈھیر جسے انگریزی میں Cairn کہتے ہیں جو کہ قدیم شکل کا ڈھیر ہوتا ہے جسے یادگار کے طور پر بناتے ہیں.

امیر نصیر خان نوری کو سینکڑوں برس ہو گئے ہیں کہ وہ اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے ہیں مگر بلوچ قوم اس کا نام اب تک نہایت عزت و احترام کے ساتھ لیتے ہیں۔ اور اس کی تعظیم میں ان کی گردنیں جھک جاتی ہیں اسے اپنا ہر دلعزیز بادشاہ ہونے کے علاوہ بلوچ قوم کا ولی اللہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور قلات میں آج بھی اس بیسویں صدی کے سائنسی دور میں ان کا مقبرہ مرجع خلائق ہے۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

امیر نصیر خان نوری کے دورِ حکومت (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء) میں ہندوستان میں سلطنت مغلیہ رو بہ زوال تھی مرہٹوں کے ساتھ لڑائی میں امیر نصیر خان خود بھی ہمراہ احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان بطور حلیف کے شامل تھا پانی پت کی تیسری لڑائی جو ۱۷۶۱ء میں مسلمان اور ہندو مرہٹہ قوم میں لڑی گئی برصغیر کی تاریخ کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ ایک لحاظ سے یہ ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی لڑائی تھی اس لڑائی میں جبکہ مرہٹہ ہندو شامل تھے غیر مسلموں کو شکست فاش ہوئی چونکہ احمد شاہ ابدالی نے شمالی ہند میں اپنی حکومت قائم نہ کی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی فوج اپنے وطن جانے کو بیتاب تھی وہ ۲۰ مارچ ۱۷۶۱ء کو کابل واپس چلا گیا اور شاہ عالم ثانی کو شہنشاہ نامزد کر کے عماد الملک کو اس کا وزیر بنا دیا نجیب الدولہ کو امیر الامراءؒ کا خطاب دے کر دہلی کا گورنر بنا دیا۔

پنجاب میں سکھوں کی سرکوبی ناکام رہی اس کی وجہ یہ تھی کہ سکھ جو کہ مسلمان حکمرانوں سے لڑائی نہ کر سکتے تھے وہ مسلمان فوج کے آتے ہی پہاڑی علاقوں

میں بھاگ جاتے تھے گوریلا جنگ سے حملہ آور ہو کر مسلمان فوج کو تنگ کرتے تھے
جنگ کے اس طریقے سے سکھ تباہ ہونے سے بچ گئے۔ اگر وہ مرہٹوں کی طرح
جم کر میدانی لڑائی پر اتر آتے تو یقینی طور پر ان کی طاقت ملیامیٹ ہو جاتی
احمد شاہ ابدالی پنجاب پر حملہ کرنے کے بعد کابل واپس چلا جاتا تھا اور جم کر پنجاب
میں نہیں رہتا تھا۔ اس سے سکھ فائدہ اٹھاتے تھے اور افراتفری مچا دیتے تھے
مغلیہ سلطنت زوال پذیر ہو چکی تھی پنجاب کی سرزمین سے مرہٹے بالکل فنا ہو چکے
تھے لہذا سکھوں کے لیے میدان صاف رہ گیا تھا چنانچہ انہوں نے علاقہ پنجاب
کو زیر و زبر کر ڈالا سکھوں کے جتھے اور جاگیردار پنجاب پر چھا گئے اور رنجیت
سنگھ کے اقتدار کے لیے حالات سازگار ہو گئے

یورپی اقوام سے مقابلہ

اٹھارھویں صدی عیسوی سے یورپی اقوام بھی ہندوستان میں وارد ہو کر ملکی
سیاست میں دخل انداز ہوئے آپس میں لڑنے کے باوجود انہوں نے مغلوں اور
دیسی ریاستوں کی فوجی کمزوری کو بھانپ لیا۔ اور برصغیر میں اپنی حکومت قائم کرنے
کے منصوبے باندھ لئے مغلوں اور دیسی حکمرانوں نے جدید آلات جنگ کی
جانب سے حد سے زیادہ غفلت برتی اور انگریزوں سے مات کھا گئے۔
امر مورخین کے لیے حیران کن ہے کہ کلائیو انگریزوں کے نمائندہ کے مقابلے پر
میر قاسم، شجاع الدولہ اور شاہ عالم ثانی کی متحدہ افواج شکست کھا گئیں۔ پانی پت
کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کی شکست فاش کے باوجود مغلوں کی طاقت بحال
نہ ہو سکی اور انگریزوں کی فوقیت کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔

ایران کی سیاسی صورت حال

جب ۱۷۴۹ء میں احمد شاہ ابدالی نے افغانستان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس نے ہرات کے بعد مشہد پر قبضہ کیا جو صوبہ خراسان کا دارالخلافہ تھا مشہد پر اس کے قبضہ کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ شاہ رُخ نادر شاہ افشار کے پوتے کو خراسان کی حکومت دلا کر اُسے اپنے زیر اقتدار ایک باجگزار ریاست کی حیثیت دی۔ چنانچہ احمد شاہ ابدالی اپنے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوگیا۔ رہا ایران کے دوسرے علاقوں کی سیاسی صورت حال وہ بہت عجیب تھی کریم خان ژند، محمد حسین قاجار، آزاد افغان کے درمیان ایرانی سلطنت کے تخت کو حاصل کرنے کے لیے تین فرو مناقشہ شروع ہوگیا نادر شاہ افشار بادشاہ ایران کے قتل کے بعد محمد حسین قاجار بحیرہ خزر سے متصل صوبوں پر قابض ہوگیا تھا آزاد افغان آذربائی جان پر قابض تھا جو نادر شاہ افشار کا افغان جرنیل تھا علی مردان بختیاری قبیلہ کا سردار کٹھ پتلی صفوی شہزادہ اسماعیل کے نام پر اصفہان پر قابض ہوگیا تھا۔

ابتدائی جنگ کریم خان ژند اور محمد حسین قاجار کے درمیان۔ ا ژند ران کی سرحدات پر ہوئی۔ ایک سخت جنگ کے بعد محمد حسین قاجار کو فتح حاصل ہوئی مگر افغانوں کے حملہ کی وجہ سے وہ کریم خان ژند کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اسی اثنا میں کریم خان ژند نے آزاد افغان پر حملہ کیا اور آزاد قزوین کے قلعے میں قلعہ بند ہوگیا۔ اور اسی مرکز سے اُس نے ژند سرداروں کو شکست دی کریم خان ژند ۱۷۵۲ء میں دوبارہ اصفہان سے اس پر یورش کیا۔ اس دفعہ

بھی کریم خان ژند کو شکست سے دوچار ہونا پڑا اور آزاد نے اس کا تعاقب جاری رکھا۔ ژند شیراز سے بوشہر کی طرف بھاگ نکلا۔ رستم سلطان امیر گشت کو اپنی مدد کے لیے درخواست کی کریم خان درہ کوتل کیریج کے تنگ گھاٹیوں میں دشمن کے مقابلے کا انتظار کرنے لگا جونہی آزاد اپنے افغانوں کے ساتھ درہ کے عمودی گھاٹیوں میں داخل ہوا رستم سلطان نے اُن پر شدید حملہ کیا افغان اس دام میں بری طرح پھنس گئے گو کہ وہ نہایت بہادری سے لڑتے رہے مگر آزاد افغان کی فوج تہہ تیغ ہو کر نابود ہو گئی اس شکست کے بعد آزاد کا نام تخت حاصل کرنے والوں کی فہرست سے خارج ہو گیا کئی عرصہ حالت فرار میں بھٹکنے پھرنے کے بعد کریم خان ژند کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے کریم خان ژند اپنی نیک سیرتی کی وجہ سے اس کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ کیا آزاد افغان کی شکست کے بعد آذربائی جان کے مختلف مراکز پہ محمد حسین قاجار نے قبضہ کیا محمد حسین، کریم خان ژند کے دارالخلافہ شیراز پہ چڑھائی کی چونکہ کریم خان میدان میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لہٰذا وہ قلعہ بند ہو گیا قلعہ بند ہونے سے پہلے شیراز کے تمام مضافاتی علاقوں کو ویران کر دیا تاکہ دشمن کو کہیں سے بھی رسد حاصل نہ ہو سکے۔ کریم خان ژند محمد حسین قاجار کے فوجی افسروں کو اس سے بدظن کرنے کی پالیسی اختیار کی یہ پالیسی کامیاب رہی۔ محمد حسین کی افواج کے افسر اپنے آدمیوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے اُس کو چھوڑتے گئے اسی اثنا میں محمد حسین قاجار کا اپنے خاندانی ایک رقیب سے جھگڑا ہو گیا اُسے اُس رقیب نے مار ڈالا۔ اس طرح تخت سلطنت ایران کے حاصل کرنے پہ جو تین فرقہ مناقشہ برپا ہوا تھا وہ اختتام کو پہنچا اور کریم خان ژند کو اپنی ہر دلعزیزی کی

کی وجہ سے فتح حاصل ہوگئی اور وہ سلطنت کا حکمران بنا۔

کریم خان ژند کی حکمرانی

۱۷۵۰ء تا ۱۷۷۹ء

کریم خان ژند نے کل انتیس سال حکمرانی کی یعنی ۱۷۵۰ء سے لے کر ۱۷۷۹ء لیکن اس نے شاہ کا لقب اختیار نہیں کیا بلکہ وکیل کا لقب اختیار کیا اس نے کٹھ پتلی شہزادہ اسماعیل صفوی کو نظر بند رکھا اور شیراز کو سلطنت ایران کا دارالخلافہ قرار دیا۔

جزیرہ خرک پر ولندیزیوں کا قبضہ

ولندیزیوں کی تجارتی کوٹھی بصرہ میں تھی بصرہ کی حکومت نے ان سے بدسلوکی کی ان کو دق کرنا شروع کر دیا آخر کار ولندیزی کی آیر کنہاس نے خلیج فارس کے ۱۷۵۳ء خرک جزیرہ پر قبضہ کیا۔ اور اپنی تجارتی کوٹھی کو اسی مقام پر منتقل کر دیا اور شط العرب کی ناکہ بندی کی جس کی وجہ سے گورنر بصرہ مجبور ہو کر اس کے نقصانات کی تلافی کر دی یہ ویران جزیرہ ایک پر رونق شہر میں تبدیل ہو گیا چند سال یہ جزیرہ ولندیزیوں کے قبضہ میں رہا۔ پھر ایک بحری قزاق میر مہنا نے اس پر قبضہ کیا۔

۱۷۶۳ء میں بوشہر میں انگریزوں کی کوٹھی کا قیام

انگریزوں کی پہلی تجارتی کوٹھی بندر عباس میں تھی ۱۷۶۱ء میں گورنر ابحر کے

تعلقات انگریزوں سے خراب ہو گئی۔ لہٰذا اُس کے مسلسل استحصال بالجبر کی وجہ سے انگریزوں نے کوٹھی بند کر دی۔ ۱۷۶۳ء میں بوشہر جو شیراز کی بندرگاہ تھی انگریزوں نے اپنی ایک نئی کوٹھی قائم کی۔

کریم خان ژند کی وفات ۱۷۷۹ء میں

جب کریم خان ژند ۱۷۷۹ء میں وفات پائی تو ژند خاندان میں حکومت کو حاصل کرنے کے لیے مختلف افراد خاندان میں رقابتیں شروع ہو گئیں اور دوسری طرف قبیلہ قاجار اور قبیلہ ژند میں حکومت حاصل کرنے کے لیے دوبارہ رسہ کشی شروع ہو گئی۔

عُبل فتح خان کی تخت نشینی

ژند سرداروں نے شیراز کے قلعہ پہ قبضہ کر کے کریم خان ژند کے بیٹے عُبل فتح خان کو تخت پہ بٹھایا۔ ابتداً میں ذکی خان جو ماں کی طرف سے کریم خان ژند کا بھائی تھا۔ اس کے بیٹے عُبل فتح خان کی حکمرانی کے حق میں رائے دی جب ان دونوں کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا تو ذکی خان شیراز کے قلعہ پہ قبضہ کرنے کے بعد اس نے عُبل فتح خان اور اس کے تمام طرفداروں کو قتل کر دیا۔ ذکی خان کے مظالم کی وجہ سے اس کے فوجی افسروں نے اسے قتل کر دیا لہٰذا علی مراد ذکی خان کا بھانجا میدانِ سیاست میں نمودار ہوا پہلے وہ عُبل فتح ولد کریم خان ژند کی طرفداری کا اعلان کیا بعد میں خود تخت کا دعویدار بنا ۱۷۸۱ء میں اُس نے شیراز فتح کیا صادق خان جو کریم خان ژند کا بھائی تھا اُس کو اور اس کے سب بیٹوں

کر اسوائے جعفر کے قتل کر دیا جعفر کو علی مراد سے مجبوراً ہو چکا تھا لہٰذا وہ اس قتل عام سے بچ گیا۔

علی مراد کی حکومت

سنہ ۱۷۸۲ء تا سنہ ۱۷۸۵ء

جب علی مراد ایرانی سلطنت کے تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے دوبارہ اصفہان کو اپنی حکومت کا دارالخلافہ بنایا اور قاجاروں کے خلاف مہمات کی ابتدا کی اس کا بیٹا شیخ اویس ساری کے علاقے میں قاجاروں کو شکست دی۔ مگر اس کی فوج کے کمانڈر نے ان کا تعاقب کیا تنگ گھاٹیوں میں جب اس کی فوج پھنس گئی تو قاجاروں نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا اور ان کی تمام فوج تہ تیغ ہوئی۔ علی مراد نے ایک اور لشکر تیار کیا تاکہ مازندران پر دوبارہ قبضہ کرے وہ بیمار تھا۔ اصفہان کی طرف روانہ ہوا راستے میں وفات پائی۔

جعفر خان کا حکمران ہونا

سنہ ۱۷۸۵ء تا سنہ ۱۷۸۹ء

علی مراد کی فوتیدگی کے بعد جعفر نے شیخ اویس فرزند علی مراد کو دعوت دی کہ وہ اصفہان آکر تخت پر بیٹھے شیخ اویس اپنی نادانی کی وجہ سے جعفر پر اعتبار کرتے ہوئے اصفہان پہنچا تو جعفر نے اُسے پکڑ کر اندھا کر دیا شیخ اویس کے باپ علی مراد نے جعفر کے باپ صادق خان کو قتل کر دیا تھا۔ لہٰذا شیخ اویس کو جعفر پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے تھا۔ اس واقعہ کے بعد اب ایران کے تخت کے

دو دعویدار آغا محمد قاچار اور جعفر رہ گئے تھے۔ آغا محمد نے جب کاشان پر چڑھائی کی تو جعفر کی افواج کو شکست ہوگئی اس لیے آغا محمد نے آگے بڑھ کر اصفہان پر یلغار کی جعفر اصفہان چھوڑ کر شیراز بھاگ گیا آغا محمد بجائے کہ اپنے تخت کو حاصل کرنے کی مہم میں جعفر کا پیچھا کرتا وہ بختیاری قبیلہ کی سرکوبی میں الجھ گیا اور بختیاریوں نے اُسے شکست دی جس کے نتیجے میں آغا محمد طہران بھاگ گیا اس صورت حال سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جعفر نے دوبارہ اصفہان پر قبضہ کیا آغا محمد دوبارہ اپنے قبائل کو جمع کر کے جعفر کو اصفہان سے نکال دیا جعفر شیراز چلا گیا آغا محمد اس کا تعاقب کرتے ہوئے شیراز پہنچا مگر شیراز کو فتح کرنے میں ناکام رہا واپس لوٹا اسی اثنا میں جعفر کے اپنے آدمیوں نے سازش کر کے اُسے زہر دے دیا جس سے اُس کی موت واقع ہوئی۔

لطف علی کا تخت نشین ہونا

لطف علی جعفر کا بیٹا تھا باپ کے مارے جانے کے بعد شیراز سے فرار ہوگیا تاکہ فوجی افسروں کے ہاتھوں باپ کی طرح مارا نہ جائے بوشہر کے عرب سردار کے پاس پناہ گزین ہوا اُس کی مدد سے شیراز میں داخل ہوگیا اس نے گورنر سید مراد کو قتل کیا جس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تھا اسی اثنا میں آغا محمد قاچار جنوب کی طرف پیشقدمی کرتا ہے مگر لطف علی نے اسے شکست دی اور وہ طہران کی طرف لوٹا ۱۷۹۰ء میں لطف علی نے کرمان پہ حملہ کیا کرمان کے گورنر لطف علی کے دربار میں آنے سے انکار کیا لہٰذا اس نے کرمان کا محاصرہ کیا چونکہ سرما کا موسم تھا لطف علی کا رسد ختم ہوا اُس نے محاصرہ اٹھایا۔

حاجی ابراہیم

اسی دور میں حاجی ابراہیم ایک معزز شخص تھا اپنے دور کا بادشاہ گر تھا شیراز میں فوجداری کے منصب پر فائز تھا۔ اس نے جعفر کی بہت مدد کی تھی لہٰذا جعفر نے اُسے فارس کا کلانتر مقرر کیا جعفر کے قتل کے بعد حاجی ابراہیم نے شیرازیوں کو لطف علی کی طرفداری پر آمادہ کیا لطف علی بادشاہ ہونے سے پہلے اپنی رحم دلی سخاوت اور بہادری کی وجہ سے لوگوں میں بہت ہر دلعزیز تھا مگر بادشاہ ہوتے ہی اس میں تحکم پسندی اور غرور آگیا مرزا مہدی فوج کا خزانچی تھا اس کو خیانت کے سلسلے میں جعفر نے اپنے دور حکمرانی میں سزا دی تھی سزا میں اس کے کان کاٹے گئے تھے جعفر کو جب اس کے اپنے فوجیوں نے قتل کیا تو کہتے ہیں مرزا مہدی نے اس کا سر کاٹ کر قلعہ سے نیچے پھینک دیا تھا گویا اُس نے اپنے کان کٹنے کا بدلہ جعفر سے اس طرح لیا لہٰذا لطف علی نے اُسے سزا دینا چاہی۔ حاجی ابراہیم نے اس کی سفارش ... لطف علی سے کی کہ اسے معاف کر کے اسے خلعت دیا جائے کیونکہ اس نے جعفر کا سر نہیں کاٹا ہے یہ ایک بہتان ہے جو اس پر لگایا گیا ہے مگر لطف علی نے حاجی ابراہیم کی سفارش نہیں مانی اس کو جلتی آگ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے بعد حاجی ابراہیم لطف علی سے ناراض ہو کر اس کی ملازمت چھوڑ دی۔

حاجی ابراہیم کی کامیاب سازش

۱۷۹۱ء میں جب لطف علی شمال کی طرف آغا محمد کی افواج کے ساتھ برسرپیکار

تھا تو حاجی ابراہیم نے اُس کی غیر موجودگی میں شیراز پر قبضہ کیا اپنے بھائی کے
ذریعے لطف علی کی فوج میں بغاوت کرا دی سارے فوجی افسر اپنے سپاہیوں
کے ساتھ لطف علی کو میدان جنگ میں چھوڑ کر چلے گئے لطف علی مجبوراً ساحل کی
طرف فرار ہو گیا بوشہر کا شیخ جو اس کا دوست تھا وہ مر چکا تھا موجودہ شیخ
اس کے خلاف تھا۔ لطف علی نے ادھر اُدھر سے کچھ لشکر جمع کر کے بوشہر
پر حملہ کر کے اس کے شیخ کو شکست دی پھر کازرون کے گورنر کو شکست دی اور
سیدھا شیراز پہنچا جب لطف علی شیراز پہنچا تو آغا محمد قاجار نے حاجی ابراہیم کی کمک
کے لیے ایک فوج بھیجا تھا جسے لطف علی نے شکست دی مگر آغا محمد نے دوبارہ
ایک فوج شیراز روانہ کر دیا جس نے لطف علی کو شکست دی لطف علی اس
ہزیمت کے بعد کرمان پہنچا مگر آغا محمد قاجار نے اُس کا تعاقب جاری رکھا
لطف علی کرمان سے طبس پہنچا۔ امیر طبس اس کا طرفدار تھا اُسے رائے دی کہ
وہ امیر افغانستان تیمور شاہ کے پاس کمک کے لیے چلا جائے وہ قندھار کی طرف
روانہ ہوا اُسے راستے میں پتہ چلا کہ امیر تیمور شاہ فوت ہو چکے ہیں لہٰذا لطف
علی اس مخمصے میں پڑ گیا کہ وہ کہاں جائے۔ اسی دوران نرماشیر کے امیر نے اس کی
طرفداری کا اعلان کیا وہ نرماشیر پہنچا اُس نے دوبارہ کرمان فتح کرنے کا عزم
کیا۔ اس نے اپنے چچا عبداللہ خان کو شہر کے ایک طرف بناوٹی حملہ کرنے کو
بھیجا تاکہ محصورین کی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے۔ اور خود قلعہ میں سرنگ
کے ذریعے داخل ہوا کہ محصورین کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ اس طرح اس
جنگی چال کی بدولت اس نے کرمان فتح کیا جب آغا محمد قاجار کو اطلاع ملی تو
اس نے موقع کی نازک صورت حال کو محسوس کرتے ہوئے ایک بہت بڑا لشکر

کے ساتھ کرمان کا محاصرہ کیا۔ چار ماہ تک محاصرہ جاری رہا قحط کی وجہ سے
محصورین کی نصف آبادی قحط کی نذر ہو گئی اس بھگدڑ میں لطف علی اپنے تین
ساتھیوں کے ساتھ خندق کو رات کے وقت پار کر کے بام کی طرف فرار ہوا
جو کرمان سے ایک سو پچیس میل کے فاصلے پر بطرف مشرق واقع تھا اگرچہ
بام کا سردار لطف علی کا طرفدار تھا مگر جب لطف علی بام پہنچا تو امیر بام کی نیت
بدل گئی وہ غداری پر اتر آیا اور لطف علی کو آغا محمد قاجار کے حوالے کر دیا۔ اس نے
اُسے پہلے اندھا کر دیا پھر طرح طرح کی سزا دے کر قتل کر دیا۔

آغا محمد قاجار بنیاد گزار حکومت خاندان قاجار

جب لطف علی ژند کو امیر بام نے آغا محمد قاجار کے حوالے کر دیا تو آغا محمد
قاجار واحد دعویدار تخت سلطنت ایران میدان سیاست میں رہ گیا اس نے
بنیاد حکمرانی خاندان قاجار رکھ کر ایران پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا آغا محمد
قاجار محمد حسین خان قاجار کے نو بیٹوں میں سے اس کا سب سے بڑا بیٹا تھا
نادر شاہ افشار کے قتل کے بعد جب اس کا بھانجا عادل شاہ سلطنت ایران کے
تخت پر بیٹھا (۱۷۴۷ء تا ۱۷۴۸ء) تو اس کے دور میں آغا محمد بعمر پانچ سال پکڑا
گیا۔ اور اُسے عادل شاہ کے حکم سے خصی کر دیا گیا لہٰذا بعد کی زندگی میں آغا محمد
کی اس خامی نے اُس میں انتقام جوئی کی خاصیت پیدا کر دی کریم خان ژند اپنے
دور حکومت میں جو بڑا نیک نام اور صلح جو حکمران تھا اُس نے آغا محمد کی بہتر طریقے

مارنا، ختم کرنا۔ خصی: نکال دینا۔

شادی کی اور اسے اپنے دربار میں بطور یرغمال رکھا۔ مگر اُس کے عزت مآب
کو بیمار کیا جب آغا محمد قاجار کو اپنی بہن سے معلوم ہوا کہ کریم خان زند قریب
المرگ ہیں تو وہ اُسی وقت شیراز کے شہر سے باہر شکرہ کے شکار کے بہانے
نکل گیا جب وہ واپس لوٹا تو اسے معلوم ہوا کہ ولی بادشاہ (REGENT)
فوت ہو چکا ہے۔ اُس نے ارادتاً اپنے ایک شکرے کو اُڑا دیا اور اس کو
ڈھونڈنے کے بہانے سے غائب ہو گیا اس نے تین دن میں ۳۱۶ میل کی
مسافت طے کر کے اصفہان پہنچا اور وہاں سے اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے
اپنی جائے سکونت مازندران پہنچا راستے میں ایک سرکاری مالگزاری لے جانے
والے قافلے پر بھی قبضہ کر لیا مازندران میں اُس کے قبائلی لوگ اس کے گرد جمع
ہو گئے اس کے سوتیلے بھائی مرتضےٰ خان نے اُس کی مخالفت کی اور اپنے
بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا بہر حال قسمت کے بہت سے نشیب و فراز کے بعد
آغا محمد قاجار اس قابل ہوا کہ اس نے بحیرہ خزر سے متصل تمام صوبوں پر قابض ہو گیا

روسی تجار کا اخراج ۱۷۸۱ء میں

۱۷۸۱ء میں روسیوں کے ایک گروہ نے بحیرہ خزر کے کنارے بندرگاہ اشرف
پر لنگر انداز ہو کر ایک تجارتی کوٹھی بنانے کے لیے استحصال بالجبر سے حکومت ایران
سے اجازت نامہ لیا جب قلعہ تعمیر ہوا تو آغا محمد قاجار نے روسی افسروں کو دعوت
طعام پر بلایا جب وہ آئے اُن سب کو اس نے قید کر دیا اور اُن سے کہا کہ
وہ قلعہ منہدم کریں۔ ورنہ سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ روسیوں نے قلعہ منہدم
کرنے پر فوراً رضامند ہو گئے۔ لہٰذا اُن سے تعمیر شدہ قلعہ منہدم کرانے کے بعد

انہیں اُن کے جہازوں تک جو ساحل پر کھڑے تھے پہنچا دیا گیا۔ لہٰذا اس ڈھٹائی سے آغا محمد نے روسی منصوبہ کو ناکام بنا دیا۔

ایران کے آزاد صوبے

آغا محمد قاجار کے ابتدائی دورِ حکمرانی میں ایران کے بہت سے صوبے خود مختار ہو چکے تھے جن کی تفصیلات اس طرح ہے۔

خراسان

خراسان برائے نام شاہ رخ کے ماتحت تھا۔ اُس کے دو بیٹے نصر اللہ مرزا اور نادر مرزا اقتدار کی جنگ میں آپس میں دست و گریبان تھے ایک کرد امیر حیمش خان نے مشہد پر قبضہ کیا جس کو تیمور شاہ امیر افغانستان نے شکست دے کر دوبارہ شاہ رخ کی حکومت قائم کی۔ تربت حیدری جو مشہد کے جنوب میں واقع ہے اس پر ایشک خان کرائی نے اپنی حکومت قائم کی طبس میں میر حسن خان جس نے لطف علی کی مدد کی تھی۔ حکمرانی کا چرچا تھا۔ کین اور ترشیز پر عرب امیر قابض تھے زعفران لو کردوں نے کوچان میں اور شادلو کردوں نے بجنورد میں اپنی امارتیں قائم کر دی تھیں سبزوار پر علی جی ترک قابض تھے۔ سیستان میں کیانی خاندان کے افراد حکمرانی کر رہے تھے۔ ترکی اور ایران کی متصل سرحد پر ایرانی سرحد کی طرف بیچ کرد بالکل آزاد تھے خسرو خان والی آردلان اپنے دارالخلافہ سنا سے احکامات جاری کرتے تھے۔ ۱۸۱۰ء میں جب انگریزوں کا نمائندہ مسٹر میلکم کردوں کے علاقے میں داخل ہو گیا تو خسرو خان کے بیٹے بحیثیت ایک شہزادے کے اسکا استقبال کیا۔

ایران کے ہمسایہ ممالک کی سیاسی صورت حال

آغا محمد قاجار کے دورِ حکمرانی میں سر پرسی سائیکس مصنف "ہسٹری آف پرشیا" ایران کے ہمسایہ ممالک کے سیاسی حالات کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

بلوچستان

اس دور میں جب کہ آغا محمد قاجار نے ایران میں قاجار خاندان کی حکمرانی کی بنیاد رکھی بلوچستان پر امیر نصیر خان اول المعروف بہ نصیر خان اعظم حکمرانی کر رہا تھا اُن کی مملکت کی مغربی حد بمپور تک تھی اور یہاں تک ان کا قلمرو تھا انہوں نے ۱۷۵۰ء سے کر ۱۷۹۳ء تک حکمرانی کی، وہ بالکل آزاد تھا۔

افغانستان

افغانستان پر پہلے تیمور شاہ اور بعد میں اُس کا بیٹا زمان شاہ امن و سکون سے حکومت کر رہا تھا۔ اگرچہ اندرونی طور پر ملک میں خلفشار موجود تھا اور افغان حکمران اپنی اندرونی گڑبڑ کو رفع کرنے میں اس قدر مصروف تھے کہ وہ ایران کے لیے ایک جارح ہمسایہ بن نہیں سکتے تھے۔

بخارا

بخارا پر بیگی جان شاہی خاندان کے ایک درویش حکومت کر رہا تھا اُس نے ازبکوں کی حکومت کو منطقہ آمو دریا سے کر سر دریا تک وسعت دیا

نیز مرو نے اُس کے لیے خراسان پر حملہ کرنے کا راستہ کھول دیا چنانچہ بیگی جان ۱۷۹۲ء میں ایک جرار لشکر کے ساتھ مشہد کے سامنے پہنچا جب اُس نے یہ دیکھا کہ خراسان کا دارالخلافہ کو فتح کرنا اُس کے بس سے باہر ہے تو اُس نے اپنی افواج میں یہ بات افواہ کرا دی کہ حضرت امام رضا اُن کے خواب میں آئے ہیں کہ اس مقدس شہر کے امن کو خراب نہ کیا جائے۔

ترکی

ترکی کئی صدیوں سے ایران کا ایک خوفناک اور جارح ہمسایہ رہا ہے۔ مگر آغا محمد قاجار کے دور میں ترکی یورپی سیاست میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ اُسے ایران کے سیاسی حالات سے دلچسپی لینے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اس دور میں سلیمان پاشا ترک حکومت کی طرف سے بغداد کا والی تھا اُس نے صرف بصرہ کو کریم خان زند کے دورِ حکومت میں ایرانی تسلط سے بچالیا۔ اُس کی پالیسی ایران کے متعلق دوستانہ تھا جو آغا محمد کی حکمرانی کے لیے سود مند تھا۔

جارجیا

نادر شاہ کے دورِ حکمرانی میں جارجیا کا حکمران ہرکولیس ایران کا وفادار تھا مگر بعد میں ۱۷۸۳ء میں اُس نے سلطنت روس کے ساتھ ایک دوستانہ عہد نامہ کر کے ایران سے اپنے تمام سیاسی تعلقات منقطع کر دیئے مگر اس معاہدے کی رُو سے روس کی حکومت نے اپنے حلیف کے بچاؤ کے لیے جارجیا میں کوئی امداد اور دفاعی فوج نہیں رکھی تھی جو بوقت ضرورت اُس کا دفاع کر سکتی تھی لہٰذا ۱۷۹۵ء

میں آغا محمد قاجار بادشاہ ایران نے جارجیا پر حملہ کر کے اُس پر قبضہ کیا۔

چونکہ امیر نصیر خان اول المعروف بہ نصیر خان نوری ۴۵ سال حکمرانی کرنے کے بعد سنہ ۱۷۹۴ء میں بہ مقام قلات داعی اجل کو لبیک کہا اور اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے اور اُن کی جگہ بلوچ سرداروں نے اُن کے بڑے بیٹے اُمیر محمود خان کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا۔ لہٰذا ایران کے بقایا سیاسی واقعات اُمیر محمود خان امیر بلوچستان کے دور حکمرانی میں بیان کئے جائیں گے کیونکہ بعد کے واقعات جو ایران میں رونما ہوئے وہ اُمیر محمود خان اول کے دور حکمرانی کے وقت وقوع پذیر ہوئے۔

اُمیر نصیر خان اول کے اوصاف بحیثیت بلوچ حکمران کے

اُمیر نصیر خان اول بلوچی دنیا کا فقید المثال بلوچی راہنما کہلاتا ہے وہ زبردست عظیم راہنما سپہ سالار اور اولوالعزم حکمران تھا بلکہ ایک پاکیزہ شخص اور بزرگ انسان بھی تھا اس لحاظ سے بھی پوری بلوچی تاریخ میں ان کا نام آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگاتا رہے گا وہ بلوچوں کے قومی اتحاد کا عظیم علمبردار تھا۔ انہوں نے بلوچوں کے قومی شیرازہ بندی کا مستحکم اور دیرپا نظام قائم کیا ان کا دور بلوچوں کے بخت و اقبال اور عروج و ارتقا کا دور تھا۔ انہوں نے بین الاقوامی سطح پر دیگر اقوام سے تعلقات قائم کئے اور دور دور تک شہرت پائی ان کے دور میں رزق کی فراوانی معاشرتی امن و سکون خوشحالی اور عدل و انصاف کا دور دورہ تھا سماجی برائیوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ مذہب و اخلاق کی پابندی اور پاسداری ضروری تھی اس کے ثبوت میں اُمیر نصیر خان نوری کا یہ فرمان یہاں نقل کرتے ہیں۔ جو تمام بلوچستان میں نافذ

رائج تھا۔

فرمان ہدایت امیر اعظم امیر نصیر خان نوری در ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۴۹ء

حکم عالیہ شد آنکہ سرکردگان و سائر مردمان ایلات بلوچی جھلاوان و مردم سکنائے رودین جو و سوراب و گدر مشکے و نال و دوڈھو و خضدار و زہری و کرخ و چکو و باغبانہ و زہری و پندران وغیرہ بتوجہات خاطر عالی متحمل بودہ باشند و درین وقت فضیلت پناہ و بلاغت پناہ قاضی علامحمد محتسب و رفعت نشان پندرہ چوبدار را برائے اجرائے امر معروف و نہی المنکر مامور و روانہ آن اطراف فرمودہ شدہ کہ جابجا گشتہ امر معروف و نہی المنکر حکماً بدلالت و استمالت اجرائے نمایند سعی باید کرد احدے ایشان موجب دلالت و استمالت محتسب مزبور را ۔ ز ۔ قرار تفصیل ذیل۔

۱۔ سرود و طنبور، نے و چنگ و دف وغیرہ سرود ہا در بدعت خانہائے فقیران و شادی و سنت نہ شود۔

۲۔ مردان و زنان در عروسی بازی رقص نہ کنند۔

۳۔ بنگ و چرس وغیرہ مسکرات نہ خورند و زراعت بنگ ہم نہ کنند۔

۴۔ ضعیفہا روبرہنہ در بازار و کوچہ باز نگردند۔

۵۔ پیر و صحبت کہ جوانان جمع شدہ در تکیہ ہا وغیرہ جاہا گوسفند کشتہ جشن مے کنند، بربیت آن است احدے نہ کنند۔

۶۔ سودائے بیع کہ بیع سلم است بغیر از ہفت شرط شریعت نہ کنند۔

۷۔ مردان و زنان مسلمان در ماتم با سر برہنہ کردہ روی و جان خراشیدہ و خون

ذکر وہ. نو عرض نمایند.

۸. در دائره فقیران مسلمان را نشستن نگذارند و مردم مسلمان زلف نگذارند.

۹. نماز جمعه را استوار داشته در شهرها ناغه نکنند. و هرکس به مسجدها نان پخته برای ہاے مساجد خود عاید نهند. و نماز ها در اول وقت خوانده، به تنگ وقت نگذارند.

۱۰. مردان و زنان را تهمت ناحق به زنا می دهند چشاوده به تهمت دهنده زده به سخن اش باور نکنند پسر و دختر را بے گناه ایذا نرسانند.

۱۱. شیخ ها که بر سر موی مے گذارند و بر سر بیمار ایشان را مے برند و سر موی آنها تراشیده و بر سر بیمار بیرون نگذارند و به گفته ایشان باور نکنند.

۱۲. از مال زکوٰة چهل یک بدهند. و در زنهار کسی فراج نے دهند ده یک زکوٰة بدهند.

۱۳. مسلمان و هندوان را سود گرفتن نگذارند.

۵. و خیلات هر یک ملا نگاه داشته به او خیرات داده نماز با جماعت بکنند استوار بوده. احدے و فردے قدم از دائره شریعت بیرون نگذاشته موجب ضلالت و مبتنع فضیلت پناه. مشارٌالیه به عمل آورده هیچ تخلف و انحراف نورزد. درین باب تاکید اکید و قدغن بلیغ دانسته حسب المقرر داشته در عهده شناسند.

تحریر فی التاریخ ۲۵ جمادی الثانی سنه ۱۱۶۳ھ هجریه نبویه. به وافی مرزا دین محمد.

مہر امیر نصیر خان نوری

حسبی الله و نعم الوکیل
نعم المولی و نعم النصیر

کتبہ مزار اعلیٰ حضرت میر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان
امیر بلوچستان

Scanned with CamScanner

یہ تھا امیر نصیر خان نوری کا فرمان دربارہ پابندی احکام شرعی جسکو ہم نے تحریر کیا ہے۔

تاریخ کی دستاویزات میں امیر نصیر خان نوری امیر بلوچستان کا ایک بجھارت بہت مشہور ہے جسے ہم یہاں بیان کرتے ہیں جو بلوچی زبان میں ہے۔

بجھارت کا بلوچی زبان میں متن یہ ہے۔

دیستن تازی یے قلم گوشیں بچیل و چپ واگ و لگام پہ رخیں تازی یک ات او محسل ہشت۔ ہر ہشت پہ زین ءَ سرا انت۔

بجھارت کا اردو ترجمہ

میں نے اعلیٰ نسل کا چھوٹے کان والا گھوڑا دیکھا جو بڑا چنچل، شوخ اور منزور ہے گھوڑا ایک ہے اور منکے آٹھ۔ آٹھوں منکے زین کے اوپر ہیں۔

بجھارت کا مطلب ہوا کہ اعلیٰ خوبصورت گھوڑا چاق چوبند کھڑا ہے گھوڑے کے زین پر ایک ڈھال لٹک رہا ہے جس پر چیتل کے آٹھ بڑے منکے جوڑے ہوئے ہیں یا پیوند ہیں۔

وفات امیر نصیر خان نوری

۱۷۹۴ء میں جب کہ امیر نصیر خان نوری مقام گنداوہ میں قیام پذیر تھے بہار کا موسم تھا ان کی طبیعت علیل ہوگئی مختلف علاقوں سے معالج آئے علاج کیا افاقہ نہیں ہوا چنانچہ یہ بلوچ بطل جلیل داعی اجل کو لبیک کہا چوالیس سال حکمرانی کی تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی بلوچستان کے بلوچ حکمرانوں میں سب سے زیادہ عرصہ انہوں نے فرمانروائی کی چنانچہ بلوچ قوم کے تمام سردار گنداوہ

پہنچے ان کی میت کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ قلات پہنچا کر سپردِ خاک کی تمام بلوچ قوم ایک طویل عرصہ تک آپ کے ماتم میں سوگوار رہے۔ روزِ وفات ۱۸ مارچ ۱۷۹۳ء

امیرِ اعظم امیر نصیر خان نوری کی شخصیت و کردار

اگرچہ امیر میرو میروانی بلوچ جدِ امجد امیر نصیر خان نوری۔ بلوچوں کی چوتھی حکومت کے بنیاد گزار ہیں۔ جنہوں نے ۱۲ جنوری ۱۶۶۶ء میں بلوچستان کے خطہ جہالاوان، خاران، مکران، ساراوان، جہالاوان، لس بیلہ کے امرا کے معاونت کے ساتھ بلوچ برادری کا اعلان کر دیا اور بلوچی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا امیر احمد خان ثالث ملقب با احمد کبیر اور امیر عبداللہ خان نے اپنے خون سے اس کی حفاظت کی۔ امیر نصیر خان اول ملقب بہ امیر نصیر خان نوری نے اسے بلوچ مملکت کا شکل دی کیونکہ امیر میرو، امیر کبیر، امیر عمر، امیر احمد ثالث و امیر عبداللہ خان فاتح کو احکام حکومت کا صحیح معنوں میں موقع نصیب نہیں ہوا۔ مگر امیر نصیر خان اعظم نے نہ صرف باپ دادا کی مفتوحہ علاقوں کو اپنے قبضہ میں رکھا۔ بلکہ مزید علاقے فتح کر کے اپنی حدود حکومت کی بڑے پیمانے پر توسیع بھی کی تمام مکران، ڈیرہ جات قندھار، چمن، پشین، ہزند، داجل، علاقہ جات آحمد، ملکی چیدہ، خاران، چاغی، زنگی، بیلہ، کراچی، پشین، ہرند و داجل علاقہ جات مری بگٹی، علاقہ کچھی ان امیر نصیر خان نے وقتاً فوقتاً تمام کوہستان بلوچستان کو فتح کر کے اپنی بلوچی حکومت میں شامل کر دیا مندرجہ صدر تمام علاقہ جات کی آبادی خالص بلوچوں کی تھی جن کو امیر نصیر خان نوری نے ایک لڑی میں پرو کر تقریباً ایک کروڑ خالص بلوچ آبادی کی ایک زبردست حکومت قائم کی امیر نصیر خان

جامع مسجد تعمیر کردہ در گنداوہ اعلیٰحضرت میر نصیر خان اول امیر بلوچستان

نوری نے اپنے لاثانی تدبر عالی حوصلگی اور جانبازی سے وہ زریں کام کیا جس کی نظیر بلوچوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

امیر نصیر خان اعظم بلوچوں کا ایک ہر صفت موصوف راہنما اور ہیرو تھا نہایت بہادر، انتہائی دلیر، غضب ناک، جنگجو، بے دھڑک، سخی، منصف، اعلیٰ پائے کا منتظم، بے حد ہوشیار اور مدبر تھا اس کی زندگی بالکل سادہ اور پاکیزہ تھی غریبوں کا مددگار، مظلوموں کا ہمدرد بیواؤں کا جائے پناہ تھا اسلام کا ولی اللہ کے درجے میں شیدائی انتہائی طور پر عابد اور پرہیزگار تھا۔ ہمیشہ باوضو رہتا تھا روحانی دنیا میں اپنے ملک بلوچستان کا قطب تھا۔ رعایا پر اس کی حکومت پدرانہ شفقت لئے ہوئے تھی۔ ان کے عہد میں کسی کاروان کے لوٹنے یا کسی جگہ ڈاکے کی واردات سننے میں نہیں آئی۔ بلوچ قبائل کے سرداروں میں امیر نصیر خان نوری بے اندازہ ہر دلعزیز اور مقبول تھا اس کے باوجود اگر کوئی سردار رعایا پر ذرا بھی ناجائز سختی کرتا تو اس سردار سے سخت بازپرس ہوتی تھی۔ عوام اس کو ولی اللہ مانتے تھے اور نصیر خان نوری کے نام سے یاد کرتے تھے اور آج بھی اس بیسویں صدی کے دور میں بھی بلوچ اُسے اولیا تسلیم کرتے ہیں اور نصیر خان نوری کہتے ہیں۔ قلات میں اُن کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے اُن کے مزار پر آج بھی زائرین کا تانتا لگا رہتا ہے۔ امیر میرو میروانی بلوچ کے دور (۱۴۱۰ء تا [illegible]ء) حکومت سے لے کر امیر احمد یار خان احمد زئی بلوچ کے دور (۱۹۳۳ء تا ۱۹۵۵ء) تک کل ۳۳ بلوچ حکمران بلوچستان گزرے ہیں۔ جو

(۱) مسلمانوں کے عقیدے میں ولی جس کے سپرد کسی علاقے کا انتظام ہو۔

Scanned with CamScanner

خان قلات کے لقب سے ملقب رہے ہیں ان سب میں امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان واحد حکمران ہیں۔ جسے بلوچ قوم نے آج تک بارگاہ کے علاوہ اولیائے اللہ بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس کے اوصاف حمیدہ اگر دلیری شفقت پرورانہ انصاف عادلانہ جذبات حمیدانہ سخاوت بے کراں کے ایسے میں ہر وقت رطب اللسان) ہیں لہذا امیر نصیر خان کی ہر دلعزیزی کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے جو اس وقت وہ اپنی بلوچ قوم میں اطلوبار تہ اور اولیاء زندہ جاوید ہے اور کثر بلوچ مسلمان اُن پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور عزت و احترام سے ان کو یاد کرتے ہیں

اخوند فتح محمد کا وزارت پر آنا

جب اخوند محمد صالح ۲ مئی ۱۸۳۳ء میں بہ عمر تقریباً ایک سو سال بہ دور حکمرانی (۱۸۲۲ء تا ۱۸۳۹ء) امیر اتاز خان سوم فوت ہوا چونکہ اخوند محمد صالح لاولد تھا لہذا امیر اتاز خان نے اُن کے بھتیجے اخوند محمد حیات ولد اخوند شہداد کو منصب وزارت حکومت بلوچستان پر فائز کیا امیر اتاز خان کے ۱۸۳۹ء میں معزولی کے بعد امیر محبت خان جب دوبارہ مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا اخوند بدستور سابق اخوند محمد حیات کو منصب وزارت پر قائم رکھا جب بلوچ قوم کی مجلس شوریٰ کے اراکین نے ۲۰ اگست ۱۸۳۹ء میں امیر نصیر خان اول ملقب بہ امیر نوری نصیر خان کو بلوچستان کا حکمران منتخب کیا تو انہوں نے بھی اخوند کو بلوچستان کی حکومت کی وزارت پر فائز رکھا ۳ اپریل ۱۸۵۵ء میں اخوند محمد حیات بعارضہ درد کو لنج فوت ہوا۔

اخوند محمد حیات کے چار بیٹے تھے اخوند محمد صالح دوئم اخوند فتح محمد اخوند سعداللہ اخوند نور محمد چنانچہ امیر نصیر خان نے اُن کے بڑے بیٹے اخوند محمد صالح دوئم کو منصب وزارت پر فائز کیا اخوند محمد صالح صرف نو ماہ اس منصب پر رہا اور ۱۲ جنوری ۱۷۵۹ء کو بعارضہ قلب فوت ہوا تو امیر نصیر خان نے اخوند موصوف کے دوسرے بیٹے اخوند فتح محمد کو منصب وزارت پر فائز کیا جو امیر موصوف کی وفات ۱۷۹۳ء تک اسی عہدے پر فائز رہا۔

تاریخ وار سلسلہ واقعات

دور حکمرانی اُمیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان

۱	اُمیر نصیر خان اول بطور یرغمال در دربار نادر شاہ افشار حکمران سلطنت ایران۔	۱۷۳۶ء سے ۱۷۴۷ء تک کل ۱۱ سال
۲	اُمیر نصیر خان اول بطور مہمان قیام در دارالخلافہ سندھ خدا آباد حکمران کلہوڑہ	۱۷۴۷ء تا ۱۷۴۹ء کل ۲ سال
۳	اُمیر نصیر خان اول کا انتخاب بطور حکمران بلوچستان	۲۰ اگست ۱۷۴۹ء
۴	اُمیر نصیر خان اول کی ادائیگی رسم دستار بندی	یکم اکتوبر ۱۷۴۹ء
۵	اُمیر نصیر خان اول کا مطالبہ نصف آمدنی لس بیلہ از جام لس بیلہ میر خان اول	۲ مارچ ۱۷۵۰ء

۶	امیر محبت خان احمد زئی بلوچ کی نظر بندی میں واقع وفات دورِ حکمرانی امیر نصیر خان اول حکمران بلوچستان	۸ ستمبر ۱۷۵۰ء
۷	امیر نصیر خان اول کا پنجگور مکران پر حملہ	۲۰ فروری ۱۷۵۱ء
۸	اخوند محمد حیات وزیر کا حملہ پنجگور مکران پر در دورِ امیر نصیر خان اول	۲۰ اکتوبر ۱۷۵۱ء
۹	امیر نصیر خان اول کا احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کی امداد کو بطرف مشہد روانہ ہوا	۹ جنوری ۱۷۵۲ء
۱۰	امیر نصیر خان اول کی مشہد سے واپسی بطرف قلات۔	۷ اپریل ۱۷۵۲ء
۱۱	امیر نصیر خان اول کی آمد قلات میں	۲۰ مئی ۱۷۵۲ء
۱۲	امیر نصیر خان اول کا کیچ مکران پر حملہ	۹ جنوری ۱۷۵۳ء

۱۳	احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کا قلات پر حملہ	۲۰ جون ۱۷۵۷ء
۱۴	صلح مابین احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان و امیر نصیر خان اول حکمران بلوچستان	۱۰ اگست ۱۷۵۷ء
۱۵	احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کی واپسی بطرف افغانستان	۱۱ اگست ۱۷۵۷ء
۱۶	امیر نصیر خان اول کا خاران پر حملہ	۲۳ فروری ۱۷۵۸ء
۱۷	امیر نصیر خان اول کا مکران پر حملہ	۱۸ اپریل ۱۷۵۸ء
۱۸	امیر نصیر خان کی واپسی از کیچ مکران	یکم جولائی ۱۷۵۸ء
۱۹	امیر نصیر خان اول کا کیچ مکران پر دوبارہ حملہ	۱۵ جنوری ۱۷۵۹ء

۲۰	اخوند فتح محمد وزیر کا کیچ مکران پر حملہ	۱۲ اپریل ۱۷۵۹ء
۲۱	امیر نصیر خان اول کا قصر قند وزک فتح کرنا	۱۸ جون ۱۷۵۹ء
۲۲	امیر نصیر خان اول کا مکران میں ذکریوں کا قلع قمع کرنا۔	۲ جولائی ۱۷۵۹ء
۲۳	امیر نصیر خان اول کا پانی پت کی تیسری لڑائی میں مسلمانوں کی مدد کو قلات سے روانہ ہونا	۲۹ اکتوبر ۱۷۶۰ء
۲۴	امیر نصیر خان اول کا پانی پت کی تیسری لڑائی میں مسلمانوں کی فتح یابی کے بعد بطرف قلات روانگی	۲۰ مارچ ۱۷۶۱ء
۲۵	امیر نصیر خان اول کا سکھوں کے خلاف جہاد کے لیے پنجاب روانہ ہونا۔	۱۲ اکتوبر ۱۷۶۳ء
۲۶	امیر نصیر خان اول کا سکھ جہاد کے بعد روہتاس سے روانگی بطرف قلات	۱۱ ستمبر ۱۷۶۵ء

۲۷	اُمیر نصیر خان اول کی واپسی قلات میں آمد	۸ اکتوبر ۱۷۶۵ء
۲۸	سردار زرک زہری کا حملہ لس بیلہ پر۔ بہ دور امیر نصیر خان اول	۲ جنوری ۱۷۶۸ء
۲۹	اُمیر نصیر خان نوری کی سستی قبیلہ بلوچ کی سرکوبی۔	۲۳ فروری ۱۷۸۲ء
۳۰	سردار صادق حسنی بلوچ کا مقابلہ اُمیر نصیر خان اول کے ساتھ اور اُس کا جنگ میں مارا جانا	۱۱ مارچ ۱۷۸۳ء
۳۱	اُمیر نصیر خان اول کا سردار پائندہ خان کی کمک کے لیے بہاولپور جانا	۲۲ فروری ۱۷۹۳ء
۳۲	اُمیر نصیر خان اول کا وفات حسرت آیات بہ مقام گنداوہ	۱۸ مارچ ۱۷۹۴ء
۳۳	اُمیر نصیر خان اول کی تجہیز و تدفین بہ مقام قلات بہ موجودگی تمام سرداران بلوچ قبائل حکومت بلوچستان	۲۹ مارچ ۱۷۹۴ء

چارٹ:: امیر نصیر خان اول اور ان کے ہم عصر حکمران ہندوستان ایران، افغانستان و سندھ

نام حکمران سندھ	نام حکمران افغانستان	نام حکمران ہندوستان	نام حکمران ایران	نام حکمران بلوچستان
میاں نور محمد کلہوڑو ۱۷۱۹ء تا ۱۷۵۳ء ۳۵ سال مراد یاب خان ۱۷۵۳ء تا ۱۷۵۷ء ۴ سال غلام شاہ ۱۷۵۷ء تا ۱۷۷۲ء ۱۵ سال میاں محمد خان ۱۷۷۲ء تا ۱۷۷۵ء ۳ سال میاں غلام نبی ۱۷۷۵ء تا ۱۷۷۶ء ایک سال	احمد شاہ ابدالی ۱۷۴۷ء تا ۱۷۷۲ء ۲۵ سال تیمور شاہ ۱۷۷۲ء تا ۱۷۹۳ء ۲۱ سال	احمد شاہ مغل ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء ۶ سال عالمگیر ثانی ۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۹ء ۵ سال شاہ عالم ثانی ۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء ۴۷ سال	کریم خان زند ۱۷۵۰ء تا ۱۷۷۹ء ۲۹ سال بادشاہ گردی ۱۷۷۹ء تا ۱۷۸۲ء ۳ سال علی مراد ۱۷۸۲ء تا ۱۷۸۵ء ۳ سال جعفر ۱۷۸۵ء تا ۱۷۸۹ء ۴ سال لطف علی ۱۷۸۹ء تا ۱۷۹۴ء ۵ سال	امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان احمد زئی بلوچ ۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء ۴۵ سال

باب سیزدہم

اُمیر محمود خان کی مسند نشینی

۱۷۹۴ء تا ۱۸۱۶ء

جب اُمیر نصیر خان نوری ۱۰ مارچ ۱۷۹۴ء کو بہ مقام گنداوہ اس جہان فانی سے رحلت کر گئے تو ان کے پس ماندگان میں تین بیٹے اور سات لڑکیاں رہ گئیں ان کے تین بیٹوں کے نام اس طرح ہیں اُمیر محمود خان و اُمیر مصطفٰے خان و اُمیر رحیم خان اُمیر محمود خان سب سے بڑا بیٹا تھا اُن کی عمر سات سال تھی اور اس کے دیگر دو بھائی بہت چھوٹے تھے۔ چنانچہ بلوچی رواج کے مطابق اُمیر محمود خان کو اُمیر نصیر خان کی وفات کے بعد اُمیر بلوچستان منتخب کیا گیا چونکہ اُمیر محمود خان سات سال کی عمر میں ایک کمسن بچہ تھا لہٰذا قبائلی سرداروں کی مشاورت اور رضامندی سے اخوند فتح محمد وزیر کو ان کا سربراہ اور اتالیق مقرر کیا گیا جو مجلس مصاحبین کی صلاح و مشورہ سے نظام حکومت کو چلاتا رہا۔

آمیر محمود خان اول احمدزئی بلوچ آمیر بلوچستان

۱۷۹۴ء تا ۱۸۱۷ء

میر بہرام خان احمد زئی کی تخت حاصل کرنیکی تگ و دو

جب امیر نصیر خان اول کا گنداواہ میں انتقال ہوا تو میر بہرام خان احمد زئی گنداواہ میں موجود تھا چونکہ وہ امیر محبت خان سابق امیر بلوچستان کا پوتا اور امیر حاجی خان کا بیٹا تھا امیر بلوچستان کے چناؤ کے وقت تخت کا دعویدار بن گیا کچھ سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ تخت پر اپنا حق جتلایا لیکن سردار ملا محمد رئیسانی نے اس کی بہت مخالفت کی جس کی وجہ سے امیر بہرام خان کو کامیابی نہیں ہوئی اور امیر محمود خان کو سرداروں کی کثرت رائے سے امیر بلوچستان منتخب کیا گیا امیر بہرام خان ناامید ہو کر علم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ ہو گیا اور بزور شمشیر حکومت بلوچستان پر قبضہ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں قلات سے فرار ہو کر کچھی پہنچا کچھی کے بلوچ قبائل ہی کے مرغزانی نجبک اور دھیال قبائل کو اپنا ہمنوا بنا لیا اس طرح امیر بہرام خان کے ساتھ مسلح بغاوت کے لیے ایک اچھا لشکر جمع ہو گیا اور اُس نے ڈھاڈر پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

امیر محمود خان امیر بلوچستان کی ڈھاڈر میں آمد

اس دوران میں اخوند فتح محمد اور اس کے مصاحبین امیر بہرام خان کی سرگرمیوں سے قطعاً غافل رہے۔ کیونکہ اس پر اخوند نے کوئی کڑی نگرانی نہیں رکھی سردیوں میں امیر محمود خان امیر بلوچستان ڈھاڈر پہنچا تو اُن کے ساتھ سردار ملا محمد رئیسانی میر ابراہیم خان، میر قطب خان، میر کمال خان، میر جنگی خان سرپرہ اور میر نور محمد مسیانی اپنے چند گھریلو ملازمین ساتھ تھے۔ ڈھاڈر پہنچ کر جب اخوند کو امیر بہرام خان

کی سرگرمیوں کا علم ہوا۔ تو وہ بہت گھبرایا۔ لہٰذا سابق دستور کے مطابق باہر میدان میں کیمپ لگانے کی بجائے ڈھاڈر کے قلعہ میں جا کر مقیم ہوا قلعہ کو مدافعت کے لیے مضبوط کرنے لگے۔

امیر بہرام خان احمدزئی کا ڈھاڈر پر اچانک حملہ

۱۴ نومبر ۱۹۲۶ء میں امیر بہرام خان نے اخوند اور اس کے مصاحبین کو بچنے کا زیادہ موقع نہ دیا اور اچانک ایک بڑے لشکر کے ساتھ ڈھاڈر کے قلعے پر حملہ کیا اور قلعہ کو گھیر لیا اخوند شیخ محمد مرد میدان نہ تھا میر بہرام خان کے حملے سے اس کے حواس اڑ گئے اسی رات مصاحبین اور سرداروں سے مشورہ کئے بغیر اس نے خفیہ طور پر ایک سید خاتون کو قرآن دے کر امیر بہرام خان کے پاس میڑھ بھیجا لیکن اس میڑھ کا کچھ نتیجہ نہیں برآمد ہوا کیونکہ امیر بہرام خان اپنا حق تلوار کے زور سے حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا تھوڑی دیر بعد جب سردار ملا محمد رئیسانی کو اخوند کی اس ذلت آمیز حرکت کا علم ہوا تو وہ اخوند پر سخت ناراض ہو گیا اور انہوں نے راتوں رات تمام محصور سرداروں کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کے بعد علی الصباح قلعہ کے دروازے کھول کر اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ امیر بہرام خان کو مقابلہ پر للکارا امیر بہرام خان اپنے لشکر کی کثرت پر مغرور بے تحاشا سردار محمد خان رئیسانی کے آدمیوں پر حملہ آور ہوا مگر ایک مختصر سی لڑائی کے بعد اس کے حمایتیوں کے قدم میدان سے اکھڑ گئے امیر بہرام خان کو شکست فاش ہوئی اور کئی لاشیں میدان میں چھوڑ کر اس کے لشکر نے راہ فرار اختیار کی۔ امیر بہرام خان خوف سے جان بچا کر سندھ کی طرف بھاگ گیا

قلعہ و شہر ڈھاڈر
۱۸۳۹ء

اخوند فتح محمد کا امیر محمود خان کے ساتھ قلات جانا

اخوند فتح محمد نے امیر بہرام خان کی اس شکست کو غنیمت سمجھا اور دوسرے
دن سرداروں کے اصرار اور مخالفت کے باوجود امیر محمود خان کو ساتھ لے کر
واپس قلات چلا آیا۔ سرداروں کو اخوند کی یہ نا زیبا اور بزدلانہ حرکت ناگوار
گزری اس لئے انہوں نے آئندہ کے لیے اخوند کے ساتھ دینے سے انکار کیا
اور منتشر ہو گئے۔ سب سرداروں نے اپنی اپنی سرداری علاقوں کی راہ لی۔

امیر بہرام کا کچھی پر قبضہ

جب امیر بہرام خان کو اخوند فتح محمد کی اس حواس باختگی، پریشانی اور سرداروں
کے انتشار کا علم ہوا، تو وہ فوراً محدود سے چند آدمیوں کے ساتھ سندھ سے واپس
آکر اس نے تمام کچھی پر قبضہ کرلیا۔ جب اس نے ۲۲ دسمبر ۱۸۹۳ء میں کچھی پر دوبارہ
قبضہ کرلیا۔ تو تیزی سے لشکر جمع کر کے قلات پر حملہ کی تیاریاں کرنے میں مصروف
ہوگیا۔ اخوند فتح محمد کی وجہ سے امیر محمود خان کی پوزیشن اب سخت نازک ہو
چکی تھی۔ بڑے بڑے قبائلی سردار اور مصاحبین اخوند کی غیر دانشمندانہ حرکتوں
سے دل برداشتہ ہو چکے تھے اور اپنی علیحدہ گروہ بندی میں مصروف تھے قبائلی
سردار اور اُن کے قبائل اگرچہ امیر بہرام خان کے ساتھ اب تک نہیں ملے تھے
لیکن اخوند کی وجہ سے امیر محمود خان کے ساتھ بھی نہیں دے رہے تھے اخوند
کا ان کو اپنے ساتھ ملانے کا تدبر نہ تھا۔

بی بی زینب احمد زئی کا میدان سیاست میں آنا

لہٰذا اس معاملے میں بی بی زینب احمد زئی ہمشیرہ امیر محمود خان امیر بلوچستان جو صاحب تدبیر خاتون تھیں۔ مداخلت کے لیے تیار ہو گئیں کہتے ہیں کہ جب امیر نصیر خان اول فوت ہوئے تو اُن کی ساتوں صاحبزادیاں سب عمر رسیدہ تھیں ماسوائے ایک کے باقی سب شادی شدہ بھی تھیں۔ مگر ان کے تینوں صاحبزادے امیر محمود خان سات سال، امیر مصطفےٰ خان چار سال اور امیر رحیم خان تین سال کے تھے۔ چنانچہ بی بی زینب نے جب اخوند فتح محمد کی بزدلانہ پالیسیوں کا جائزہ لیا تو وہ مجبوراً اپنے خاندانی تخت کو بچانے کے لیے سیاست کے میدان میں کود پڑیں۔ اپنے شوہر امیر یحییٰ خان اتازئی کی زیر سرکردگی اور ملا محمد رئیسانی اور سردار محمد خان شاہوانی کو وفد کی صورت میں اپنا سفیر بنا کر مدد حاصل کرنے کے لیے مطابق عہد نامہ مورخہ ۴ اگست ۱۷۵۵ء مابین امیر نصیر خان امیر بلوچستان اور احمد شاہ ابدالی امیر افغانستان موجودہ حکمران افغانستان شاہ زمان کے پاس بھیجا۔ لہٰذا اس عہد نامہ کی رو سے شاہ زمان نے سردار شیر محمد خان کی سرکردگی میں دو ہزار سواروں کا ایک رسالہ ہمراہ یحییٰ خان اتازئی امیر محمود خان کی کمک کے لیے بھیجا۔ وفد ۲ فروری ۱۷۹۵ء میں کابل پہنچا اور ۱۲ فروری ۱۷۹۵ء میں امدادی لشکر لے کر ۲۲ فروری ۱۷۹۵ء میں ڈھاڈر پہنچا۔

امیر بہرام خان کی شکست

امیر بہرام خان نے بمقام حاجی آگے بڑھ کر سردار شیر محمد خان اور امیر

محمود خان امیر بلوچستان کے مشترکہ لشکر کا مقابلہ کیا اور سخت مزاحمت پیش کی
آخر کار ایک شدید لڑائی کے بعد ۲۸ فروری ۱۷۹۵ء میں امیر بہرام خان کو
شکست ہوئی وہ پھر فرار ہو کر سندھ چلا گیا۔

امیر بہرام خان کی وفات

اس دفعہ ٹالپر امیران سندھ نے امیر بہرام خان کو امداد دینے سے انکار
کر دیا لہٰذا ٹالپر امیروں سے ناامید ہو کر وہ بہاولپور کے امیر کے پاس کمک
لینے کے لیے بہاولپور کی طرف چل پڑا۔ ۲۵ اپریل ۱۷۹۵ء میں شہدو قلندر شاہ
پہنچا یہاں پر بیمار پڑ کر چند دنوں بعد ۲ مئی ۱۷۹۵ء میں فرشتہ اجل نے راستے
میں اس کا استقبال کیا۔ اور وہ راہی ملک عدم ہوا۔ اس کے ہمراہیوں نے اس کے
جسد کو قلات لا کر خاک وطن کے سپرد کیا۔

کراچی پر ٹالپر بلوچوں کا قبضہ

جب امیر محمود خان اول بلوچستان کے حکمران بنے توان کے دور میں
سندھ پر کلہوڑہ خاندان کی حکمرانی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ خاندان ٹالپر بلوچ حکمرانی
سندھ پر قابض ہو چکے تھے۔ لہٰذا جب ۱۷۹۵ء میں امیر محمود خان امیر بلوچستان
اخوند فتح محمد کی سربراہی میں امیر بہرام خان احمدزئی کی بغاوت سے پیدا شدہ
الجھنوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور قبائلی سردار اخوند فتح محمد وزیر کی غیر دانشمندانہ روش
سے ناراض ہو کر امور حکومت میں دلچسپی لینے سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ تو
میر فتح علی خان ٹالپر فاتح سندھ کو کراچی کی بندرگاہ پر قبضہ کرنے کا موقع ہاتھ

کیا انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد ۸ جولائی ۱۷۹۵ء میں ایک مختصر لشکر روانہ کر کے امیر بلوچستان المعروف بہ خان آف قلات کے انتظامیہ کے ملازموں کو بلا مزاحمت بندرگاہ کراچی سے نکال باہر کیا۔ اور کراچی اور راس کے مضافاتی علاقوں پر قابض ہوگیا۔ اخوند فتح محمد وزیر کی نا اہلیت اور سرداروں کی قومی فرائض سے غفلت کی وجہ سے کراچی کی یہ مشہور بندرگاہ اپنے مضافاتی علاقوں سمیت حکومت بلوچستان سے ہمیشہ کے لیے چھن گئی۔

سندھ کے کھوئے ہوئے علاقوں کے بارے میں سندھ کے تاریخی حوالے

جب سندھ میں تالپر بلوچ برسراقتدار آئے اور سندھ پر حکمرانی کرنے لگے تو میاں غلام شاہ سندھ کے کلہوڑہ حکمران کے دور حکومت میں (۱۷۵۷ء تا ۱۷۷۲ء) علاقے جو سندھ میں داخل تھے۔ اور بعد میں دوسروں کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ مثلاً سبزل کوٹ کو انہوں نے دوبارہ نواب بہاولپور سے اسی طرح کراچی اور راس کے مضافات کو امیر بلوچستان المعروف بہ خان آف قلات سے اور شکارپور اور اس کے نواح کو افغانوں سے اور نگھپت اور لبت کو راجا بھوج سے۔ اور عمرکوٹ اور ریگستان کو راجا جودھپور سے واپس لیا۔ ان کے علاوہ بھی سندھ کے اکثر قصبات جو کلہوڑہ فرمانرواؤں کے زمانے میں ان کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ انہوں نے ان کو دوبارہ حاصل کر کے سندھ میں شامل کیا۔

سرداروں کی تبدیلی رویہ

امیر بہرام خان کی شکست کے بعد قبائلی سرداروں نے اپنی سابقہ پالیسی غیر جانبداری ترک کر کے امیر محمود خان امیر بلوچستان کا ساتھ دینا شروع کیا چنانچہ جب بی بی زینب ہمشیرہ امیر محمود خان نے اپنے شوہر کی زیر سرکردگی میں امداد کے لیے وفد افغانستان بھیجا اور ذاتی طور پر بلوچستان کی سیاست میں حصہ لینے لگی اور اُن کی استدعا پر افغانستان کی حکومت نے بروقت امداد فراہم کی تو اُن کو بعض سرداروں کو یہ ندامت ہوئی کہ وہ مرد ہوتے ہوئے اتنی ہمت نہ کر سکے جو ایک خاتون نے کی اس کے علاوہ بی بی زینب نے تمام سرداروں کو بلا کر اُن سے فرداً فرداً ملاقاتیں کیں اور اُن کو اُن کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا کہ یہ ملک سب ملت بلوچ کا ہے کسی ایک فرد واحد کا نہیں جیسے کہ ان کے اجداد نے سنہ ۱۴۱۰ء میں امیر میر والی بلوچ کے ساتھ مل کر اس حکومت کو تشکیل دیا اس کو خوش اسلوبی سے چلاتے رہے اور دشمنوں سے اس کا دفاع کیا اب بھی اُن کا یہ فرض ہے کہ اپنے اس مملکت کی اُسی جذبہ کے ساتھ دفاع کر کے اپنی حکمرانی کو قائم و دائم رکھیں۔ بی بی کی ان باتوں کا سرداروں پر اچھا اثر

امیر افغانستان کی امیر بلوچستان سے استدعا کمک

امیر محمود خان امیر بلوچستان جب امیر بہرام خان کی بغاوت سے فارغ ہوا تو اسی دوران افغانستان میں زمان شاہ کا بھائی محمود شاہ نے علم بغاوت بلند کرکے ہرات پر قبضہ کیا اس صورت حال کے پیش نظر حکمران افغانستان زمان شاہ

نے بلوچ افغان معاہدہ کی رو سے امیر بلوچستان سے امداد کی درخواست کی چنانچہ اخوند فتح محمد وزیر سرداروں کی حمایت سے بلوچ لشکر جمع کیا اور امیر محمود خان امیر بلوچستان کی زیر سرکردگی یہ لشکر امیر افغانستان کی کمک کے لئے بطرف قندھار روانہ ہوا اور ۲۵ مئی ۱۷۹۶ء میں قندھار پہنچا زمان شاہ اپنے افغان اور امیر بلوچستان کے بلوچ لشکر کے ساتھ قندھار سے روانہ ہو کر جب ہرات کے نواح میں ۱۰ جون ۱۷۹۶ء کو پہنچا تو محمود شاہ نے ہرات کا قلعہ چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی زمان شاہ بلا مزاحمت ہرات کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

زمان شاہ کے درباری امیروں میں رقابت

زمان شاہ امیر افغانستان کے دربار میں وزیر شیر محمد بارک زئی اور رحمت اللہ خان صدوزئی کی آپس میں سخت مخالفت تھی۔ وزیر شیر محمد خان چونکہ امیر بلوچستان امیر محمود خان اور اخوند فتح محمد وزیر کا دوست تھا۔ تو رحمت اللہ خان صدوزئی ملقب بہ وفادار خان وزیر شیر محمد خان کی وجہ سے امیر بلوچستان امیر محمود خان کا مخالف تھا لہٰذا مہم سے واپسی پر وفادار خان نے شاہ زمان کو یہ یاد دلا کر محمود خان سے بدظن کرا دیا کہ انہوں نے کچھ عرصہ پہلے افغان بلوچ معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شہزادہ ہمایوں کو اپنی حکومت میں پناہ دی تھی حالانکہ یہ بہتان غلط تھا زمان شاہ وفادار خان کی باتوں میں آ گیا لہٰذا اس نے امیر بلوچستان اور اس کے بلوچ لشکر کو اور سرداروں کو بلا زاد راہ دیئے ہوئے جو بلوچ افغان معاہدہ کی رو سے امیر افغانستان پر فرض تھا۔ نہایت بے رخی کے ساتھ واپس کر دیا اس سے امیر محمود خان اور ان کا بلوچ لشکر نہایت پریشان

حالات میں ۲۵، جون ۱۷۹۶ء میں قلات پہنچا۔

شہزادہ ہمایوں کے صحیح واقعہ کی تفصیلات

شہزادہ ہمایوں۔ زمان شاہ کا بھائی تھا۔ زمان شاہ سے باغی ہو کر قلات پہنچا امیر محمود خان نے اسے فوراً گرفتار کر کے حکومت افغانستان کو بروقت اطلاع دی چنانچہ حکومت افغانستان اطلاع پا کر سردار شیر محمد خان بارک زئی کو شہزادہ کو افغانستان لے جانے کے لیے قلات بھیجا۔ شیر محمد خان شہزادہ ہمایوں کو ساتھ لے کر جب افغانستان کی حدود میں پہنچا تو سید خداداد اور دیگر افغان اُمرأ و سپاہ سردار شیر محمد کے ساتھ باغی ہو کر شہزادہ ہمایوں کے ساتھ مل گئے سردار شیر محمد تنہا جان بچا کر کابل پہنچا اور شہزادہ ہمایوں نے سید خداداد اور دیگر اُمرأ کے سپاہ کے ساتھ مل کر کے قندھار پر قبضہ کر لیا لہٰذا اس صورت حال سے واضح ہو جاتا ہے کہ شہزادہ ہمایوں کی بغاوت میں اُمیر محمود خان اُمیر بلوچستان اور بلوچ سرداروں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ وفادار خان نے محض اپنے حریف وزیر شیر محمد خان کی مخالفت کی وجہ سے اس واقعہ کو رنگ دے کر اُمیر محمود خان اُمیر بلوچستان اور بلوچ سرداروں کے خلاف استعمال کیا۔ زمان شاہ اپنی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے اس کی باتوں میں آ گیا۔ تمام قبائلی آداب۔ اور اپنے اَجداد کے عہد نامے کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر۔ بے مروتی کے ساتھ اُمیر بلوچستان اور اس کے قومی زعماً کو رخصت کیا۔

امیر نصیر خان اول ملقب بہ امیر نصیر خان نوری کے بعد سیاسی المیہ

امیر نوری نصیر خان کی وفات کے بعد بلوچوں کی مملکت کو جو ایک سیاسی المیہ درپیش ہوا۔ وہ یہ تھا کہ اُن کے ولی عہد امیر محمود خان کی عمر سات سال تھی لہٰذا قبائلی سرداروں نے متفقہ طور پر اخوند فتح محمد کو کم سن حکمران کا سرپرست اور اتالیق مقرر کرنے کے بعد امیر محمود خان کو مسند بلوچستان پر بٹھایا اخوند فتح محمد انتہائی طور پر کمزور شخصیت کا مالک تھا وہ اپنے والد اخوند محمد حیات اور دادا اخوند محمد صالح کی طرح مُدبر تیغ۔ مدبر سیاست دان معاملہ سنج بہادر نڈر نہ تھا اخوند فتح محمد کو اپنی کمزور شخصیت کو محسوس کرتے ہوئے قبائلی سرداروں سے گہرے دوستانہ مراسم اختیار کرنے چاہیئے تھے۔ تاکہ اس کی شخصیت کو مزید استحکام حاصل ہوتا چونکہ وہ مدبر نہ تھا۔ اس پالیسی میں بھی وہ ناکام رہا سرداروں کی حمایت کو اپنے حق میں مستقلاً برقرار نہیں رکھ سکا اس صورت حال میں قبائلی سرداروں کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنا چاہیئے تھا۔ وہ ملک کے مالک تھے اخوند فتح محمد کی حیثیت ایک ملازم کی تھی۔ سرداروں کو چاہیئے تھا کہ نزاکت وقت کو محسوس کرتے ہوئے۔ اخوند کو اس عہدے سے ہٹا دیتے۔ اور اپنے میں سے ایک مدبر اور بہادر سردار کو امیر محمود خان امیر بلوچستان کا سرپرست اور اتالیق مقرر کرتے اس رویے کو اختیار کرنے کی بجائے سردار اخوند فتح محمد کے سلوک سے ناراض ہو کر اپنے قبائلی علاقوں میں چلے گئے اور بلوچستان کی سیاسی صورت حال کو اپنے کرموں میں نہیں لیا جس سے حکومت بلوچستان کو بہت سے جہتوں سے نقصان

پہنچا گو کہ بعد میں سرداروں کو احساس ہوا۔ مگر بعد از خرابی بسیار

بعض قبائلی سرداروں کی خود سرانہ حرکات

بلوچستان کی حکومت کی کمزور پالیسیوں کی وجہ سے بعض قبائلی سرداروں نے خود سرانہ وتیرہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں قبیلہ مینگل اور قبیلہ بزنجو کے سرداروں نے اپنے علاقوں سے آنے جانے والے قافلوں سے جداگانہ ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے بلوچستان کے وسط میں سے بین الاقوامی تجارتی راستے پر سے قافلوں کے آنے جانے میں مشکلات پیدا ہو گئیں جس کا اثر جنوبی افغانستان اور مشرقی ایران کی تجارت پر پڑنے لگا۔ اور ان سرداروں کا قبیلہ مینگل اور قبیلہ بزنجو کے علاقوں میں ٹیکس لینا بھی از روئے معاہدہ تجارتی بین حکومت بلوچستان اور حکومت افغانستان ناجائز تھا۔

بلوچستان کے وسط سے گزرنے والی بین الاقوامی تجارتی شاہراہ

جیسے کہ میں اپنی تاریخ بلوچ و بلوچستان کی جلد اول میں تفصیل سے ذکر کر چکا ہوں کہ زمانہ قدیم میں ایک بین الاقوامی تجارتی راستہ بلوچستان کے وسط سے گزر کر ساحل سمندر تک سونمیانی بندرگاہ پر ختم ہوتی تھی اس راستے سے بلوچستان کا اپنا تجارتی مال جنوبی افغانستان کا تجارتی مال مشرقی ایران کا تجارتی مال درساور کو جاتا تھا اور باہر سے ان ممالک میں آتا تھا۔ افغانستان کا تجارتی مال قندھار سے شالکوٹ[1] کے

1۔ کوئٹہ شہر کا قدیم نام۔

راستے قلات پہنچتا تھا اسی طرح مشرقی ایران کا تجارتی مال براستہ نوشکی قلات آتا تھا یہاں سے تجارتی مال قافلوں کے ذریعے خضدار، وڈھ، بیلہ ہوتا ہوا، سون میانی پہنچ جاتا تھا۔ اور وہاں سے باہر کی منڈیوں کو بھیجا جاتا تھا۔ اسی طرح باہر کا تجارتی مال برائے بلوچستان، جنوبی افغانستان مشرقی ایران اسی راستے سے آتا تھا۔ حکومت بلوچستان باقاعدہ ان آنے جانے والے قافلوں سے سنگ اور راہداری لیتا تھا اور ان قافلوں کی حفاظت کی ذمہ داری بلوچستان کی حکومت کی تھی۔ اور وہ ان قافلوں کی باقاعدگی سے حفاظت کرتا تھا۔ لہٰذا قبیلہ مینگل اور قبیلہ بزنجو کے ناجائز ٹیکس عائد کرنے پر حکومت بلوچستان ان کے تادیب کرنے پر مجبور ہوگئی۔

قبیلہ مینگل اور قبیلہ بزنجو کی تادیب

قبیلہ مینگل اور قبیلہ بزنجو کے سرداروں کے اس ناجائز ٹیکس پر حکومت افغانستان نے حکومت بلوچستان سے احتجاج کیا۔ حکومت افغانستان کے دو تجارتی نمائندے نور جنگ خان اور گل محمد خان امیر بلوچستان کے پاس بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پہنچے۔ امیر محمود خان نے ایک لشکر جمع کرنے کا حکم دیا۔ لشکر کوچ کر کے ۲۲ اگست ۱۹۲۵ء میں قلات سے روانہ ہوا تاکہ وڈھ اور نال پر حملہ کرے انہوں نے سب سے پہلے وڈھ کا رخ کیا ۱۰ اگست ۱۹۲۵ء میں وڈھ پہنچا قبیلہ مینگل نے بلامقابلہ امیر بلوچستان کی اطاعت قبول کر لی اور اپنے سنگ (محصول) سے دستبردار ہوگیا۔ لیکن قبیلہ بزنجو نے امیر بلوچستان کی اطاعت قبول نہ کی اور مقابلہ پر تل

؎ ایک قسم کا تجارتی ٹیکس۔

آیا۔ چنانچہ امیر بلوچستان امیر محمود خان کا بھائی شہزادہ مصطفٰے خان دستہ سرداران کے لشکر کے ساتھ ۲۶ اگست ۱۷۹۰ء میں قبیلہ بزنجو پر حملہ آور ہوا۔ قبیلہ بزنجو نے اپنے سردار فقیر محمد کی قیادت میں شہر نال کے گردونواح کی پہاڑیوں پر مضبوط پوزیشن لی ہوئی تھی شہزادہ مصطفٰے نے حکمت عملی سے ان کے مورچوں کو گھیرے میں لے لیا اور رفتہ رفتہ اپنے گھیرے کو ایسا تنگ کر دیا کہ بزنجوؤں کے لیے گھیرا توڑ کر باہر نکلنا بہت مشکل ہو گیا۔ اور آخرکار سردار ملا محمد رئیسانی نے ایک لڑی کے ساتھ پہاڑی پر راستہ حاصل کر لیا۔ بزنجو بڑی بہادری سے لڑے مگر قسمت نے یاوری نہ کی سردار فقیر محمد بزنجو پچاس آدمیوں کے ساتھ لڑائی میں کام آیا اور اس کا لڑکا میر گہرام خان گرفتار ہو گیا بزنجو لشکر منتشر ہو کر راہ فرار اختیار کر گیا میر گہرام خان نے امیر محمود خان امیر بلوچستان سے معافی مانگ لی اور اپنی طرف سے تجارتی قافلوں پر ٹیکس عائد کرنے کے حق سے دستبردار ہو گیا۔ امیر محمود خان نے گہرام خان کو معافی دی اور بزنجو کی سرداری پر اُسے اُس کے باپ کی جگہ پر فائز کیا۔

شاہ محمود کا حکمران افغانستان ہونا

جب زمان شاہ ۱۷۹۳ء میں افغانستان کی مسند حکمرانی پر بیٹھا تو اُس نے بعد میں بے راہروی اور خودسری کی پالیسی پر گامزن رہا اُس کے وزیر رحمت اللہ خان اپنے اقتدار کے ہوس میں اسے دربار کے اُمراء کے قتل پر اکسایا ان قتل ہونے والوں میں ایک بہت بڑا بارسوخ امیر پائندہ خان بھی قتل ہوا۔ چنانچہ ۱۸۰۰ء میں سردار پائندہ خان کے بیس بیٹوں میں سے اُس کا سب سے بڑا بیٹا فتح خان نے

شاہ محمود کو زمان شاہ کی جگہ تخت کابل پر بٹھایا اور شاہ محمود نے فتح خان کو وزیر کا منصب عطا کیا۔ چنانچہ شاہ محمود حکمران افغانستان کے تعلقات اُمیر محمود خان امیر بلوچستان کے ساتھ بہت خوشگوار تھے۔

شاہ محمود کا مہم پنجاب پر روانہ ہونا

شاہ محمود حکمران افغانستان بلوچ افغان دوستانہ معاہدہ کی رو سے پنجاب کی مہم کے سلسلے میں اُمیر محمود خان امیر بلوچستان سے امداد کی استدعا کی چنانچہ ۱۸۰۹ء میں ۴ جنوری کو اُمیر محمود خان امیر بلوچستان قلات سے اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا جس کی قیادت اس کا بھائی اُمیر مصطفیٰ خان کر رہے تھے۔ یہ لشکر بمقام ملتان ۲۰ جنوری ۱۸۱۰ء میں محمود شاہ حکمران افغانستان سے جا ملا اب یک محمود شاہ امیر افغانستان اور اُمیر محمود خان امیر بلوچستان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ملتان ہی میں تھے کہ بلوچستان کے دارالخلافہ قلات سے اُمیر بلوچستان اُمیر محمود خان کو اطلاع ملی کہ علی شیر کھلپر بگٹی نے علاقہ لہڑی پر حملہ کرکے بیلیمی میں داد محمد اور طاہر خان نامی دو مینگلوں کو قتل کرکے مینگلوں کی جاگیر کو لوٹ کر علاقے کو تاخت و تاراج کیا ہے۔ چونکہ اس واقع سے حکومت بلوچستان میں مزید بے چینی پھیلنے کا خطرہ تھا۔ اس لئے محمود شاہ اُمیر افغانستان اُمیر محمود خان اُمیر بلوچستان کے ساتھ بعد صلاح و مشورہ اُمیر بلوچستان کو بلوچستان جانے کا مشورہ دیا۔

کھلپر بگٹیوں کی بغاوت

چنانچہ اُمیر محمود خان اُمیر بلوچستان ۲ فروری ۱۸۱۰ء کو ملتان سے واپس شکارپور

پہنچا تو اُس نے اپنی حفاظت کے لیے ایک مختصر سا دستہ رکھ کر باقی لشکر کو امیر مصطفےٰ خان کی قیادت میں علی شیر گچکی کی سرکوبی پر مامور کر کے ڈیرہ بگٹی روانہ کر دیا۔ امیر مصطفےٰ خان کے حملے کی خبر سن کر بگٹیوں نے ڈیرہ بگٹی کو خالی کر کے (ترتر کی) کے پہاڑوں میں پناہ لی امیر مصطفےٰ خان نے ڈیرہ بگٹی پہنچ کر شہر میں آگ لگا دی مال مویشی جو سامنے آیا لوٹا اور برباد کیا آخر کار اس صورت حال کو دیکھ کر تمام قبیلہ بگٹی کو جمع کر کے علی شیر نے امیر مصطفےٰ خان کو دعوت مبارزت دی (سنگسلہ تمن کے نواحی میں) علی شیر بگٹی اور امیر مصطفےٰ خان کی ۱۱ فروری [illegible] میں مڈبھیڑ ہوئی بگٹیوں نے شجاعت کے جوہر دکھائے لیکن غیر منظم طریقہ جنگ کی وجہ سے زیادہ دیر تک امیر مصطفےٰ خان کے آزمودہ کار لشکر کے سامنے ٹھہر نہ سکے بگٹیوں کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ آخر کار علی شیر بگٹی نے بقایا لشکر کے ساتھ فرار ہو کر اپنی جان بچائی۔

امیر مصطفےٰ نے سنگسلہ تمن میں ڈیرہ ڈالا اور کئی مہینوں تک بگٹیوں کو قتل و غارت کرتا رہا علی شیر بگٹی نے جب دیکھا کہ امیر مصطفےٰ خان ڈیرہ بگٹی کو خالی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تب اُس نے بلوچی (میڑھ) کا سلسلہ شروع کیا اور سردار ملا محمد رئیسانی جو امیر مصطفےٰ خان کا بہنوئی بھی تھا کے پاس گیا سردار موصوف نے اُس کی امیر مصطفےٰ خان سے جان بخشی کرانے کے بعد اُسے لے کر امیر مصطفےٰ خان کے کیمپ میں پیش کیا جہاں علی شیر نے ہتھیار ڈال دیئے امیر مصطفےٰ خان علی شیر کو ساتھ لے کر گنداوہ پہنچا اور اُسے امیر بلوچستان کی خدمت میں پیش کیا لہٰذا امیر موصوف نے امیر مصطفےٰ خان اور سردار ملا محمد خان کی سفارش پر اُسے معاف کر دیا۔ اور علی شیر بگٹی نے امیر بلوچستان کی اطاعت قبول کی اور آئندہ

Scanned with CamScanner

کے لیے پر امن رہنے کا حلف اٹھایا اور امیر بلوچستان نے اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو خلعت فاخرہ دے کر اپنے دربار سے نہایت عزت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

کیچ مکران کی صورت حال

امیر محمود خان اول کے دور (۱۷۹۳ء تا ۱۸۱۷ء) حکمرانی میں مکران کے علاقہ کیچ میں قبیلہ گچکی کا سردار میر شے قاسم تھا۔ اس دور میں مکران میں کوئی اہم واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا۔ البتہ بلوچستان کی مرکزی حکومت کی کمزوری کی وجہ سے دور دراز کے صوبہ جات حکومت بلوچستان کے حکمران امیر محمود خان اول کا جو اندرونچکا کی خفیہ سازشیں بروئے کار آنے لگیں۔ کیچ کے گچکی ہمیشہ موقع کی تاک میں رہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے امیر محمود خان کی حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سردار شے قاسم کے ایک رشتہ دار میر عبداللہ گچکی کی سرکردگی میں دراگست ۱۸۱۱ء میں بغاوت کی۔ اور امیر بلوچستان کے کیچ کے گورنر کو انہوں نے کیچ سے نکال باہر کیا اور خود مختار طور پر خود حکومت کرنے لگے اس کے برعکس پنجگور کے گچکی سردار ہمیشہ امیر بلوچستان کے طرفدار رہے کیونکہ ان کی خاندانی رشتہ داری امیر بلوچستان کے حکمران گھرانے خاندان احمد زئی سے تھی۔ اس دور میں پنجگور کا گچکی سردار میر حسن تھا بہر حال اس واقعہ پر بلوچستان کی مرکزی حکومت کے وزیر اخوند فتح محمد نے کوئی رد عمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی حکمران بلوچستان امیر محمود خان نے سردار کیچ کے اس باغیانہ عمل پر اُس کو سزا دی۔ لہٰذا مرکزی حکومت کی طرف سے اس واقعہ پر تغافل برتنے کی صورت میں دیگر علاقوں کے اُمراکو بھی

موقع مل گیا کہ وہ اپنی روش میں نئے انداز اختیار کریں جس کی وجہ سے بلوچستان کی مرکزی حکومت بہت کمزور ہوگئی اس کی مملکت بکھرنے لگی

خاران کی صورت حال

امیر محمود خان اول کے دور حکمرانی میں خاران میں میر عباس سوئم نوشیروانی امیر خاران تھا جب اس نے دیکھا کہ بلوچستان کی مرکزی حکومت کی طرف سے پیچی کے سردار کی بغاوت پر کوئی رد عمل نہیں ہوا تو وہ بھی دلیر ہوگیا ایک مختصر لشکر کے ساتھ ۱۱ اکتوبر سنہ ۱۸۱۰ء میں پنجگور اور قلات کی جانب حکومت کے کئی دیہات پر قبضہ کرلیا امیر بلوچستان کے کارندوں کو وہاں سے نکال دیا اس واقعہ پر بھی بلوچستان کی مرکزی حکومت کا وزیر اخوند شیخ محمد نے امیر خاران کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جس کی وجہ سے ملک میں طوائف الملوکی کے سر اٹھانے کے امکانات نے جڑ پکڑنا شروع کردی۔

گوادر پر سلطان مسقط اور جام لس بیلہ کا تنازعہ

جام غلام شاہ جام لس بیلہ نے امیر نصیر خان اول امیر بلوچستان کی لڑکی سے شادی کی۔ چند مدت بعد وہ بہ مرض چیچک لاولد فوت ہوا۔ تو اس کی جگہ اس کا بھائی جام میر خان اول جام لس بیلہ بنا اور بلوچی رواج کے مطابق اپنے بھائی کے بیوہ سے شادی کی اس طرح وہ بھی امیر نصیر خان اول کا داماد بنا امیر نصیر خان اول نے گوادر کی بندرگاہ اپنی لڑکی کے جہیز میں جام لس بیلہ کو دی تھی مگر بعد میں اسی بندرگاہ کو امیر نصیر خان اول نے عارضی طور پر مسقط کے جلاوطن امیر

میر سلطان

کو دی۔ امیر نصیر خان کی وفات پر جام میر خان نے امیر محمود خان سے گوادر کا مطالبہ کیا چونکہ امیر محمود خان کی حکومت اس قدر کمزور تھی کہ نہ تو وہ جام میر خان کو دبا کر خاموش کر سکتا تھا اور نہ ہی سلطان مسقط کے خلاف گوادر پر چڑھائی کر سکتا تھا۔ اس لئے اُس نے مجبوراً خاموش رہنے پر دونوں کو ترجیح دی امیر محمود خان کو خاموش پا کر جام میر خان نے براہ راست سلطان مسقط سے گوادر کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن سلطان مسقط نے جام کو کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ خاموشی اختیار کی چنانچہ جام میر خان نے اپنے لشکر کے ساتھ ۲۳ فروری ۱۷۹۵ء میں گوادر پر حملہ کر کے اُس پر قبضہ کیا لوٹ مار کے بعد وہاں نائب بٹھا کر واپس ہوا جب سلطان مسقط کو جام میر خان کے حملہ کی اطلاع ملی۔ تو بڑی بڑی کشتیوں میں اپنی فوج کو گوادر پر حملہ کرنے کا حکم دیا مسقطی فوج نے گوادر پر دوبارہ قبضہ کیا۔ سونمیانی بندرگاہ کو تاراج کرنے کے بعد آگ لگا دی۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

جب بلوچستان میں امیر نصیر خان نوری ۱۸ مارچ ۱۷۹۴ء میں بہ مقام گنداوہ رحلت فرما گئے اُن کی جگہ اُن کے بڑے بیٹے امیر محمود خان جن کی عمر صرف سات سال تھی۔ مسند حکمرانی بلوچستان پر بلوچ قبائل کے سرداروں نے بٹھایا۔ اور وزیر فتح محمد کو اُن کا سرپرست اور اتالیق مقرر کیا اس وقت ہندوستان میں شاہ عالم ثانی مغل شہنشاہ ہند تھا ان کو احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی تیسری لڑائی کے بعد ہندوستان سے واپسی کے وقت دہلی کا تاجدار نامزد کیا اور خود واپس چلا گیا۔ اس کے باوجود شاہ عالم ثانی کو دہلی میں آنے کی جرأت نہ ہوئی چنانچہ اس نے

یعنی ۱۷۵۹ء تک دہلی پر یوں تو مغلوں کی حکومت تھی لیکن بادشاہ دہلی میں وزیر کے دبدبے سے مجبور تھا۔ اور دوسروں کا دست نگر تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد شاہ عالم ثانی نے بہار اور بنگال فتح کرنے کی کوشش کی لیکن انگریزوں سے شکست کھائی ۱۷۶۴ء میں بکسر کی لڑائی میں شاہ عالم، نواب وزیر اودھ اور بنگال کے میر قاسم کو شکست ہوگئی۔ اس وقت انگریزوں کا جرنیل رابرٹ کلائیو آگے بڑھ کر دہلی پر قبضہ کر سکتا تھا لیکن اس نے دور اندیشی اور صبر سے کام لیا۔ اور شکست خوردہ شاہ عالم سے صلح کر کے اُسے چھبیس لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ دینا طے کیا شاہ عالم نے بنگال بہار اور اڑیسہ میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیوان مقرر کر دیا ۱۷۷۱ء میں شاہ عالم کو مرہٹوں نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور اُن کی مدد سے وہ دہلی پہنچے اس کے بعد وہ اپنے وزیروں اور مرہٹوں کے سامنے بالکل بے بس تھا ۱۷۸۸ء میں اُسے اندھا کر دیا گیا ۱۸۰۳ء میں جب انگریزوں کے جرنیل لارڈ لیک نے مرہٹوں کے خلاف کارروائی کر کے دہلی پر قبضہ کیا۔ تو شاہ عالم انگریزوں کا وظیفہ خوار بن گیا اُس نے ۱۸۰۶ء میں وفات پائی شاہ عالم کی حکمرانی برائے نام تھی اس کے جانشینوں کو محض (بادشاہت) کا خطاب حاصل تھا۔ اور شاہی محل میں رہنے کی اجازت تھی۔ انگریزی وظیفے سے ان کا گزارہ ہوتا تھا شاہ عالم ثانی کی وفات کے بعد ۱۸۰۶ء میں انگریزوں نے اس کے بیٹے اکبر ثانی کو (شہنشاہ) کا خطاب عطا کر کے پنشن عطا کی اور دہلی کے لال قلعہ میں اُسے شان و شوکت سے رہنے دیا۔ اس کی وفات پر بہادر شاہ ثانی کو بھی یہ مرتبہ ملا۔

سندھ کی سیاسی صورت حال

جب اُمیر محمود خان ۱۸ مارچ ۱۷۹۳ء میں مسند امارت بلوچستان پر بیٹھا۔ تو

سندھ میں ۱۷۸۳ء میں ٹالپر اُمرا کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔

ٹالپروں کی وجہ تسمیہ

ٹالپر نسلاً بلوچ ہیں۔ ان کے آجداد ۸۵۳ سال قبل از یں سرزمین بلوچستان میں وارد ہوئے۔ یہ بلوچ نسل کے تین گروہ قبائل براہوئی بلوچ، نارودی بلوچ، رند بلوچ میں گروہ رند بلوچ سے برآمد ہوئے ہیں یہ بلوچ طائفہ ریوڑ پالتے تھے اور درختوں کے ٹہنیوں کو کاٹ کر ان کے پتوں کو اپنے ریوڑوں کو بطور چارہ کھلاتے تھے۔ لہٰذا اسی مناسبت سے ٹالپر مشہور ہوئے۔ بلوچی زبان میں درخت کی ٹہنی کو (ٹال) کہتے ہیں۔ (پُر) کاٹنے کو کہتے ہیں۔ یعنی ٹہنی کاٹنے والے۔

سندھ کی تاریخوں میں (ٹالپر) کی یہ وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے۔ ٹالر ان بلوچوں کے ایک خاندانی بزرگ کا نام تھا۔ (پُور یا پسر) فارسی زبان میں اولاد کو کہتے ہیں۔ ان ہی دو لفظوں سے مرکب ہو کر (ٹالر پور) بنا۔ پھر لفظ کے کثرت استعمال سے یہ ٹالپر ہو گیا بہر حال ہمیں سندھ کی تاریخوں میں ان کی وجہ تسمیہ سے اتفاق نہیں۔ ان کے جد اعلیٰ امیر منذر کہ رند گروہ بلوچ جو امیر میر جادل کیکائی براہوئی گروہ بلوچ کا ہم عصر تھا۔ کے چھ بیٹے تولد ہوئے۔ اُن کا چھٹا بیٹا رامین۔ قبیلہ ٹالپر کا جد اعلیٰ ہے جیسے کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ رامین کی اولاد ریوڑ پالتے تھے۔ لہٰذا جب مال مویشی کو ماں چرائی کے لیے جاتے تھے۔ تو درختوں کے ٹہنیاں توڑ کر اپنے ریوڑوں کو ان کے پتے کھلاتے تھے۔ لہٰذا مرور زمانہ کے ساتھ اسی مناسبت کی وجہ سے ٹالپر کہنے لگے۔ جس کا ہم نے اوپر تشریح کیا ہے جب سندھ میں ٹالپر قبیلہ آکر آباد ہوا۔ تو ان کا جد اعلیٰ لگو خان عرف سلیمان خان تھا۔ لگو خان کے آٹھ

تولد ہوئے ہم صرف اُن کے دو بیٹوں کے نام بیان کریں گے جن کی اولاد سے حیدرآباد، خیرپور اور میرپور کے امیر تولد ہوئے ان میں سے بڑے بیٹے کا نام ہوتک خان اور تیسرے بیٹے کا نام مانک خان تھا۔

میران حیدرآباد، خیرپور ہوتک خان کی اولاد میں نیچے شجرہ ملاحظہ ہو

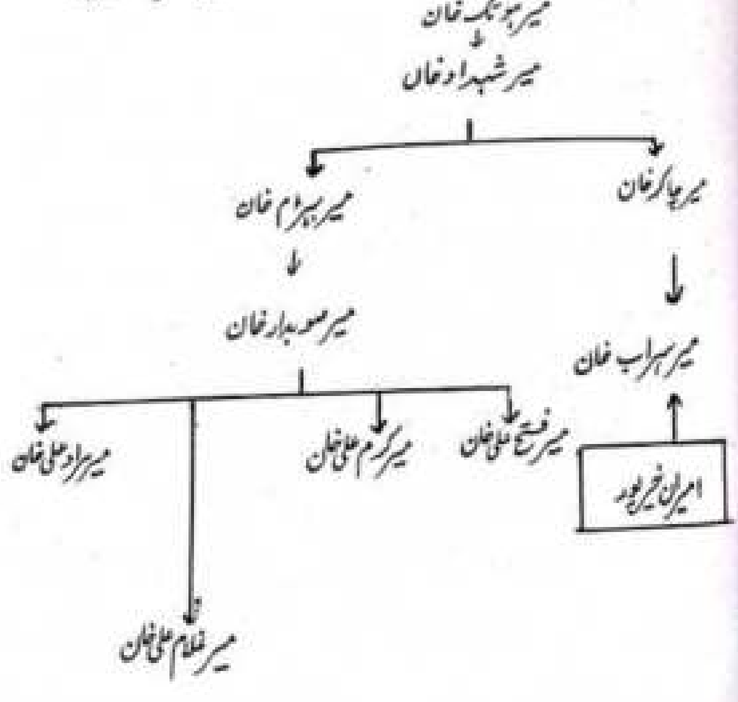

ہوتک خان کا ایک بیٹا شہداد خان نامی تھا۔ سندھ کا مشہور شہر شہدادپور اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ یہ ۱۷۲۳ء میں فوت ہوئے اور شہدادپور میں مدفون ہیں شہداد خان کے یوں تو کئی بیٹے تھے لیکن نامور دو بیٹے تھے میر چاکر خان اور میر بہرام خان میر چاکر خان کا بیٹا سہراب خان۔ جو امارت خیرپور کا بانی گزرا ہے۔ میر بہرام خان

کو میاں محمد سرفراز خان کلہوڑہ حکمران سندھ نے شہید کر دیا اس کا بڑا بیٹا میر صوبدار
خان تھا۔ جو اپنے والد کے ساتھ ۱۷۷۵ء میں شہید ہوا میر صوبدار کے چار بیٹے
میر فتح علی خان میر کرم علی خان میر غلام علی خان اور میر مراد علی خان تھے۔

میران میر پور مانک خان ولد گلو خان کے اولاد ہیں۔ مانک خان کا بڑا بیٹا میر
اللہ یار خان تھا ایک بیٹی ۔ مسو خان کے کئی بیٹے تھے مگر بڑا بیٹا فتح خان تھا میر فتح
خان کے کئی بیٹے تھے۔ ان کا دوسرا بیٹا ٹھارہ خان تھا جس نے فتح سندھ میں بزرگ
کی کلہوڑہ حکومت سندھ کو نابود خاندان کے تین امیر میر فتح علی خان، میر
سہراب خان اور میر ٹھارہ خان نے مل کر فتح کیا لہٰذا فتح پانے کے بعد ان امرا نے
علاقہ سندھ کی حکومت کو تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا چنانچہ میر فتح علی خان نے
ملک کی فلاح و بہبود اسی میں سمجھی کر ملک کو تقسیم کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ملک کو تین
حصوں میں تقسیم کیا چار حصے اپنے اور اپنے بھائیوں کے لیے رکھا اس کا دارالسلطنت
حیدرآباد قرار دیا دو حصے میر سہراب خان کو دیئے اس نے خیرپور کو اپنا مرکز بنایا
ایک حصہ میر ٹھارہ خان کو دیا۔ انہوں نے میر پور کو اپنا مرکز بنایا یہ بظاہر سندھ کی
انتظامی تقسیم تھی۔ ان تینوں انتظامیہ میں کوئی رنجش اور اختلاف نہ تھا۔ ان تینوں حکومتوں
کا نظام کار یہ تھا کہ اگر کوئی دشمن ان کی طرف رخ کرتا تو یہ متفق طور پر متحد
ہو کر اس کی مدافعت کرتے چنانچہ بلوچستان میں امیر محمود خان اول کے دور
حکمرانی (۱۷۹۶ء تا ۱۸۱۶ء) میں میر فتح علی خان (۱۷۸۳ء تا ۱۸۰۲ء) حیدرآباد میں
بطور حکمران اعلیٰ سندھ حکمرانی کر رہا تھا۔ جب میر فتح علی (۱۸۰۲ء) میں فوت
ہوا تو ان کی جگہ میر غلام علی خان بطور حکمران اعلیٰ سندھ مسند حکمرانی پر بیٹھا وہ
دس سال یعنی ۱۸۰۲ء سے لے کر ۱۸۱۲ء تک حکمرانی کرتے رہے اور ۱۸۱۲ء

میں فوت ہوئے۔ میر غلام علی خان کی وفات پر اس کا بھائی میر کرم علی خان ۱۸۱۲ء میں مسند فرمانروائی پر بیٹھا۔ میر غلام علی خان کے دور (۱۸۰۹ء تا ۱۸۱۲ء) حکمرانی میں انہوں نے دو معاہدے انگریزوں سے کئے ایک ۱۸۰۹ء میں اور دوسرا ۱۸۱۲ء میں۔

ایران کی سیاسی صورت حال

جب امیر محمود خان اول ۱۸ مارچ ۱۷۹۴ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھے تو ایران میں آغا محمد قاجار کی حکومت قائم ہو چکی تھی اس نے بادشاہ ہوتے ہی جب کچھ سیاسی استقامت حاصل کی، تو اس نے ۱۷۹۵ء میں جارجیا پر حملہ کیا اور جارجیا کو فتح کیا اس فتح نے اس کی سیاسی پوزیشن کو اور بھی مستحکم کر دیا۔ اس فتح کے بعد ۱۷۹۶ء میں آغا محمد قاجار کی رسم تاجپوشی ادا کر دی گئی اب اس نے اپنی توجہ خراسان کو فتح کرنے کی طرف مبذول کی، جب اس نے خراسان پر چڑھائی کی تو بغیر جنگ کے تمام اُمرا اُن کے سامنے سر تسلیم خم کرتے گئے صرف نادر مرزا' شاہ رخ مرزا کا بیٹا اپنے اندھے باپ کو اس کے خاندانی دشمن آغا محمد قاجار کے رحم و کرم پر چھوڑ کر افغانستان بھاگ گیا۔ آغا محمد کو پہلے سے اطلاع دی گئی تھی کہ شاہ رخ مرزا کے پاس بے شمار دولت اور جواہرات موجود ہیں۔ چنانچہ اس نے شاہ رخ مرزا سے دولت اور جواہرات کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا شاہ رخ مرزا نے حلفیہ بیان دیا کہ اس کے پاس کوئی مال دولت اور جواہرات نہیں ہیں مگر آغا محمد قاجار نے اس کے حلفیہ بیان پر اعتبار نہ کرتے ہوئے اس پر سختی شروع کی اور اس کو مختلف قسم کے ایذائیں دینے لگا جس کے نتیجے میں اس نے اپنے چھپے ہوئے دولت اور جواہرات کے راز افشا کئے اور اس کی ساری دولت اور جواہرات پر آغا محمد قاجار نے قبضہ کیا اور ظلم و

کی ایذا رسانی بند کر دی گئی مگر وہ ان ایذاؤں کی وجہ سے اس قدر ضعیف اور ناتواں ہو چکا تھا جو تھوڑے عرصہ بعد وہ فوت ہو گیا۔

سنہ ۱۷۹۶ء میں روس کا ایران پر حملہ

آغا محمد کا بھائی جو اُس کا سوتیلا بھائی تھا، مرتضیٰ خان جب تخت ایران کے حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا، وہ روس چلا گیا۔ روس کی حکمران ملکہ کیتھرائن نے اُسے اپنے پاس عزت و احترام سے ٹھہرایا اور ملکہ جارجیا کی شکست کا بدلہ آغا محمد سے لینا چاہتی تھی چنانچہ سنہ ۱۷۹۶ء میں چالیس ہزار فوج کے ساتھ دربند باکو اور دیگر علاقوں پر قبضہ کیا اور روسی جرنیلوں نے موسم سرما گزارنے کے لیے میدان مغان میں ڈیرے ڈال دیے آغا محمد موسم بہار میں روسیوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کرنے لگا اسی اثناء میں ملکہ کیتھرائن فوت ہو گئیں اس کا جانشین پال اپنی والدہ کی جنگی پالیسی کے خلاف تھا چنانچہ اس نے تمام روسی فوجوں کو واپس بلا لیا۔ لہٰذا آغا محمد کی خوش قسمتی سے روس کے حملے کا خطرہ ٹل گیا اب وہ دوبارہ جارجیا پر حملہ کرنے کی نیت سے جارجیا کا رخ کیا اس نے علاقہ کراس پر قبضہ کیا یہاں دوران قیام رات کو اس کے دو ملازم آپس میں لڑ پڑے۔ شاہ نے غصہ میں آکر دونوں کے قتل کا حکم دیا اُن کے ایک افسر صادق خان نے درمیان میں پڑ کر شاہ کو تجویز دی کہ آج رات جمعہ کی رات ہے۔ عبادت کی رات ہے کل رات ان ملازموں کو قتل کیا جائے مگر آغا محمد کے دماغ میں اس قدر خلل پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ ان دو معتوب ملازموں کو کہیں اور زیر نگرانی رکھا جاتا مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی ان کو اپنی خانگی خدمات سرانجام دینے کے لیے اپنے ساتھ ہی کیمپ میں رکھا۔ ۵۱

آدمیوں نے رات کو ایک تیسرے ساتھی کے ساتھ ۱۷۹۷ء میں آغا محمد قاچار کو قتل کر دیا حاجی ابراہیم جو آغا محمد قاچار کا وزیر تھا آغا محمد قاچار کی جگہ اس کے بھتیجے فتح علی شاہ قاچار کو ایران کے تخت سلطنت پر بٹھایا اس دور میں بھی کچھ دعویدار تخت پیدا ہوئے مگر ان سب کو فتح علی شاہ کے مقابلے میں ناکامی ہوئی

ایران اور ہندوستان میں سیاسی ریشہ دوانیاں

ویسے تو سلطنت برطانیہ کے روابط تقریباً ایک صدی سے سلطنت ایران کے ساتھ قائم تھے۔ مگر فتح علی شاہ قاچار شاہ ایران کے دور حکومت میں انگریزوں نے جو اپنا پہلا سفارتی وفد ایران کے دارالخلافہ طہران روانہ کیا اُسکے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ ۱۷۹۸ء میں گورنر جنرل بنگال ویلزلی کو امیر افغانستان زمان شاہ نے بذریعہ خط مطلع کیا تھا کہ وہ ہندوستان پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے تاکہ مرہٹوں کو شمالی ہندوستان سے نکالا جائے لہٰذا اس نے انگریزوں سے درخواست کی تھی اس مہم میں انگریزی فوج اس کی کمک کرے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریز سلطان ٹیپو حکمران میسور سے لڑ رہے تھے جو فرانسیسیوں کی کمک سے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تھے مگر انگریزوں کی خوش قسمتی سے ۱۷۹۹ء میں سلطان ٹیپو سرنگاپٹم میں انگریزوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اس فتح یابی کے باوجود ویلزلی اپنی شمالی ہندوستان کی پالیسی پر قائم تھا کہ زمان شاہ امیر افغانستان احمد شاہ ابدالی کے قائم کردہ دستور کے مطابق ہندوستان پر اپنی مہمات کا دوبارہ سلسلہ شروع کرے۔ اس غرض کے لیے انہوں نے مہدی علی خان ایرانی بندرگاہ بوشہر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے کی خدمات حاصل کیں اسے طہران سلطنت ایران

کے دارالخلافہ شاہ ایران فتح علی شاہ قاچار کے پاس بھیجا۔ کہ وہ شاہ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ افغانستان کے امیر زمان شاہ پر بغیر جنگ کے مسلسل اسقدر فوجی دباؤ ڈالے کہ وہ ہندوستان پر مہمات کا سلسلہ ترک کر دے اسی اثنا میں زمان شاہ امیر افغانستان نے اپنا ایک نمائندہ ایران کے وزیر حاجی ابراہیم کے پاس بھیجا۔ اور حکومت ایران سے مطالبہ کیا کہ صوبہ خراسان افغانستان کے حوالے کیا جائے افغان حکومت کے اس مطالبے سے ایران کا شاہ بڑا برافروختہ ہوگیا اس نے افغانستان کے حکمران کو جواب دیا کہ وہ ایران کے ان تمام مشرقی صوبہ جات کو واپس حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جو صفوی دور حکومت میں ایران کے حصے تھے اس کا مطلب نکلتا تھا کہ اس پالیسی کے تحت افغانستان کی حیثیت ختم ہو کر رہ جاتی تھی کیونکہ ہرات، قندھار اور کابل صفوی دور حکومت میں ایران کے حصے تھے اور اس گفت و شنید کے علاوہ اسی دور میں زمان شاہ کے دو بھائی محمود اور فیروز بھی ایران کے بادشاہ فتح علی شاہ کی پناہ میں تھے شاہ نے ان کو فوج دے کر افغانستان پر حملہ کرنے کو بھیجا جس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا پھر فتح علی شاہ خود لشکر لے کر خراسان پر حملہ آور ہوا۔ خراسان کے باغی اُمرا کو سزائیں دیں زمان شاہ امیر افغانستان کی استدعا پر شاہ واپس طہران چلا گیا۔ اس شرط پر کہ زمان شاہ اپنے دونوں بھائیوں محمود اور فیروز سے اچھا سلوک کرے گا۔

مہدی علی خان ۱۷۹۹ء میں خود طہران پہنچ کر شاہ سے شرف باریابی حاصل کی اور اسے اس پالیسی پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے مخالفانہ سرگرمیوں کو افغانستان کے خلاف جاری رکھے۔

ہندوستان کو فرانس سے خطرہ

فرانس کا بادشاہ نپولین بونا پارٹ نے ایران کو یورپی سیاست کے مدار میں داخل کر کے اُس کے بادشاہ کو بین الاقوامی سیاست میں اپنے مفاد کے لیے بطور آلہ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ خاص کر ہندوستان کی فتح کے سلسلہ میں بہر حال انگریز نپولین کی ہندوستانی پالیسی سے بہت خوف زدہ تھے۔ انگریزوں نے ان علاقوں کے جو ایران اور ہندوستان سے متصل تھے۔ نقشوں کا بغور مطالعہ بھی کر چکے تھے جن کی رُو سے ایران اور افغانستان دونوں کے بنجر پن کی وجہ سے روس کے علاقہ وانگا اور فرانس کے علاقے سے آ کر ایران اور افغانستان سے گزر کر ہندوستان پر حملہ کرنا ایک ناقابل عمل منصوبہ تھا۔ بہر حال ۱۸۰۰ء میں روس کا بادشاہ پال اور فرانس کا بادشاہ نپولین نے تسخیر ہندوستان کے بارے میں سنجیدگی سے غور و فکر کیا یہاں تک ۱۸۰۱ء میں روس کا بادشاہ پال نے اپنے کوسک افواج کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسی دوران پال کی موت واقع ہوئی اور روسی فوجیں وانگا کے مقام پر رک گئیں اگر روس کی فوجیں نہ بھی رکتیں تو اس مہم کا انجام تباہی تھا کیونکہ اتنے طویل فاصلہ وانگا سے ہندوستان کی سرحدات تک جنگ کی صورت میں محاذ تک راشن و دیگر کمک پہنچانا ناممکن تھا اور اس طویل فاصلے میں کئی ایک علاقوں کے قبائل آباد تھے فوجوں پر ان کے حملوں کا خطرہ بھی تھا اس لحاظ سے بھی یہ منصوبہ ناقابل عمل تھا اس طویل محاذ جنگ پر سلسلہ خبر رسانی کا قائم رکھنا بھی مشکل تھا اور ہندوستان میں انگریزوں کی اپنی سیاسی پوزیشن بھی اتنی مضبوط نہ تھی۔ اگر فرانس اور روس حملہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو ہندوستان میں

Scanned with CamScanner

سیاسی صورت حال پر بہت بڑا اثر پڑتا۔

انگریز نمائندہ میلکام کا سفارتی وفد

۱۸۰۰ء میں انگریزی حکومت برطانیہ نے کپتان میلکام کی زیر سرکردگی میں ایک سفارتی وفد ایران بھیجا جو ایران پہنچ کر ایران کے وزیر اعظم حاجی ابراہیم کے ذریعہ ایک عہد نامہ حکومت برطانیہ اور حکومت ایران کے مابین کرانے میں کامیاب ہوگیا جس کی کچھ اہم شرائط یہ تھیں حکومت ایران حکومت افغانستان سے اس وقت تک دوستانہ روابط قائم نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اپنا معاندانہ رویہ انگریزوں کے ہندوستانی مقبوضات کے خلاف ترک نہیں کرے گا۔ اگر فرانس نے یا افغانستان نے ایران پر حملہ کیا تو حکومت برطانیہ حکومت ایران کو اسلحہ کی امداد دے گا۔ کوئی فرانسی باشندہ ایران میں مستقل سکونت اختیار نہیں کر سکے گا وغیرہ وغیرہ بہر حال یہ حکومت برطانیہ کی خوش قسمتی تھی کہ ان کا پہلا سفارتی وفد حکومت ایران کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کرنے میں کامیاب رہا۔

وزیر اعظم حاجی ابراہیم کا زوال

شاہ ایران فتح علی شاہ کی مسند نشینی میں حاجی ابراہیم کا ہاتھ تھا اسی کے تعاون سے فتح علی شاہ کو مسند حکمرانی ایران ملی۔ مگر بعد میں حاجی ابراہیم نے اتنا اثر و رسوخ حاصل کیا جس کی وجہ سے فتح علی شاہ اُس سے گھبرانے لگا اور اس کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں اُسے حاجی ابراہیم تخت سے معزول نہ کر دے چنانچہ اُس نے پہلے سے طے شدہ ایک منصوبہ کے تحت اس کے تمام عزیز و اقارب

Scanned with CamScanner

حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے قتل کروا دیا گیا آخر میں حاجی ابراہیم کی باری آئی جسے اُبلتے ہوئے تیل کے ایک بڑی کڑاہی میں ڈال کر اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔

افغانوں کا اخراج نرماشیر اور سیستان سے

علاوہ بریں سیستان اور خبیص پر قبیلہ غلزئی افغان کا ایک سردار حکمرانی کر رہا تھا اس نے حکومت ایران کے خلاف بغاوت کی مگر فتح علی شاہ نے آسانی سے اس بغاوت کو فرو کیا۔ اور تمام افغانوں کو سیستان، نرماشیر جبیص سے نکال دیا اور یہ علاقے دوبارہ صوبہ کرمان کے ساتھ منسلک کر دیے گئے

ایران کے ساتھ فرانسی حکومت کے روابط

۱۸۰۵ء میں فرانس کی حکومت نے ایران کی حکومت کو تجویز پیش کی کہ وہ روس کے خلاف فرانس کے ساتھ اتحاد کرے۔ مگر ایران کی حکومت نے فرانس کی اس تجویز کا کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ فتح علی شاہ نے اس سے پہلے برطانیہ سے اپنے نمائندے کے توسط امداد طلب کی تھی لیکن انگریزوں نے ایران کی کوئی مدد کی نہ کوئی جواب دیا

فرانس کا پہلا سفارتی وفد

۱۸۰۵ء میں فرانس اور روس کے درمیان جنگ چھڑ گئی ۱۸۰۶ء میں حکومت فرانس نے ایم ژوبے کو اپنا سفیر بنا کر طہران بھیجا اس نے حکومت ایران

کو فرانسی فوجوں کے ساتھ مل کر ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔

عہد نامہ فنکنستین ۱۸۰۷ء

چونکہ شاہ ایران انگریزوں کی طرف سے ناامید ہو گئی اس نے روس کو خطرہ محسوس کرتے ہوئے مرزا رضا کو اپنا سفیر بنا کر فرانس بھیجا مرزا رضا نے ایران کی نمائندگی کرتے ہوئے فرانسی حکومت کے ساتھ مئی ۱۸۰۷ء میں ایک عہد نامہ پر دستخط ہوا جس کو عہد نامہ فنکنستین کہتے ہیں۔

میلکام کا دوسرا سفارتی وفد ۱۸۰۸ء میں

حکومت برطانیہ نے ایران میں فرانسی حکومت کے سیاسی اثر و رسوخ کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر بہت گھبرا گیا برطانیہ سر ہر فورڈ جونز کو اپنا سفیر بنا کر ایران روانہ کر دیا اس تقرری کے بارے میں ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ منٹو کو اس تقرری کا علم نہیں تھا۔ اس نے اپنی طرف سے میلکام کو جواب بریگیڈیر جنرل تھا ایران اسی کام کے لیے روانہ کر دیا چونکہ برطانیہ کے سفیر کا انداز گفتگو تحکمانہ تھا لہٰذا فتح علی شاہ کے وزراء نے برطانوی سفیر کو ہدایت کی کہ وہ فارس کے گورنر جنرل کے سامنے سفارت کے کاغذات پیش کرے۔ اُسے طہران میں آنے سے روکا۔

میلکام ایران کی حکومت کے اس توہین آمیز رویے سے ناراض ہو کر واپس ہندوستان چلا گیا۔

سر ہرفورڈ جونز کا سفارتی وفد

میلکم کے جانے کے بعد جب سر ہرفورڈ جونز بطور سفیر برطانیہ ایران پہنچا تو ایرانی یہ اندازہ لگا چکے تھے کہ فرانسیسی جرنیل گردینی نے اپنے دوران قیام ایران سے جتنے وعدہ کئے تھے۔ ان سب پر وہ عمل نہ کر سکا اور لوگوں کو بیوقوف بنایا۔ لہٰذا ایران کے لوگوں میں فرانسیسی اتحاد کے خلاف ردعمل شروع ہو چکا تھا۔ جونز کا نظریہ یہ تھا کہ کسی اتحادی ملک کے ساتھ اچھے خدمات کے علاوہ مالی امداد دینا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اس نے فتح علی شاہ ایران کے شاہ کو یہ تجویز پیش کی کہ اگر وہ حکومت برطانیہ کا اتحاد قبول کرتا ہے۔ جب تک برطانیہ روس کے ساتھ مصروف جنگ رہے گا۔ وہ حکومت ایران کو سالانہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تومن یعنی ایک لاکھ بیس ہزار پاؤنڈ امدادی رقم کے علاوہ برطانوی فوجی افسر ایرانی فوج کو تربیت بھی دیتے رہیں گے۔ لہٰذا فتح علی شاہ نے اس تجویز پر اتفاق کرتے ہوئے فرانسیسی جرنیل گردینی کو رخصت کر کے برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کیا۔

میلکم کا تیسرا سفارتی وفد

۱۸۱۰ء میں میلکم اپنے تیسرے سفارتی سفر پر ایران پہنچا۔ اس دفعہ وہ ہر طرح کے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ اس کے ساتھ انگریز فوجی افسروں کی جماعت بھی تھی۔ اس کا ایرانی حکومت نے نہایت شاندار طریقے سے استقبال کیا۔ دوستانہ تعلقات کا یہ عالم تھا کہ حکومت ایران نے مسٹر میلکم کو "شیر خورشید" کا خطاب عطا کیا۔ میلکم نے پوٹنجر اور کرسٹی کو بلوچستان کی سماجی، حکومتی اور قبائلی

حالات معلوم کرنے کے لیے بلوچستان روانہ کیا۔ پوٹنجر نے اپنے اس مہم جویانہ تحقیق و تفتیشی سفر سے کامیابی سے عہدہ برا ہوا۔ جو بعد میں اس نے بلوچستان میں اپنی مہم جوئی کے حالات کو "سفر نامہ بلوچستان" نامی کتاب میں قلمبند کئے۔ جو اس دور میں بلوچستان پر ایک مستند کتاب تھی۔ اب بھی اس کتاب کی وہی اہمیت ہے

برطانیہ اور ایران کا عہد نامہ ۱۸۱۳ء

یہ عہد نامہ برطانیہ اور ایران کی حکومتوں کے مابین ہوا۔ اس عہد نامہ کی اہم شرائط یہ تھیں۔ اس عہد نامے کی رو سے جو عہد نامے ایران اور دیگر انگریز دشمن یورپی اقوام کے ساتھ ہوئے ہیں۔ وہ سب کالعدم تصور ہوں گے۔ اگر کوئی فوج ہندوستان پر حملہ کی نیت سے علاقہ خوارزم تاتارستان بخارا، سمرقند کے راستے سے گزرے تو یہ شاہ ایران کی ذمہ دار ہوگی کہ ان علاقوں کے حکمرانوں کو وہ آمادہ کرے گا کہ ان فوجوں کو اپنے علاقوں سے گزرنے نہ دیں۔ تمام یورپی اقوام کی افواج کو ایران میں داخلہ کی ممانعت ہوگی۔ اگر روس اور ایران کے درمیان کوئی سرحدی جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تو اس کا فیصلہ روس برطانیہ ایران مل کر کریں گے۔ اگر ایران اور افغانستان میں لڑائی ہو تو حکومت برطانیہ غیر جانبدار رہے گی۔ اگر افغانستان اور برطانیہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو ایران افغانستان پر حملہ کرے گا۔

جارجیا کا روس سے الحاق

جارج سوم حکمران جارجیا ۱۷۹۸ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کی پالیسی یہ تھی کہ ایران کے ساتھ امن و آشتی کے ساتھ تعلق رکھے۔ مگر ایران کے شاہ فتح علی شاہ

نے حکم دیا کہ وہ اپنا شہزادہ ولی عہد کو بطور یرغمال طہران روانہ کرے۔ اس مطالبے سے جارج سوئم کے تیور بدل گئے اور اس نے حکومت روس سے امداد طلب کی زار روس نے جنرل لیزرات کو ایک قوی لشکر کے ساتھ جارجیا روانہ کر دیا جو جارجیا داخل ہوا۔ اور (آوار) نسل کے لوگوں سے اس کی لڑائی ہوئی آوار کو شکست سے دو چار ہونا پڑا جارج حکمران جارجیا خود بیمار تھا اس نے اپنے بیٹے پال کو تخت پر بٹھایا۔ روس کے بادشاہ نے اپنے ۱۸۰۰ء کے اعلان میں جارجیا کا الحاق روس سے کر دیا۔

۱۸۰۴ء میں ایروان کی مہم

جارجیا کے الحاق کے بعد حکومت ایران کے وقار کو سخت دھچکا پہنچا۔ روسی جرنیل سی سینوف نے بغیر اعلان جنگ ایروان پر حملہ آور ہوا روسیوں نے ایروان کا محاصرہ کیا اس دوران فتح علی شاہ خود میدان جنگ میں پہنچا روسی افواج کے رسد اور ہتھیار کے سپلائی کے راستوں کو مسدود کر دیا جس کے نتیجے میں جرنیل سی سینوف نے ایروان کا محاصرہ اٹھایا اور پسپا ہوا۔

روسیوں کا اچانک گیلان پر حملہ

روسی جرنیل نے اچانک رشت پر حملہ کیا پھر گیلان کی طرف جانے کا ارادہ کیا یہ مہم بھی کئی غیر فیصلہ کن جنگوں کی صورت میں چلتی رہی مگر ایرانیوں نے روسیوں کو دوبارہ پسپا کر دیا۔

۱۸۱۲ء میں اسلندوز کی جنگ

اس جنگ میں ایرانی اور روسیوں کے درمیان بالکل فیصلہ کن جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ایرانیوں کو تباہ کن شکست کا سامنا کرنا پڑا لہٰذا ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی، اور وہ صلح کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

عہد نامہ گلستان ۱۸۱۳ء میں

۱۲ اکتوبر ۱۸۱۳ء میں روسیوں اور ایرانیوں کے درمیان ایک عہد نامے پر دستخط ہو گئے اس کی شرائط ایرانی حکومت کے لیے انتہائی طور پر تباہ کن تھے اس عہد نامے کی رو سے حکومت ایران کو یہ علاقے دربند، باکو، شیروان شکی، کراباغ اور تالش کے کچھ حصے حکومت روس کو دینے پڑے۔ ایران نے اسی عہد نامے کی رو سے جارجیا، داغستان، منگریلیا، امرتیا، ابخاسیا کے علاقوں کے دعویٰ سے دستبردار ہو گیا اور اسی عہد نامے کی رو سے ایران پر پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ بحیرہ کیسپین میں کوئی جنگی بحیرہ نہیں رکھیگا۔

۱۸۱۷ء میں جرنیل یرملوف کا ایران میں بطور سفیر آنا

عہد نامہ گلستان کے بعد روسی حکومت نے اپنی فوج کے ایک کمانڈر اعلیٰ جرنیل یرملوف کو اپنا سفیر نامزد کر کے ایران بھیجا۔ اُس نے ایران آکر اپنی منصوبہ تجاویز ایران کی حکومت کو پیش کیں۔

کہ ایران ترکی کے خلاف روس کا اتحادی بن جائے۔ دوم کہ روسی فوج کو

پر حملہ کرنے کے لیے استرآباد اور خراسان سے گزرنے کی اجازت دی جائے سوم روسی حکومت کو رشت میں ایک نمائندہ رکھنے کی اجازت دی جائے لہٰذا حکومت ایران نے نہایت شائستہ طریقہ سے روس کی حکومت کے ان تمام مطالبات کو رد کر دیا امیر محمود خان اول آمیر بلوچستان کے دور (۱۷۹۳ء تا ۱۸۱۶ء) حکمرانی میں ایران سلطنت کی تفصیلی سیاسی حالات یہی تھے جو اوپر بیان کر دیے گئے ہیں۔

افغانستان کی سیاسی صورت حال

ہم افغانستان کی سیاسی صورت حال کو تیمور شاہ امیر افغانستان کی وفات جو ۱۷۹۳ء میں ہوا اُس کے بعد سے بیان کریں گے۔ کہتے ہیں کہ جب امیر افغانستان تیمور شاہ فوت ہوا اُس کے بتیس بیٹے تھے۔

تیمور شاہ جب فوت ہوا تو کابل کا نظم و نسق اُس کے بڑے بیٹے زمان شاہ کے ہاتھوں میں تھا۔ لہٰذا وہ کابل میں بادشاہ ہو گیا تیمور شاہ کا ایک بیٹا ہمایوں قندھار میں تھا۔ جب اُسکو باپ کی فوتیدگی کی اطلاع ملی تو اُس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا جس کے نتیجے میں اُس کے اور زمان شاہ کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں اور اسے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ ملتان بھاگ گیا والی ملتان اور ہمایوں کے درمیان لڑائی ہوئی والی نے اُس کے لڑکے کو قتل کر دیا اور ہمایوں کو گرفتار کر کے شاہ زمان کے پاس کابل بھیجا جہاں شاہ زمان نے اُس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی۔

شاہ محمود کی شورش

شاہ زمان کا تسلط اُن تمام مقامات پر قائم ہو گیا تھا جو کبھی اس کے باپ دادا

کے زیرِ نگیں تھے۔ مثلاً سندھ، کشمیر، ملتان، ڈیرہ، شکارپور، بلخ وغیرہ شاہ زمان قندھار میں آیا تو اسی اثناء میں محمود شاہ نے ہرات میں لشکر جمع کر کے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ گریشک اور زمین داور کے درمیان دونوں کے بیچ مقابلہ ہوا جنگ محمود شاہ کی شکست پر ختم ہوئی۔ محمود ہرات بھاگ گیا اس کے سب سردار گرفتار ہو گئے۔ اُس کا خزانہ شاہ زمان کے قبضہ میں آگیا۔

شاہ زمان اور محمود میں سمجھوتہ

کچھ دنوں بعد شاہ زمان اور محمود کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا۔ صلح اس شرط پر ہوئی کہ ہرات اور فراح محمود کی حکومت کے ماتحت رہیں گے لیکن سکہ اور خطبہ شاہ زمان کے نام پہ ہوگا۔ اس کے بعد شاہ زمان کابل سے لاہور آیا اس کے قرب وجوار کے علاقوں پر تسلط قائم کر لیا۔

محمود کی معاہدہ شکنی

شاہ زمان لاہور میں تھا کہ اُسے اطلاع ملی کہ شاہ محمود نے معاہدہ شکنی کر کے قندھار کی فتح کا ارادہ کر رہا ہے۔ شاہ زمان لاہور سے قندھار پہنچا اور وہاں سے ہرات روانہ ہوا۔ چونکہ شاہ محمود کا وزیر شیعہ تھا اُس کے ضد سے اُس کی فوج نے شاہ زمان کا ساتھ دیا۔ اب محمود کے سامنے فرار کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ وہ اپنے بیٹے کامران کے ساتھ بادشاہ ایران فتح علی شاہ کے پاس پناہ لی۔ شاہ زمان نے ہرات کی فتح کے بعد اپنے بیٹے قیصر کو اُس کا گورنر مقرر کیا۔

شاہ محمود کا ہرات پر دوبارہ حملہ

بہت دنوں کے بعد شاہ محمود نے ہرات فتح کرنے کی دوبارہ جدوجہد شروع کر دی لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی پسپا ہو کر بھاگ گیا اب کی دفعہ شاہ محمود مراد امیر بخارا کی خدمت میں پہنچا یہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد خوارزم چلا گیا خوارزم سے دوبارہ شاہ ایران فتح علی شاہ قاجار کی خدمت میں حاضر ہوا۔

محمود کا شاہ ایران سے امداد طلب کرنا

شاہ محمود ایران پہنچ کر شاہ ایران سے کمک لے کر ایک لشکر کے ساتھ قندھار آیا قندھار میں بغیر کسی مخالفت کے داخل ہو گیا یہاں اُسے پائندہ خان کا بیٹا فتح محمد خان مل گیا۔ وہ اور فتح خان سارے لشکر کو لے کر کابل کی طرف چلے شاہ زمان بھی مقابلے کے لیے آیا۔ دونوں فریقوں میں لڑائی ہوئی۔ بہت سے لوگ مارے گئے یہ معرکہ شاہ زمان کی شکست پر ختم ہوا۔ شاہ زمان اپنے بھائی شاہ محمود کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ شاہ محمود نے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیروا کر کے اندھا کر دیا۔

وزیر رحمت اللہ کا قتل

شاہ محمود نے شاہ زمان کی گرفتاری کے بعد اُس کے شیطان صفت وزیر رحمت اللہ خان کو بھی گرفتار کر کے قتل کر دیا کیونکہ اُس نے اپنی ہوس اقتدار کی خاطر شاہ زمان کو سارے اُمرائے دربار کے قتل پر اُکسایا تھا ان قتل

والے اُمرا میں فتح محمد خان کا باپ پائندہ خان بھی شامل تھا۔

قیصر کا بطرف ایران فرار

شاہ زمان کا لڑکا قیصر ہرات کا والی تھا شاہ محمود کے بادشاہ ہونے کے بعد اس نے شہر کی حکمرانی شاہ محمود کے بھائی فیروز الدین کے حوالے کر کے۔ خود ایران کی طرف فرار ہوا اس طرح شاہ محمود کا افغانستان پر مکمل قبضہ ہو گیا۔

شاہ شجاع کا بادشاہ ہونا

شاہ محمود شیعہ مذہب کی طرف مائل تھا اس سے سنی رعیت نفرت کرتے تھے سنیوں نے اُسے گرفتار کر کے کابل کے قلعہ بالا حصار میں قید کر دیا اس واقعہ کے پانچ دن بعد شاہ شجاع پنجاب سے کابل آیا اُسے لوگوں نے بادشاہ بنا دیا۔

کشمیر کی تسخیر

کابل میں بادشاہ ہونے کے بعد شاہ شجاع کچھ دنوں بعد ایک بڑی فوج لے کر عطاء محمد خان والی کشمیر کی نافرمانی پر گوشمالی کے لیے کشمیر کی طرف روانہ ہوا وہ مظفر آباد پہنچا تھا کہ عطاء محمد خان کا سفیر اُس سے ملا۔ اور عطاء محمد خان کی طرف سے اطاعت اور تابعداری کا یقین دلایا۔ لہٰذا شاہ شجاع مظفر آباد سے واپس کابل روانہ ہوا۔

شاہ محمود کا دوبارہ بادشاہ ہونا

شاہ شجاع مظفر آباد سے واپس ہو کر کابل جا رہا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ محمود اور اس کے ساتھ جو امراء قید تھے محافظین کو مار کر فرار ہو گئے ان دنوں فتح محمد خان قندھار میں قید تھا وہ بھی قید خانے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا محمود اور فتح محمد دونوں مل کر محمود کے بیٹے کامران سے جا ملے یہ تینوں ہرات پہنچے تاکہ فیروز الدین سے امداد حاصل کریں فیروزان سے احترام سے پیش آیا ہرات کے شہر کے اندر انہیں جانے نہیں دیا اور امداد دینے سے بھی انکار کیا اتفاقاً انہی دنوں ایک قافلہ ہرات سے قندھار اور ایک قافلہ قندھار سے ہرات آ رہا تھا انہوں نے قافلوں کو لوٹنے کا فیصلہ کیا۔ ان قافلوں کے لوٹ کے مال سے جو رقم ہاتھ آئی اس سے چار ہزار سواروں کا لشکر تیار کیا اور قندھار پر حملہ آور ہوئے۔ حاکم قندھار عالم خان نے مقابلہ کیا مگر گرفتار ہو گیا شاہ محمود کا قندھار پر قبضہ ہو گیا پھر شاہ محمود نے ایک لاکھ لشکر لے کر شاہ شجاع کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ غزنہ کے مقام پر فریقین کا مقابلہ ہوا۔ شاہ شجاع کو شکست ہو گئی وہ خود پشاور کی طرف بھاگ گیا۔ محمود نے وزارت کا منصب فتح خان کو دیا اپنے بیٹے کامران کو قندھار کا والی مقرر کیا اس کے بعد فتح خان نے اپنے سے بھائیوں کو افغانستان کے صوبوں اور علاقوں کا حاکم اور والی بنا دیا۔

قیصر ولد زمان شاہ کا آنا

شاہ زمان کا بیٹا قیصر شاہ ایران کے پاس پناہ گزین تھا شاہ شجاع کے بادشاہ

ہونے کی خبر سن کر کابل آیا مگر اُس کے آنے سے پہلے شاہ شجاع کی کایا پلٹ چکی تھی۔ لہٰذا کامران نے انہی ہنگاموں میں موقع پا کر قیصر کو قتل کروایا۔

شاہ شجاع کے حالات دورانِ فرار

شاہ شجاع نے کچھ دنوں بعد پشاور سے والی کشمیر عطا محمد خان سے امداد طلب کی وہ پشاور میں امداد کے بہانے پہنچ کر غفلت میں شاہ شجاع کو پکڑ قید کر کے پنجرے میں بند کر کے اپنے ساتھ کشمیر لے گیا بعد میں ایسے سیاسی حالات پیدا ہوئے کہ شاہ محمود اور رنجیت سنگھ نے مل کر کشمیر پر حملہ کیا عطا محمد خان والی کشمیر گرفتار ہوا۔ شاہ محمود نے اسے معاف کر دیا شاہ شجاع جو عطا محمد کی قید میں تھا اُسے بھی آزادی مل گئی فتح خان وزیر اعظم نے اپنے بھائی عظیم خان کو والی کشمیر مقرر کیا اور شاہ شجاع کو مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے ساتھ لے گیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کشمیر پر دوبارہ حملہ

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دوبارہ لالچ کر کے کشمیر پر اکیلا حملہ کیا مگر اسے عظیم خان والی کشمیر نے شکست فاش دی رنجیت سنگھ دل میں اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوا اس نے شاہ محمود کو خوش کرنے کے لیے یہ قصہ گھڑ دیا کہ اس نے کشمیر پر حملہ شاہ شجاع کے بہکاوے پر کر دیا ہے شاہ شجاع کو جب یہ حال معلوم ہوا اس نے فیصلہ کیا کہ لاہور سے کہیں اور جانا ہے۔ لہٰذا وہ ایک رات خاموشی سے لاہور سے نکل کر لدھیانہ انگریزوں کی پناہ میں چلا گیا۔

غوریان پر قبضہ کرنے کی جنگ

فیروزالدین ہرات کا والی تھا۔ اُس نے ۱۸۰۵ء میں قلعہ غوریان پر حملہ کیا لیکن شکست کھا کر پسپا ہوا۔ ایرانی فوج نے اس کا تعاقب جاری رکھا۔ اُس نے اپنی جان بچانے کے لیے ایران کو گذشتہ دو سالوں کی رقم باجگزاری دینے کا وعدہ کیا اور اپنے اچھے رویہ کی ضمانت کے طور پر اپنے بیٹے کو بطور یرغمال حکومت ایران کو دینا منظور کیا۔

حسن علی مرزا شہزادہ ایران کا غوریاں پر حملہ

کوئی بارہ سال بعد ایرانی حکومت کو خدشہ پیدا ہوا کہ غوریاں پر افغانستان کی طرف سے دوبارہ حملہ ہونے والا ہے لہٰذا ۱۸۱۶ء میں حسن علی مرزا بادشاہ ایران کا بیٹا ہرات پر حملہ آور ہوا فیروزالدین نے پریشانی کے عالم میں شاہ محمود سے امداد طلب کی شاہ محمود نے اس کی کمک کو ہرات پر تسلط جمانے کے لیے ایک زریں موقع شمار کیا چنانچہ وزیر فتح خان ایک جرار لشکر کے ساتھ اس کی کمک کے لیے ہرات پہنچا فیروز اس بڑے لشکر کو دیکھ اور بھی گھبرا گیا۔ اس نے لشکر کو ہرات کے شہر میں داخل ہونے سے روکا اور کہا کہ لشکر غوریاں کے محاذ پر جا کر ایرانیوں سے وہاں جنگ لڑیں مگر وزیر فتح خان نے تدبر سے کام لے کر فیروزالدین کو اپنی لشکرگاہ میں صلاح و مشورہ کے لیے طلب کیا جب فیروزالدین اُس کی لشکرگاہ میں پہنچا تو وزیر فتح محمد خان نے اُسے اور اُس کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے قندھار روانہ کر کے وہاں نظر بند رکھنے کا حکم دیا وہ خود ہرات میں مقیم ہو

Scanned with CamScanner

اور اپنے بھائی کندل خان کو غوریاں کی تسخیر کے لیے روانہ کر دیا جب یہ لوگ بہ مقام کوسہ پہنچے تو فتح خان کو اطلاع ملی کہ حسن علی مرزا اپنی فوج کے ساتھ ان کے قلعہ کی مدافعت کے لیے پہنچا ہے فتح خان نے اپنی افواج کو کافر قلو کی طرف بڑھا دیا دونوں فوجوں میں ہولناک جنگ ہو گئی قریب تھا کہ ایرانیوں کو شکست ہو اتفاقاً فتح خان کے منہ پر گولی لگی فتح خان پسپا ہو کر ہرات چلا گیا۔

شاہ محمود کی پریشانی

اس جنگ کے حادثے سے شاہ محمود اور اس کا لڑکا کامران جو اس وقت شہر ہرات میں موجود تھے ان پر بڑی بے چینی اور اضطراب طاری ہو گیا کیونکہ شاہ محمود اپنے دوران فرار کئی بار ایران جا کر بادشاہ ایران فتح علی شاہ قاچار کی پناہ میں رہ چکا تھا اور اس دوران شاہ نے اس کی کافی خاطر مدارات کی تھی۔ لہذا اس واقع جنگ سے وہ شرمندگی محسوس کر رہا تھا جس کی وجہ سے وہ بے چین اور مضطرب تھا لہذا اُس نے اس جنگ کی سب ذمہ داری اپنے وزیر فتح خان پر ڈال دی اور اپنے کو بری الذمہ قرار دیا جب اُس کے قاصدوں نے فتح علی شاہ کے دربار پہنچ کر شاہ محمود کی اس جنگ میں معصومیت کی گواہی دی۔ بادشاہ کو جب سفارت کا مقصد معلوم ہوا تو اس نے جواب دیا کہ شاہ محمود سے صرف اسی صورت میں راضی ہوں گا کہ وہ فتح خان کو گرفتار کر کے میرے حوالے کر دے یا فتح خان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دے۔ کامران کو جب یہ جواب ملا تو اُس کی کمزوری کم ہمتی اور بزدلی نے اُسے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ اپنے باپ کے ایک بہادر سودمند اور محسن کی آنکھوں میں سلائی پھیر دے۔ جس نے اُس کے باپ کو تخت پر بٹھایا تھا چنانچہ

جب فتح خان کو اندھا کر دیا گیا تو اس کے بھائی شیر دل کو بھی اس کے ساتھ قید کر دیا گیا فتح خان کا ایک دوسرا بھائی پر دل خان ہرات سے بھاگ کر نادعلی کے مقام پہ پہنچ کر کامران کے خلاف غلزئیوں کی جماعت سے مل گیا تاکہ اپنے دونوں بھائیوں کو کامران کی قید سے چھڑائے کامران کو جب اس کی اطلاع ہوئی اُس نے اپنی بزدلی اور کمزوری کا ثبوت دیتے ہوئے فتح خان اور اُس کے بھائی شیر دل خان کو رہا کر دیا۔

امیر محمود خان اول امیر بلوچستان کے دور (۱۷۹۴ء تا ۱۸۱۶ء) حکمرانی میں افغانستان کی سیاسی صورت حال نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے اس کے علاوہ اس دور میں بین الاقوامی سیاسی صورت حال عجیب کروٹیں لے رہی تھی۔ افغانستان میں اُس کے سدوزئی حکمران خاندان خانہ جنگی میں مصروف تھا پنجاب میں سکھوں نے اپنی طاقت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی قیادت میں مستحکم کر چکے تھے پنجاب کے اکثر علاقوں پر سکھ قابض تھے برطانیہ نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے علاقوں پر قابض ہو کر مغل سلطنت کا متولی بن چکا تھا مغل بادشاہ انگریزوں کی اجازت سے برائے نام شہنشاہ کہلاتے تھے۔ سلطنت روسیہ کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی ایران کے ساتھ عہدنامہ گلستان پر اس نے ۱۸۱۳ء میں دستخط ثبت کر دیئے تھے جس کی رو سے جارجیا اور کوہ کاف کے تمام ایرانی علاقے روس کو مل چکے تھے اور ایرانی سلطنت نے اس عہدنامے کی رُو سے ان تمام علاقوں سے دستبردار ہو کر چکا تھا۔

باب چہاردہم

خاندانی واقعات اور کشیدگی

امیر محمود خان امیر بلوچستان کے دو بھائی تھے امیر مصطفےٰ خان جو سگا تھا۔ اور امیر محمد رحیم خان جو سوتیلی ماں سے تھا۔ امیر مصطفےٰ خان ان تینوں میں زیادہ نڈر اور زبردست جنگجو تھا اس لیے جہاں کہیں بھی امیر محمود خان امیر بلوچستان کو لشکر لے جانا پڑتا قیادت میر مصطفےٰ خان کے سپرد ہوتی تھی امیر مصطفےٰ خان اتنا بہادر شخص تھا کہ لوگوں نے اسے عبداللہ خان ثانی کا لقب دیا تھا۔ اس نے اُسے عموماً (قہار خان) کہا کرتے تھے۔ امیر مصطفےٰ خان نہایت بے باک اور جری تھا اس کے دل میں ایک ایسی تڑپ تھی جو اُسے چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی وہ ایک پکا اور راسخ العقیدہ مسلمان تھا اس زمانے میں پیری مریدی کا سلسلہ شروع ہوا تھا جس سے امیر مصطفےٰ خان کو سخت نفرت تھی امیر موصوف اسے بزدلی کی نشانی کہا کرتا تھا۔ یہ درست ہے کہ کشمکش حیات کی تاب نہ لاکر بزدل انسان پیروں کے پاؤں

میں پناہ ڈھونڈنے لگتا ہے۔ جہاں اسے دنیا کو الوداع کہنے کا سبق دیا جاتا ہے جہاں یہ عقیدہ دیا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ فانی چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش فضول ہے مقولہ ازبر کرایا جاتا ہے گوشہ نشینی اور رہبانیت کی تلقین کی جاتی ہے جہاں پر اس کے حواس خمسہ اور قدرت کی طرف سے عنایت کئے ہوئے قوائے جسمانی سے کام لینے کی قوتوں کو شل کرنے کا ورد کرایا جاتا ہے کفرانِ نعمت کرنے کا درس دیا جاتا ہے۔ اور رقص و سرود کے ذریعے عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کی طرف بڑھنے کا طریقہ سکھلایا جاتا ہے۔ چنانچہ امیر مصطفےٰ خان کے بھائی امیر محمود خان امیر بلوچستان پر قوم اور ملک کی خدمت کا ایک بہت بڑا بوجھ پڑا ہوا تھا صوفی ازم اور پیری مریدی کا نہایت قائل تھا ملک اور قوم کی خدمت اُنہیں پیروں کے دام تزویر سے روکتی تھی لیکن میاں روح اللہ جس کو امیر محمود خان اپنا پیر و مرشد مانتا تھا امیر بلوچستان محمود خان کو اپنے دام میں پھنساتا چلا جا رہا تھا اس کی موجودگی میں امیر مصطفےٰ خان کی باتوں کا امیر محمود خان امیر بلوچستان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا انتہائی کوششوں کے باوجود جب امیر مصطفےٰ خان امیر محمود خان امیر بلوچستان کو میاں روح اللہ کے پنجرے سے چھڑانے میں کامیاب نہیں ہوئی تو انہوں نے ان کا کام تمام کرنے کا منصوبہ بنایا ۔ جولائی [illegible] میں امیر مصطفےٰ خان نے اپنے چند وفادار خدام کے ساتھ میاں روح اللہ کے حجرہ میں داخل ہو کر اس کو ہلاک کر ڈالا میاں روح اللہ کے بارے میں اس کے دور کے مورخین نے کوئی خاص روشنی نہیں ڈالی ہے۔ بس یہی لکھا ہے کہ وہ ایک خدا رسیدہ بزرگ تھا۔ بعض مورخ اُسے سید تصور کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ بابی قبیلہ افغان سے تعلق رکھتا تھا۔

روح اللہ کے قتل کے سانحہ کے اثرات

امیر مصطفیٰ خان کے اس مجاہدانہ ارتکاب سے دربار قلات میں ہلچل مچ گئی بالخصوص امیر محمود خان امیر بلوچستان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اسے خطرہ پیدا ہوا کہ اگر امیر مصطفیٰ خان کو اسی طرح قلات میں کھلے بندوں رہنے دیا گیا تو ایک دن وہ میاں روح اللہ کی طرح اس کا بھی کام تمام کر دے گا چونکہ امیر موصوف کمزور طبیعت کا مالک تھا اور آرام پسند تھا وہ امیر مصطفیٰ خان سے بہت خائف رہنے لگا۔ قدرتاً انہی دنوں میں امیر محمود خان کی کمزور حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے بلوچستان میں ہر طرف بدامنی اور مار دھاڑ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ خاص کر علاقہ کچھی راہزنوں اور لیٹروں کا گڑھ تھا امیر محمود خان نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اخوند شیخ محمد سے مشورہ کر کے علاقہ کچھی کی حکومت امیر مصطفیٰ خان کو دے دی۔ اور انہیں تلقین کی کہ وہ ایک نڈر امیر ہے۔ کچھی کے عوام کو راہزنوں کے عذاب سے چھٹکارا دلا کر علاقہ میں امن و امان قائم کریں۔ امیر محمود خان نے فارسی کی ضرب المثل دشمن را بہ تیغ لبوز نہ کباب کے مقولہ پر عملدرآمد کر کے امیر مصطفیٰ خان کو کچھی کا گورنر بنا کر اپنا مشکور کر دیا اور دوسری طرف اس کے قربت سے نہایت خوبصورت طریقہ سے نجات حاصل کر لی۔

امیر مصطفیٰ خان کی کچھی میں آزاد حکومت

۲۹ جولائی ۱۹۰۹ء میں امیر مصطفیٰ خان قلات سے دارالخلافہ علاقہ کچھی

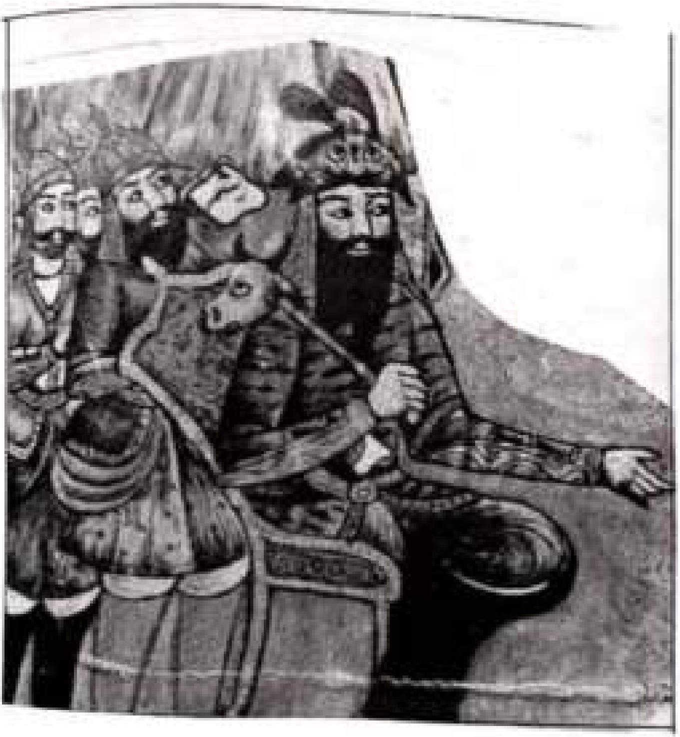

شہزادہ میر مصطفیٰ خان احمدزئی بلوچ
گورنر صوبہ کچھی بلوچستان

Scanned with CamScanner

جھاگ میں وارد ہو کر علاقہ کی حکومت سنبھال لی وہ اپنی شجاعت اور تدبر سے بہت جلد کچھی میں اس قدر ہر دلعزیز ہو گیا کہ لوگ اُس کی آواز پر بلا چون و چرا لبیک کہنے لگے۔ کچھی کے علاوہ سندھ میں بھی اس کی شہرت کا ڈنکا بجنے لگا۔ امیر مصطفیٰ خان کے متعلق مشہور ہے کہ اُس کے ایک ہاتھ میں تحفہ و سوغات اور دوسرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تھی اگر تحفہ و سوغات سے کام نہ چلتا تو اس کی خون آشام تلوار ہر بگڑے کام کو بنا سکتی تھی اس کا دل سخت، بدن مضبوط، گفتگو نرم اور شیریں تھی رعایا پر بہت مہربان تھا۔ اُنہیں زمینداری کا بہت شوق تھا زمینداروں کے ساتھ ہمیشہ نرم برتاؤ کیا کرتا تھا اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے کوشاں رہتا تھا۔ اُمیر مصطفیٰ خان نے کچھی میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے دو ہزار گھوڑا سواروں کا ایک رسالہ ملازم رکھا تھا۔ جہاں کہیں کوئی راہزنی کا واقعہ ہوتا تھا تو اس رسالے کے سوار وہاں پہنچ کر مجرموں کو موقع پر ہی کیفر کردار کو پہنچاتے تھے امیر مصطفیٰ خان نے کچھی میں ایسا امن قائم کیا ہوا تھا کہ اس کے عہد میں بھیڑ اور بھیڑیا ایک گھاٹ میں پانی پیتے تھے درہ بولان چوروں اور ڈاکوؤں سے ایسا محفوظ تھا جیسا کہ قلات کا بازار ہوا کرتا تھا ڈاکوؤں کا مکمل طور پر قلع قمع ہو چکا تھا۔

اُمیر مصطفیٰ خان کی کاکڑستان پر حملے کی وجوہات

اُس زمانہ میں بلوچستان سے ایک بین الاقوامی تجارتی راستہ گزرتا تھا یہ تجارتی راہ قندھار سے شالکوٹ ہوتا ہوا قلات پہنچتا تھا اور اس کی دوسری شاخ سیستان سے نوشکی ہوتے ہوئے قلات آتی تھی یہاں سے خضدار، وڈھ، بیلہ کے راستے گزر کر سونمیانی پہنچتا تھا

کئی دفعہ کاکڑستان کے پٹھان افغانستان سے آنے والے قافلوں کو لوٹتے تھے لہٰذا امیر مصطفیٰ خان نے کئی بار کاکڑستان کے علاقے ژوب اور بوری پر حملہ کر کے ڈاکوؤں کو سزا دی۔ ایک دفعہ ہنرائی کے قلعہ پر قبضہ کر کے قلعہ کو منہدم کر کے تمام ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے کچھی لے گیا۔ اور ان کے سر قلم کر دیئے۔

امیرانِ سندھ سے کراچی کا مطالبہ

جب امیر مصطفیٰ خان کچھی کا گورنر مقرر ہوا تو انہوں نے کچھی میں امن و امان قائم کرنے کے بعد سندھ کے تالپر بلوچ حکمرانوں سے شہر کراچی اور اس کے ملحقہ علاقوں کی واپسی کا مطالبہ کیا اور جب سندھ میں کلہوڑہ حکمران تھے وہ سالانہ امیر بلوچستان کو چالیس ہزار روپے بطور باجگزاری دیتے تھے اور اس رقم باجگزاری کے ساتھ ایک ہاتھی بھی دیتے تھے۔ لہٰذا امیر مصطفیٰ خان نے رقم باجگزاری کا بھی مطالبہ کیا امیران تالپر کے ٹال مٹول کی بنا پر انہوں نے کئی بار سندھ پر حملہ کیا اور سندھ کے بلوچستان سے متصل علاقوں کو لوٹا۔ مگر افسوس ہے کہ عمر نے امیر مصطفیٰ خان کے ساتھ وفانہ کی اور انہیں امیرانِ سندھ سے اپنے مطالبات منوانے کا موقع نہیں ملا جب کہ امیر مصطفیٰ خان کچھی کا گورنر تھا تو ان کے دورِ گورنری میں سندھ کا سربراہ حکومت میر غلام علی خان تالپر بلوچ تھا جو اپنے بھائی میر فتح علی خان کی وفات پر ۱۸۰۲ء میں مسندِ امارت پر بیٹھا تھا۔

مراد، کاکڑستان ضلع ژوب و ضلع بوری کا قدیم نام ہے۔

اُمیر مصطفٰے خان کے خلاف سازش

جب اُمیر مصطفٰے خان نے بار بار سندھ کے ٹالپر بلوچ حکمرانوں سے کراچی شہر اور اس کے مضافاتی علاقوں کا مطالبہ شروع کیا تو امیران سندھ کو ان سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی دن طاقت کے زور سے کراچی اور اُس کے مضافاتی علاقوں پر قبضہ کر لیگا اس لیے اُمیران نے خفیہ طور پر اُمیر محمد رحیم خان کے ساتھ ساز باز کر کے اُسے دولت کا لالچ دے کے اُمیر مصطفٰے خان کے قتل پر آمادہ کیا۔

اُمیر مصطفٰے خان کا سانحہ قتل

اُمیر محمد رحیم خان اس انتظار میں تھے کہ کوئی ایسا معقول موقع ہاتھ آئے جس کی بناء پر وہ اُمیر مصطفٰے خان کو قتل کرے چنانچہ ۹ فروری [illegible] میں اُن کی والدہ فوت ہوئیں اور اُمیر مصطفٰے خان نے اُن کو پیغام کیا کہ وہ ان کی والدہ کی وفات کے سلسلے میں فاتحہ خوانی کے لیے آ رہے ہیں۔ مگر کچھ ایسی امورِ مملکت واقع ہوئے کہ اُس دن امیر مصطفٰے خان اُن کے ہاں فاتحہ خوانی کے لیے نہ جا سکے لہٰذا اسے اُمیر محمد رحیم خان نے اپنی ہتک سمجھا اور یہ فیصلہ کیا کہ جب بھی اُمیر مصطفٰے خان فاتحہ خوانی کے لیے آئے وہ اسے اسی بہانہ قتل کر دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا ۱۸ فروری [illegible] کو امیر مصطفٰے خان اپنے چند خاص خدام کے ساتھ اُمیر محمد رحیم خان کے ہاں فاتحہ خوانی کے لیے روانہ ہوئے جب گندواہ میں اُمیر محمد رحیم خان کو پتہ چلا کہ اُمیر مصطفٰے خان ان کے پاس برائے فاتحہ خوانی آ رہے ہیں وہ تیس سواروں کے ساتھ مصطفٰے خان کی پیشوائی کے بہانے نکلا جب وہ قریب پہنچے تو اُمیر محمد رحیم خان نے اپنی

بندوق جو پہلے سے تیار تھی اُمیر مصطفےٰ خان پر داغ دی اُمیر مصطفےٰ خان مہلک طور پر زخمی ہوا کہتے ہیں کہ کاری زخم کھانے کے باوجود بھی اُمیر محمد رحیم خان پر اس طرح جھپٹا کہ یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ اُسے گولی لگی ہے۔ اُمیر مصطفےٰ خان نے زخمی حالت میں اُمیر محمد رحیم خان پر وار کیا مگر اس کا وار کارگر نہ پڑا تب تلوار پھینک کر اُس نے اُمیر محمد رحیم خان کو دبوچ لیا اُسے زمین پر دے مارا خنجر نکال کر وہ اسے اُمیر محمد رحیم خان کے سینے میں گھونپنا ہی چاہتا تھا کہ اُسکے قویٰ جواب دے بیٹھے وہ زمین کی طرف جھک گیا۔ اور روح دلیر قفس عنصری سے پرواز کر گئی

اُمیر مصطفےٰ خان کے واقعہ قتل پر تبصرہ

مورخین اُمیر مصطفےٰ خان کے قتل کے مندرجہ ذیل تین وجوہات بیان کرتے ہیں۔

اول کہ اُمیر مصطفےٰ خان کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی گھر گھر میں اُسکے عدل وانصاف کا چرچا ہو رہا تھا۔ اُمیر بلوچستان اُمیر محمود خان اپنے اس بھائی کی شہرت اور ناموری سے خائف ہو رہا تھا کہ مبادہ کسی ذکسی دن قلات پر چڑھ دوڑے۔ اپنے بچاؤ کے لیے اُمیر محمود خان میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ امیر مصطفےٰ خان کے مقابلے پر آتا اس لئے اس نے در پردہ اس کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا اور اپنے چھوٹے بھائی اُمیر محمد رحیم خان کو اکسا کر اس نے اُمیر مصطفےٰ خان کے قتل پر آمادہ کیا مورخین کی یہ رائے غلط ہے۔ کیونکہ اُمیر مصطفےٰ خان ایک بہادر، نڈر اور ایماندار آدمی تھا۔ اُس کے اُمیر بلوچستان اُمیر محمود خان کے ساتھ گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ اُس کے سگے بھائی ہونے

مزار شہزادہ میر مصطفےٰ خان احمدزئی بلوچ گورنر کچھی مقام بھاگ

کی حیثیت سے وہ ہر آڑے وقت میں امیر بلوچستان امیر محمود خان کی کمک کو پہنچ جاتا تھا۔ چونکہ امیر مصطفےٰ خان منافق اور چالباز شخص نہ تھا وہ صاف دل اور مرد میدان تھا۔ اگر اُسے امیر بلوچستان بننے کا شوق ہوتا وہ عمر بلوغ کو پہنچتے ہی امیر محمود خان کو تخت سے اُتار کر خود بیٹھتا لہٰذا اُس کے قتل کی سازش میں امیر محمود خان امیر بلوچستان قطعاً ملوث نہیں تھا۔ امیر محمود خان اگر امیر مصطفےٰ خان کو کیچی کی گورنری سونپ دی وہ اس لئے کہ وہ وہاں بالکل امن قائم نہیں ہو رہا تھا وہاں ایک نڈر، مخلص دبنگ حاکم کی ضرورت تھی لہٰذا یہ تمام اوصاف امیر مصطفےٰ میں موجود تھے اگر امیر موصوف کو حکمرانی کا شوق ہوتا تو جس دن انہوں نے میاں روح اللہ کا کام تمام کر دیا اُسی دن وہ محمود خان سے تخت بھی حاصل کر سکتا تھا۔ البتہ تاریخی لحاظ سے یہ دوسری وجہ لگتی ہے کہ امیر مصطفےٰ خان کے امیران سندھ سے کراچی اور اس کے ملحقہ علاقوں کا مطالبہ اس کی سازش قتل اور سانحہ قتل کا سبب بنا امیروں کو یہ یقین تھا کہ امیر مصطفےٰ خان باعمل آدمی ہے۔ وہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنا کر چھوڑتا ہے۔ لہٰذا انہیں اُس کی طرف سے شدید خطرہ محسوس ہوا کہ امیر مصطفےٰ خان اگر زندہ رہا تو وہ کراچی کے علاقے کو لے کر رہے گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اُسے نابود کیا جائے چنانچہ امیران سندھ نے اس کے سوتیلے بھائی امیر محمد رحیم خان سے رابطہ قائم کر کے دولت کا امید دے کر اُس کے قتل پر آمادہ کیا اب امیر محمد رحیم خان نے دیکھا کہ کوئی ایسا جواز نکل آئے جس کی بنا پر وہ امیر مصطفےٰ خان کو قتل کر سکے چنانچہ بلوچی رواج کے مطابق اپنی والدہ کی وفات پر امیر مصطفےٰ خان کے مقررہ دن پر فاتحہ خوانی پر نہ پہنچنے پر ناراض ہو کر اسے اپنی سبکی گردان کر وہ امیر مصطفےٰ خان کے اِس بہانے پر قتل کے ظالمانہ فعل کا مرتکب ہوا اس واقعے کے بعد جب امیر محمد رحیم خان

سندھ گیا تو امیران سندھ نے اُسے بہت سی دولت دی۔

تیسری وجہ کہ امیر محمد رحیم خان کی والدہ فوت ہوئی بلوچ رواج کے مطابق اس کے گھر فاتحہ کے لیے نہ جا سکا اس سے امیر محمد رحیم خان کی سبکی ہوئی لہذا اُس نے امیر مصطفیٰ خان کو قتل کر دیا یہ رائے بھی غلط ہے بلکہ امیر محمد رحیم خان نے فاتحہ خوانی کے لیے مقررہ دن پر امیر مصطفیٰ خان کے نہ آنے کو بہانہ بنا کر اُسے قتل کر دیا۔

ہڑند اور داجل پر امیر محمد رحیم خان کا قبضہ

الغرض امیر مصطفیٰ خان کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد امیر محمد رحیم خان مزید خدمت حاصل کرنے کے لیے پہلے امیران سندھ کے پاس گیا امیران سندھ نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی اور برادر کشی کے عوض اس کے مالا مال کر دیا سندھ سے روانہ ہو کر امیر محمد رحیم خان ہڑند و داجل گیا جہاں حیدر خان نامی ایک بلوچ وہاں امیر مصطفیٰ خان کی طرف سے حاکم تھا اس نے امیر محمد رحیم خان جیسے خونی اور ظالم کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امیر محمد رحیم خان نے دریشک بلوچ قبیلے کی امداد سے داجل پر حملہ کر دیا ہو اکتوبر ۱۸۱۳ء میں حاکم حیدر خان میدان جنگ میں لڑتے ہوئے کام آیا۔ اور امیر محمد رحیم خان کا ہڑند و داجل پر قبضہ ہو گیا۔

امیر مصطفیٰ خان کا خاندان

امیر مصطفیٰ خان نے سردار ملا محمد ریشانی۔ قبیلہ ریشانی کی بہن بی بی نامابایا

شہزادہ میر محمد رحیم خان احمدزئی بلوچ

سوتیلا بھائی میر مصطفیٰ خان جس نے سندھ کے ٹالپر
حکمران کے اشارے پر میر مصطفیٰ خان کو قتل کیا۔

سے رشتہ ازدواج کیا تھا اور ان کی دو اولادیں تھیں ایک لڑکا امیر سرفراز خان اور ایک لڑکی بی بی گنجان۔ اُن کے قتل کے وقت یہ دونوں بہت کم سن تھے۔ اور امیر مصطفےٰ خان کی سگی بہن بی بی زینب کے ہاں مقیم تھے۔

امیر محمد رحیم خان کا قتل از دست بی بی زینب

واجل اور ہرند پر قبضہ کرنے کے بعد امیر محمد رحیم خان نے قلات کا رخ کیا غالباً اس سفر کا مقصد یہ ہو سکتا تھا کہ اس نے اپنے بھائی کو بے گناہ قتل کر دیا وہ نہایت پریشان اور نادم تھا۔ لہٰذا وہ امیر محمود خان کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے جرم پر اظہار ندامت کرنا چاہتا تھا بہر حال وہ براستہ گنداوہ قلات کے لیے روانہ ہوا گنداوہ میں امیر مصطفےٰ خان کی سگی بہن بی بی زینب مع امیر مصطفےٰ خان کے کم سن بیٹے امیر سرفراز خان مقیم تھی۔ بی بی زینب ایک بہادر اور دلیر خاتون تھی امیر محمد رحیم خان کے طرفداروں نے اسے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دیا مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی بی بی زینب امیر محمد رحیم خان کے کچھی میں داخل ہونے کی خبر پا کر لشکر جمع کرنے لگی۔ امیر محمد رحیم خان اس عرصہ میں ہنجک گنداوہ کے مقام پہنچ چکا تھا اس وقت اُس کے ساتھ صرف تیس چالیس کے قریب آدمی تھے بی بی زینب نے امیر احمد یار خان ولد امیر بہرام خان کو نو سو آدمیوں کے ساتھ ہمراہ لے کر ۳۰ دسمبر ۱۸۱۲ء کو امیر محمد رحیم خان پر اچانک حملہ کر دیا امیر محمد رحیم خان اپنے تمام ہمراہیوں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا گویا بی بی زینب نے اپنے ضمیر کو تسکین دینے کے لیے امیر مصطفےٰ خان کے بے گناہ قتل کی قصاص میں اپنے سوتیلے بھائی امیر محمد رحیم خان پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا ایک شاعر نے خوب کہا ہے

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

بی بی زینب کی بغاوت

جب کچھی میں خونی ڈرامہ کھیلا جارہا تھا۔ امیر بلوچستان امیر محمود خان خاموش تماشائی کی طرح اس ڈرامہ سے محظوظ ہو رہا تھا۔ جب دونوں بھائی امیر مصطفےٰ خان اور امیر محمد رحیم خان کچھی کی بھینٹ چڑھ چکے تب میر محمود خان کچھی تشریف لائے اور تمام علاقہ کچھی کو اپنے قبضہ میں کر کے واپس ہوئے بی بی زینب کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ وہ امیر سرفراز خان ولد امیر مصطفےٰ خان کو اس علاقہ کا جائز حاکم تصور کرتی تھی۔ لہٰذا بی بی زینب نے امیر محمود خان کے برخلاف علم بغاوت بلند کر کے کچھی کے تمام علاقے سے اُس کے حاکموں کو نکال باہر کیا۔

اُمیر محمود خان اُمیر بلوچستان کا کچھی پر حملہ

جب اُمیر محمود خان اُمیر بلوچستان اس صورت حال سے واقف ہوا تو اُس نے ۸ جنوری ۱۸۱۳ء میں دستہ سراوان کو ساتھ لے کر کچھی پر حملہ کر دیا۔ بی بی زینب کی فوج تاب نہ لاکر منتشر ہوئی۔ بی بی زینب کے لیے اور کوئی چارہ نہ تھا مجبوراً سرفراز خان اور احمد یار خان کو لے کر سبی کی طرف نکل گئی میر خان سردار کجک کے پاس پناہ گزین ہوئی۔ اُمیر محمود خان نے بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ سبی پہنچ کر شہر کجک کا محاصرہ کیا سردار میر خان کجک نے دونوں فریقوں کے درمیان مصالحانہ کوششیں شروع کر دیں جو کامیاب ہوئیں۔ لہٰذا لڑائی کی نوبت نہیں آئی سردار میر خان کجک

پہلا انگریز، سر ہینری پوٹنجر انگریزی جاسوس جو ایرانی
سوداگر کے بھیس میں بلوچستان میں ۱۸۱۰ء کو آیا۔

کی سفارش پر امیر محمود خان امیر بلوچستان نے بی بی زینب، امیر سرفراز خان و امیر احمد یار خان کو معافی دے کر ان کے نان نفقہ کے لیے اُن کو کچھی میں اراضیات دیں اور ان کے لیے وظائف مقرر کیے۔ اور بی بی زینب کے حمایتوں کو بھی معاف کر دیا۔

بی بی زینب کا کابل جانا

بی بی زینب نے نزاکت وقت کے پیش نظر اس باہمی سمجھوتہ کو قبول کر لیا لیکن اس سمجھوتہ سے وہ مطمئن نہ تھیں کچھ دنوں بعد امیر سرفراز خان اور امیر احمد یار خان کو ساتھ لے کر بی بی کابل چلی گئی کہ شاید حکومت افغانستان حکومت بلوچستان کے ساتھ اپنے کیے ہوئے عہد نامہ کی رو سے کچھ بی بی زینب کی امداد کر سکے مگر بی بی موصوفہ کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی آخر کار وہ مایوس اور نا اُمید ہو کر واپس قلات چلی آئی اور باقی عمر امیر محمود خان امیر بلوچستان کے نان نفقہ پر قناعت کر کے زندگی گزاری۔

پہلے انگریز سیاح پوٹنجر کی آمد

امیر محمود خان اوّل امیر بلوچستان کے دور حکمرانی (۱۷۹۳ء تا ۱۸۱۶ء) میں پہلا انگریز جو سیاح اور سوداگر کے بھیس میں بلوچستان میں ۱۸۱۰ء میں آیا اس کا نام ہینری پوٹنجر تھا۔ پوٹنجر کی بلوچستان میں آمد سے پہلے ہم ان بین الاقوامی سیاسی حالات کا جائزہ لیں گے۔ جو پوٹنجر کی بلوچستان میں آمد کا سبب بنے۔

یورپ میں انقلابات کا پس منظر

اٹھارہویں صدی عیسوی کے یورپ کی فطرت اور طبیعت یہ بن گئی تھی جو ادارے مدت مدید سے آرہے تھے یا تو انہیں تباہ کر دیا جائے یا اُن میں زیادہ سے زیادہ اصلاحی عمل جاری کیا جائے چنانچہ اس رحجان کے تحت فرانسیسی اہل قلم کلیسا اور نظام حکومت پر برابر چوٹیں کرتے رہتے تھے۔ اور ان تصورات کا اثر لوگوں کے دل و دماغ پر چھا رہا جس کے نتیجے میں فرانس میں انقلاب آیا اسی دوران نپولین بونا پارٹ فرانس میں برسر اقتدار آیا۔

نپولین کا مختصر تاریخی پس منظر

نپولین جزیرہ کارسیکا میں پیدا ہوا۔ پیرس اور برائن کے فوجی اسکولوں میں تعلیم پائی اور انقلاب فرانس کے دوران اُسے اس طرح شہرت حاصل ہوئی کہ اس نے تولون کے محاصرہ میں ۱۷۹۳ء میں توپخانہ استعمال کر کے کامیابی حاصل کی اس کے بعد اسے جمہوری فوج کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ اس حیثیت سے اس نے اٹلی میں پے درپے فتوحات حاصل کیں۔ اسی طرح وہ فرانسیسی قوم کا ہیرو بن گیا۔

۱۷۹۸ء میں مصر میں برطانیہ کے خلاف ایک مہم کا کمانڈر اعلیٰ مقرر ہو گیا ۱۷۹۹ء میں واپس پیرس آ گیا۔ فرانسیسی حکومت کا تختہ اُلٹ کر خود انقلابی حکومت کا قونصل اول بن گیا فرانس میں انتظامی ابتری کو دور کر کے۔ امن قائم کیا۔ عدالتوں کا نیا ضابطہ تیار کیا۔ تعلیم عام کرنے کا انتظام کیا فرانسیسی قوانین کی باقاعدہ ضابطہ بندی کے کام کی نگرانی کی ۱۸ مئی ۱۸۰۴ء میں اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

اسی دور میں انگریز اور فرانسیسی ایک دوسرے کے گہرے رقیب تھے۔ اور انہوں نے اس پوری صدی میں ہر حیلے بہانے سے ایک دوسرے کے خلاف یورپ میں کئی ایک جنگیں لڑیں۔ یہ ہر دو ممالک نوآبادیات اور تجارتی منڈیوں کے بھوکے تھے۔ اور ایک دوسرے کا صفایا کرنا چاہتے تھے

پوٹنجر انگریز سیاح کا بیان

پوٹنجر اپنے بلوچستان میں آنے کے بارے میں اپنی کتاب سفرنامہ بلوچستان کے دیباچے میں یوں بیان کرتا ہے۔ کہ [illegible] اور [illegible] میں فرانس کا بادشاہ نپولین بوناپارٹ نے برطانیہ کے خلاف بہت سے منصوبے بنائے چنانچہ حکومت برطانیہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر نوآبادیات میں یہ ضروری سمجھا کہ فرانس کے مخالفانہ منصوبوں کو ناکام کرنے کے لیے تدابیر اختیار کرے نپولین شاہ فرانس نے ایران کی حکومت کے ساتھ مل کر ہندوستان پر خشکی کے راستے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا لہٰذا اس منصوبہ کے انکشاف پر برطانیہ کے حکومتی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی اور انگریزی حکومت اس منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے فوری طور پر حرکت میں آگئی اس دور میں برصغیر ہندوستان کے یہ چار مغربی خطے پنجاب، سندھ، بلوچستان اور افغانستان آزاد حکومتیں تھیں۔ پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی جن کا مہاراجہ رنجیت سنگھ تھا سندھ میں ٹالپر بلوچ حکمرانی کر رہے تھے۔ بلوچستان میں احمدزئی کمبرانی بلوچوں کی حکومت تھی اور بلوچستان کا امیر بین الاقوامی سیاست میں خان قلات کے نام سے متعارف تھا افغانستان میں درانی افغانوں کی حکومت تھی۔ یہ چاروں حکومتیں سیاسی طور پر براہ راست حکومت

برطانیہ کے ہندوستانی ارباب حل وعقد سے کوئی وابستگی نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ چاروں خطے جو ایران اور مقبوضہ ہندوستان کے درمیان واقع تھے انگریزوں کو ان کے بارے میں کم معلومات حاصل تھیں لہٰذا حکومت برطانیہ ان کے بارے میں مفصل حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اور انہوں نے ان علاقوں میں جاکر حالات معلوم کرنے کے لیے اپنی قوم سے رضاکار مانگے چنانچہ پوٹنجر اپنی اس کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اور کپتان کرسٹی نے بلوچستان کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنی حکومت کو اپنی خدمات پیش کیں۔

یہاں ہم پوٹنجر کے بلوچستان کے سفرنامے سے اہم اقتباسات قارئین کرام کی تاریخی معلومات کے لئے اس باب میں بیان کریں گے ہنری پوٹنجر ۲ جنوری ۱۸۱۰ء کو بمبئی سے کشتی کے ذریعے سفر کرتے ہوئے بلوچستان کی بندرگاہ سونمیانی پہنچتا ہے۔ وہاں سے اپنے سفر کو جاری رکھ کر بیلہ، خضدار، قلات، نوشکی، خاران وزگی، بم، کرمان، شیراز، کاشان، سے ہوتا ہوا بغداد آتا ہے بغداد سے بصرہ آکر بذریعہ آبی جہاز ۱۶ فروری ۱۸۱۱ء کو بمبئی پہنچتا ہے اس طویل سفر میں اس کو تیرہ مہینے لگتے ہیں۔ ان تیرہ مہینوں میں وہ دو ہزار چار سو بارہ میل کی مسافت طے کر کے دوبارہ بمبئی آتا ہے۔ لہٰذا ہنری پوٹنجر کے اس طویل سفر کے کچھ دلچسپ اقتباسات ہم یہاں تحریر کریں گے تاکہ انگریزوں کی جو ایک یورپی استعماری طاقت تھی ملک گیری کیلئے حیلہ بازیاں منظر عام پر آجائیں۔

پوٹنجر کے سفرنامہ بلوچستان سے اقتباسات

پوٹنجر لکھتا ہے کہ اس دور میں جو فرنگی ایشیائی ملکوں کے ساحلی علاقوں

سے ان ممالک میں داخل ہوتا تھا۔ اُنہیں ایشیائی شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اُنہیں جاسوس سمجھتے تھے لہٰذا ہمارے لیے یہ تجویز ہوا کہ ہم ایرانی سوداگر کے بھیس میں بلوچستان میں داخل ہو جائیں، تاکہ ہم پر شک نہ کیا جا سکے۔ بمبئی میں ایک بڑا ہندو تاجر جس کا نام سندرجی شیوجی تھا جو ہندوستان میں مدارس اور بمبئی سے انگریزی حکومت کو ان کے فوجی رسالوں کے لیے گھوڑے مہیا کرتا تھا اور دنیا کے مختلف ممالک میں اُس کے گماشتے کام کرتے تھے۔ لہٰذا حکومت برطانیہ نے مجھے اور میرے ساتھی کپتان کرسٹی کو سندرجی شیوجی کے گماشتوں کی حیثیت سے اس سفر پر روانہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سندرجی نے اپنے ایک نمائندہ پریتم داس کو اس سفر میں ہمارے ساتھ کر دیا کہ وہ بلوچستان میں ہماری راہنمائی کرے۔ پریتم داس کو مختلف گماشتوں کے نام خط اور زادِ راہ کے لیے کافی رقم دی گئی ماہ دسمبر ۱۸۰۹ء انہی تیاریوں میں گزر گیا۔ اب میں اپنے سفر کے حالات اور واقعات کو اُس دن سے شروع کروں گا۔

جس دن سے ہم نے بمبئی پریذیڈنسی کو خیرباد کہہ دیا۔

۲ جنوری ۱۸۱۰ء کو میں اور کپتان کرسٹی اور سندرجی کا گماشتہ بمبئی کی بندرگاہ سے ایک دیسی کشتی میں سوار ہو کر بلوچستان کی طرف روانہ ہوئے۔

۱۶ جنوری ۱۸۱۰ء کو ہم بلوچستان کی بندرگاہ سونمیانی پہنچے سندرجی کے سونمیانی میں گماشتے نے ہمارا خیر مقدم کیا جہاں اُس نے ہماری رہائش کا بندوبست کیا تھا۔ وہاں ہمیں ٹھہرایا۔

۲۲ جنوری ۱۸۱۰ء کو ہم بیلہ پہنچے ۲۳ جنوری کو ہم جام آف بیلہ کے دربار اُس کے سلام کرنے کو حاضر ہوئے۔ اس کے دربار میں کوئی پندرہ سو کے قریب

آدمی موجود تھے۔ وہ ہم سے بہت خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ انگریزوں کی سلطنت کے بارے میں ہم سے بہت سے سوالات کئے ہم نے اُن سے کہا ہم سندر جی ہندو تاجر کے ملازم ہیں یہاں گھوڑے خریدنے کے سلسلے میں آئے ہیں پھر ہم نے جام لس بیلہ سے استدعا کی کہ ہمارے ساتھ قلات جانے کے سلسلے میں اپنے کارندوں کو ہمارے ساتھ تعاون کرنے کی ہدایت فرمائیں۔

۳ فروری ۱۸۱۰ء۔ ہم خضدار پہنچے خضدار کے شہر میں تقریباً پانچ سو گھر ہیں خضدار میر مراد علی خان کمبرانی (جو حکمران قلات میر محمود کا بڑا رشتہ دار ہے) کا موسم گرما کی قیام گاہ ہے۔ جب ہم خضدار پہنچے وہ کچھ گنداواہ میں تھے۔ ان کا نمائندہ جو ایک ضعیف العمر شخص تھا ہم سے ملنے آیا۔

۹ فروری ۱۸۱۰ء۔ ہم جب قلات کے شہر میں وارد ہوئے تو شہر کے جنوبی دروازے پر گارڈ پہرہ دے رہا تھا۔ اُن تفنگچیوں نے ہم سے قلات آنے کی وجہ دریافت کی ہم نے اپنے آنے کی مختصراً وجہ ان کو بتائی۔ انہوں نے ہمیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ ہم قلات میں سندر جی کے گماشتہ خوشحال کے گھر گئے۔ جب ہم قلات پہنچے تو خان مع اپنے خاندان کے سردیوں کی وجہ سے کچھ گنداواہ گئے ہوئے تھے۔

۱۱ فروری ۱۸۱۰ء۔ قلات کے شہر میں خان قلات کے بھائی میر مصطفیٰ خان کے وزیر کا خوش آمدید کا پیغام ملا۔ انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ بوجہ بیماری وہ ذاتی طور پہ ہم سے ملنے نہیں آسکے۔

۱۵ فروری ۱۸۱۰ء۔ ہم نے قلات شہر کی سیر کی یہ شہر تمام بلوچستان کا دارالخلافہ ہے۔

اس لئے اسے قلات ① کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں شہر۔ یہ شہر ایک اونچائی پر تعمیر ہے۔ وادی کی لمبائی تقریباً آٹھ میل اور چوڑائی بعض جگہ دو میل اور بعض جگہ تین میل ہے۔ شہر کے مضافات میں ہر جگہ باغات ہیں شہر ایک بیضوی برج نما ہیں تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے تین طرف فصیل ہے جو تقریباً بیس فٹ اونچی ہے۔ فصیل کے ہر دو سو پچاس قدم پر ایک برج ہے جن میں بندوق داغنے کے تیر کش ② ہیں شہر کی ڈھلوان کی اونچائی پر محمود خان، خان قلات بلوچستان کے بیگلر بیگ کا محل تعمیر ہوا ہے۔ مگر مجھے موقع نہیں ملا کہ محل کو میں اندر سے دیکھ سکوں دفاعی لحاظ سے قلات کا قلعہ بہت مضبوط ہے شہر کے تین دروازے ہیں۔ خانی دروازہ، قندھاری دروازہ، بیلی دروازہ۔ شہر کا شمالی دروازہ قندھاری دروازہ کہلاتا ہے کیونکہ یہ راستہ بطرف قندھار جاتا ہے۔ جنوبی دروازہ بیلی دروازہ کہلاتا ہے کیونکہ یہ راستہ بطرف جنوب لس بیلہ جاتا ہے مشرقی دروازہ کو حکمران خان قلات کے احترام کی وجہ سے خانی دروازہ کہتے ہیں۔ قلات شہر کے بازاروں میں ہر قسم کا مال دستیاب ہے کہتے ہیں کہ قلات کے باغات موجودہ حکمران کے والد نے لگوائے ہیں۔ بلوچستان کی اکثر آبادی بلوچ ہے۔ جن کا نسب اور جن کی تاریخ دیگر غیر متمدن قبائل کی طرح مبہم ہے یہ دو گروہوں میں منقسم

① علامہ پوٹنگر نے قلات کے لفظ معنی بیان کئے ہیں قلات بلوچی زبان میں قلعہ کو کہتے ہیں اور شہر کو۔

② تیر کش برجوں میں بندوق چلانے کے سوراخ کو کہتے ہیں جن سے بندوق چلاتے وقت گولی باہر نکلتی ہے۔

Scanned with CamScanner

ہیں جن کا تفصیل بیان کرنا میرے لیے مشکل ہے ان دو برتر گروہوں کے درمیان نمایاں فرق جو میں نے دیکھا، وہ اُن کی زبان اور ظاہری شکل وصورت ہے ان کی شکل وشباہت ان کی زبان کی طرح بالکل مختلف ہے۔ اگرچہ یہ دو جدا اجداد کی اولاد ہیں مگر ان میں آپس میں بکثرت شادیوں سے گھل مل جانے سے دونوں کے خاص خصوصیات کے حامل بچے ایک نئے گروہ کو جنم دے رہے ہیں ویسے تمام آبادی بلوچ کہلاتی ہے جو ان دو گروہوں میں سے کسی ایک کے ساتھ وابستہ ہیں لہٰذا میں ان کو جداگانہ طور پر پرکھنے کے لیے۔ ان میں امتیاز برقرار رکھنے کے لیے ان کو بلوچ اور براہوئی لکھوں گا کمبرانیوں کو کمبر کی وجہ سے کمبرانی کہتے ہیں جو کہ اس کی اولاد ہیں محمود خان۔ جو بلوچستان کا حکمران ہے کمبر ان کا جد امجد ہے۔ قبیلہ کمبرانی رتبہ کے لحاظ سے تین مدارج میں منقسم ہے۔ احمد زئی خانی کمبرانی جب ۱۸۱۰ء میں قلات میں تھا احمد زئی خاندان کے کل سات افراد تھے محمود خان اس کا بیٹا دو بھائی ایک بہن اُن کی پھوپھی، اور چچازاد بھائی طایفہ خانی کا سردار میر مراد علی ہے جو خضدار میں رہتا ہے۔ اس کے خاندان کے افراد بیس تیس کے قریب ہیں۔ باقی قبیلہ کے لوگ کمبرانی کہلاتے ہیں کمبرانی دوسرے قبائل سے رشتہ کرتے ہیں مگر اپنی لڑکیاں دوسرے قبائل کو رشتے میں نہیں دیتے ہیں۔

۱۶ فروری ۱۸۱۰ء :۔ کو ہماری ملاقات کے لیے ایک نہایت خلیق اور قابل احترام شخص آیا جو محمود خان کا داروغہ تھا وہ دو دن قبل کچھ گنداوہ سے قلات پہنچا تھا۔ قلات سے خان کی ضروریات کے لیے کچھ سامان دے جانا چاہتا تھا اس نے ہم سے کہا کہ ان کو اتفاقاً یہ پتہ چلا کہ سندرجی کے دو گماشتے بمبئی سے یہاں آئے ہیں۔ لہٰذا یہ مناسب ہوگا کہ میں ان سے ملوں ہم نے ان سے ہمارے ساتھ

ملاقات کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہم نے ان کو کہا کہ ہم اُن کے آقا کے لیے ان کو ایک خط دیں گے کہ وہ اپنے قلمرو میں چند دن ہمیں ٹھہرنے کی اجازت دیں۔ داروغہ نے کہا کہ میں خوشی سے آپ کی عریضہ اپنے آقا کو پہنچا دوں گا۔ ہم نے داروغہ کو کہا کہ ہمارا سامان۔ آنے پر ہم خان کے لیے کچھ تحفے تحائف آپ کو دیں گے آپ ان کو ہماری طرف سے اُن کی خدمت میں پہنچا دیں۔ مگر داروغہ نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ یہ تحفے آپ اُس وقت خان کو پیش کریں جب وہ خود قلات میں موجود ہوں

۲۲ فروری ۱۸۱۰ء۔ ہمارا سامان قلات پہنچا ہمارے ملازم نے جو سامان کے ساتھ آیا تھا کہا کہ ہمارے سونمیانی کی بندرگاہ سے بطرف قلات روانہ ہونے کے چند دن بعد چھ آدمی جو امیران سندھ کے آدمی تھے وہاں پہنچے تاکہ معلوم کریں کہ ہم کون ہیں اور کس مقصد کے لیے آئے ہیں۔ جب اُن کو پتہ چلا کہ ہم اندرون ملک کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ تو اُن میں سے دو آدمی ہمارے بارے میں واقفیت حاصل کرنے کے لیے بیلہ پہنچے مگر خوش قسمتی سے اُن کے بیلہ پہنچنے سے پہلے ہم وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ لہٰذا وہ جام لس بیلہ کے دربار پہنچے اور ان کو بتایا کہ ہم سندھ کے امیر کے آدمی ہیں یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ سندھی کے گماشتے کس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں۔ جام نے اُنہیں بتایا کہ انہوں نے یہ ضروری نہیں سمجھا کہ وہ اُن سے اُن کے نام اور یہاں آنے کا مقصد دریافت کریں بلکہ افواہ ہے پتہ چلا کہ وہ سندھی کے گماشتے ہیں۔ اُس کے کاروبار کے سلسلے میں قلات چلے گئے ہیں۔ چونکہ امیران سندھ اور محمود خان کے دوستانہ تعلقات تھے لگتا ہے شبہ ہوا کہ ممکن ہے۔ محمود خان امیران سندھ کے کہنے پر ہمیں بلوچستان

سے نکال دے لہٰذا ہم نے بہتر اور مناسب سمجھا کہ قلات سے جلد از جلد نکل جائیں ہم نے قلات میں یہ مشہور کر دیا کہ سندر جی نے پیغام بھیجا ہے کہ ہم جلد از جلد قندھار اور پھر ہرات جائیں وہاں سے جتنے بھی گھوڑے دستیاب ہوں ان کو موسم بہار میں بمبئی پہنچا دیں۔ قلات میں دو افغانوں نے یہ مشہور کر دیا کہ سوداگر نہیں بلکہ جاسوس ہیں اور ان ملکوں کے حالات معلوم کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا اُن کا اس پروپیگنڈا نے ہماری پریشانیوں کو مزید بڑھا دیا۔ بہرحال ان کو ہم نے سمجھا کر خاموش کر دیا۔ وہ ہمارے خلاف یہ پروپیگنڈا کر کے ہم سے کچھ رقم وصول کرنا چاہتے تھے۔

۳ مارچ سنہ ۱۸۱۰ء۔ ہم مصطفےٰ خان کے وارو غہ کو ملنے گئے وہ ہمارے ساتھ نہایت شائستگی سے پیش آیا اور ہم پر مختلف سوالات کئے کہ ہمارا آئندہ پروگرام کیا ہے۔ آیا ہم قلات میں رہیں گے یا شمالی علاقوں کی طرف جائیں گے ہیں کتنے اور کس قسم کے گھوڑوں کی ضرورت ہے۔ آیا ہم خود گھوڑوں کے سوداگر ہیں یا کسی سوداگر کے نمائندہ ہیں۔ وارو غہ کے ان سوالات سے ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ اس کو خان یا اس کے بھائی کی طرف سے ہدایات ملی ہیں۔ کہ یہاں ہمارے آنے کا مقصد کیا ہے۔ بہرحال ہم نے ان کو یہ باور کرایا کہ ہم گھوڑوں کے سوداگر ہیں۔

۶ مارچ سنہ ۱۸۱۰ء: ہم قلات سے روانہ ہوئے ہماری جماعت دو ہندو ملازم اور چار براہوئی شتربانوں پر مشتمل تھی ہمارے قافلے میں پانچ اونٹ تھے۔

۸ مارچ سنہ ۱۸۱۰ء، ہم نوشکی پہنچے قصبہ کے لوگ ہم پر جمع ہو گئے اور ہم کو غور سے دیکھنے لگے ہم نے ہندو گماشتے سے رہبر مانگا۔ اس نے ہمیں ایک

Scanned with CamScanner

رہبر دیا جو ہم کو گرم سیل تک پہنچا دے۔ رہبر معاوضہ چالیس روپے مانگتا تھا جو بہت زیادہ تھا ہم نے چالیس روپے دینے سے انکار کر دیا۔ اسی تذبذب کی حالت میں ایک شخص آیا۔ جو ایرانی معلوم ہوتا تھا اُس نے ہمیں رائے دی کہ سردار کے مہمان خانے جائیں۔ جب سردار آئے گا ہمیں رہبر دے گا۔ چنانچہ اس تجویز کو ہم نے مان لیا اور مہمان خانے گئے وہاں بلوچوں نے ہماری خوب خاطر مدارت کی۔ غروب آفتاب کے وقت سردار نے گرم روٹیاں اور ایک برتن میں گرم دال ہمارے واسطے روانہ کیا۔ پھر سردار ہم سے ملنے آیا۔ ہمیں خوش آمدید کہا ہمیں رہبر دیا ان کا سردار ایل خان تھا۔

۲۵ مارچ ۱۸۱۰ء۔ یہاں سے کرسٹی مجھ سے جدا ہوا اور بطرف قندھار ہرات روانہ ہوا۔

۲۸ مارچ ۱۸۱۰ء میں سراوان خاران پہنچا اس علاقے کا سردار گل محمد خان گرانی ہے یہ شخص خان قلات کو باجگزاری کی رقم نہیں دیتا ہے بلکہ بوقت ضرورت خان کو دو سو جنگی سوار مہیا کرتا ہے سراوان کے شہر میں تقریباً پانچ سو کے قریب گھر تھے شہر کے ارد گرد فصیل ہے اور فصیل میں برج بھی ہیں۔

۲۹ مارچ ۱۸۱۰ء جلالان۔ خرگوشکی۔ جنگٹ کے علاقے سے گزرا جو خاران کے ماتحت ہے۔ ہماری یہ گزرگاہ خاران سے ۴۵ میل دور مشرق جنوب کی طرف واقع ہے۔ اُس کا سردار عباس خان نوشیروانی ہے۔ جو محمود خان کو باجگزار ہے خاران کے اونٹ بہت مشہور ہیں۔

۴ر اپریل ۱۸۱۰ء ہم کلگان پہنچے۔ جو علاقہ مکران کی ایک عجیب و غریب وادی میں واقع ہے۔

۷ اپریل ۱۸۱۰ء میں کلرگان سے عصر کی نماز کے بعد روانہ ہوا۔

۸ اپریل ۱۸۱۰ء کو میں (دگل) کے گاؤں پہنچا۔ جو ضلع دِزک میں واقع ہے دزک کا علاقہ بہت زرخیز اور آباد علاقہ ہے۔ اس کے سات یا آٹھ گاؤں ہیں جن کے جدا جدا نام ہیں۔ مگر مقامی لوگ اس گاؤں کو دِزک کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ رواج بلوچستان میں رائج ہے۔

۱۳ اپریل ۱۸۱۰ء میں ہفتار کے شہر پہنچا۔ مہمان خانے میں اُترا ایک بلوچ دوڑتا ہوا آیا۔ ایک قالین بچھایا مجھ سے میرا نام اور مقصد سفر پوچھا میں نے اُس سے کہا کہ میں ایک سید ہوں اور مشہد کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں۔ پھر علاقے کا سردار مجھ سے ملنے آیا۔ وہ سلیس فارسی بولتا تھا۔

۱۹ اپریل ۱۸۱۰ء کو میں بسماں پہنچا۔ جو ایک چھوٹا سا گاؤں ہے کھجوروں کے جھنڈ میں واقع ہے۔

۲۴ اپریل ۱۸۱۰ء کو میں ریگان پہنچا۔

۲۵ اپریل ۱۸۱۰ء کو ریگان سے میں برجہ آیا۔ اس گاؤں میں تقریباً ۸۰ گھر تھے۔

۲۶ اپریل ۱۸۱۰ء کو میں بُرجہ سے نعیم آباد کے شہر میں وارد ہوا۔ اس شہر کا کمانڈر میرزا کریم خان تھا جو کرد بلوچ تھا۔ میرے شتربان نے کہا کہ ایک دفعہ کریم خان قلات محمود خان سے ملنے آیا تھا۔

۲۷ اپریل ۱۸۱۰ء کو میں جبال کے شہر پہنچا جس کے قریب تین سو آدمی ایک شکستہ دیوار کو تعمیر کر رہے تھے۔

۲۸ اپریل ۱۸۱۰ء کو میں بم کے شہر پہنچا۔

بم کا گورنر سلطف علی خان تھا، میں اُس سے ملا اور اس کو کہا میں ایران میں برطانیہ کے سفیر جنرل میلکام کے پاس جانا چاہتا ہوں اس نے میرے ساتھ رہبر روانہ کر دیا۔

۱۹ اپریل ۱۸۱۰ء کو میں ایک چھوٹے گاؤں میں پہنچا جس کا نام سبزستان تھا رات وہاں گزار دی۔

۳ مئی ۱۸۱۰ء۔ شہر مائن سے گزرا۔ جو کرمان سے تقریباً ۲۲ میل دور مشرق جنوب کی طرف واقع ہے۔

۴ مئی ۱۸۱۰ء۔ میں مائن سے کرمان کے شہر پہنچا اور مجھے بہت خوشی محسوس ہوئی کہ میرا خطرناک سفر نہایت خیریت سے انجام پایا۔ شہر شیراز میں ایک خط قاصد کے ذریعے بریگیڈیر جنرل ملکام کو بھیجا کہ میں خیریت سے کرمان پہنچ گیا کرمان کے گورنر سے ملنے گیا۔ ملاقات کے دوران انکے استفسار پر میں نے کس وجہ سے یہ سفر اختیار کیا۔ میں نے ایک قصہ یوں ہی گھڑ لیا کہ مجھے ہندوستانی فوج کے لیے گھوڑے خریدنے تھے۔ اور اس غرض کے لیے قلات بھیجا گیا تھا وہاں سے مجھے ساحل بلوچستان سے سمندری راستے کے ذریعے جنرل ملکام سے آملنا تھا۔ مگر موسمی حالات ایسے تھے میں یہ سفر نہ کر سکا لہٰذا میں نے خشکی کے راستے سے آنے کا فیصلہ کیا میں ۲۵ مئی تک کرمان میں رہا۔

۲۵ مئی ۱۸۱۰ء کو میں کرمان سے روانہ ہوا راستے میں قاصد نے مجھے ملکام کا خط دیا۔

۲۶ مئی ۱۸۱۰ء کو میں رباط کے گاؤں پہنچا۔

۲۷ مئی ۱۸۱۰ء کو رباط سے قلعہ آغا پہنچا۔

۲۸ مئی ۱۸۱۰ء کو پا قلعہ پہنچا۔

۲۹ مئی ۱۸۱۰ء کو میان کے شہر پہنچا۔ جہاں پہاڑ کے سامنے کے رُخ پر کوئی چار سو کے قریب غار کھودے گئے تھے ۔ غار نما گھر ایک دوسرے کے اوپر بنائے گئے تھے۔

۳۰ مئی ۱۸۱۰ء کو شہر بابک پہنچا۔

۳۱ مئی ۱۸۱۰ء کو رباط پہنچا۔ وہاں سے یکم جون ۱۸۱۰ء کو خون سر آیا۔

۲ جون ۱۸۱۰ء کو خون سر سے موزر آیا۔

۴ جون ۱۸۱۰ء کو شیراز پہنچا گویا بمبئی سے سونمیانی اور سونمیانی سے شیراز تک میں نے ایک ہزار پانچ سو میل کی مسافت طے کی۔ فوراً فارس کے وزیر محمد نبی خان کے محل گیا۔ جس نے مجھے ایک رہبر دیا وہ مجھے لیفٹیننٹ جنرل مدارس نیوا لفنشی کے گھر لے گیا

۶ جون ۱۸۱۰ء کو میں وزیر سے ملا۔ انہوں نے مجھے ۱۱ جون کو شہزادہ محمد علی مرزا فارس کے بیگلر بیگ اور شیراز کے گورنر سے میرا تعارف کرایا۔

۱۱ جون ۱۸۱۰ء کو جان کارمک کے ساتھ میں زرگان پہنچا وہاں سے ۲۷ جون ۱۸۱۰ء کو ہم اصفہان پہنچے یہاں نو دن قیام کیا۔ یہاں کپتان کرسٹی برات سے پہنچا۔ اور مجھ سے ملا۔ جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔

۹ جولائی ۱۸۱۰ء کو مرشد کارمک کپتان کرسٹی اور میں کاشان کے شہر پہنچے جب کاشان سے ہم مینا پہنچے۔ سلطان کے قاصد نے ہمیں ایک خط دیا کہ ہم بمقام مُرفہ جو تبریز سے ۲۰ فرسخ دور جنوب مغرب کی طرف واقع ہے ملیں۔

۱۳ اگست ۱۸۹۱ء کو ہماری یہ جماعت براستہ کرمانشاہ بطرف بغداد پہنچے وہاں سے بذریعہ کشتی دریائے دجلہ کو عبور کر کے بصرہ پہنچے جہاں مجھے اپنے ذاتی منصبی کے لیے تین مہینے رہنا پڑا۔ آخرکار ۱۶ فروری ۱۸۹۲ء کو میں بذریعہ آبی جہاز تیرہ ماہ اور چند روز بمبئی سے غیر حاضر رہنے کے بعد وہاں پہنچا اور اس طویل سفر کے دوران کپتان کرشی نے کل دو ہزار دو سو پچاس میل اور یہ دو ہزار چار سو بارہ میل مسافت طے کی ہے۔ یہ تھا نیزی کا تجربہ کار داستان سفر بلوچستان جو ہم نے مختصراً لیکن جامع صورت میں بیان کر دیا۔

مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام

امیر محمود خان اول کے دور میں (۱۸۹۳ء تا ۱۹۳۱ء) حکمرانی میں مرکزی اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام پولات سنگار تھا۔ جو آدین زراب کا بیٹا تھا امیر محمود خان کے والد نے اپنے آخری دور حکمرانی میں پولات سنگار کو اسلحہ ساز کارخانے کا مدار المہام کا عہدہ سونپا لہٰذا امیر محمود خان نے بھی اپنے دور حکمرانی میں اسے اسی عہدے پر فائز رکھا۔

چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں احداثی سرنگ

امیر محمود خان اول خاندانی روایات کے مطابق جب ۱۸۹۳ء میں مسند امارت بلوچستان پر بیٹھے اپنی مسند نشینی کے چھٹے سال ۱۸۹۸ء میں چشمہ قلات کی ذیلی کاریز کے پچھلے میں اپنے نام سے ایک سرنگ احداث کروائی جو تقریباً آٹھ ماہ میں احداث ہو کر مکمل ہوئی۔

یورپی اقوام کی سمندری راستوں کے انکشاف میں کامیابی

پندرہویں صدی عیسوی کے آخر یعنی ۱۴۹۲ء میں کولمبس نے امریکہ دریافت کیا جو ہسپانوی جہازران تھا۔ اس واقعہ کے بعد پرتگیزی جہاز رانوں نے ہندوستان کا بحری راستہ معلوم کر لینے کے لیے جدوجہد شروع کی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس سے قبل ہندوستانی تجارتی مال بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم کے راستے یورپی ملکوں میں پہنچتا تھا عرب تاجر بحیرہ قلزم پر قابض تھے اور بحیرہ روم پر اٹلی والوں کی اجارہ داری تھی۔ لیکن جب ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مصر بھی فتح کر لیا تو، سمندری تجارت کی قدیم راہیں ترکوں کے تسلط میں آ گئیں۔ لہٰذا یورپی اقوام نے ہندوستان کا کوئی نیا بحری راستہ دریافت کرنے کی تگ و دو شروع کی تاکہ ہندوستان کی نفع بخش تجارت سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ اور ترک ان کی راہ نہ روک سکیں کیونکہ اس دور میں ترک سارے مشرقی یورپ پر قبضہ کر چکے تھے اور ترکی حکومت یورپ پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہی تھی ان کے مقابلے میں یورپی طاقتیں چونکہ مذہباً عیسائی تھیں اور ترک مسلمان تھے۔ لہٰذا وہ ہمیشہ ترکوں سے خائف رہتے تھے۔ اور اس کے رقیب تھے۔ مشہور پرتگالی جہازران (واسکوڈی گاما) راس اُمید کے گرد چکر لگا کر ساحل مالابار کالی کٹ (جو ہندوستان کا حصہ ہے) کے مقام پر لنگر انداز ہوا تو وارد کپتان نے مالابار کے مقامی راجہ زمورن سے تجارت کرنے کی اجازت حاصل کی اور ساحلی علاقے پر اپنی کئی نوآبادیاں قائم کرکے ان کو قلعہ بند کیا۔ ان دنوں عربستان کے تاجر ہندوستان کی بیرونی تجارت سے مالا مال ہو رہے تھے۔ پس عربوں کے اقتدار

پرتگیز کافی عرصہ پریشان رہے لیکن سنہ ۱۵۰۹ء میں پرتگیزوں نے المیڈا کی رہنمائی میں عرب تاجروں اور جہاز رانوں کے خلاف فوجی کارروائی کی اور ڈیو کے قریب ان کو شکست فاش دی۔ اس کے بعد ہندوستانی سمندروں پر پرتگیزوں کا طوطی بولنے لگا۔ ابھی تک کوئی یورپی قوم ہندوستان میں وارد نہ ہوئی تھی پرتگیزیوں کا اقتدار سولہویں صدی عیسوی تک رہا اور اس دوران میں وہ برصغیر کے ساحلی علاقوں پر قابض رہے۔ المیڈا پرتگیزی مقبوضات کا پہلا گورنر تھا۔ اس کے بعد البوقرق پرتگالی مقبوضات کا گورنر بنا۔ اس نے (گوا) فتح کر کے اسے پرتگالی مقبوضات کا صدر مقام بنایا۔ یہ اکیلا شہر بیسویں صدی تک پرتگیزوں کے قبضے میں رہا چند سال قبل بھارت کی حکومت نے پولیس ایکشن کر کے پرتگیزوں کو نکال کر اس پر قبضہ کیا۔

البوقرق نے سنہ ۱۵۱۵ء میں وفات پائی۔ لیکن پرتگالی مقبوضات اس کے بعد بھی وسعت پاتے رہے۔ ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں ان کے اہم مقبوضات کالی کٹ، کوچین گوا، دمن، ڈیو، سالسٹ، بمبئی، چاٹگام اور ہگلی تھے اس کے علاوہ انہوں نے ایران کے ساحل پر ہرمز "ڈنکا" بجایا۔ سماٹرا اور جاوا پر بھی قبضہ کیا ہوا تھا اس زمانے میں سیلون اور ملایا کو (ملاکا) کہتے تھے۔

پرتگیز مذہبی تنگ نظری میں مشہور تھے۔ وہ لوگوں کو زبردستی عیسائی بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ ساحلی علاقوں سے عورتوں اور بچوں کو اٹھا لے جاتے تھے اور انہیں غلام اور کنیز بنا کر دیگر ملکوں میں فروخت کرتے تھے اس کے علاوہ وہ

عہ: ڈیو۔ ہندوستان کے مشرقی ساحل پر ایک بندرگاہ ہے۔

عہ: البوقرق ہے۔ اصل نام

سمندری قزاق بھی تھے۔ اور اسے ابرو مندانہ پیشہ تصور کرتے تھے لہٰذا انہی وجوہات کی بنا پر ہندوستان کے مغل بادشاہ شاہجہان کے عہد (۱۶۲۸ء تا ۱۶۵۸ء) حکومت میں ایک شاہی فرمان کے ذریعے پرتگیزوں کو ہگلی سے نکال دیا گیا بعد میں اورنگ زیب نے بنگال میں اُن کی طاقت کا صفایا کر دیا۔

پرتگیزوں کے نئے حریف

۱۵۸۰ء میں سپین اور پرتگال کا سیاسی اتحاد ہو جانے سے اس نئی حکومت نے امریکہ کی نوآبادیات پہ اپنی توجہ صرف کی اور ہندوستان کے ساحلی مقبوضات اور بحرِ ہند کے جزائر بے حیثیت ہو کر رہ گئے۔ نیز پرتگیزوں کے نئے حریف ولندیزی فرانسیسی، اور انگریز ہندوستان میں وارد ہوئے۔ اور برِصغیر کے باشندوں نے پرتگیزی اثر کو زائل کرنے کے لیے ان حریفوں کی مدد کی کیونکہ مقامی لوگ پرتگیزوں کے ظلم سے بیزار تھے سپین کے زوال کی بدولت ہندوستان کے ساحلی مقبوضات جلد ہی پرتگیزوں کے قبضے سے نکل گئے۔ اور بحرِ ہند سے بھی اُن کی طاقت کا صفایا ہو گیا سترھویں صدی تک صرف گوا، دمن اور دیو اُن کے قبضے میں رہ گئے۔

ولندیزیوں کی آمد

سولہویں صدی کے آخر سے ولندیزی گرم مصالحہ کی تجارت کے شوق میں بحرِ ہند کے جزائر میں وارد ہوئے اور انہوں نے ۱۵۹۸ء تک سورت کو چین سیلون، چنسرہ، قاسم بازار اور پٹنہ میں اپنی تجارتی کوٹھیاں بنالیں۔ ولندیزی قوم نے جاوا کو مشرقی مقبوضات کا صدر مقام بنایا۔ اور آہستہ آہستہ جاوا میں، بحرِ ہند کے تمام

جزائر پر قبضہ کرلیا۔

ولندیزی طاقت کا کمزور ہونا

بنگال میں انگریزوں کے عروج میں آنے سے ولندیزی طاقت کمزور ہوگئی انگریزوں نے ولندیزیوں سے ان کے تمام ہندوستانی مقبوضات چھین لیے لیکن صرف ملایا کے تمام جزیرے ولندیزیوں کے قبضے میں رہے۔ ولندیزیوں نے یورپ میں برطانیہ اور فرانس سے لڑ کر اپنی طاقت ضائع کردی اور ہندوستان سے بھی نکال دیئے گئے۔

انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی

سپین کے جنگی بیڑہ (آرمیڈا) کی شکست جو ۱۵۸۸ء میں واقع ہوئی اُسکے بعد انگریزی تجارت چمک اٹھی۔ چنانچہ سن ۱۶۰۰ء میں لندن کے چند تاجروں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ اور برطانیہ کے حکمران ملکہ الزبتھ ٹیوڈر سے مشرقی تجارت کی اجارہ داری حاصل کی بہرحال ولندیزی حکومت نے جزائر ملایا میں انگریزوں کے قدم جمنے نہ دیئے لہٰذا انگریز تاجر صرف اور صرف ہندوستان سے تجارت کرنے لگے۔

۱۶۰۸ء میں ہاکنس نامی انگریز جہانگیر (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء) کے دربار میں پہنچا اور اُس نے سورت میں تجارتی کوٹھی قائم کرنے کا فرمان حاصل کیا لیکن پرتگالی سازشوں کی بنا پر یہ حکم منسوخ ہوا بعد ازاں ۱۶۱۵ء میں جیمز اول کا سفیر سر ٹامس رو مغلیہ دربار میں آیا اور انگریزی تاجروں کے لیے مراعات

حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ لہٰذا سورت انگریزی تجارت کا صدر مقام بن گیا ۱۶۳۲ء میں انگریز تاجروں نے مسولی پٹم میں اپنا تجارتی مرکز قائم کیا اور شہر مدراس کی بنیاد رکھی۔ لیکن برطانیہ کے اندر سیاسی خلفشار سے ایسٹ انڈیا کمپنی ترقی نہ کرسکی چارلس دوئم کے تخت نشین ہونے پر اس کمپنی کو اپنی حکومت کی جانب سے کئی مراعات ملیں۔ مقبوضات میں کمپنی کا سکہ چل سکتا تھا کمپنی کو صلح و جنگ کا اختیار بھی مل گیا تھا مشرقی غیر آباد کاروں پر حکومت بھی کر سکتی تھی ۱۶۶۱ء میں چارلس دوئم نے پرتگال شہزادی سے شادی کر لی اور اس کی بیوی کو جہیز میں جزیرہ بمبئی ملا۔ لہٰذا چارلس نے یہ شہر ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیا ۱۶۹۰ء میں کمپنی نے بنگال پر کالی کٹ گھاٹ کے مقام پر تجارتی مرکز قائم کیا بعد میں یہیں کلکتہ کا شہر آباد ہوگیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے فرخ سیر کے عہد (۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء) میں ۱۷۱۶ء میں اہم مراعات حاصل کرکے اصلی اقتدار حاصل کیا فرخ سیر نے برطانوی ڈاکٹر ولیم ہملٹن سے علاج کروایا شفا پانے پر خوش ہو کر برطانوی کمپنی کو تمام صوبہ بنگال میں آزادانہ تجارت کی رعایت دے دی۔ اس سے بنگال کی دولت انگریزوں کے قبضے میں چلی گئی۔

فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی

۱۶۶۴ء میں فرانسیسی تاجروں کی بجائے فرانس کی حکومت نے ایک سرکاری مہم مشرقی تجارت کے لیے بھیجی اور ایک سرکاری ادارہ فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے کھولا۔ فرانسیسی کوچین میں لنگر انداز ہونے کے بعد سورت اور مچھلی پٹم میں تجارتی کوٹھیاں بنالیں۔ انہوں نے ۱۶۷۳ء میں بیجاپور کے سلطان سے پانڈی

Scanned with CamScanner

چری کا علاقہ خرید لیا اور تھوڑے سے عرصے میں یہاں ایک بارونق شہر آباد ہو گیا انہوں نے ساحل مالا بار پر ماہی اور بنگال میں چندر نگر کے مقامات پر تجارتی مرکز قائم کر لیے۔ فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی ہندوستان کی تجارت سے خوب نفع کمایا۔ ۱۷۴۲ء میں ڈوپلے برصغیر میں فرانسیسی مقبوضات کا گورنر مقرر ہوا اس نے دکن کی ریاستوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کیے تاکہ ہندوستان پر فرانسیسی حکومت کرنے میں آسانی رہے۔ ڈوپلے کے بعد گوڈیو اس کا جانشین ۱۷۵۴ء میں ہندوستان آیا۔

انگریزی کمپنی اور فرانسیسی کمپنی کی رقابت

اٹھارویں صدی عیسوی میں انگریز اور فرانسیسی ایک دوسرے کے گہرے رقیب تھے ایک دوسرے کے خلاف یورپ میں کئی ایک جنگیں لڑیں ہر دو ممالک نوآبادیات اور تجارتی منڈیوں کے بھوکے تھے ایک دوسرے کا صفایا کرنا چاہتے تھے۔

لہٰذا اٹھارویں صدی میں ۱۷۶۳ء تک دکن میں انگریز اور فرانسیسی محض تاجر نہ تھے بلکہ تجارت کی آڑ میں اپنی سلطنت قائم کرنے کی فکر میں لگ گئے تھے اس صدی میں یہ دونوں یورپی قومیں ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل میں مصروف رہیں۔ جنوبی ہندوستان میں انہوں نے تین جنگیں لڑیں جن کو کرناٹک کی جنگیں کہا جاتا ہے۔ کرناٹک کی تیسری جنگ ۱۷۶۳ء میں ختم ہوئی اور فرانسیسی شکست کھا کر ہندوستان سے بھاگ گئے۔ ان کی رقابت ہندوستان تک محدود نہ تھی۔ یہ دونوں قومیں نئی دنیا یعنی امریکہ اور یورپی محاذ پر ایک دوسرے

کی رقیب تھیں۔ اس صدی میں یہ دونوں قومیں یورپ امریکہ اور ہندوستان میں ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہیں آخر کار انگریز فتح مند ہو کر دنیا کی عظیم ترین طاقت بن گئی

اُمیر محمود خان اول کے ۱۷۹۳ء میں مسند نشین سے پہلے دنیا میں بین الاقوامی سیاسی صورت یہ تھی جو ہم نے تفصیل سے اوپر بیان کی۔ اُن کے دورِ حکمرانی (۱۷۹۳ء تا ۱۸۱۷ء) میں انگریزوں نے مزید طاقت حاصل کی کیونکہ حالات نے ان کا ساتھ دیا۔ وہ جب دنیا کی ایک عظیم ترین طاقت بن گئے۔ تو اس فتح مند قوم نے بعد میں سارے ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔

انگریز قوم کا بحیثیت سپر پاور طاقت کے نمودار ہونا

قدیم زمانے سے خطہ بلوچستان کے مشرق میں سلطنت ہندوستان اور مغرب میں سلطنت ایران واقع تھے۔ کبھی مشرق اور کبھی مغرب سے ان دو سلطنتوں میں سپر طاقتیں وجود میں آتی تھیں۔ اور اس علاقے کی بین الاقوامی سیاست پر حاوی اور اثر انداز ہوتے تھے۔ مگر اُمیر محمود خان اول اُمیر بلوچستان کے دورِ حکمرانی (۱۷۹۳ء تا ۱۸۱۷ء) میں سپر پاور حکومتوں کے جنم لینے کا یہ قدیم طریقہ یک لخت تبدیل ہو گیا۔ اُس کی بڑی وجہ یورپی اقوام کی سمندری راستوں کا انکشاف مختلف علاقوں میں تجارتی منڈیاں قائم کر کے دولت مند ہونا تھا۔ لہٰذا یورپی اقوام بین الاقوامی سیاست پر چھا گئے بلوچستان کے ساحل پر سب سے پہلے پرتگیز آئے جن کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔ چونکہ ۱۵۸۰ء میں سپین اور پرتگال کا سیاسی اتحاد ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نئی حکومت نے نئی دنیا امریکہ کی نو آبادیات

پہ اپنی توجہ صرف کی ہندوستان کے ساحلی مقبوضات سمیت بلوچستان کے ساحل پہ پرتگیزی نوآبادی گوادر اور کلمت بے حیثیت ہو کر رہ گئے اس طرح پرتگیزیوں کی نکالا کو ان کے حریف ولندیزی کا فرانسیسی انگریزوں نے پورا کیا انگریزوں نے پہلے ولندیزیوں کو ہندوستان سے نکالا پھر ان کی رقابت فرانسیسیوں کے ساتھ شروع ہو گئی آخر کار نوبت جنگ تک جا پہنچی ہندوستان میں انگریزوں اور فرانسیسیوں میں کئی ایک لڑائیاں ہوئیں جو کرناٹک کی جنگیں کہلاتی ہیں کرناٹک کی تیسری جنگ ۱۷۶۳ء میں ختم ہو گئی۔ فرانسیسی شکست کھا کر ہندوستان سے بھاگ گئے آخر کار انگریز فتح مند ہو کر دنیا کی عظیم ترین طاقت بن گئے مشرق اوسط اور مشرق بعید میں ان کا ڈھنکا بجنے لگا۔ اور سلطنت برطانیہ سپر پاور طاقت بن کے نمودار ہوئی۔

امیر محمود خان کا سجع مہر

امیر محمود خان اول جب اپنے والد بزرگوار امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کی وفات کے بعد مسند حکمرانی بلوچستان پہ بیٹھے۔ تو انہوں نے اپنا کوئی حکومتی مہر نہیں بنوایا جیسے کہ ان کے دادا امیر عبداللہ خان اور والد امیر نصیر خان اول نے بنائے تھے بہر حال تاریخی لحاظ سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہوں نے اس سلسلے کو کیوں ترک کیا انہیں چاہئے تھا کہ وہ اس دستور کو رواج دیتے اور اپنی مہر بنا لیتے۔

سردار محمد خان شادانی کا کسی پہ حملہ

سردار محمد خان شادانی اور یار محمد زہری کے درمیان کسی قبائلی معاملہ پہ تنازعہ

اٹھ کھڑا ہوا تھا جو رفتہ رفتہ کشت و خون کی صورت اختیار کر گیا سردار محمد خان شاہوانی نے ایک دفعہ اپنے قبیلہ کو جمع کرکے بارو زئیوں پر حملہ کر دیا جس کے بارو زئی اور غیرنگ قبائل نے مل کر سردار محمد خان کا مقابلہ کیا فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی سردار محمد خان کو شکست ہوئی اور اس کے کئی آدمی میدان جنگ میں کام آئے اس سلسلہ میں امیر محمود خان امیر بلوچستان نے شہزادہ امیر مہراب خان کو قلات سے بھاگ پہنچ کر بارو زئیوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے دستہ سراوان کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ چونکہ امیر بلوچستان امیر محمود خان بیمار تھے اور شہزادہ مہراب خان لشکر کی جمع آوری میں مصروف تھا کہ انہیں امیر بلوچستان کی گرتی ہوئی حالت کی تشویشناک اطلاع پہنچی لہٰذا اسی جمع شدہ لشکر کو ساتھ لے کر شہزادہ مہراب خان فوراً گنداواہ پہنچا۔ امیر بلوچستان پر اس وقت کیفیت نزع طاری تھی لہٰذا کسی پر حملے کا پروگرام وقتی طور پر معطل کر دیا گیا۔

امیر محمود خان کی وفات

امیر محمود خان اول بلوچستان پر ۳۲ سال حکمرانی کرنے کے بعد ۲۸ مارچ ۱۸۱۷ء کو اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔ جس وقت خان موصوف فوت ہوئے ان کی عمر تیس سال تھی۔ وہ سال کی عمر میں ۱۸ مارچ ۱۷۹۳ء کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھے تھے۔ وہ گذشتہ چند سالوں سے بیمار چلے آرہے تھے وہ ۱۸۱۷ء کے موسم سرما میں شہزادہ مہراب خان کو قلات میں چھوڑ کر خود گنداواہ تشریف لائے تھے۔ گنداواہ پہنچ کر ان کی طبیعت یک لخت بگڑ گئی امیر محمود خان نے شہزادہ مہراب خان کو قلات سے طلب کیا ابھی تک امیر آ

کتبہ مزار اعلیٰ حضرت میر محمود خان اول امیر بلوچستان

Scanned with CamScanner

خان راستے میں تھے کہ امیر محمود خان کو سردار محمد خان شاہوانی اور کبی کے باروزئیوں کی باہمی لڑائی کی اطلاع ملی اور امیر محمود خان نے شہزادہ مہراب خان کو خاص قاصد کے ذریعے حکم بھیجا کہ گنداواہ آنے کی بجائے بھاگ پہنچ کر دہ سراوان کو جمع کرے اور کبی پر حملہ کر کے باروزئیوں سے سردار محمد خان شاہوانی کی شکست کا بدلہ لے۔ اس سلسلہ میں شہزادہ مہراب خان نے بھاگ پہنچ کر باروزئیوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے دہ سراوان کو جمع کرنا شروع کر دیا لیکن ابھی امیر بلوچستان کی دگرگوں حالت کی تشویش ناک اطلاع پہنچی جمع شدہ سرداروں کو لے کر شہزادہ مہراب خان فوراً گنداواہ پہنچا مگر امیر موصوف پر کیفیت نزع طاری تھی الغرض بدھ کے دن ۲۸ مارچ ۱۸۱۶ء کو امیر محمود خان اول رحلت فرما گئے۔ اُن کی میت کو قلات لا کر شاہی قبرستان میں تزک و احتشام سے دفنایا گیا۔

امیر محمود خان کی خاندانی صورت حال

جب امیر محمود خان امیر بلوچستان منتخب ہوئے تو اُن کے دورِ حکمرانی (۱۷۹۳ء تا ۱۸۱۶ء) میں خاندان احمد زئی کے مندرجہ ذیل افراد تھے۔ امیر موصوف خود امیر محمود خان ان کا سگا بھائی امیر مصطفےٰ خان اور سوتیلا بھائی امیر محمد رحیم خان امیر محمود خان کی مندرجہ ذیل ہمشیرگان بھی زندہ تھیں اور یہ ساری ہمشیرائیں ان کی سگی بہنیں تھیں بی بی سلطان خاتون زوجہ جام میر خان اول عالیانی جام بیلہ۔ بی بی زینب زوجہ امیر کچی خان الثانزئی، بی بی بانو زوجہ امیر ہیبت خان الثانزئی، بی بی شرف خاتون زوجہ امیر مراد علی خان الثانزئی، بی بی ماہ گنج زوجہ امیر چہر خان الثانزئی۔ بی بی ابو

خاتون زوجہ خدا یار خان بارو زئی۔ ان ہمشیرگان میں بی بی زینب صاحبہ بلوچستان کی حکومتی سیاست میں حصہ لیتی تھیں اور بلوچ عوام میں بہت ہر دلعزیز تھیں

امیر سرفراز خان فرزند امیر مصطفےٰ خان و بی بی گنجان دختر امیر مصطفےٰ خان

امیر احمد یار خان فرزند امیر بہرام خان۔

امیر محمود خان امیر بلوچستان نے دو شادیاں کی تھیں سردار رحیم خان چہارم شاہی زئی مینگل کی بیٹی بی بی ہتی سے۔ اس خاتون کے بطن سے امیر مہراب خان ثانی اور امیر اعظم خان تولد ہوئے امیر موصوف کی دوسری شادی قبیلہ زہری کے سردار میر یوسف خان کی بھتیجی بی بی نور بی بی سے ہوئی اس خاتون کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

امیر محمود خان اول کی حکمرانی پر تبصرہ

امیر نصیر خان اول نے جو ایک مضبوط اور مستحکم بلوچ مملکت کی بنیاد رکھی تھی اُسے پنپنے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ انکی وفات کیجدا گئے ولی عہد امیر محمود خان کی عمر صرف سات سال تھی جب بلوچی رواج کیمطابق اسی سات سال کے بچے کو حکمران بننا پڑا لہٰذا بلوچی حکومت کے قبائلی سرداروں نے آپس میں مشورہ کرکے اسی سات سال کے بچے امیر محمود خان کو مسند حکمرانی پر بٹھایا۔ امیر محمود خان کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا اور اخوند فتح محمد وزیر کو ان کا سرپرست اور اتالیق مقرر کیا۔ اگر امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کی وفات کے بعد اُن کا ولی عہد پختہ سن تھا ہوتا اور اپنے والد کے زیر سایہ سیاسی تربیت حاصل کر کے حکمران بنتا۔ تو امیر نصیر خان اول کی اس بلوچی سلطنت کو چار چاند لگ جاتے مگر بلوچوں کی بدقسمتی کی وجہ سے حیف کہ ایسا نہیں ہوا۔

دوسرا المیہ یہ ہوا کہ تبہی وزیر کو اس کمسن ولی عہد اور بعد میں حکمران کا سرپرست

اتالیق مقرر کیا گیا اس کا نام اخوند فتح محمد تھا وہ اپنے اجداد کی طرح مدبر عاقل دانشمند صاحب
فکر و بصیرت نہ تھا حکومت بلوچستان کی مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق اخوند
فتح محمد کی حکومت کے مجلس مصاحبین کے صلاح و مشورہ سے نظام حکومت چلانا
تھا مگر اخوند فتح محمد صاحب تدبیر نہ تھا لہٰذا حکومتی اور سیاسی مسائل پر اس کے دور میں
بلوچ سرداروں کے درمیان بہت اختلافات رونما ہوئے یہ اختلافات اس
وقت منظر عام پر آئے جب امیر بہرام خان احمدزئی نے جو امیر محمود خان امیر بلوچستان
کا چچازاد بھائی تھا تخت قلات کو بزور شمشیر حاصل کرنے کی عملی جدوجہد شروع کی
چونکہ اخوند فتح محمد سربراہ حکومت تھا لہٰذا یہ اس کا فرض اولین تھا کہ حکومت و دشمن
عناصر پر کڑی نگرانی رکھتا تاکہ امیر بہرام خان احمدزئی کو یہ موقع ہی نہ ملتا کہ وہ مسلح
بغاوت بلند کرے مگر اخوند فتح محمد اپنی سربراہی کے منصب کی خوشی میں سیاست
کے سب اصول بھول گئے تھے اور اپنے اقتدار کی توسیع کے فکر میں لگے رہے
امیر بہرام خان احمدزئی جو امیر محمود خان امیر بلوچستان کا کٹر مخالف اور رقیب تھا
محمود کے مقابلے میں بہرام عمر رسیدہ. تجربہ کار اور دانشمند تھا. اخوند فتح کی غفلت
سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کی اردیوں
میں جب امیر محمود خان ڈھاڈر پہنچا تب جا کر اخوند فتح محمد کو امیر بہرام خان کی سیاسی
سرگرمیوں کا پتہ چلا. وہ بہت گھبرا گیا ۱۳ نومبر ۱۸۹۳ء میں اچانک میر بہرام خان نے
ڈھاڈر کے قلعے پر حملہ کیا. بدحواسی کے عالم میں اخوند فتح محمد نے مصاحبین حکومت
سے بغیر مشورہ کے خفیہ طور پر ایک سیدہ خاتون کو قرآن دے کر بہرام خان کے
پاس بطور میڑھ بھیجا مگر اس کا کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا جب سردار ملا محمد رئیسانی کو اخوند
فتح محمد کی اس ذلت آمیز حرکت کا پتہ چلا. وہ اخوند پر بہت ناراض ہوا. لہٰذا اس سردار

ملا محمد رئیسانی دوسرے سرداروں سے مشورہ کرنے کے بعد دوسرے دن صبح ڈھاڈر کے قلعہ کے دروازے کھول کر، میر بہرام خان کے لشکر پر حملہ آور ہوا اگرچہ بہرام خان کا لشکر تعداد میں زیادہ تھا مگر مختصر جنگ کے بعد شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی۔ اور خوف سے جان بچا کر سندھ کی طرف بھاگ گیا۔ گویا سردار ملا محمد رئیسانی کی اس حکمت عملی سے حکومت کا پلہ بھاری رہا اور دشمن کو شکست ہوگئی چاہیئے تھا کہ اس صورت حال کے بعد اخوند فتح محمد کو ڈھاڈر میں قیام کر کے سرداروں کے صلاح و مشورہ کے بعد امیر بہرام خان کی باغیانہ سرگرمیوں کے تدارک کے لیے لائحہ عمل تیار کرتا مگر اس کے برعکس اخوند فتح محمد نے اپنے میں سیاسی فقدان کا ثبوت دے کر بہرام کی اس شکست کو غنیمت سمجھ کر دوسرے دن سرداروں کے اصرار اور مخالفت کے باوجود بلوچستان کے کمسن امیر محمود خان کو ساتھ لے کر قلات کی طرف روانہ ہوا۔ اخوند فتح محمد کی اس بزدلانہ حرکت پر سردار اُس سے ناراض ہوگئے اور اپنی سرداری علاقوں کی جانب چلے گئے چونکہ بلوچستان کا ملک بلوچ کی مملکت ہے امیر بلوچستان کے بعد بلوچ اور ان کے قبائلی سردار اُس کے وارث ہیں۔ اخوند فتح محمد کی اس ہٹ دھرمی اور بزدلانہ حرکت پر سرداروں کو چاہیئے تھا، وہ اس منصب سربراہی سے اخوند فتح محمد کو ہٹاتے اُس کی حیثیت ایک ملازم کی تھی نہ معلوم سرداروں نے کیوں سیاست مداری سے کام نہیں لیا۔ اور رضاکارانہ طور پر حکومت کی وراثت سے دستبردار ہوگئے یہ اُن کی بڑی سیاسی غلطی تھی۔ ان سیاسی حالات سے بلوچستان کی مرکزی حکومت کمزور ہوگئی جس کے نتیجے میں سندھ کے تالپر بلوچ حکمرانوں نے ۸، جولائی ۱۷۹۵ء میں کراچی پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ امیر محمود خان کے دور میں یہ نوری نصیر خان کی مملکت کا پہلا ٹکڑا ہے جو بلوچستان سے ہمیشہ کے لیے کٹ گیا۔

سرداروں کی خودسری

امیر محمود خان کے دورِ حکمرانی میں قبائلی سرداروں میں ایک گونہ خودسری کا رجحان پیدا ہوا جس نے قومی ڈسپلن کو بہت نقصان پہنچایا بلوچستان سے ایک بین الاقوامی شاہراہ گزر کر سونمیانی کی بندرگاہ پر ختم ہوتی تھی چنانچہ امیر محمود خان کے دورِ حکمرانی میں قبیلہ بیزنجو اور قبیلہ بزنجو اپنے علاقوں سے گزرنے والے قافلوں پر ٹیکس عائد کیا جو اصول کے خلاف تھا۔ اور یہ معاملہ بین الاقوامی نوعیت کا تھا۔ آخرکار امیر محمود خان نے ان دونوں قبیلوں کو سرزنش کی اور انہیں ٹیکس عائد کرنے سے روکا۔

امیر محمود خان کی آرام طلبی

امیر محمود خان امیر بلوچستان کی آرام طلبی نے بھی بلوچی مملکت بلوچستان کو بہت زک پہنچایا ہے۔ اُس کی مثال یہ ہے کہ ۱۰ اگست [illegible] کو میر عبداللہ مینگل نے کلان میں بغاوت کرکے حکومت کی طرف سے بیچ کے گورنر کو برطرف کرکے خود حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔ مگر اس بڑے واقع کے سرزد ہونے کے باوجود اس کا ردعمل نہیں ہوا بلکہ امیر بلوچستان اور حکام کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی حکومت کی اس عدم توجہی کو دیکھ کر ۱۱ اکتوبر کو سردار خاران میر عباس سوئم نوشیروانی نے پنجگور کے علاقے میں داخل ہوکر گئی ایک دیہات پر قبضہ کیا اس واقع پر بھی امیر محمود خان اور ان کا وزیر اخوند فتح محمد حرکت میں نہیں آئے بلکہ ان دونوں غلط کاروں کے تادیب سے گریز کیا کہ کون اتنا جنجال کرکے لشکر جمع کرے زاد و راہ کا بندوبست کرے۔ گھوڑوں پر سفر کی تھکان برداشت کرے۔ لہٰذا امیر محمود خان

اور اُن کے وزیر اخوند فتح محمد نے ان دونوں واقعات پر سیاسی تجاہل عارفانہ سے کام لے کر خاموشی اختیار کی جیسے کہ کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ بنابراں آہستہ آہستہ ملک میں طوائف الملوکی جڑ پکڑ نے لگی مملکت بلوچستان کے طاقتور ہمسایوں نے اُس کے کافی علاقوں کو ہڑپ کر لیں گئیں۔

اُمیر محمود خان کی پیر پرستانہ ذہنیت

اُمیر نصیر خان اول کے بلوچی سلطنت کی زوال کا ایک بڑا سبب اُس کے جانشین اُمیر محمود خان اول کا پیر پرستانہ عقیدہ تھا اس سلسلے میں وہ ایک بزرگ روح اللہ کے مرید تھے۔ وہ روح اللہ کے دام تزویر میں اس طرح پھنستے چلے گئے کہ ان کے لیے اس جال سے نکلنا مشکل ہو گیا۔ روح اللہ اُمیر محمود خان پر اتنے حاوی ہو گئے کہ وہ ان کے کہنے پر راہبانہ زندگی بسر کرنے پر بھی تیار ہو جاتے تھے۔ اُمیر مصطفےٰ خان اُمیر محمود خان کے سگے بھائی تھے۔ وہ ایک دلیر اور جوان مرد آدمی تھے انہیں پیر پرستی سے سخت نفرت تھی انہوں نے اپنے بھائی اُمیر محمود خان کو بہت سمجھایا کہ روح اللہ کے دام فریب سے نکل جائے جو بلوچستان میں راسپوتین کا کردار ادا کر رہا تھا مگر بھائی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ آخر کار اُمیر مصطفےٰ خان نے یہ فیصلہ کیا کہ پیری مریدی کی بدعت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا چاہئے تاکہ ملک کے لوگوں کو راہبانہ زندگی گزارنے سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا ملے۔ انہوں نے ۱۱ جولائی ۱۹۰۹ء کو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روح اللہ کے مسکن پر جا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اخوند فتح محمد کی ریاکاری

لوکر بلوچستان کے قبائلی مجلس شوریٰ نے امیر محمود خان کو سات سال کی عمر میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا اور اخوند فتح محمد وزیر کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ ملا اخوند نے امیر محمود خان کی صحیح تربیت نہیں کی جس کی وجہ سے وہ نا اہل حکمران ثابت ہوا۔ اخوند فتح محمد محض اپنے وقار کو قائم رکھنے کے لیے حکومت کی مضبوط بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا تھا جس میں امیر بلوچستان کی حیثیت ایک کٹھ پتلی کی سی تھی چونکہ امیر محمود خان بچپن سے اخوند فتح محمد کے زیر تربیت رہا تھا لہٰذا وہ اُس کے بہت زیر اثر تھا۔ اخوند فتح محمد کے مقابلے میں اگر کوئی دوسرا درباری مشیر مشورہ دیتا، اُس کا امیر محمود خان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

دربار قلات کے نا اہل اُمرا

امیر محمود خان کے دورِ حکمرانی میں گھٹیا اور کم ظرف قسم کے لوگ دربار میں جمع ہو گئے تھے لہٰذا امیر محمود خان آمیر بلوچستان کو ان کے حواری کم ہمتی اور بزدلانہ افعال کی طرف رغبت دلانے کی کوشش کرتے تھے۔ اخوند فتح محمد نے امیر محمود خان کو تن آسانی اور عیش و عشرت کی زندگی کی تربیت دی تاکہ وہ لہو و لعب میں مصروف رہے اور اخوند فتح محمد خود مختار ہو کر اپنے من کے مطابق حکومت چلاتا رہے چونکہ امیر محمود خان مردِ میدان نہ تھا۔ لہٰذا اس کے پاس کم ہمت اور خود غرض لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔

بلوچ سرداروں کی عدم توجہی

اُمیر نصیر خان اول کی وفات کے بعد اُن کی بلوچ مملکت کی شکست و ریخت کے دیگر عوامل کے علاوہ ایک بڑی وجہ بلوچستان کے حکومتی معاملات میں بلوچ سرداروں کی حکومتی کاموں میں عدم دلچسپی تھی جس کی زندہ مثال یہ ہے جب کہ سرداروں نے متفقہ طور پر اخوند فتح محمد کو اُمیر محمود خان اُمیر بلوچستان کا سربراہ مقرر کیا۔ بعد میں اخوند نے بے راہ روی اختیار کی۔ وہ ایک ملازم تھا سرداروں کو چاہیئے تھا اُسے اس منصب سے ہٹا کر اپنے ایک بزرگ اور مدبر سردار کو اُمیر بلوچستان اُمیر محمود خان کا سربراہ مقرر کرتے پھر بلوچستان کی حکومتی حالات اس طرح نہیں بگڑتے۔ اس دور میں سرداروں کو وہی کردار ادا کرنا چاہیئے تھا جو ان کے اجداد نے اُمیر عبداللہ خان کے دور حکمرانی (۱۷۱۵ء تا ۱۷۳۱ء) میں ادا کیا۔ جب کہ اُمیر عبداللہ نے جھر ندو داجل میں قیام کرنے پر اصرار کیا مگر سیاسی حالات ایسے تھے کہ قبضہ کے بعد انہیں وہاں سے نکل جانا چاہیئے تھا چنانچہ قبائلی سرداروں نے اُن کے خیمے کے منیخیں اکھاڑ کر انہیں یہ احساس دلایا کہ وہ اپنا اُمیر نہیں ہے بلکہ جس قوم کے نمائندوں نے اُسے یہ منصب دیا ہے۔ وہ اُن کا اُمیر ہے۔ ان کو اپنے منتخب کنندگان کی رائے ماننا پڑے گی اس واقعہ کے بعد اُمیر عبداللہ خان جھر ندو داجل سے روانہ ہوا تھا۔ جب اُمیر میرو میر والی بلوچ نے بلوچوں کی چوتھی حکومت کی بنیاد سن ۱۴۱۰ء میں رکھی اس وقت سے لے کر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کے دور ۱۷۹۳ء تک جو اُمیر میرو بلوچ کا ۲۷ واں جانشین تھا یہ دور تقریباً چار صدیوں پر محیط ہے۔ یہ بلوچی مملکت ترقی

کر دی گئی. تو اس تمام دور میں بلوچ قومی جذبہ سے سرشار تھے. بلوچوں میں قومیت کی روح زندہ تھی سب کے سب ایک غرض اور ایک مقصد کے لیے متحد تھے ان میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا تھا. لیکن اصل مقصد پر جو بلوچ قوم کو زندہ رکھنے کا تھا، سب متفق تھے. امیر میر و میروانی بلوچ امیر تھے مگر نظام حکومت ان کے تمام صاحب تدبیر و سیاست دان اُمرائے بلوچ کے مشورہ سے چلتا تھا جنہوں نے بلوچ مملکت کو اپنے خون سے سینچا تھا. اس لئے اُن کی عزیز ترین متاع بلوچیت اور بلوچ مملکت تھی. اُمیر نصیر خان اول کے دور (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء) میں بلوچوں کی نئی پود اُبھر رہی تھی. جن میں اپنے اسلاف کا سا اخلاص اور سچا جوش و ولولہ نہ تھا جس کی بدولت ہر قیمت پر بلوچی روایات کو برقرار رکھنا تھا. ان عوامل کی وجہ سے اُمیر محمود خان کے دور حکمرانی سے بلوچ مملکت میں شکست و ریخت کے آثار نمایاں ہونے لگے. جسے ہم بلوچ قوم کی اس پوری حکومت کا پہلا زوال تصور کرتے ہیں۔

ضمیمہ اول

یہ ضمیمہ اُن کرد قبائل کا ہے جو دورِ حاضر میں مشرقِ وسطیٰ کے مختلف مملکتوں میں سکونت پذیر ہیں۔ جن کا تذکرہ تاریخ مردوخ جلد اول میں مصنف جناب حضرت آیت اللہ آقای شیخ محمد مردوخ کردستانی نے ردیف وار کی ہے۔ چونکہ کتاب "تاریخ بلوچ و بلوچستان کی جھلکیاں" کی بنیادی ماخذ تاریخ مردوخ جلد اول ہے۔ اس لئے ان کرد قبائل کے اسما کو بطور ضمیمہ کتاب ہذا میں شامل کرنا ضروری ہے۔

تاریخ مردوخ جلد اول کی باب دوئم جو چار حصوں میں منقسم ہے حصہ چہارم جس کا عنوان ہے "دربیان کردستان و نفوس و طوایف کرد" مصنف "طوایف فرعی کرد" کے بارے میں یوں رقمطراز ہوتا ہے۔ "کرد ملت کی تقریباً اس وقت پانچ سو طایفے ہیں۔ جو کردستان کے علاوہ قرب و جوار کی ممالک میں منتشر ہوکر سکونت پذیر ہوئے ہیں۔ اگرچہ مسعودی، اصطخری ابن حوقل۔ مقدسی جیسے نامور مورخین نے کردوں کا تذکرہ کیا ہے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اتنی وضاحت اور تفصیل سے ان کا بیان نہیں کیا ہے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ کرد ملت کے ان تمام قبائل کا حروف تہجی کے رو سے ذکر کروں جو نسلی لحاظ سے کرد ہیں اور انکی نسلی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔"

۵۰۷ لے

(ا)

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱	آقا نیکان	در بند بتلیس بوتان - موش الفزه	پانچ ہزار گھرانے
۲	آخر سوری	گرمیر کردستان	پچاس گھرانے
۳	آخ چشمی	مغربی سیواس	تین سو گھرانے
۴	آدرگانی	فارس - کرمان	
۵	آدمانی	بایزید	ایک سو اسی گھرانے
۶	آرتوسی	رالقوش - ناخوم موصل ترکیہ	چار ہزار گھرانے
۷	آزاد بختی	خرم آباد ولغان	
۸	آزاد دختی	فارس	

۹	آشیشارت	خربوت ۔ جبہ زانا	پانچ سو گھرانہ
۱۰	آکو	اربیل	ایک ہزار گھرانہ
۱۱	آلاک	فارس	
۱۲	آلیکانی	مختلف مقامات کردستان	ایک سو پچاس گھرانہ
۱۳	آمرزان	سیورک	پچاس گھرانہ
۱۴	آیدو	موصل	سو گھرانہ
۱۵	ابوطاہر	موصل	اسی گھرانہ
۱۶	آجاخی	کری ۔ جہا آباد کردستان	
۱۷	احمدذیلی	سنن داج کردستان	

۱۸	احمدوند	مقام بہروند	
۱۹	اختیارالدینی	بانہ بلوک	
۲۰	اردلان	سنندج (کردستان) طہران	
۲۱	آروک	آماسیہ۔طوقات	چار سو گھرانہ
۲۲	آزل	مقام موش	
۲۳	اسحاق	فارس	
۲۴	اسماعیل عزیزی	ایران و عراق	چھ سو گھرانہ
۲۵	اشتم ہاری	فارس	
۲۶	اشنویہ	لاہیجانی	
۲۷	الخاص	حلب علاقہ شام	پانچ سو گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۸	آیا	خربوت	
۲۹	امای	جبال ردو	ستر گھرانہ
۳۰	اسپارلو	عراق عجم	
۳۱	اوراحی	اورامان	دو ہزار گھرانہ
۳۲	آیدروق	سیروان	
۳۳	ایناخی	جبل زاگروس	
۳۴	ایوبیان	کرکوک	
۳۵	ایرت وند	دلغان	ایک ہزار گھرانہ

ب

۳۶	باباجانی	بین النہرین	آٹھ سو گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۷	بابان	سلیمانیہ	
۳۸	باجلان	قصر شیرین	تیرہ سو گھرانہ
۳۹	بادہ لی	اشکرد	سترہ سو گھرانہ
۴۰	بادیان	جزائر	
۴۱	باران	سیورک	
۴۲	بارنان	ناب بزرگ	دو ہزار سات سو پچاس گھرانہ
۴۳	بارلیسان	جبال ذکر	
۴۴	بازوکی	تہران و قزوین	پانچ ہزار گھرانہ
۴۵	بازنگی	طازکرد	ستر گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن ۔ او	تعداد
۴۶	بازین جان	اصفہان	
۴۷	باسیر	شہرزور و شام	
۴۸	باشانی	ملازگرد ۔ آلشکرد	
۴۹	باشناوی	موصل	
۵۰	باشوکی	روان سر	
۵۱	باکیلی	فارس	
۵۲	بالابرانی	غربی فرات	پانچ سو ساٹھ گھرانہ
۵۳	بالاوند	حلیلان	تین سو گھرانہ
۵۴	بالاگریوہ	کرمان شاہ	
۵۵	بابک	اربیل	ایک ہزار دو سو گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۵۶	بارکان	بالکان	تین سو گھرانہ
۵۷	بابان	خوئی	ستر گھرانہ
۵۸	بال وند	فارس	
۵۹	بانہ	مکبرک	تین ہزار پانچ سو گھرانہ
۶۰	بارہ زر	خراسان	
۶۱	بختی	کردستان	تین ہزار گھرانہ
۶۲	بختیاری	کرمان شاہ، اصفہان، خوزستان	سات ہزار گھرانہ
۶۳	جبری	ایران - عراق	
۶۴	جبلاسیان	ایران	
۶۵	براہوئی	بلوچستان، افغانستان، الونہ، سندھ	تین سو ہزار گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۶۶	برادوست	مقام سروا ندوز	تین ہزار گھرانہ
۶۷	بُراز	کردستان	تین سو گھرانہ
۶۸	براز مخشی	فارس	
۶۹	برازیہ	سروج	نو ہزار گھرانہ
۷۰	برزنجی	کرکوک	ایک ہزار پانچ سو گھرانہ
۷۱	بِرکیلی	جنوبی بقتر شہر	ایک ہزار گھرانہ
۷۲	برواری	شمالی رود کارہ	ایک ہزار سات سو گھرانہ
۷۳	بریزائی	وان	نو سو گھرانہ
۷۴	بُشتری	دیار بکر	
۷۵	بگمان	دیار بکر	پانچ سو گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
٧٦	بکباس	مہا آباد	
٧٧	بجیکار	مقام جول مرگ	ایکاسی گھرانہ
٧٨	بلیکان	مقام موش	چھ ہزار گھرانہ
٧٩	بلیکانی	مقام مرعش	دس ہزار نفوس
٨٠	بلبل وند	منگوشران کرکوک	تین سو گھرانہ
٨١	پنڈار مہدی	فارس	
٨٢	بندہ داگی	فارس	
٨٣	بورہ کہ	زاب عراق عرب	چارسو پچاس گھرانہ
٨٤	برزیکان	کردستان - عراق	ایک سو اسی گھرانہ
٨٥	بری	مقام اربیل	ایک سو پچاس گھرانے

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
٨٦	بہادینان	کردستان	
٨٧	بہاروند	مقام سیاہان	ایک ہزار گھرانہ
٨٨	بہتونی	کرمان شاہ	ایک ہزار گھرانہ
٨٩	بھیرمانہ	مقام خرلوت	پانچ سو گھرانہ
٩٠	پیبانی	کرکوک	چارسو گھرانہ
٩١	بیتیاوند	مقام غربی سنبل	
٩٢	بیران وند	درہ چینی دھرو	دس ہزار گھرانہ
٩٣	بیتیاوند	کرمان شاہ	
٩٤	بیشروند	مقام دلغان	

پ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۹۵	پاپی	مقام سبزوار	ایک ہزار گھرانہ
۹۶	پاتاق	کرمان شاہ	
۹۷	پازوکی	مقام روان سر	
۹۸	پالانی	کرکوک خانقین	تین سو پچاس گھرانہ
۹۹	پائیرہ وند	کرمانشاہ	آٹھ سو گھرانہ
۱۰۰	پچنا وند	خراسان	
۱۰۱	پرپیشہ	مقام اسفند آباد	ایک ہزار گھرانہ
۱۰۲	پسانی	کردستان	
۱۰۳	پشدری	مقام ماوت مرگہ	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۰۴	پچنیان	مقام موش	نو سو گھرانہ
۱۰۵	پنیانیشی	شرقی اروپیہ	ایک ہزار گھرانہ
۱۰۶	پنیجاری	مقام غزلی موش	چار سو پچاس گھرانہ
۱۰۷	پوران	دیار بکر	بائیس گھرانہ
۱۰۸	پیران	مہا آباد	چھ سو گھرانہ
۱۰۹	پیزان	مہا آباد	تیس گھرانہ
۱۱۰	پیزبائی	ارض روم	سات سو گھرانہ

ٹ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۱۱	تاپیان	مقام وان	تین سو گھرانہ
۱۱۲	تارابی	مقام پشتکوہ	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مقام سکنہ	تعداد
۱۱۳	تاری مراوی	مقام سکنہ	سو گھرانہ
۱۱۴	تاکول	مقام وان	چار سو پچاس گھرانہ
۱۱۵	تالوانی	کرکوک	ایک ہزار پچاس گھرانہ
۱۱۶	تامرانی	فارس	
۱۱۷	تمے گوزی	مقام بلوک	پچاس گھرانہ
۱۱۸	تاتیشہ	مقام روان سر	
۱۱۹	تبسکی	مقام قمرانیہ	
۱۲۰	ترخانی	مقام روان دوز	
۱۲۱	ترعانی	لرستان	سات ہزار گھرانہ
۱۲۲	تلیشہ	مقام کوکار	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۲۳	تُرقوزہ	مقام سَنن دُژ	تین سو گھرانہ
۱۲۴	تعقوبی	مقام قزوین	سو گھرانہ
۱۲۵	تیریکان	دیاربکر و الفرہ	چھ سو پچاس گھرانہ
۱۲۵ الف	تیلشانی	کرکوک	پچاس گھرانہ
۱۲۶	تیلکوئی	مقام ھوباتو	سات سو گھرانہ
		(ج)	
۱۲۸	جاف	مقام سلیمانی	بارہ ہزار گھرانہ
۱۲۹	جاکیہ	فارس، کردستان	
۱۳۰	جباری	کرکوک	پانچ سو گھرانہ
۱۳۱	جبارکی	کردستان	
۱۳۲	جبرائلی	مقام از تفلیس و سوش	دو ہزار گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۳۳	جزی ریان	مقام کوزگیل	تین ہزار گھرانہ
۱۳۴	جلال وند	کرمان شاہ	
۱۳۵	جلالی	آذربائیجان	ایک سو گھرانہ
۱۳۶	جکی کائی	وان مرعش	
۱۳۷	جلیلی	فارس	
۱۳۸	جلیل وند	مقام۔ دینور	تین سو گھرانہ
۱۳۹	جمور	ہمدان	پانچ سو گھرانہ
۱۴۰	جوانی	ایران کردستان	
۱۴۱	جوردکی	مقام خرم آباد	چھ سو گھرانہ
۱۴۲	جوردی کائلی	مقام خوزنج حصار	بائیس گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۴۳	جوزکان	موصل	
۱۴۴	جوزی کان	ہمدان	
۱۴۵	جولامرگ	کردستان	تین ہزار گھرانہ
۱۴۶	جہاں باگلی	مقام آفیون ترکی	پانچ ہزار گھرانہ
۱۴۷	جیگان	گرجستان	
		(چ)	
۱۴۸	چاپکسان	مقام سیومرک	
۱۴۹	چاردولی	مقام ملبوک	بائیس گھرانہ
۱۵۰	چکوانی	کردستان	
۱۵۱	چمشگزگ	خراسان	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۵۲	چگنی	مقام سفید رود	تین ہزار گھرانے
۱۵۳	چمی چیہ	مقام کرہ داغ	
۱۵۴	چیلی	عراق	
		(ح)	
۱۵۵	حاجی بائی	مقام قیصری	تین سو گھرانے
۱۵۶	حریری	مقام اربیل	
۱۵۷	حسن وند	مقام ملاذ کرد	چار ہزار بائیس گھرانے
۱۵۸	حسنان لو	ترکی، عراق، ایران	تین ہزار گھرانے
۱۵۹	حسنویہ	کردستان	
۱۶۰	حسینی	جزیرہ ابن عمر	پانچ سو گھرانے

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۶۱	حسارن	ایران، ترکی، عراق بلوچستان	
۱۶۲	حفتیان	مقام روان دوز	
۱۶۳	حکاری	سلیمانیہ، عمادیہ	چار ہزار گھرانے
۱۶۴	حمدی کان	مقام ملاز گرد	
۱۶۵	حمیدی	کردستان، عراق	
۱۶۶	حوتان	مقام بوتان	تین سو گھرانے
۱۶۷	حوسر	مقام زودر	
۱۶۸	حیدران لی	ارو میہ و موش	دو ہزار گھرانے
۱۶۹	حسنان لی	مقام ملاذ گرد	چار ہزار بائیس گھرانے
۱۷۰	حیدری	مہا آباد	ایک ہزار پانچ سو گھرانے

خ

۱۷۱	خاتون ارغلی	مقام بوز غاو	چارسو گھرانہ
۱۷۲	خانزائی	دیاربکر	پچاس گھرانہ
۱۷۳	خالتی	کردستان	
۱۷۴	خالوندی	مقام خزاجان	ایک سو گھرانہ
۱۷۵	خالکانی	مقام قوچ حصار	چارسو گھرانہ
۱۷۶	خانی	مقام خوشاب	ایک سو اسی گھرانہ
۱۷۷	خانیان	مقام بایزید	
۱۷۸	خزات	کردستان	
۱۷۹	خسروی	فارس	
۱۸۰	خضران لو	آذربائیجان	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۸۱	خفتیان جسے خفتیان بھی کہتے ہیں جس کا ذکر ہو چکا ہے		
۱۸۲	خوشناؤ	مقام شقلاوا	دو ہزار گھرانہ
۱۸۳	خیزان	بین النہرین عراق	
۱۸۴	خیلانی	مقام اربیل	بائیس گھرانہ
۱۸۵	خالی	اصل میں جلالی قبیلہ ہے جو سہواً خالی لکھا گیا ہے	
		(د)	
۱۸۶	داخوری	مقام قورعابدین	
۱۸۷	داسنی	عراق	
۱۸۸	دال وند	مقام پیشکوہ	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۸۹	داؤدی	کرکوک	ایک ہزار گھرانہ
۱۹۰	دایا جیلان	شام	
۱۹۱	دراجی	مقام گاؤسرود	چار سو گھرانہ
۱۹۲	دشتی	مقام پُشتکوہ	
۱۹۳	دلغان	مقام خاؤ	چھ سو گھرانہ
۱۹۴	دلوئی	کرکوک	چھ سو گھرانہ
۱۹۵	دلیکانی	مقام مرعش	بیس گھرانہ
۱۹۶	دُنبلی	عراق	
۱۹۷	دیشکی	ایران، عراق	ایک ہزار گھرانہ
۱۹۸	دوزانی	مقام کوئی	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۱۹۹	دودری	وران	چار سو گھرانہ
۲۰۰	دوسوئی	مقام جوان رود	سو گھرانہ
۲۰۱	دوسکی	موصل	ایک ہزار بیس گھرانہ
۲۰۲	دوخانی	مقام مرعش	دو سو پچاس گھرانہ
۲۰۳	دوم	مقام سنہ	دو سو گھرانہ
۲۰۴	دہ لوئی	پہلے ذکر ہو چکا ہے	
۲۰۵	دھوک	مہا آباد	تین ہزار گھرانہ
۲۰۶	دیار بکری	دیار بکر	چھ ہزار گھرانہ
۲۰۷	دیر سعلی	دیار بکر	چار ہزار گھرانہ
۲۰۸	دیرکوند	مقام کیا لان	دو ہزار گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۰۹	دیزہ	مقام اربیل	چھ ہزار گھرانے
۲۱۰	دیلمی	مازندران	اسی ہزار گھرانے
۲۱۱	دینارسی	مقام جولمرگ	پانچ سو گھرانے
۲۱۲	دینارونذ	مقام گنجشکوہ	
		(ر)	
۲۱۳	راسنی	مقام عقر	تین ہزار گھرانے
۲۱۴	رامانی	فارس	
۲۱۵	رحمٰن بگی	مقام رودانسر	
۲۱۶	رشکوتانی	دیار بکر	پانچ سو گھرانے
۲۱۷	رشوان	ارزروم اشتگی	ستر گھرانے

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۱۸	رشوند	قزوین	پانچ سو گھرانہ
۲۱۹	رشتہ وند	آذربائیجان	
۲۲۰	رودبکی	کردستان عراق	
		(ز)	
۲۲۱	زارادی	مقام اربیل	تین سو گھرانہ
۲۲۲	زازا	مقام سیورک	ایک ہزار گھرانہ
۲۲۳	زافران لی	خراسان مشہد	
۲۲۴	زایادی	فارس	
۲۲۵	زایکی	عراق	
۲۲۶	زردوئی	کرمانشاہ	پانچ سو گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۲۷	زرزا	اورمیہ	پانچ سو گھرانے
۲۲۸	زرنار	مقام رستاق	پانچ ہزار گھرانے
۲۲۹	زرق	عراق	
۲۳۰	زکری	عراق	
۲۳۱	زند	کردستان	
۲۳۲	زنگنہ	کرکوک۔ خانقین افغانستان بلوچستان	چار سو پچاس گھرانے
۲۳۳	زیباری	موصل	ایک ہزار دو سو گھرانے
۲۳۴	زیریکانی	مقام خفس والقرہ	چھ ہزار گھرانے
۲۳۵	زیلانی	مقام الشکرد	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۳۶	زینل وند	مقام پشتکوہ	
		(س)	
۲۳۷	سابولی	آذربائیجان	
۲۳۸	ساتیاری	مقام روانسر	چھ سو گھرانے
۲۳۹	ساراتی	آذربائیجان	
۲۴۰	سارمی	عراق	چار سو گھرانے
۲۴۱	ساسونی	عراق	
۲۴۲	ساکرد	عراق	تین سو گھرانے
۲۴۳	سالانی	فارس	
۲۴۴	سالونی	فارس	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۴۵	سبائی	فارس	
۲۴۶	سپرتی	مقام زناخو	ستر گھرانہ
۲۴۷	سپیکانی	وان	تین ہزار گھرانہ
۲۴۸	سفاسی	فارس	
۲۴۹	شگور	کردستان	
۲۵۰	شگوند	مقام لنجگوہ	چار ہزار گھرانہ
۲۵۱	شلدورنہ	آذربائیجان	دو ہزار گھرانہ
۲۵۲	شلشلہ	مقام خاروالشز	
۲۵۳	سلیمانی	مقام میافارقین	
۲۵۴	سلیوان	مغربی موش	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۵۵	سنجاری	کردستان، سیستان مکران	دو ہزار پانصد گھرانہ
۲۵۶	سنجار	مقام سنجار	
۲۵۷	سندی وگل	موصل	دو ہزار گھرانہ
۲۵۸	سورانی	کردستان	
۲۵۹	سورچی	اربیل	تین سو گھرانہ
۲۶۰	سورسوری	سقز داج	دو سو گھرانہ
۲۶۱	سورکیشلی	دیار بکر	پانچ سو گھرانہ
۲۶۲	سوری میری	مقام خانقین	دو ہزار دو سو پچاس گھرانہ
۲۶۳	سوری	کردستان عراق	
۲۶۴	سوسنی	جہا آباد	ایک ہزار گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۶۵	سولی	آذربائیجان	
۲۶۶	سویدی	عراق	
۲۶۷	شہرزنیان	عراق	
۲۶۸	سیری	فارس	
۲۶۹	سندی	کردستان	
۲۷۰	سیف کانی	مقام خالکانی ۔	پانچ سو گھرانہ
۲۷۱	سیناں	مقام مغربی جنوب	
۲۷۲	سینا مینز ل	مقام ملاطیہ	دو ہزار یا پانچ سو گھرانہ
۲۷۳	سیلوکان ۔	مقام دشت مرش	نو سو گھرانہ

ش

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۷۴	شادان جان	کردستان	
۲۷۵	شادلو	مقام بجنورد	اٹھارہ ہزار گھرانے
۲۷۶	شادرلی	آذربائیجان	تین ہزار گھرانے
۲۷۷	شاری	مقام زاب بزرگ	ایک ہزار گھرانے
۲۷۸	شاہجان	ہمدان	پانچ ہزار گھرانے
۲۷۹	شاہ قبادی	مقام جوان رود	پچاسی گھرانے
۲۸۰	شاہکانی	فارس	
۲۸۱	شاہ صوری	مقام لیلاخ	ایک سو گھرانے
۲۸۲	شاہرنی	فارس	

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۸۳	شاحیاری	فارس	
۲۸۴	شَبان	مقام بشتکوہ	
۲۸۵	شرفیانی	کرکوک	سات سو گھرانہ
۲۸۶	شکاک	سلیمانیہ۔ارومیہ	چھ ہزار گھرانہ
۲۸۷	شکرل	مقام موش	
۲۸۸	شمیگی	مقام دیترہ	نو سو گھرانہ
۲۸۹	شَوان	کرکوک ۔ زنانقین	دو ہزار گھرانہ
۲۹۰	شُوانکارہ	فارس	
۲۹۱	شوھان	مقام پشتکوہ	
۲۹۲	شہراکی	فارس	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۲۹۳	شہرادی	فارس	
۲۹۴	شیخ اسماعیل	کرکوک نزاب کوچک	ایک سو ساٹھ گرانہ
۲۹۵	شیخ بزینی	کرکوک نزاب کوچک	پچھ سو گھرانہ
۲۹۶	شیخ دودانی	دیار بکر	دو سو گھرانہ
۲۹۷	شیرگی	کردستان	دو سو گھرانہ
۲۹۸	شیروان	مقام اربیل	ایک ہزار پانچ سو گھرانہ
۲۹۹	شیروانی	عراق	
۳۰۰	شیوہ لی	مقام کفری	
		(ص)	
۳۰۱	صالحی	کرکوک	دو سو گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۰۲	صباحی	پہلے ذکر ہو چکا ہے صباحی	
۳۰۳	صفی وند	مقام مال دشت	ایک سو گھرانہ
		(ط)	
۳۰۴	طابورادغلی	مقام قرہ شہر	تین سو گھرانہ
۳۰۵	طالبانی	باب (ت) میں طالبانی ذکر ہو چکا ہے	
۳۰۶	طور عابدین	مقام عابدین	سات ہزار گھرانہ
		(ع)	
۳۰۷	عبدالرحمٰن	کردستان	
۳۰۸	عثمانوند	مقام ھکیلان	پانچ سو گھرانہ
۳۰۹	عشایر سبعہ	موصل	نو سو گھرانہ

تعداد	مسکن	نام قبیلہ	نمبر شمار
دو ہزار گھرانہ	گیلان	عمارلو	۳۱۰
آٹھ سو گھرانہ	مقام قزوشہر	عمرانی	۳۱۱
	خراسان	عمرلو	۳۱۲
ایک سو پچاس گھرانہ	کرکوک خانقین	عمرکی	۳۱۳
ایک سو پچاس گھرانہ	مقام حران	عوش	۳۱۴
	عراق	عونکی	۳۱۵
	مقام وان	عیساق	۳۱۶
	(غ)		
	مقام لیلاق	غدیدی ۔ غدیری	۳۱۷
	(ف)		
	فارس	فزاق	۳۱۸

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۱۹	فلک دینی	نہاوند	دو سو گھرانہ
۳۲۰	فیض اللہ بگی	مہاآباد	ایک ہزار پانچسو گھرانہ
۳۲۱	فیلکری	مقام سنقر	ایک سو گھرانہ
		(ق)	
۳۲۲	قادر مترولسی	سقز وداج	
۳۲۳	قادری	سلیمانیہ	
۳۲۴	قاشان لو	کردستان	
۳۲۵	قالقال	مقام شیخ حیدر	
۳۲۶	قبادی	مقام جوان رود	آٹھ سو گھرانہ
۳۲۷	قرہ الوس	خانقین	دو ہزار گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۲۸	قرہ چپدلو	خراسان	
۳۲۹	قرہ حسن	مقام بستی	تین سو گھرانہ
۳۳۰	قرہ یارہ	بغداد	چار ہزار گھرانہ
۳۳۱	قشر	مقام سیران	
۳۳۲	قلاب وند	مقام کوہ تاق	ایک ہزار گھرانہ
۳۳۳	قلائی	مقام کاکارضا	سو گھرانہ
۳۳۴	قلقانی	کرمان شاہ	
۳۳۵	قیتولی	پشتکوہ	
		(ک)	
۳۳۶	کاجی	فارس	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۳۷	کارتاری	آذربائیجان	
۳۳۸	کاک	مقام مازنجان	پانچ سو گھرانہ
۳۳۹	کاکو	سنن داج	
۳۴۰	کاکان لو	کرکوک	ایک ہزار پانچ سو گھرانہ
۳۴۱	کاکاوند	مقام دودھ حسین	تین ہزار گھرانہ
۳۴۲	کمبرانی	براہوئی قبیلہ کی ایک شاخ	
۳۴۳	کداک	مقام کوہ دشتیہ	چھ صد گھرانہ
۳۴۴	کردلوری	آذربائیجان	ایک ہزار گھرانہ
۳۴۵	کردگال	بلوچستان - پاکستان افغانستان	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۴۶	کرماج	کرکوک، سلیمانیہ، مہاآباد	
۳۴۷	کرمانی	فارس۔ کرمان تہران	
۳۴۸	کرما	مقام خاوہ	تین سو گھرانہ
۳۴۹	کرندی	کرمانشاہ	چھ ہزار گھرانہ
۳۵۰	کرہ چک	کردستان، بلوچستان	
۳۵۱	کرہ شل	آذربائجان۔عراق	چھ ہزار دو سو ساٹھ گھرانہ
۳۵۲	کزہ	خانقین	تین سو گھرانہ
۳۵۳	کلاشی زرینی	سنن داج	
۳۵۴	کلاشی	کرمانشاہ	
۳۵۵	کلاڈگر	کردستان	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۵۶	کلاڈگوک	مقام روان سر	
۳۵۷	گلھر	گیلان	دس ہزار گھرانہ
۳۵۸	کلیائی	کرمانشاہ	تین ہزار گھرانہ
۳۵۹	کلیسی	غزل کردستان	
۳۶۰	کمال گیر	سلیمانیہ	
۳۶۱	کول	کرمانشاہ	چارسو گھرانہ
۳۶۲	کوچری	سیواس، ترکی	دس ہزار گھرانہ
۳۶۳	کوادرات	مقام جولامرگ	تین ہزار گھرانہ
۳۶۴	کورا	اربیل	
۳۶۵	کورتی	کرکوک	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۶۶	کورہ شلی	عراق	
۳۶۷	کوسیان	عراق	ایک سو اسی گھرانہ
۳۶۸	کرزل چان	عراق دیار بکر	
۳۶۹	کوساد	مصر	
۳۷۰	کوسہ	مقام سیاہ کو	چالیس گھرانہ
۳۷۱	کوکوڈ	عراق	تیس گھرانہ
۳۷۲	کوگلوڈ	کرمانشاہ۔ لرستان	
۳۷۳	کولبین	مقام خربوت	
۳۷۴	کول دفد	مقام الیشتر	تین سو پچاس گھرانہ
۳۷۵	کوماسی	سغن داج	دو سو گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۷۶	کریان	مقام شرناق	دو ہزار ایک سو گھرانہ
۳۷۷	کوکیک	مقام سنہ ورشہ	ایک سو پچاس گھرانہ
۳۷۸	کاکا	مقام جولہ مرگ	
۳۷۹	کیکی یان	کردستان	ایک سو پچاس گھرانہ
۳۸۰	کیکان	مقام مرعش بلوچستان	
۳۸۱	کیوان کُر	خراسان	
۳۸۲	کیوان	مقام گورہ	
		(گ)	
۳۸۳	گاؤ خور	کرکوک	دو سو گھرانہ
۳۸۴	گاوری	اربیل۔ لرستان	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۸۵	گردی	اربیل	چھ سو گھرانے
۳۸۶	گروگر	سنن داغ	
۳۸۷	گشکی	زہاب	پچاس گھرانے
۳۸۸	گلال	عراق	
۳۸۹	گلباغی	کردستان	دو ہزار گھرانے
۳۹۰	گل فرخی	مقام زاخو	
۳۹۱	گوران	کرماشاہ	چھ ہزار گھرانے
۳۹۲	گورک	مہاآباد	دو ہزار گھرانے
۳۹۳	گوروسس	مقام خزوت	
۳۹۴	گوگریشانی	مقام مرعش	پانچ سو گھرانے

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۳۹۵	گیگیز	مقام کفری	
۳۹۶	گیل	گیلان	
۳۹۷	گیوران	سیومرک	
۳۹۸	گردہ کش	ترکیہ	
		(ل)	
۳۹۹	لازبا	کردستان	
۴۰۰	لادین	شہرزور	
۴۰۱	لالہ	لیلاخ	سائٹھ گھرانہ
۴۰۲	لر	لرستان	
۴۰۳	لک	خانقین۔لرستان اصفہان۔ہمدان	سو ہزار گھرانہ

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۰۴	لک کردی	رستان	
۴۰۵	لوسہ	مصر۔ شام	
۴۰۶	ارلان لی	مقام موش	چار سو گھرانہ
۴۰۷	ولرزی	سنن دژ	
۴۰۸	لور	عراق	
۴۰۹	لیلانی	کرکوک	پانچ سو گھرانہ
		م	
۴۱۰	مابیر	کردستان	
۴۱۱	ماجردان	مقام گنگاور	
۴۱۲	ماحالی	فارس	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۱۳	ماخانی	بورغاز	تین سو گھرانے
۴۱۴	مادنجان	کردستان	
۴۱۵	مازنجان	فارس	پانچ سو گھرانے
۴۱۶	ماقی	حبا آباد	
۴۱۷	ماگردان	قبیلہ ماجوزان کا دوسرا نام	
۴۱۸	ماشی	حبا آباد	ایک ہزار پانچ سو گھرانے
۴۱۹	ماماشی	بلوچستان، افغانستان، سیستان	
۴۲۰	ماماکانی	مقام ملاز گرد	
۴۲۱	مانیان	عراق	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۲۲	مانوزرآئی	مقام ملازگرد	
۴۲۳	ماحکی	سرباشاہ	
۴۲۴	مبارکی	فارس	
۴۲۵	محمداسحاقی	فارس	
۴۲۶	محمدباشاری	فارس	
۴۲۷	محمدی	مازنجانی	تین سو گھرانہ
۴۲۸	محمود جبرائیلی	لیلاخ	ایک سو گھرانہ
۴۲۹	محمودی	وان	
۴۳۰	مدثر	فارس	
۴۳۱	مرداسی	عراق	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۳۲	نسرلانی	اسدلان	ایکہزار دو سو گھرانہ
۴۳۳	مزدالکان	کردستان	
۴۳۴	مزدرسی یا مسوری	موصل	ایک ہزار سات سو گھرانہ
۴۳۵	مصطفاگی	نزلان	تیس گھرانہ
۴۳۶	مطلبی	فارس	
۴۳۷	مکری	مہا آباد	
۴۳۸	مکری گورک	مہا آباد	
۴۳۹	مکری ایلاق	مہا آباد	
۴۴۰	ملاشیگو	عراق	
۴۴۱	ملانیان	عراق	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۴۲	ملکشاہی	مقام پشتکوہ	
۴۴۳	مُندمی	کردستان	ایک ہزار دو سو گھرانہ
۴۴۴	منگور	جہا آباد	ایک ہزار پانچ سو گھر
۴۴۵	منوچہری	زاب	ایک سو پچاس گھرانہ
۴۴۶	مودائی	مازندران	
۴۴۷	مودکی	تبلیس	
۴۴۸	موستاکان	کردستان	
۴۴۹	موسیان	کردستان	
۴۵۰	موسی وند	مقام خادہ	دو ہزار پانچسو گھرانہ
۴۵۱	موشک	دیار بکر	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۵۲	خراسانی	خراسان	
۴۵۳	مبارکی	فارس	
۴۵۴	مہرانی	مصر	
۴۵۵	میر	مقام الشتر	پچاس گھرانہ
۴۵۶	میران	مقام سعود	آٹھ ہزار گھرانہ
۴۵۷	میرسنسانی	عراق	
۴۵۸	میلانی	آذربائیجان	
۴۵۹	میلی	مقام دیرسم	بیس ہزار گھرانہ
		(ن)	
۴۶۰	نادیا	مرعش	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۶۱	ناصرلی	النقرہ	چھ سو گھرانہ
۴۶۲	نامی وند	زعاب	سو گھرانہ
۴۶۳	نسانہ گلی	بیلوار	ایک سو پچاس گھرانہ
۴۶۴	نُدرلی	مرعش	
۴۶۵	نصیری	کرمانشاہ	ایک سو گھرانہ
۴۶۶	نزی	نائیری قبیلہ کا ایک طائفہ ہے	
۴۶۷	نورالہی	مقام دلغان	ایک ہزار گھرانہ
۴۶۸	نوزرلی	قبیلہ جات کا ایک شاخ ہے	
۴۶۹	نیرکاری	کرکوک	
۴۷۰	نیریشری	کرمانشاہ	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
		(و)	
۴۷۱	وان	مقام وان	
۴۷۲	وردخزیار	دیوان درہ	
۴۷۳	ولدبگی	ذہاب	تین سو گھرانہ
۴۷۴	ویانی	مقام مرعش	
		(ھ)	
۴۷۵	ھازنی	آذربائیجان	
۴۷۶	ھیرکہ	مقام ہمدان دور	بیس ہزار گھرانہ
۴۷۷	ھفتیان	مقام ھفتیان	
۴۷۸	ھکاری	باب (۲) میں ذکر ہو چکا ہے	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۷۹	صلاح	وان	نو سو گھرانے
۴۸۰	ھیلان	مقام پشتکوہ	
۴۸۱	ہمارو	کردستان	
۴۸۲	ہماوندی	خانقین	
۴۸۳	ہمروند	سلیمانیہ	
۴۸۴	ھورامی	قبیلہ اورامی ہے جو الف میں ذکر ہوا ہے	
		(ی)	
۴۸۵	یزیدی	وان بسنجار	
۴۸۶	یعقوبی	موصل	

نمبر شمار	نام قبیلہ	مسکن	تعداد
۴۸۷	یوسوند	مقام الشتر	پانچ سو گھرانہ
۴۸۸	یوسویاراحمدی	کرمانشاہ	

کتابیات جس سے تاریخ بلوچ و بلوچستان لکھتے وقت استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ تاریخ مردوخ جلد اول تصنیف آقای شیخ محمد مردوخ کردستانی
۲۔ تاریخ بوروگال نامک تصنیف آخوند محمد صالح
۳۔ تاریخ سیستان تصنیف ملک الشعرا بہار
۴۔ تاریخ شاہنشاہی ہخامنشی ترجمہ فارسی ڈاکٹر محمد بقا۔
۵۔ تاریخ سیاسی پارت (اشکانیاں) ترجمہ فارسی علی اصغر حکمت
۶۔ تاریخ بلوچستان تصنیف لالہ ہیتھو رام
۷۔ تاریخ جلد اول وجلد دوئم تصنیف میر گل خان نصیر
۸۔ تاریخ کرد و بلوچ تصنیف میر گل خان نصیر
۹۔ بلوچ قوم اور اس کی تاریخ تصنیف مولانا نور احمد فریدی
۱۰۔ تاریخ مختصر افغانستان تصنیف عبدالحی حبیبی
۱۱۔ تاریخ بلوچ۔ بلوچ قوم کا حسب نسب تصنیف ڈاکٹر میر عالم خان راقب
۱۲۔ تاریخ بلوچستان۔ ماقبل تاریخ تصنیف ملک محمد سعید بلوچ
۱۳۔ تاریخ چچ نامہ تصنیف علی کوفی
۱۴۔ تاریخ معصومی تصنیف میر محمد معصوم بکھری
۱۵۔ تاریخ طاہری تصنیف طاہر محمد نسیانی ٹھٹھوی
۱۶۔ تاریخ تحفۃ الکرام تصنیف میر علی شیر قانع ٹھٹھوی
۱۷۔ تاریخ سندھ۔ جلد اول۔ جلد دوئم تصنیف اعجاز الحق قدوسی
۱۸۔ تاریخ سندھ عہد کلہوڑہ جلد ششم حصہ اول و دوئم تصنیف

غلام رسول مہر۔

۱۹۔ تاریخ اسلام ۔ جلد اول، دوم، سوم، چہارم تصنیف شاہ معین الدین احمد ندوی ۔

۲۰۔ تاریخ ابن خلدون ۔ اردو ترجمہ، جلد اول تا جلد ہفتم

۲۱۔ تاریخ ابن خلدون قبل از اسلام اردو ترجمہ جلد اول و دوم

۲۲۔ مقدمہ تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد اول و دوم

۲۳۔ تاریخ فتوح البلدان ، البلاذری اردو ترجمہ

۲۴۔ تاریخ رحمت اللعالمین، تصنیف، قاضی محمد سلیمان ، سلمان منصور پوری، جلد اول، دوم، سوم ۔

۲۵ تاریخ افکار سیاسات اسلامی۔ تصنیف عبدالحمید خان، بی اے۔ ایل۔ بی

۲۶۔ تاریخ اسلام ، تاریخ طبری ۔اردو ترجمہ عبداللہ العمادی

۲۷ تاریخ فیروز شاہی۔ تصنیف سراج خفیف اردو ترجمہ

۲۸۔ تاریخ تزک تیموری ، اردو ترجمہ سید ابوالہاشم ندوی بی اے

۲۹۔ تاریخ تزک بابری ، اردو ترجمہ ، رشید اختر ندوی

۳۰۔ تاریخ ہمایوں نامہ، اردو ترجمہ رشید اختر ندوی

۳۱۔ تاریخ تزک جہانگیری اردو ترجمہ مولوی احمد علی صاحب رام پوری

۳۲۔ تاریخ ابوریحان البیرونی اردو ترجمہ سنگ میل پبلیکیشن لاہور

۳۳۔ تاریخ منتخب اللباب ، اردو ترجمہ خافی خان ۔ جلد اول ۔ دوم سوم ۔ چہارم ۔

۳۴۔ تاریخ عبرت کدہ سندھ ۔ اردو ترجمہ سید محمد عثمان کنٹوری
۳۵۔ تاریخ حیات افغانی ، تصنیف نواب محمد حیات خان گنڈا پوری
۳۶۔ تاریخ سیر المتاخرین تصنیف سرآمد۔ مورخان
۳۷۔ تاریخ آئین اکبری اردو ترجمہ جلد اول ۔ دوئم ۔ سوئم
۳۸۔ تاریخ جہانگشای نادری فارسی تصنیف مرزا مہدی خان آسترآبادی
۳۹۔ تاریخ قوم بلوچ و خوانین بلوچ تصنیف اعلیٰ حضرت میر احمد یار خان ، خان آف قلات
۴۰۔ ہسٹری آف سیستان ۔ جی ۔ پی ۔ ٹیٹ
۴۱۔ ہسٹری آف دی کنٹری آف بلوچستان ۔ اے ڈبلیو ہیوز
۴۲۔ ہسٹری آف پرشیا ۔ سر پرسی سائیکس جلد اول دوئم
۴۳۔ ہسٹری آف انڈیا ، تصنیف الیٹ ، جلد اول دوئم سوئم
۴۴۔ ہسٹری آف ورلڈ ۔ ایچ اے ٹکلاس جوسف رٹیز
۴۵۔ ہسٹری آف بلوچ ریس تصنیف محمد سردار خان بلوچ
۴۶۔ ہسٹری آف انڈیا ۔ ونسینٹ سمتھ
۴۷۔ ہسٹری آف درانی ۔ مانڈکی ، مونٹ اسٹورٹ الفنسٹن جلد اول ، دوئم ۔
۴۸۔ ہسٹری آف ایران ۔ سر جان ملکم ۔
۴۹۔ ہسٹری آف اینشنٹ پرشیا ۔ اسٹرابون
۵۰۔ ہسٹری آف اینشنٹ پرشیا ۔ پیرنیا ۔

۵۱- ہسٹری آف افغانستان سے۔ بی۔ میلی۔ سن
۵۲- ہسٹری آف اورنگ زیب سے سرکار
۵۳- ہسٹری آف برٹش ایپائر ان انڈیا۔ ای تارنٹن
۵۴- ہسٹری آف انڈیا، ڈبلیو ہنٹر۔
۵۵- بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر۔ سراوان۔ جھالاوان۔ کچھی تالیف پوزنجبر
۵۶- بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر، مکران، خاران، تالیف پوزنجبر
۵۷- بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر۔ لس بیلہ تالیف پوزنجبر۔
۵۸- بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر بولان، چاغی۔ تالیف پوزنجبر
۵۹- بلوچستان گزیٹیر۔ کوئٹہ۔ پشین تالیف پوزنجبر
۶۰- ٹریولز ان بلوچستان اینڈ سندھ تالیف ہینری پوٹنجر
۶۱- دی لینڈز آف دی ایسٹرن کیلیفیٹ فارسی ترجمہ محمود عرفان
۶۲- دی پیپلز آف پاکستان۔ تالیف گینکوسکی
۶۳- دی سرچ لائیٹ آن بلوچیز اینڈ بلوچستان تصنیف جسٹس خدابخش مری۔ بار ایٹ لاء
۶۴- انسائیڈ بلوچستان تصنیف میر احمد یار خان۔ خان آف قلات
۶۵- دی بلوچیز ترو سینچریز۔ ہسٹری ورسس لیجینڈ جسٹس خدابخش مری
۶۶- آؤٹ لائینز آف اسلامک کلچر پروفیسر شاستری پروفیسر ایرانی سنان میسور یونیورسٹی

۶۷- فایو گریٹ مانرکینز آف اینشنٹ ایسٹرن ورلڈ جی رالنسن
جلد اول ۔ دوئم، سوئم، چہارم
۶۸- ایرینز اکونٹ آف نیارکوس ۔ تصنیف ایرین
۶۹- ایکسراس دی بارڈر، پٹھان اینڈ بلوچ ۔ تصنیف ایڈورڈز،
ای' آلور
۷۰- دی کنٹریز، ایڈجسنٹ ٹو انڈیا، ان دی نارتھ ایسٹ
سندھ، افغانستان، پنجاب، بلوچستان، تصنیف ایڈورڈ
تھارنٹن
۷۱- جنرنی ٹو قلات، چارلس میسن،
۷۲- امپیریل گزٹ آف انڈیا، پراونشل سریز، بلوچستان گزیٹیر
۷۳- وانڈرنگز ان بلوچستان، تصنیف میجر جنرل میگریگر
۷۴- دی فرنٹیئرز آف بلوچستان تصنیف جی پی ٹیٹ
۷۵- اے میمائیر آن دی کنٹری اینڈ فیملی آف احمدزئی
خانز آف قلات تصنیف ۔ جی ۔ پی ٹیٹ ۔
۷۶- اَن ایکس پلورڈ بلوچستان تصنیف ارنیسٹ آئینگو فلویر
۷۷- دی انڈین بورڈر لینڈ ۔ تصنیف سر ٹی ہنگر فورڈ ۔ ہولڈچ
۷۸- دی فارورڈ پالیسی اینڈ اٹس ریزلٹ تصنیف رچرڈ بروس
۷۹- قلات آفیئرز تصنیف از سرکاری ریکارڈ
۸۰- ہسٹری آف مسلم کلچر ان انڈیا ۔ پاکستان
۸۱- دی پٹھان، تصنیف اولف کیرو
۸۲- فسٹ افغان وار

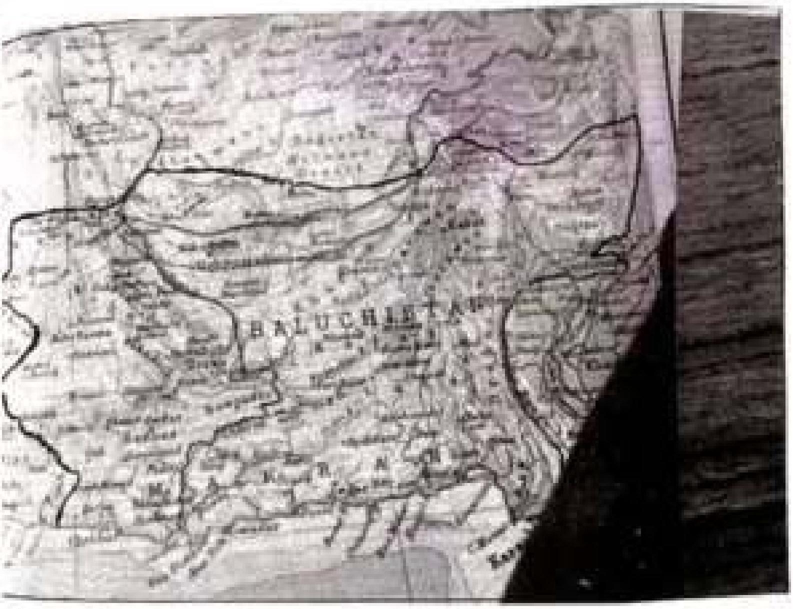

نقشہ قدیم بلوچستان

۸۳- پرنسپل نیشنز آف انڈیا
۸۴- کرانولوجی آف اینشنٹ نیشنز
۸۵- انڈیا تھرو ایجیز
۸۶- دی گیٹ وے آف انڈیا، تصنیف سرٹی ایچ ہولڈچ
۸۷- ڈکلائین اینڈ فال آف رومن ایمپائر تصنیف ای گبن
۸۸- دی ورلڈ آف ٹوڈے تصنیف اے آر ہوپ منگر جلد اول، دوم
۸۹ مارکو پولو تصنیف سی پی جرل جلد اول دوم
۹۰- لیٹر مغل ہسٹری آف دی پنجاب تصنیف ایچ گپتا
۹۱- برٹش کورمی نیشنز ان انڈیا - تصنیف سر اے لائل
۹۲- رہبرانڈس بیس تصنیف ایم پی چتاوالا
۹۳- پاپولر بلوچ پوئیٹری تصنیف ایم ایل ڈیمز
۹۴- رولرز آف انڈیا رنجیت سنگھ تصنیف سر ایل گرفن
۹۵ جبرنیزان بلوچستان افغانستان اینڈ دی پنجاب تصنیف چارلس میسن
۹۶- سینٹرل ایشیا، تصنیف جے یوٹن
۹۷- رولرز آف انڈیا تصنیف ایچ ایم اسٹی فنرز
۹۸- نریٹیو آف دی وزٹ ٹو دی کورٹ آف سندھ تصنیف جی برنز
۹۹- دی اینشنٹ ورلڈ تصنیف پی وڈیم جبتھ
۱۰۰- رولرز آف انڈیا جے - ایس - کاٹن

۱۰۱ دی براہوئی پرابلم تصنیف سرڈینس برے

۱۰۲ فرنٹیر اینڈ اوورسیز ایکس پیڈیشنز فرام انڈیا۔

۱۰۳ اترو ایشیاٹک ٹرکی تصنیف جی گیری۔

۱۰۴ مسلمان ریسرز فونڈ ان سندھ، بلوچستان اینڈ افغانستان تصنیف کے بی صادق علی۔

۱۰۵ دی ہسٹری آف انتھروپولوجی تصنیف ہینڈی شی

۱۰۶ یونٹی آف دی ہیومن ریس تصنیف سمتھ

۱۰۷ اے سٹاریکل اینڈ انتھروجیکل اسکیچ آف بلوچ ریس تصنیف ایم ایل ڈیمیز

۱۰۸ اسپرٹ آف اسلام تصنیف سید امیر علی

۱۰۹ انٹروڈکشن ٹو اے گرامر آف دی بلوچی لائین گوج، تصنیف اے موکلر

۱۱۰ بلوچی گرامر تصنیف ایچ نکل

۱۱۱ برٹش انڈیا تصنیف آر۔ ڈبلیو فریزر۔

۱۱۲ ارض القرآن تصنیف سید سلیمان ندوی

۱۱۳ قصص الانبیاءؑ

۱۱۴ دائرۃ المعارف انگریزی

۱۱۵ شاہ نامہ فردوسی

ہماری چند اہم مطبُوعات

بلوچستان کی کہانی شاعروں کی زبانی ــ مرحُوم میر گل خان نصیر ملک الشعراءؔ

بلوچستان ماقبل تاریخ ــــــــ ملک محمد سعید بلوچ

بلوچی گرامر (اُردو میں) ــــــــ آغا میر نصیر خان احمدزئی

بلوچی گرامر (انگریزی میں) ــــــــ آغا میر نصیر خان احمدزئی

بلوچی عشقیہ شاعری ــــــــ مرحُوم میر گل خان نصیر ملک الشعراءؔ

بلوچی رزمیہ شاعری ــــــــ مرحُوم میر گل خان نصیر ملک الشعراءؔ

سانگل ــــــــ غنی پرواز

اولس واجہی ــــــــ غلام محمد شاہوانی

تاریخ بلوچستان ــــــــ لالہ ہتو رام

پرنگ ــــــــ مرحُوم میر گل خان نصیر ملک الشعراءؔ

گاریں گوہر ــــــــ مرحُوم ڈاکٹر محمد حیات مری

مکران ءِ شعر ــــــــ مولوی عبداللہ بہشتی ءُ بربستگیں

زری لود ــــــــ ملک دینار میروارثی و شیرازی وپتر

ستو بیلی مست ــــــــ مٹھا خان مری

گچین (کسمانک) ــــــــ اسیر عبدالقادر شاہوانی

ریکانی تل ءَ ہلکے ــــــــ میرزا احمد بادینی

بلوچی اُردو بول چال ــــــــ عزیز محمد بگٹی

بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ